انیس کے مرثیے

مرتبہ

صالحہ عابد حسین

maablib.org

انیسؔ کے مرثیے

جلد دوم

مرتبہ
صالحہ عابد حسین

maablib.org

ترقّی اردو بیورو، نئی دہلی

سنہ اشاعت 1980 ——— 1902 شک

© ترقیِ اردو بیورو، نئی دہلی

پہلا اڈیشن:

قیمت : =/38

کتابت : لقاء الرحمٰن

سرورق : بھنوٹ

صفحۂ آئینہ

maablib.org

ڈائرکٹر، بیورو فار پروموشن آف اردو (ویسٹ بلاک 8 - آر۔کے۔پورم، نئی دہلی 110022) نے ترقیِ اردو بورڈ، وزارتِ تعلیم و ثقافت، حکومتِ ہند، نئی دہلی کے لیے جے۔کے۔آفسیٹ پرنٹرز جامع مسجد سے چھپوا کر شایع کیا۔

پیش لفظ

اردو زبان کی ترویج و اشاعت کے لیے حکومت ہند کی وزارت تعلیم و ثقافت کے تحت ترقی اردو بیورو کے ذریعے جن لائحوں اور منصوبوں کو عملی شکل دی جارہی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مختلف جدید علوم پر کتابیں ماہرین سے لکھوائی جائیں اور ان علوم سے متعلق اہم مغربی و مشرقی کتابوں کے تراجم شائع کیے جائیں جو نہ صرف زبان بلکہ قوم کی ترقی میں بھی مفید و معاون ثابت ہوں۔

اس منصوبے کے تحت ترقی اردو بیورو اب تک خاصی تعداد میں کتابیں شائع کر چکا ہے۔ ان میں شعر و ادب، تنقید، لسانیات، تاریخ، جغرافیہ، سیاسیات، تجارت، زراعت، امور حکومت، معاشیات، عمرانیات، قانون، طب، فلسفہ اور نفسیات پر اعلیٰ کتابوں کے علاوہ تعلیم بالغان، بچوں کے ادب، سائنس اور تکنیکی علوم سے متعلق ایسی کتابیں بھی شامل ہیں جو اردو کی نصابی ضرورتوں کو بھی کسی حد تک پورا کر رہی ہیں۔ ان موضوعات پر اچھی آسان اور معیاری کتابوں کی جو کمی اردو حلقوں میں شدت سے محسوس کی جارہی تھی وہ بیورو کے ذریعہ آہستہ آہستہ پوری ہو رہی ہے۔ ترقی اردو بیورو کی شائع کردہ کتابیں حسنِ طباعت کا ایک معیار قائم کرتی ہیں اور ان کی قیمت بھی نسبتاً کم رکھی جاتی ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ان کتابوں کی مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

ترقی اردو بیورو کے جامع منصوبوں کے تحت اردو انسائیکلوپیڈیا، اردو لغت (کلاں) اردو لغت (برائے طلبہ) انگریزی اردو لغت، اردو انگریزی لغت، بنیادی متون کی اشاعت، اردو کتابیات کی تیاری اور مختلف علوم کی اصطلاح سازی کے کام بھی جاری ہیں۔ ان کی تکمیل کے لیے ہمیں ملک بھر کے ماہروں کا تعاون حاصل ہے۔

زیر نظر کتاب ترقی اردو بیورو کے اشاعتی پروگرام کا ایک جز ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اردو داں حلقوں میں اس کتاب کی بھی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

شمس الرحمٰن فاروقی

ڈائریکٹر، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

میر ببر علی انیس

فہرست

●	پیش لفظ	3
●	دیباچہ	7
●	مراثی	13—497
1	دشتِ وغا میں نورِ خدا کا ظہور ہے	13
2	کیا بحر ہے وہ بحر کنارہ نہیں جس کا	28
3	جب رن میں سربلند علیؑ کا علَم ہوا	49
4	حضرت سے جب برادرِ خوش خُو جدا ہُوا	78
5	دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ	98
6	جب رن میں حسینؑ اصغرِ بے شیر کو لائے	105
7	ہوتے ہیں بہت رنج مسافر کو سفر میں	119
8	جب دولتِ سرور پہ زوال آگیا رن میں	140
9	شمشادِ بوستانِ رسالت حسینؑ ہے	161
10	جب نوجواں پسر شۂ دیں سے جدا ہُوا	187
11	جب خیمہ میں رخصت کو شۂ بحر و بر آئے	218
12	نکلی جو رن میں تیغ حسینی غلاف سے	229
13	جب تیغِ یداللہ کھنچی دستِ وغا میں	252
14	جب آخری رخصت کو حسینؑ آئے حرم میں	269

maablib.org

15	اے شمعِ قلم روشنیِ طور دکھا دے ۔	287
16	جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے	309
17	آج شبّیر پہ کیا عالمِ تنہائی ہے	342
18	جبکہ خاموش ہوئی شمعِ امامت رن میں	352
19	جب غرقِ بحرِ خوں ہوئی کشتی نجات کی	359
20	اے مومنو ! کیا صادق الاقرار تھے شبّیر	369
21	آمد آمد حرمِ شاہ کی دربار میں ہے	384
22	جب قیدیوں کو خانہ زنداں میں شب ہوئی	391
23	جب طوق و سلاسل میں مسلسل ہوئے عابد	418
24	دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی	433
25	دن گزرے بہت قید میں جب اہلِ حرم کو	441
26	نمکِ خوانِ تکلم ہے فصاحت میری	451
27	جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا	469

- اختلافِ نسخ 498
- فرہنگ 527

maablib.org

دیباچہ

انیسؔ کے مرثیے کی پہلی جلد میری توقع سے زیادہ پسند کی گئی۔ اس سے میری اور ہمت بندھی اور مرکزی میر انیس کمیٹی نے دوسری جلد کا جو کام میرے سپرد کیا تھا اُسے مکمل کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن گذشتہ دو سالوں میں بیماریوں اور پریشانیوں کے ایسے ایسے کڑے وقت آئے کہ جی چھوٹ چھوٹ گیا۔ ایک منزل وہ آئی کہ اپنی سخت علالت کے سبب میں نے اس کام کو کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر خدا کے فضل سے پھر طبیعت بہتر ہو گئی اور میرے محترم بزرگ سید بشیر حسین زیدی کے اصرار نے مجھے مجبور کر دیا کہ اس جلد کا کام بھی میں ہی انجام دوں۔ میں نے پھر کمر ہمت کسی اور انیسؔ کے مرثیے کی دوسری جلد کے کام میں جُٹ گئی۔

اس مجموعے میں، میں نے انیسؔ کے جو مرثیے جمع کیے ہیں ان میں سے بیشتر وہ ہیں، جو ان کے بہترین مرثیے مانے جاتے ہیں۔ ان میں بعض بہت طویل ہیں۔ بعض بہت مختصر ہیں بعض سادگی اور پرکاری کا نمونہ ہیں تو بعض فصاحت و بلاغت، فن کاری اور صناعی کا بے مثال کرشمہ۔ یہ سب مرثیے اتنے پڑھے اور سُنے ہوئے تھے کہ ان کا انتخاب کرنا میرے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا اور جلد انجام پا گیا۔

لیکن مرثیوں کی فرہنگ کا کام گذشتہ جلد سے بہت زیادہ تھا اور اتنا ہی کٹھن بھی۔ اس جلد کی مختصر فرہنگ دیکھ کر اس کام کو جاننے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں کس قدر جاں فشانی کرنی پڑی ہے۔ یہاں صرف الفاظ اور محاوروں وغیرہ کے معنی بتانا نہیں تھے بلکہ بہت سی جگہ مصرعوں، شعروں اور کئی کئی بندوں کا مطلب بھی سمجھانا پڑا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی جگہ کلام پاک کی آیتوں کے ٹکڑے یا احادیث کے حوالے یا عربی کے جملے آئے ہیں۔ ان سب کا بالکل صحیح مطلب سمجھنے سمجھانے میں مشکل پیش آئی، خصوصاً تلمیحات کو بتانا کہ اس میں کون سے واقعہ کی طرف اشارہ ہے یا کون سا موقع مقصود ہے بڑا مشکل کام تھا کہ انیسؔ تو دریا کو کوزے میں بند کرنے میں ماہر ٹھہرے۔ اگر سمجھانا پڑے تو ایک شعر بلکہ ایک مصرعے کو سمجھانے میں کئی صفحے سیاہ ہو جائیں اور پورا مطلب واضح نہ ہو سکے پھر انیسؔ کا محاورہ اور روزمرہ اور الفاظ کا بے پناہ

استغفراللہ !! خدا کی پناہ !! لفظوں کے معنی سمجھانا اتنا مشکل نہیں مگر مختصر لفظوں میں اس کے مطالب سمجھانا ۔ دانتوں پسینہ آجاتا ہے۔ میر انیس کے ہاں بہت سے لفظ وغیرہ ایسے بھی ہیں جن کا مطلب کہیں نہیں ملتا۔ کم سے کم میرے پاس لغت کی جو کتابیں تھیں ان میں نہیں مل سکا۔ یا جو معنی ملے وہ انیس کے ہاں فٹ نہیں بیٹھے۔ سب سے بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ ڈاکٹر عابد حسین جنھوں نے پہلی جلد مرتب کرنے میں قدم قدم پر میری مدد کی تھی، خاص کر فرہنگ بنانے میں اور اس کے بغیر میں کامیاب نہ ہو سکتی تھی، وہ ایک عرصے سے بیمار ہیں اور اس بار وہ اس کام میں میری رہنمائی نہیں کر سکے اور یہ کٹھن کام مجھے تنہا انجام دینا پڑا۔ اس میں سب ملا کر تقریباً ساڑھے آٹھ سو لفظوں، مصرعوں اور بندوں کے مطالب دینے پڑے ہیں۔

بہر صورت جیسے تیسے میں نے اس اہم کام کو قابلِ اطمینان طور پر کرنے کی کوشش کی ہے۔ پورے دو سال مجھے اس کام میں صرف کرنے پڑے۔ لیکن میں یہ دعوے نہیں کر سکتی کہ کہیں میں نے غلطی نہیں کی ہوگی۔ بعض جگہ محاوروں یا شعروں اور بندوں کا مطلب جو میں نے سمجھایا، ہو سکتا ہے کہ کسی کو اس پر اعتراض ہو یا نقص نظر آئے لیکن ایسا ہو تو امید ہے کہ میں قابلِ معافی سمجھی جاؤں گی۔ اس لیے بھی غالب کے انتہائی مختصر کلام کی کئی شرحیں موجود ہیں پھر بھی اس کا سمجھنا سمجھانا آسان نہیں ہوتا۔ کلام انیس جو ہزاروں ہزار بندوں پر پھیلا ہوا ہے (اور اکثر مرثیوں کے بعض حصے کلام غالب سے کم مشکل اور ادق نہیں ہوتے) اس کی پوری شرح تو کیا دو چار مرثیوں کی بھی شرح کسی نے نہیں کی ہے۔ کم سے کم مجھ تک نہیں پہنچی ہے۔ اور نہ کوئی قابلِ اطمینان ایسی فرہنگ یا لغت ہے جس میں انیس کے محاوروں اور مخصوص الفاظ کے معنی مل سکیں۔ البتہ جناب مسعود حسین خوبی ادیب نے روحِ انیس کے نام سے جو مرثیے ایڈٹ کیے ہیں (جس میں سے تین مرثیے اس جلد میں شامل ہیں) ان میں معنی و مطالب کو بڑی خوبی سے سمجھایا گیا ہے۔ البتہ مسعود صاحب نے زور صنائع بدائع وغیرہ پر دیا ہے اور طالب علموں کو سمجھانے کے لیے صناعیوں کی طرف توجہ زیادہ فرمائی ہے۔ میں نے صرف معنی اور مطالب پر اکتفا کی ہے۔ دوسرے مرثیوں کے لیے اتنا مواد بھی کہیں سے نہ مل سکا۔

اس سے بھی کٹھن مرحلہ تھا اختلافِ نسخ کی نشان دہی کرنا۔ ان مراثی میں پونے پانسو اختلافِ نسخ دیے گئے ہیں۔ یہ کام اس شخص کے لیے تو آسان ہوتا ہوگا جس نے اس کی باقاعدہ تعلیم پائی ہے مگر میرے لیے بہت مشکل تھا۔ اگر ایک یا دو آدمی ہی مجھے اس کام میں مدد کے لیے مل سکتے تو کچھ آسانی ہو سکتی تھی۔ مگر یہ بھی میرے لیے ممکن نہ ہو سکا۔ البتہ میرے گھر میں میرے لیے ایک دو عزیزوں نے مدد کی جن کے سہارے میں اس مہم کو سر کر سکی۔

لیکن سب سے مشکل کام تھا وہ وقت نکالنا جب سکون سے دو تین گھنٹے بیٹھ کر اسے کیا جا سکے لیکن

اپنی بیماری کے علاوہ اپنے شوہر کی تیمارداری اور گھریلو اور خاندانی ذمہ داریاں اور کرم فرماؤں کا بیچ بیچ میں خلل ڈالنا۔ کیا بتایا جائے کہ کیسے اور کب کب اس کام کو کرنے کے لیے میں نے وقت نکالا ہے۔ کئی بار ہمت جواب دے گئی۔ سوچا کام واپس کر دوں۔ مگر پھر کسی نہ کسی طرح حوصلہ کیا اور خدا کا شکر و احسان ہے کہ میں نے اس کام کو تکمیل تک پہنچا دیا اور جو وعدہ مرکزی انیس کمیٹی سے کیا تھا اُسے پورا کیا۔

انیسؔ کے مرثیے کی دوسری جلد میں میر انیسؔ کے کئی شاہکار شامل ہیں (اگرچہ شاہکار کسی فن کار کا ایک ہی ہوتا ہے مگر کیا کیا جائے کہ انیسؔ کے کتنے ہی مرثیوں پر یہ لفظ صادق آتا ہے اور ایک مرثیہ کو دوسرے پر ترجیح دینا مشکل نظر آتا ہے) ان میں سے چند مرثیوں کے اوّل مطلع کا پہلا مصرعہ درج ہے ؎

؎ حضرت سے جب برادرِ خوش خو جدا ہُوا
؎ جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے
؎ شمشادِ بوستانِ رسالت حسین ہے
؎ دشتِ وغا میں نورِ خدا کا ظہور ہے
؎ جب نوجواں پسر شہ دیں سے جدا ہُوا
؎ جب دولتِ سرور پہ زوال آگیا دن میں
؎ جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی
؎ نمکِ خوانِ تکلم ہے فصاحت میری
؎ جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا

یہ مرثیے انیسؔ کی قادر الکلامی کی منھ بولتی شہادت ہیں۔ ان میں شاعر کا فن اپنے پورے عروج پر نظر آرہا ہے۔ ان میں فصاحت و بلاغت کے دریا رواں دواں ہیں اور منظر نگاری و نقشہ کشی بے مثال ہے۔ ساتھ ہی بعض مرثیوں میں اخلاقی تعلیم اور امام حسینؑ کی بلند سیرت دکھا کر ایک مکمل انسان اور سچے مسلمان کا جلوہ بڑی خوبی سے دکھایا گیا ہے۔ جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے اور نمکِ خوانِ تکلم ہے فصاحت میری خاص طور پر بے مثال مرثیوں میں شمار ہوتے ہیں اور اوپر دی گئی ساری خصوصیات کے حامل ہیں۔ اور ؎ جب دولتِ سرور پہ زوال آگیا دن میں اور جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی، ایسے مرثیے ہیں جن میں جذبات کی شدت، احساسات کی گہرائی، خاندانی رشتوں کی نزاکت اور پاکیزگی اور زبان و بیان کی روانی و دلکشی اور تاثر ایسا ہے جس کے بارے میں کہنا مشکل ہے محسوس کرنا آسان ہے۔

اس مجموعہ کا آخری مرثیہ اس کی جان ہے یعنی انیسؔ کا وہ شہرۂ آفاق مرثیہ جس کو "ریاض انیس" کا نام

دیا گیا ہے۔

؎ جب خاتمہ بخیر ہوا فوج شاہ کا

اگرچہ اس مرثیہ کا پہلا مطلع تھا ؎

واحسرتا کہ عہدِ جوانی گزر گیا ـــ مگر اس نے شہرت دوسرے مطلع سے پائی کہ یہ پہلا مصرعہ ہی جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا' ایسا بے مثال ہے جس کا جواب آج تک کوئی نہیں پیش کر سکا۔ ایک مصرعے کے اندر واقعاتِ کربلا کا نچوڑ اور شہدائے کربلا کی ایثار و قربانی اور جاں نثاری کی طویل اور اَن مٹ داستان سمو دی گئی ہے۔ ایک لفظ" خاتمہ بخیر" نے مصرعہ کو آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ ہم نے اپنے مجموعے میں دوسرے مطلع ہی کو پہلا مطلع مانا ہے البتہ اختلافِ نسخ کے ذیل میں پہلا مطلع بھی درج کر دیا گیا ہے اس مرثیے کو سوائے اہلِ ممتنع کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

دیگر مراثی کا انتخاب ہم نے دو لحاظ سے کیا ہے۔ یہ مرثیے زیادہ تر امام حسین کی شہادت کے بعد کے واقعات پر مشتمل ہیں۔ اہلِ حرم اور سیدِ سجاد کی گرفتاری اور مصائب' دربارِ شام میں آنا' قید خانے کی مصیبتیں' پرانی کنیزوں شیریں اور ہندہ کے واقعات' امام حسین کی تدفین کی داستان' یہ سب واقعات ایسے ہیں جن کے بغیر داستانِ حق و باطل مکمل نہیں ہوتی ہے۔

لیکن یہ مراثی صرف واقعات ہی کی وجہ سے نہیں شعر و فن کے لحاظ سے بھی بلند مقام رکھتے ہیں۔ ان میں گھوڑے اور تلوار' اور سراپا اور جنگ کے ذیل میں وہ کمالات نہیں دکھائے گئے جو عقیدے کے لحاظ سے سچ ہوں تو ہوں ویسے مبالغہ کی انتہا تک پہنچے ہوئے ہیں۔ یہاں تو انیس حقیقت نگاری اور صداقت بیانی کی مشکل ترین راہ سے بڑے کمال کے ساتھ گزرے ہیں۔ انداز میں سلاست ہے' روانی ہے' درد و اثر کی ایک دنیا پوشیدہ ہے۔ انسانی فطرت کی عکاسی ہے' صبر و برداشت کی ایک پُر درد دلکش داستان ہے جو پڑھنے والے کو کرداروں کی اعلیٰ سیرت و اخلاق دکھا کر بہت کچھ درسِ اخلاق دیتی ہے جس طرح غالب کا بہترین فن چھوٹی بحر کی غزلوں میں نظر آتا ہے۔ انیس کا بہت سا کلام جو مختصر مرثیوں میں پایا جاتا ہے اپنی حسن سادگی اور اثر میں جواب نہیں رکھتا۔

؎ آج شبیر پہ کیا عالمِ تنہائی ہے!

غضب کا بند ہے اور قیامت کا مرثیہ!

؎ دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ!

بیٹے کے لیے باپ کی بے قراری ایسی قدرتی معلوم ہوتی ہے اسی روانی سادگی سے بیانیہ بند تحریر کیے گئے

ہیں کہ دل سے آہ آہ نکل جاتی ہے۔

سہ اے مومنوں کہ یا صادق، دلدار تھے شبیہ

اور سہ جب کہ خاموش ہوئی شمع امامت زن میں

اور سہ جب بیان میں حسین، صفدر بے شیر کو دے

یا سہ دن گزرے بہت قید میں جب اہل حرم کو

اور سہ دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی

یہ وہ مراثی ہیں جن میں انیس کا کلام اس قدر رواں، سلیس ہے جیسے کوئی سبک رو ندی دھیرے دھیرے بہہ رہی ہو۔ زبان میں سہل سے بڑھ کر حلاوت، خیالات میں گہرائی، درد کی انتہا کیفیت، پڑھنے اور سننے والے مبہوت ہو جاتے ہیں۔ مسحور ہو جاتے ہیں۔ ان کے سر خاندانِ رسالت کے ان شہیدوں کے اعلیٰ اخلاق اور سیرت کے سامنے عقیدت سے جھک جاتے ہیں، اور آنکھیں ان کے مصائب پر خون کے آنسو نچھاور کرنے لگتی ہیں۔ انیس جیسے عظیم فن کار کو اس سے بڑھ کر خراجِ عقیدت اور کیا مل سکتا ہے۔

اس کتاب کو مرتب کرنے میں جن حضرات سے مجھے مدد ملی ان کی میں تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ سب سے پہلے تو میں سید محمد حسین رضوی لائبریرین مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جنھوں نے حسبِ سابق مجھے لائبریری سے منشی نول کشور کے شائع شدہ مجموعہ مرثیہ میر انیس کے قدیم نسخے عنایت فرمائے جن کے بغیر میرا کام مکمل ہونا دشوار تھا۔

میں جناب نائب حسین نقوی کی بھی بہت مشکور ہوں جنھوں نے جب خاتمہ بخیر ہوا فوج شاہ کا اپنا مخطوطہ مقابلے کے لیے مجھے عنایت کیا کہ اس مرثیہ کی دوسری کاپی مجھے کہیں اور سے دستیاب نہیں ہو سکی تھی۔

میں ڈاکٹر نیر مسعود کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں جنھوں نے مجھے مشورہ بھی دیا اور مدد بھی کی۔

شکریہ تو میں اپنی بہن انیس حسن مہدی کا بھی ادا کرنا چاہتی تھی جنھوں نے اپنی بے انتہا مصروفیت میں سے تھوڑا سا وقت چرا کر میرے ساتھ اکثر مرثیوں کو پڑھوایا جس سے فرہنگ اور اختلافِ نسخ کے مرتب کرنے میں مجھے بڑی مدد ملی۔ مگر یہ کام انھوں نے مجھ سے محبت کی وجہ سے بھی کیا مگر اس سے زیادہ انیس و کلامِ انیس سے عقیدت کی بنا پر کیا گیا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں محبت اور عقیدت شکریہ کی محتاج نہیں ہوتیں۔

انیس کے مرثیے کی دوسری جلد مرتب ہونے میں انیس سے اس گہری عقیدت و الفت کا بڑا ہاتھ ہے جو اپنے اس محبوب شاعر سے مجھے ہے۔ ورنہ یہ کام میرے بس کا نہ تھا۔ اس کتاب کی ترتیب اسی اعترافِ فن کا کرشمہ ہے۔ اس شعر کی تکرار کے ساتھ جو سو فیصدی سچائی پر مبنی ہے کہ

کسی نے تری طرح سے اے انیس عروسِ سخن کو سنوارا نہیں

۱ دشتِ وغا میں نورِ خدا کا ظہور ہے — ذرّوں میں روشنی بھی ہے تابندگی بھی ہے
اِک آفتابِ رُخ کی ضیا دُور دُور ہے — کونین میں اُجالا ہے ذرّہ ذرّہ نور ہے
اللہ رے حُسنِ جبّہ و خنجر سرشت کا
میدانِ کربلا ہے نمونہ بہشت کا

حیراں زمیں کے نُور سے ہے چرخِ لاجورد — مانندِ کہربا ہے رخِ آفتاب زرد
ہے روکشِ فضائے ارم وادیِ نبرد — اٹھتا ہے خاک سے تو نور جاتے گرد
حیرت سے عاملانِ فلک دیکھتے ہیں
ذرّے نہیں زمیں پہ ستارے چمکتے ہیں

۳ ہے آبِ نہر صورتِ آئینہ جلوہ گر — تاباں ہے مثلِ چشمۂ خورشید ہر بھنور
لہریں بسانِ برق چمکتی ہیں سر بسر — پانی پہ مچھلیوں کی شعبدگی نہیں نظر
یہ آب و تاب ہے کہ گہر آب میں نہیں
دریا تو آسماں ہیں ستارے حباب ہیں

۴ پرتو فگن ہوا جو رخِ قبلۂ انام — مشہور ہو گئی وہ زمیں عرشِ احتشام
اور سنگریزے درِ نجف بن گئے تمام — صحرا کو مل گیا شرف و وہ اسم و نام
کعبے سے اور نجف سے بھی عزت سوا ہوئی
خاکِ اس زمینِ پاک کی خاکِ شفا ہوئی

۵ پھیلا جو نورِ مہرِ امامت دمِ نزول — ذرّوں سے واں کے آنکھ ملانا ہوا محال
سارے نہال، فیضِ قدم سے ہوئے نہال — اختر بنے جو پھول، تو شاخیں بنیں ہلال
پتّے تمام آئینۂ نور ہو گئے
صحرا کے نخل سب شجرِ طُور ہو گئے

۶ گُل تھا زہے حسینؑ کی شوکت زہے وقار — گویا کھڑے ہیں جنگ کو محبوبِ کردگار
رُخ سے عیاں ہے دبدبۂ شاہِ ذُوالفقار — ہے نورِ حق جبینِ منوّر سے آشکار
کیونکر چھپے نہ ماہِ دو ہفتہ حجاب سے
چودہ طبق میں نور ہے اس آفتاب سے

۷ یہ روئے روشن اور یہ گیسوئے مشک فام — یاں شام میں تو صبح ہے اور صبح میں ہے شام
ہالے میں یوں نظر نہیں آتا ہے مہ تمام — قدرت خدا کی، نُور کا ظُلمت میں ہے مقام
زلفوں میں جلوہ گر نہیں، چہرہ جناب کا
ہے نصف شب میں آج ظہور آفتاب کا

۸ ترساں کمانِ ابروئے محراب، جانِ دل — گر ماہِ نو کہیں، تو ہے تشبیہ مبتذل
چشمِ غزال دشتِ ختن، چشم سے خجل — دیکھا جسے کرم سے خطائیں ہوئیں بحل
پُتلی، بسانِ قبلہ نما، بے قرار ہے
گریاں ہیں وہ، یہ گردشِ میل و نہار ہے

۹ رخسار ہیں ضیا میں قمر سے زیادہ تر — جن پر ٹھہر سکی نہ کبھی شمس کی نظر
ریشِ مخضّب، اور یہ رُخِ شاہِ بحر و بر — پیدا ہیں صاف معنی واللیل و والقمر
قُرآن سے عیاں ہے بزرگی امام کی
کھائی قسم خدا نے اسی صبح و شام کی

۱۰ کس منہ سے کیجیے لبِ جاں بخش کا بیاں — چوسی جنھوں نے احمدِ مختار کی زباں
کیا دُرِ آبدار ہیں اس دُرج میں نہاں — گویا کہ موتیوں کا خزانہ ہے یہ دہاں
ذرّے زمیں پہ عکس سے سارے چمک گئے
جس وقت یہ کھلے تو ستارے چمک گئے

۱۱ شمعِ حریمِ لم یزلی تھا گلوئے شاہ — تاریک شب میں جیسے ہویدا ہو نورِ ماہ
اے چرخِ بے مدار، یہ کیسا ستم ہے آہ — شمشیرِ شمر اور محمدؐ کی بوسہ گاہ
جس پر رسُولؐ ہونٹوں کو ملتے ہوں پیار سے
کٹ جائے کربلا میں وہ خنجر کی دھار سے

منظور یاں تھی مدح گلوئے شہ اُمم ۱۲ یاد آگئی مگر یہ حدیثِ غم و الم
مسجد میں جلوہ گر تھے رسولِ فلک حشم سنتے تھے ذکرِ حق میں لبِ پاک دم بہ دم

روشن تھے بامِ و در رخِ روشن کے نُور سے
آئینہ بن گئی تھی زمیں تن کے نُور سے

تھا جو ستوں کہ رکنِ رسالت کا تکیہ گاہ ۱۳ کُرسی بھی جس کی پشت کی تھی موجبِ پناہ
تھا جس حصیر پر وہ دو عالم کا بادشاہ حسرت سے عرش کرتا تھا اس فرشِ پر نگاہ

اوجِ زمینِ بہشتِ بریں سے دو چند تھا
ممبر کا نہ فلک سے بھی پایہ بلند تھا

اصحابِ خاص گرد تھے انجم کی طرح سب ۱۴ تاباں تھا بیچ میں وہ مہِ ہاشمی حسب
سر پر ملک صفات مگس راں تھے دو عرب جبریل تھے کیے ہوئے زیرِ لوائے ادب

خادم بلالؓ و قنبرِ گردوں اساس تھا
نعلیں اس کے پاس، عصا اس کے پاس تھا

گیسو تھے وہ مفسرِ والّیل اذا سجا ۱۵ رُخ سے عیاں تھے معنیِ والشمس والضحا
وہ ریشِ پاک اور رخِ سردارِ انبیاؐ گویا ٹھہرا تھا رحل پہ قرآں کھلا ہوا

اوڑھے سیہ عبا، جو وہ عالم پناہ تھا
کعبہ کا صاف، حاجیوں کو اشتباہ تھا

پہلو میں بادشاہ کے تھا، جلوہ گر وزیر ۱۶ سردارِ دیں، علیؑ ولی، خلق کا امیر
دونوں جہاں میں کوئی نہ دونوں کا تھا نظیر احمدؐ تھے آفتاب، تو حیدرؑ مہِ منیر

ظاہر میں ایک نور کا دُوجا، ظہور تھا
گر غور کیجیے تو وہی ایک نُور تھا

مصروفِ وعظ و پند تھے سلطانِ مشرقین ۱۷ جو گھر سے نکلے کھیلتے زہراؑ کے نورِ عین
نانا بغیر دونوں نواسوں کو تھا نہ چین بڑھ جاتے تھے حسنؑ کبھی آگے کبھی حسینؑ

کہتے تھے دیکھیں کون قدم جلد اٹھاتا ہے
نانا کے پاس کون بھلا پہلے جاتا ہے

۱۸ وہ گورے گورے چہروں پہ زلفیں اِدھر اُدھر — کرتے گلوں میں نور بدن جن سے جلوہ گر
اختر سے وہ چمکتے ہوئے کان — کے گہر — رشکِ ہلالِ طوق، گلے غیرتِ قمر

ہیکلؑ پہ نقشِ نامِ خدائے جلیلؑ کے
تعویذ گردنوں پہ پرِ جبرئیلؑ کے

۱۹ مسجد میں آئے ہنستے ہوئے جب وہ گل بدن — خوش بو سے صحنِ مسجد جامع بنا چمن
تسلیم کو حسینؑ سے پہلے جھکے حسنؑ — خوش ہو کے مسکرانے لگے سرورِ زمن

بڑھ بڑھ کے خم سلام کو چھوٹے بڑے ہوئے
بیٹھے رہے رسولؐ ملک اٹھ کھڑے ہوئے

۲۰ بیٹوں کو مرتضیٰؑ کا اشارہ کہ بیٹھ جاؤ — لازم نہیں کہ وعظ میں نانا کو تم ستاؤ
پھیلا کے ہاتھ بولے محمدؐ کہ آؤ آؤ — شبیرؑ نے کہا ہمیں پہلے گلے لگاؤ

بھائی حسنؑ جو آپ کی گودی میں آئیں گے
ہم تم سے نانا جان ابھی روٹھ جائیں گے

۲۱ بولے حسنؑ کہ واہ ہمیں اور کریں نہ پیار — اقرار کر چکے ہیں شہنشاہِ نامدار
بولے بہ چشمِ نم یہ حسینؑ فخر و وقار — دیکھیں تو کون کاندھے پہ ہوتا ہے اب سوار

سب سے سوا جو ہیں سو ہمیں اُن کے پیارے ہیں
آگے نہ بڑھیے آپ کہ نانا ہمارے ہیں

۲۲ بھائی سے تب کہا یہ حسنؑ نے بہ التفات — بے وجہ ہم سے روٹھے ہو تم اے نکو صفات
نانا ہمارے کیا نہیں سلطانِ کائنات — ہوتی ہے ناگوار تمھیں تو ذرا سی بات

غصہ نہ اتنا چاہیے خوش خُو کے واسطے
پٹلے تھے یوں ہی بچہ آہو کے واسطے

۲۳ یہ سن کے منہ علیؑ کا لگے دیکھنے رسولؐ — ہنس کر کہا یہ دونوں ہیں میرے چمن کے پھول
میں چاہتا ہوں، ایک کی خاطر نہ ہو ملول — روئیں گے یہ تو گھر سے نکل آئے گی بتولؑ

ہووے نہ رنج میرے کسی نورِ عین کو
تم لو حسنؑ کو گود میں میں لوں حسینؑ کو

شبّیرؑ سے پھر اِشارہ کیا ہو کہ بے قرار ۲۴ غصہ نہ کھائیں پہلے تھپیں کو کریں گے پیار
پھر بولے دیکھ کر سوئے شبیرؑ نامدار آ اے حسینؑ آ تری باتوں کے میں نثار

بھائی سے ہم لگائیں گے جان اپنی جان کر
دیکھیں تو پہلے کون لپٹتا ہے آن کر

دوڑے یہ بات سُن کے برابر وہ خوش خیز ۲۵ پاس آئے آفتابِ رسالت کے دو تنِ
لپٹے حسینؑ ہنس کے اِدھر اور حسنؑ اُدھر تھے پاؤں زانوؤں پہ تو بالائے دوشِ پُر

نانا کے ساتھ پیار میں دونوں کا ساتھ تھا
گردن میں ایک اُن کا اور اِن کا ہاتھ تھا

پھر پھر کے دیکھتے تھے شہنشاہِ مشرقین ۲۶ گہہ جانبِ حسنؑ تو کبھی جانبِ حسینؑ
بیٹھے جو زانوؤں پہ وہ زہراؑ کے نورِ عین تھا تن کو لطف، قلب کو راحت، جگر کو چین

جُھک جُھک کے منہ رسولِؐ زمن چومنے لگے
اِن کا گلا تو اُن کا دہن چومنے لگے

شبّیرؑ چاہتے تھے کہ چومیں مرے بھی لب ۲۷ پر کچھ گلے کے بوسوں کا کُھلتا نہ تھا سبب
نانا کے منہ کے پاس یہ لاتے تھے مُنہ کو جب جھک جھک کے چومتے تھے گلا سیّدِ عرب

بھائی کو دیکھ کر جو حسنؑ مسکراتے تھے
غیرت سے اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے

اُٹھے حسینؑ زانوئے احمدؐ سے خشمگیں ۲۸ غصّے سے رنگ زرد اور آنکھوں پہ آستیں
رُخ پر پسینہ، جسم میں رعشہ، جبیں پہ چیں پوچھا کدھر چلے، تو یہ بولے کہیں نہیں

گھر میں اکیلے تیوری چڑھائے چلے گئے
دیکھا نہ پھر کے سر کو جھکائے چلے گئے

بیت الشرف میں آئے جو شبّیرؑ نام دار ۲۹ کرتے کو منہ پہ رکھ کے لگے رونے زار زار
دوڑیں یہ کہہ کے فاطمہؑ زہراؑ جگر فگار ہے ہے حسینؑ کیا ہوا تُو کیوں ہے اشکبار؟

تجھ کو رُلا کے غم میں مجھے مبتلا کیا
قربان ہو گئی، تجھے کس نے خفا کیا؟

میرا کلیجہ پھٹتا ہے اے دل رُبا نہ رو ۲۰ زہرؔا ہزار جان سے تجھ پہ فدا نہ رو
سُرمیں نہ درد ہو کہیں، اے مہ لقا نہ رو بس بس نہ رو، حسینؑ برائے خدا نہ رو

میری طرف تو دیکھو کہ بے تاب ہوتی ہوں
چادر سے منہ کو ڈھانپ کے لو میں بھی رُتی ہوں

تُو منہ تو کھول اے مرے شیریں خوش خصال ۲۱ تر ہو گئے ہیں آنسو سے گورے گورے گال
مل مل کے پشتِ دست سے آنکھیں کروں لال سلجھاؤں آ کے بکھرے ہوئے گیسوؤں کے بال

گھر سے گئے تھے ساتھ، جدا ہو کے آئے ہو
سمجھی میں کچھ حسنؑ سے خفا ہو کے آئے ہو

تم چپ رہو وہ گھر میں تو مسجد سے پھر کے آئیں ۲۲ گذری میں کھیل کے مرے بچے کو کیوں رلائیں
اُن سے نہ بولیو وہ تمھیں لاکھ گر منائیں لو آؤ جانے دو تمھیں چھاتی سے بھر لگائیں

واری اگر حسنؑ نے رُلایا بُرا کیا
پوچھوں گی کیا نہ میں مرے پیارے نے کیا کیا؟

بولے حسینؑ ہم تو ہیں اس بات پر خفا ۲۳ نانا نے چوم بھائی کے ہونٹ اور مرا گلا
تم اس جہان منہ کو تو سونگھو مرے ذرا کچھ بو رہے ہے نانا سے میرے دہن میں کیا؟

بھائی کے لب سے اپنے لبوں کو ملاتے ہیں
اب ہم نہ جائیں گے ہمیں نانا رُلاتے ہیں

منھ رکھ کے منھ پہ بولی یہ زہرؔا جگر فگار ۲۴ بوئے گلاب آتی ہے اے میرے گلعذار
چوما اگر گلا تو خفا ہو نہ میں نثار تم کو زباں چوستے تھے محبوبِ کردگار

یہ مشک میں مہک نہ گلِ یاسمن میں ہے
خوش بو اسی دہن کی تمہارے دہن میں ہے

کہنے لگے حسینؑ یہ ماں سے بہ چشمِ نم ۲۵ کیا جانو تم حسنؑ سے ہمیں چاہتے ہیں کم
یہ کیا! انھیں یہ لطف و عنایت ہے دم بہ دم معلوم ہو گیا، انھیں پیارے نہیں ہیں ہم

رو رو کے آج جان ہم اپنی گنوائیں گے
پانی نہ اب پئیں گے نہ کھانے کو کھائیں گے

یہ بات سُن کے ہوگیا زہرا کا رنگ فق ۳۶ بولی پسر سے روئے دو عالم رسولِ حق
صدقے گئی کروں نہ کلیجے کو میرے شق بیٹے یہ کیا کہا مجھے ہوتا ہے سب قلق
میرا لہو بہے گا جو آنسو بہاؤ گے
کاہے کو ماں بنے گی جو تم نہ دو گے

یہ کہہ کے اوڑھ لی سرِ پُرنور پر ردا ۳۷ مڑ کے پھر آ کے گود میں شبیہ کو لیا
در تک گئی جو گھر سے وہ دانائے ہر خفا فضہ نے بڑھ کے پوچھ رسولِ خدا کی ہے خدا
پیشِ نبی حسینؑ کو روتے ہیں لے گئی
ہٹ جاؤ سب کہ فاطمہ مسجد میں آتی ہیں

اللہ رے آمدِ زہرا کا بندوبست ۳۸ ساتوں فلک تھے وجد میں شرفت جس کے پست
احمدؐ کے گرد و پیش سے اٹھے خدا پرست انساں تو کیا ملک کو نہ تھی قدرتِ نشست
آئیں تو شاد شاد، رسولِ زمن ہوئے
گھر میں خدا کے ایک جگہ پنجتن ہوئے

تعظیمِ فاطمہؑ کو اٹھے سیدالبشر ۳۹ دیکھا کہ چشمِ فاطمہؑ سے آنسوؤں سے تر
خم تھے حسینؑ دوش پہ ماں کے جھکائے سر تھا اک ہلال، مہر کے پہلو میں جلوہ گر
ماں کہتی تھی نہ روؤ، مگر چپ نہ ہوتے تھے
آنکھیں تھیں بند، ہچکیاں لے لے کے روتے تھے

گھبرا کے پوچھنے لگے محبوبِ ذوالجلال ۴۰ روتا ہے کیوں حسینؑ، یہ کیا ہے تمہیں ملال
بولیں بتولؑ آج قلق ہے مجھے کمال رویا ہے یہ حسینؑ کہ آنکھیں ہیں دونوں لال
آتے ہیں ہنستے، روتے ہوئے گھر میں جاتے ہیں
شفقت بھی آپ ہی کرتے ہیں آپ ہی رلاتے ہیں

ہاتھوں کو جوڑتی ہوں میں یا شاہِ بحر و بر ۴۱ شفقت کی اس کے حال پہ ہر دم رہے نظر
رونے سے اس کے ہوتا ہے ٹکڑے مرا جگر مجھ فاقہ کش غریب کا پیارا ہے یہ پسر
حیدرؑ سے پوچھیے مرے عسرت کے حال کو
کس کس دکھوں سے پالا ہے اس نونہال کو

۴۲ اشک اس کے جتنے ٹپکے ہیں یا شاہِ نیک خُو — اتنا ہی گھٹ گیا ہے مرے جسم کا لہو
روئے ہیں پھوٹ پھوٹ کے یہ میرے روبرو — تر ہو گیا ہے آنسوؤں سے چاند سا گلو
دیکھا نہ تھا یہ میں نے جو حال اس کا آج ہے
حضرت تو جانتے ہیں کہ نازک مزاج ہے

۴۳ شفقت سے آج آپ نے چومے حسنؑ کے لب — بوسہ لیا نہ ان کے لبوں کا یہ کیا سبب؟
رتبے میں دونوں ایک ہیں یا سرورِ عرب — میں سچ کہوں یہ سن کے مجھے بھی ہوا عجب
اُس کو جو ہو خوشی تو دل اس کا بھی شاد ہو
چھوٹے سے چاہیے کہ محبت زیاد ہو

۴۴ آپ اُن کے ناز اٹھاتے ہیں یا شاہِ بحر و بر — پھر کس سے روٹھیں آپ سے روٹھیں نہ یہ اگر
اکثر انھیں چڑھایا ہے حضرت نے دوش پر — گیسو دیے ہیں ننھے سے ہاتھوں میں بیشتر
روٹھے تھے یہ سو قدموں پہ سر دھرنے آئے ہیں
مُنہ کے نہ چومنے کا گِلا کرنے آئے ہیں

۴۵ یہ کہہ پھر حسینؑ سے بولیں بہ چشمِ تر — لو جا کے اب نبیؐ کے قدم پر جھکاؤ سر
آئے حسینؑ ہاتھ جو ننھے سے جوڑ کر — بے اختیار رونے لگے سیّد البشر
رہ رہ کے دیکھتے تھے علیؑ و بتولؑ کو
نزدیک تھا قلق سے غش آئے رسولؐ کو

۴۶ تھی آنسوؤں سے ریشِ مبارک تمام نم — فرطِ بکا سے خاک پہ جھکتے تھے دم بہ دم
گلے ستوں سے لگ کے ہوئے راست گاہ خم — ہر لحظہ اضطراب زیادہ تھا، صبر کم
ہو سکتا تھا نہ ضبط شہِ مشرقین سے،
روتے تھے بار بار لپٹ کر حسینؑ سے

۴۷ شبیرؑ رو کے کہتے تھے نانا نہ روئیے — روئیں گے اب نہ ہم شہ والا نہ روئیے
ہلنے لگے گا عرشِ معلیٰ نہ روئیے — پھٹتا ہے اب ہمارا کلیجہ نہ روئیے
سو بار دن میں ہم تو منہ اشکوں سے دھوتے ہیں
حضرت ہمارے رونے پہ کاہے کو روتے ہیں؟

گھبرا گئے علیؑ ولی شاہِ بحر و بر ۴۸ کی عرض فاطمہؑ نے جدا کے قدم پہ سر
بیٹی نثار ہو گئی، یا سیدِ ابشر کیا وجہ ہے جو آپ ہیں اس طرح نوحہ گر
جلدی بتائیے کہ مجھے تاب اب نہیں
رونا خدا کے دوست کا یہ بے سبب نہیں

حضرت کو علمِ غیب ہے یا شاہ انس و جاں ۴۹ آئندہ و گذشتہ کا سب حال ہے عیاں
کیا آئی آج وحیِ خداوندِ دو جہاں ہونا ہے جو حسینؑ پہ مجھ سے کہو بیاں
فاقوں سے کاٹتی ہوں مصیبت جہان کی
کیوں بابا جانؑ! خیر تو ہے اس کی جان کی

بولے جگر کو تھام کے محبوبِ ذوالجلال ۵۰ تجھ سے سنا نہ جائے گا اے فاطمہؑ یہ حال
کس منہ سے میں کہوں کہ قلق ہے مجھے کمال زہراؑ شہید ہوں گے ترے یہ دونوں لال
ماتم کی یہ خبر ابھی جبریلؑ لائے تھے
سارے ملک حسینؑ کے پرسے کو آئے تھے

الماس[۲۵] پی کے ہوئے گا بے جاں ترا حسنؑ ۵۱ یہ وجہ ہے کہ چومتا ہوں اس کا میں زیر ذقن
بھر جائے گا کلیجوں کے ٹکڑوں سے سب لگن ہو گا زمرد اس لال کا بدن
سوئے بہشت جب یہ جہاں سے سدھاریں گے
بدکیش تیرا اس کے جنازے پہ ماریں گے

زہراؑ مجھے کلام کی طاقت نہیں ہے اب ۵۲ حلقِ حسینؑ چومنے کا کیا کہوں سبب
اک بن میں تین روز رہیں گے یہ تشنہ لب کٹ جائے گا گلا یہی خنجر سے ہے غضب
نیزے پہ سر چڑھے گا ترے نورِ عین کا
گھوڑوں سے روند ڈالیں گے لاشہ حسینؑ کا

روئے خبر یہ کہہ کے جو محبوب ذوالمننؑ ۵۳ گھبرا کے منہ حسینؑ کا تکنے لگے حسنؑ
زہراؑ پکاری ہائے لٹے گا مرا چمن میں مر گئی، دہائی ہے، یا سرورِ زمن
یہ کیسی آگ ہے کہ مری کوکھ جل گئی
ہے ہے چھری کلیجے پہ زہراؑ کے چل گئی

فریاد یا نبیؐ شہ ابرار الغیاث ۵۴ اے مرسلانِ حق کے مددگار الغیاث
اے بے کسوں کے وارث و سردار الغیاث اے جبر و کل کے مالک و مختار الغیاث

قدرت ہے سب طرح کی شہ مشرقین کو
حضرت سے لوں گی اپنے حسنؑ اور حسینؑ کو

کس جرم پر یہ لال مرے قتل ہوں گے آہ ۵۵ رو کر کہا رسولِ خدا نے کہ بے گناہ
کی عرض فاطمہؑ نے کہ اے عرشِ بارگاہ بچوں کو میرے کیا نہ ملے گی کہیں پناہ

تلواریں کھینچ کھینچ کے ظالم جو آئیں گے
حضرت نہ کیا تو اسوں کو اپنے بچائیں گے

آساں ہے کیا جو قتل کریں گے ستم شعار ۵۶ کیا شہِ حق کمر سے نہ کھینچیں گے ذوالفقار
اعدا پہ کیا چلے گا نہ دستِ خدا کا وار بالوں کو کیا نہ کھولے گی زہرا جگر فگار

ٹکڑے جگر جو ہوئے گا مجھ دل دونیم کا
پایہ نہ کیا ہلاؤں گی، عرشِ کا

زہرا سے رو کے کہنے لگے شاہِ نیک خو ۵۷ بیٹی مجھے ستائیں گے، تربت میں کینہ جو
اس وقت قتل ہوئیں گے یہ دونوں ماہ رو دنیا میں جب نہ ہوگا علیؑ، اور نہ میں، نہ تو

لاشے پہ مجتبیٰؑ کے تو شبیرؑ روئے گا
شبیرؑ جب مرے گا تو کوئی نہ ہوئے گا

چلائی سر پٹک کے یہ زہرا، کہ ہے ستم ۵۸ پیئے گا کون خون سے جو نکلے گا اس کا دم
ماتم کی صف بچھائے گا کون، اے شہِ اُمم؟ پرسے کو کون آئے گا اس کے بہ چشمِ نم؟

ہم میں سے ایسے وقت جو کوئی نہ ہوئے گا
ہے ہے مرے حسینؑ کو پھر کون روئے گا؟

بچے کی میرے تعزیہ داری کرے گا کون؟ ۵۹ منہ ڈھانپ ڈھانپ گریہ زاری کرے گا کون؟
دریائے اشک چشم سے جاری کرے گا کون؟ امداد بعدِ مرگ ہماری کرے گا کون؟

ہوگا کہاں نبیؐ کے نواسے کا فاتحہ
شربت پہ کون دیوے گا پیاسے کا فاتحہ

بولے نبیؐ کہ آپ کو زہرا نہ ماریں گے ۹۰ فرمائیے کہ آپ سے بھی یہ عدو نہ پائے
پیدا کریں گے قوم اک ایسی بروئے خاک جو رات دن رہیں گے اسی فکر میں ہلاک

بزمِ عزا میں تین سے وہ دور و زور سے
تن خاک سے بنائیں گے دل ان کے نور سے

ہو گی انہیں سے مجلسِ ماتم کی زیب و زین ۹۱ دیں گے نہیں وہ سب کے بنے بن پہ آستین
آنکھیں وہ دیں گے روئے کو جن سے ملے یقین جاتے رہے غیر جن کو نہ آنکھیں نہ یہ جبین

سامانِ تعزیت کے کبھی کم نہ ہوئیں گے
وہ حشر تک حسینؑ کے ماتم کریں گے

ہوگا عیاں فلک پہ محرم کا جب ہلال ۹۲ بختِ سیہ بنیں گے بتیں وہ خوش خصال
کھولیں گی بی بیاں بھی سب اپنے بال کھول کر ہر گھر میں ہوگا شور سب بے حسی کا وبال

میں گے عملے میں خلد ترے دوستین سے
آنسو عزیز وہ نہ کریں گے حسینؑ سے

پیاسا شہید ہوگا جو تیرا یہ دل ربا ۹۳ مومن سبیلیں رکھیں گے پانی کی جا بہ جا
ہوئے گی شہ زروحِ شہیدانِ کربلا بھر بھر کے آبِ سردِ پکاریں گے بر ملا

محبوبِ کبریاؐ کے نواسے کی نذر ہے
پیاسے نہ جائیو کہ یہ پیاسے کی نذر ہے

کہنے لگی نبیؐ سے بتولِؑ فلک جناب ۹۴ ہے ہے میں کیا کروں مرے دل کو نہیں ہے تاب
اے بادشاہِ کون و مکاں مالکِ رقاب[29] درگاہِ حق میں آپ کی ہے عرض مستجاب

کیجئے دعا کہ خالقِ اکبرؑ مدد کرے
اللہ یہ بلا مرے بچے کی رد کرے

بیٹی سے رو کے کہنے لگے شاہِ کائنات ۹۵ روحِ الامیں سے نے تجھ سے تو یہ بھی ہے بات
چاہے تو رد کرے یہ بلا ربِ پاک ذات لیکن نہ ہوئے گی مری اُمت کی پھر نجات

محبوبِ حق نثار ترے نورِ عین پر
موقوف ہے یہ امر تو قتلِ حسینؑ پر

اللہ رے عبرِ دخترِ محبوبِ کردگار ۶۶ اُمّت کا نام سُن کے جھکایا سر ایک بار
خوشنود ہو کے کہنے لگے شاہِ ذوالفقار صدقے حسنؑ، حسینؑ تصدق، علیؑ نثار

اس راہ میں نہ مال نہ دولت عزیز ہے
پیارے پسر نہیں، ہمیں اُمّت عزیز ہے

کہنے لگے حسینؑ سے پھر شاہِ بحر و بر ۶۷ بتلا مجھے کہ کیا تری مرضی ہے اے پسر
نانا سے بولے چھوٹے سے ہاتھوں کو جوڑ کر اُمّت کے کام آئے تو حاضر ابھی ہے سر

دندہ کو ہم نہ بھولیں گے گو خوردسال ہیں
جھوٹے نہیں ہیں، تخمِ[۲۲] صداقت کے لال ہیں

روتے ہیں آپ کس لیے یا سیّدِ اُمم ۶۸ روشن ہیں ہم پہ راہِ خدا میں ہوں جو ستم
تلواریں بھی چلیں تو نہیں مارنے کے دم اُمّت پہ اپنے سر کو تصدّق کریں گے ہم

ہم راست گو ہیں بات پہ جس وقت آتے ہیں
کہتے ہیں جو زباں سے وہی کر دکھاتے ہیں

بچپن میں جو زباں سے کہا تھا کیا وہ کام ۶۹ جس وقت رن میں ٹوٹ پڑی شہ پہ فوجِ شام
گردن جھکا کے برچھیاں کھایا کیے امام خوں میں قبا رسولؐ کی تر ہو گئی تمام

تیغیں علیؑ کے لال کے شانے پہ چل گئیں
چھاتی کے پار نیزوں کی نوکیں نکل گئیں

پھیری[د] نہ تھی جو پشتِ مبارک دمِ مصاف ۷۰ تھے دو ہزار زخم فقط سر سے تا بہ ناف
سیدؑ سے، بے وطن سے، زمانہ تھا برخلاف غُل تھا کہ آج ہوتا ہے گھر فاطمہؑ کا صاف

سنبھلا نہ جائے گا خلفِ بوتراب سے
تُو وہ قدم حسینؑ کے نکلے رکاب سے

د بعض دوسری بگہ کے مطبوعہ مراثی میر انیس میں یہاں سے شدید اختلاف ہے یعنی یہ: ند وہاں نہیں بالکل نہ ہیں مگر چونکہ ترادف مضمون ہیں لہٰذا ان کا اتباع ضروری نہیں سمجھا گیا یہ انیس کے مرثیے مختلف طور سے ملتے ہیں، ممکن ہے کہ یہ دونوں اپنی جگہ پر صحیح ہوں ۱۲ صحیح

مینھ کی طرح برستے لگے شاہ دیں پہ تیر ۔ تھرا رہے تھے خلد کے حور و قصور تک
دامن پہ تیر، جیب پہ تیر، آستیں پہ تیر ۔ پہلو پہ تیغ سینہ پہ نیزہ جبیں پہ تیر
داغوں سے خون کے رخت بدن تھا رنگا رنگ
تھا گل ہزار رنگ سیمنہ اقدس فگار تھا

تر تھی لہو میں زلف شکن در شکن جدا ۔ مجروح سب تھے جدا اور دشمن جدا
در پے تھے نیزہ دار جدا، تیغ زن جدا ۔ کٹ کٹ کے ہو گیا تھا ہر اک خونچکاں جدا
سی پارہ تھا نہ صدر، فقط اس جناب کا
پُرزے ورق ورق تھا خدا کی کتاب کا

کرتا تھا وار، برچھیوں والوں کا جب پرا ۔ تیغوں سے زم بھی بچنے کی مہلت نہ تھی ذرا
نیزوں میں خوں، بنی کے نواسے کا تھا بھرا ۔ شمشیر و تیر و نیزہ و خنجر سے پُر تھا
تھیں سختیاں ستم کی شہ خوش خصال پر
چبھتے تھے سر بگ فاطمہ زہرا کے لال پر

تھے دو ہزار جسم شہ بحر و بر پہ زخم ۔ ماتھے پہ زخم تیر کے تیغوں کے سر پہ زخم
گردن پہ زخم، سینہ پہ زخم اور کمر پہ زخم ۔ اور اس کے دور تھے ہاتھ جگر پہ زخم
گھوڑے پہ گہ سنبھلتے تھے گہ زمگاتے تھے
غش آتا تھا تو ہر نے پہ سر کو جھکاتے تھے

گھوڑے پہ جب سنبھلنے کی مطلق رہی نہ تاب ۔ ہاتھوں سے باگ چھٹ گئی دو پاؤں رکاب
گرنے لگا جو خاک پہ وہ آسماں جناب ۔ مرقد میں بے قرار ہوئی روح بوتراب
غل تھا کہ خاک پر شہ کون و مکاں گرا
بس اب زمیں الٹ گئی اور آسماں گرا

جلتی ہوئی زمیں پہ تڑپنے لگے امام ۔ بے کس پہ تھا حسین سے کیا اور وقت وہ
اس وقت شمر سے یہ عمر نے کیا کلام ۔ ہاں تن سے جلد کاٹ سر سرور انام
ڈریو نہ سن کے فاطمہ زہرا کی آہ کو
گل کر دے شمع قبر رسالت پناہ کو

یہ سنتے ہی چڑھائی ستم گر نے آستیں ۷۷ خنجر کمر سے کھینچ کے آگے بڑھا لعیں
تھے قبلہ رُو جھکے ہوئے سجدے میں شاہِ دیں لب ہلتے دیکھ شاہ کے آمادہ جب قریں
سمجھا کہ تشنگی سے جو صدمے گزرتے ہیں
اس وقت بددعا مجھے شبّیر کرتے ہیں

جُھک کر قریب کان جو لایا تو یہ سنا ۷۸ حق ہیں گناہ گاروں کے کرتے ہیں شہ دعا
جاری زبانِ خشک پہ یہ ہے کہ اے خدا کر حاجتوں کو میرے محبّوں کی تو روا
شیعوں کا حشر روزِ جزا میرے ساتھ ہو
میرا یہ خوں بہا ہے کہ ان کی نجات ہو

یہ سُن کے مستعد ہُوا وہ شہ کے قتل پر ۷۹ زانو رکھا حسینؑ کے سینے پہ بے خطر
گردن پہ پھیرنے لگا خنجر جو بدگہر آئی صدا علیؑ کی کہ ہے ہے، مرے پسر
زہرا پکاری کچھ بھی نبیؐ سے حجاب ہے
ظالم یہ بوسہ گاہِ رسالتؐ مآب ہے

کیوں ذبح میرے لال کو کرتا ہے بے گناہ ۸۰ کیوں کاٹتا ہے میرے کلیجے کو رُوسیاہ
تشنہ کو اہلِ بیتِ نبیؐ کی نہ کر تباہ میں فاطمہؑ ہوں، عرش ہلائے گی میری آہ
ہوئے گا حشر قتل جو یہ بے وطن ہُوا
یہ مر گیا تو، خاتمہ پنجتن ہُوا

آواز اپنی ماں کی یہ زینبؑ نے جب سُنی ۸۱ دوڑی نکل کے خیمے سے سر پیٹتی ہوئی
دیکھا کہ ذبح کرتا ہے حضرت کو وہ شقی سر پیٹ کر یہ کہنے لگی وہ جگر جلی
ہے ہے نہ تین روز کے پیاسے کو ذبح کر
ظالم! نہ مصطفےٰ کے نواسے کو ذبح کر

بانو پکارتی تھی یہ کیا کرتا ہے لعیں ۸۲ پیاسا ہے تین روز سے حیدرؑ کا جانشیں
چونکی تھی سکینہ کہ جیتے کی میں نہیں بابا کو ذبح کرتا ہے کیوں اے عدوئے دیں؟
خنجر نہ پھیر چاند سی گردن پہ رحم کر
ابا کو چھوڑ دے، مرے بچپن پہ رحم کر

زخموں سے چور چور ہے زہرا کا یادگار ۸۴ جس چھاتی پر نبی نے کئی بوسے دیے نثار
بابا کے حلق پر نہ پھرا اب چھری کی دھار بدلے پہ اس کے کوثر و تسنیم کے نثار

سیدہ تشنہ لب پہ ستم اس قدر نہ کر
پوتی ہوں فاطمہ کی نہ مجھ سے پدر نہ کر

رو کر بیاں یہ کرتی تھی وہ سوختہ جگر ۸۵ دے کر دہائی بی اکبر پیٹتے تھے سر
کرتا تھا ذبح شہ کو جہاں شمر بدگہر فرماتے تھے یہ شہ کہ پیمبر ہوں میں پسر

پانی دیا نہ ہائے نبی کے نواسے کو
جلاد ذبح کرنے لگا بھوکے پیاسے کو

آخر سر امام امم تن سے کٹ گیا ۸۶ چلا کے فاطمہ نے یہ زینب کو دی صدا
میداں سے جلدی لے کے سکینہ کو گھر میں جا سب جرم کٹ گیا ترے ماں جائے کا فقط

مارا ستم شمر نے پیاسے کو جان سے
میں لٹ گئی حسین صدا دے جہان سے

بس اے انیس بزم میں ہے نالہ و فغاں ۸۷ پڑھ چکے ذکر اس کے زن سے ہو میں سخن فہم گفتہ دان
حق ہے سنا نہیں کبھی اس حسن کا بیاں گویا کہ یہ خلیق کی ہے سر بسر زباں

سچ ہے کہ اس زباں کو کوئی جانتا نہیں
جو جانتا ہے اور کو وہ مانتا نہیں

۳

کیا بحر ہے وہ بحر کہ کنارہ نہیں جس کا ۱ کیا رنج ہے وہ رنج، کہ یارا نہیں جس کا
کیا زخم ہے، قلق دل کو گوارا نہیں جس کا کس تیغ کا ہے زخم، کہ چارا نہیں جس کا
صابر بھی تڑپتے ہیں، وہ کیا رنج دائم ہے
اک داغ ہے اولاد کا، اک بھائی کا غم ہے

دشمن سے بھی دنیا میں، برادر نہ جدا ہو ۲ لشکر کی جو زینت ہے، وہ صفدر نہ جدا ہو
جاں تن سے نکل جائے، پہ دلبر نہ جدا ہو وابستہ ہو دم جس سے، وہ دم بھر نہ جدا ہو
دولت ہے بڑی، بیٹے کا اور بھائی کا جینا
انساں کے لیے موت ہے تنہائی کا جینا

بے کار ہے وہ ہاتھ کہ بازو نہیں جس کا ۳ کیا صبر کرے قلب، قابو نہیں جس کا
کون اس کا ہے، پھر زینت پہلو نہیں جس کا ہستی کا چمن خار ہے، گل رو نہیں جس کا
برچھی اسے لگتی ہے، جو شمشاد کو دیکھے
جب عرف خزاں، گلشن اولاد کو دیکھے

ہر رہ سے زمانے میں، فزوں تر ہیں یہ دو غم ۴ سو داغ کے، سو غم کے، برابر ہیں یہ دو غم
کٹتا ہے جگر جس سے، وہ خنجر ہیں یہ دو غم موت اس کی ہے جس شخص کے دل پر ہیں یہ دو غم
سب دکھ ہوئے پر خون یہ بھائی نہ دکھائے
داغ اپنا کسی بھائی کو بھائی نہ دکھائے

تو ہے بیت نیک پسر باپ کو پیارا ۵ پیری کا عصا، گھر کا چراغ، آنکھوں کا تارا
کر دیتا ہے یہ داغ، کلیجے کو دو پارا بھائی ہے، مگر زیست کا، بھائی کی سہارا
مر جائے پسر تو ہے، پھر امید پسر کی
بھائی نہ جدا ہو کہ نشانی ہے پدر کی

جس شخص پہ یہ رنج والم ہو وہی جانے ۶ دل جس کا تیغ دو دم ہو وہی جانے
تیغوں سے چمن جس کا قلم ہو وہی جانے جس دل درید کو یہ الم ہو وہی جانے

مظلوم ہے باعث نفس سر دکھا پوچھو
گر پوچھو تو کہاں سے مزا درد کا پوچھو

حضرت سے یہ دو داغ سہے، ماں پہ برابر ۷ کس رنج سے تم اور اسد رحمت بہ
بھائی بھی وہ بھائی کہ جو ثانی حیدر فرزند وہ فرزند کہ تھا دیدۂ مادر

آنکھوں سے نہاں چاہنے والے تھے دونوں
محبوب جواں گود کے پالے تھے دونوں

بھائی کو وہ اب نہر پہ روئیں کہ پسر کو ۸ ٹوٹے ہوئے بازو کو سنبھالیں کہ جگر کو
توڑا ہے علمدار کے ماتم نے کمر کو چھوڑا ہے جواں بیٹے نے پیری میں پدر کو

فوج غم و اندوہ میں شبیر گھرے ہیں
اک جان پہ دو کوہ الم ساتھ گرے ہیں

دو آفتیں بالائے سر آئی ہیں غضب ہے ۹ دو تیغیں جگر تک تر آئی ہیں غضب ہے
دو برچھیاں اک دل میں در آئی ہیں غضب ہے دو پیاروں کی لاشیں نظر آئی ہیں غضب ہے

جینا غم جاں کاہ میں مشکل ہے بشر کا
پتھر کا کلیجہ تو نہیں دل ہے بشر کا

ہیں خاک نشیں زیر علم، حضرت شبیر ۱۰ در سامنے ہے خوں میں بھری بیٹے کی تصویر
وارث کو سنبھالے ہوئے ہے بانوئے دلگیر جب پیٹتے ہیں، ہاتھ پکڑ لیتی ہے شبیر

فرماتے ہیں صدمے ہیں بڑے بھائی کے غم کے
للہ تڑپنے دو ہمیں گرد علم کے

تقدیر نے بھائی کو مرے ہاتھ سے کھویا ۱۱ رونے دو کہ جی بھر کے ابھی میں نہیں رویا
وہ شیر ترائی میں، مجھے چھوڑ کے سویا سر پر سے مرے، آج ردا اٹھ گئے گویا

ہے داغ بڑا بھائی کے مر جانے کا مجھ کو
کیوں روکتی ہو، چین نہیں آنے کا مجھ کو

۱۲ عشق مرے بچپن کا سدا ہارا میں نہ روؤں
آنکھوں سے نہاں ہو گیا تارا میں نہ روؤں
اعدا نے مرے شیر کو مارا میں نہ روؤں
ٹوٹا گیا لشکر مرا سارا میں نہ روؤں

پھٹ جائے جگر جس کا وہ بے پر نہیں روتا
کیا بھائی کے ماتم میں برادر نہیں روتا

مرتا میں تو کیا مجھ کو نہ روتا مرا بھائی
بیت جو مرے مرنے میں ہوتا مرا بھائی
ماتم میں مرے جان کو کھوتا مرا بھائی
پہلو میں مری لاش کے سوتا مرا بھائی

خوں اس کا بہا چشم بھی پُرنم نہ کروں میں
ہے ہے یہ غم ایسا ہے کہ ماتم نہ کروں میں

۱۴ منھ رونے کو ڈھانپو صفِ ماتم کو بچھاؤ
پُرسا مجھے دو بین کرو خاک اڑاؤ
بھابھی سے کہو زیرِ علم رونے کو آؤ
مجھ تک کوئی عباسؑ کے فرزند کو لاؤ

اب منھ سے نکلتا ہے یہ بھتیجے کا پھپھو مرا پھٹ کر
روئے گا حسینؑ اپنے بھتیجے سے لپٹ کر

۱۵ غش ہو گئے کہہ کر یہ سخن حضرتِ شبیرؑ
ہوش آیا تو چپکے سے یہ کہنے لگی ہمشیر
قربان گئی دیکھ کے حال آپ کا تغیر
فرزند کو رو سکتی نہیں بانوئے دل گیر

تصویر سی پاس آپ کے حیرت میں کھڑی ہے
تب اٹھ کہ اکبر کی مرے لاش پڑی ہے

۱۶ دل ماں کا ہے کس طرح کلیجے کو سنبھالے
مر جائے وہ اٹھارہ برس تک جسے پالے
پر اب تو اسے آپ کے جینے کے ہیں لالے
کہتی ہے خدا کو کہ تو زہراؑ کی بچا لے

جو سمجھی ہے بے جا نہیں واللہ بجا ہے
وارث کا غم اولاد کے ماتم سے سوا ہے

۱۷ عباسؑ کو روتے ہیں جو آپ اے شہِ ابرار
بیتاب ہے بسمل کی طرح وہ جگر افگار
فرزند کے لاشے کو بھی دیکھا نہیں زنہار
ہے لب پہ یہی ہائے علمدار علمدار

کہتی ہے غش آتے ہیں شہ جن و بشر کو
تھامو انھیں لوگو میں نہ روؤں گی پسر کو

بانو کی طرف دیکھ کے کہنے لگے سرور ۱۸ لے آئے کوئی زینبِ مضطر کی خبر
کلثوم کے ہمراہ انھیں زینبِ مضطر نزدیک علم کے کبھی جاتی کبھی جاتیں

حضرت نے کہا اب مرے دلبند کو روؤ
عباسؑ کو بس روچکیں فرزند کو روؤ

آغوش میں لو ماشکی جواں بیٹے کی بانو ۱۹ سر پر ہوگی تصویر کہاں بیٹے کی بانو
ہوجائے گی اب شکل نہاں بیٹے کی بانو بس آخری رخصت ہے یہاں بیٹے کی بانو

کس پیاس میں تنہا یہ ہزاروں سے لڑے ہیں
کس شان سے چھاتی پہ سناں کھا کے پڑے ہیں

دل کھول کے روؤ کہ یہ اولاد کا غم ہے ۲۰ بانو تمھیں روح نبی کبریٰ کی قسم ہے
مظلوم کا ماتم ہے یہ بے کس کا الم ہے ہم بھی انھیں روتیں کہ وفا کوئی دم ہے

کیوں کر انھیں یہ تشنہ دہاں باپ نہ روئے
دادی سے کہیں گے ہمیں ماں باپ نہ روئے

محجوب ہے ان سے پدرِ بے کس دبے پر ۲۱ دو روز کو پیارے مرے گھر سے گئے اکبرؑ
لے جائیں کہاں لاشۂ ہم شکل پیمبرؐ ستر میں کفن کا ہے نہ سے قبر میں بستر

تابوت بھی اٹھوا نہیں سکتا پدر ان کا
کس عالمِ غربت میں ہوا ہے سفر ان کا

یہ کہتے ہی حضرت پہ تو رقت ہوئی طاری ۲۲ منھ رکھ دیا چھاتی پہ پسر کے کئی باری
فرزند کا منھ کھول کے، بانو یہ پکاری اٹھتے نہیں تم باپ کے بہلانے کو واری
رونے بھی نہ دیتے تھے، سو اب کہتے ہیں شبیرؑ
صدقے گئی تم سوتے ہو، اور روتے ہیں شبیرؑ

بس سو چکے، اٹھو علی اکبرؑ، علی اکبرؑ ۲۳ آواز مجھے دو، علی اکبرؑ، علی اکبرؑ
کیا ہوگیا تم کو، علی اکبرؑ، علی اکبرؑ ہے ہے مرے کم گو علی اکبرؑ، علی اکبرؑ

غفلت تمھیں ایسی ہے کہ کروٹ نہیں لیتے
نیند آج یہ کیسی ہے کہ کروٹ نہیں لیتے

بیٹ علی اکبر مجھے ماں کہہ کے پکارو ۲۴ ہتھیار سجو باپ کے ہمراہ سدھارو
واری میں پریشان ہوں اب بیسو تو سنوارو مرجائے گی ماں ہاتھ تو سینے سے اُتارو

دن ڈھل گیا اب کون سا سونے کا محل ہے
یہ نیند جوانی کی ہے، یا خواب اجل ہے

صدقے گئی سنتے نہیں شاید مرا رونا ۲۵ بازو میں ہلاتی ہوں، خفا مجھ سے نہ ہونا
اٹھو تو بچھا دیوے یہ ماں، نرم بچھونا اب چونکو میں صدقے گئی، پھر چین سے سونا

ہے فرش کی جا خاک، تنِ زار کے نیچے
تکیہ تو دھرو، چاند سے رخسار کے نیچے

ایسی تو نہ غافل تھی کبھی نیند تمہاری ۲۶ گر بولتا تھا کوئی تو چونک اُٹھتے تھے واری
اب سوتے ہو اور گرد ہے یہ گریہ و زاری کیوں کر تمہیں چونکائے یہ واں درد کی ماری

پردیس میں برباد مجھے کر گئے بیٹا
معلوم یہ ہوتا ہے کہ تم مر گئے بیٹا

اب گھر میں مرے کس کی دلہن آئے گی اکبرؑ ۲۷ ماں بیاہ کا جوڑا کسے پہنائے گی اکبرؑ
تصویر یہ اب آنکھوں سے چھپ جائے گی اکبرؑ زہرا کی بہو تم کو کہاں پائے گی اکبرؑ

معلوم نہ تھا یہ کہ جواں ہو کے مرو گے
چھوڑا ہمیں اب قبر کو آباد کرو گے

کیا شکل، یہ اے غنچہ دہاں ماں کو دکھائی ۲۸ نکلی ہوئی ہونٹوں پہ زباں، ماں کو دکھائی
تم نے نہ دلہن، اے مری جاں ماں کو دکھائی ایام بہاری میں خزاں، ماں کو دکھائی

دادی کی ملاقات کے شایق ہوئے بیٹا
موت آئی جب بیاہ کے لایق ہوئے بیٹا

اب سوؤ گے مٹی کے تلے، اے علی اکبرؑ ۲۹ اماں کی مرادوں کے پلے، اے علی اکبرؑ
دنیا میں نہ پھولے نہ پھلے، اے علی اکبرؑ سبزے کے نکلتے ہی چلے، اے علی اکبرؑ

برچھی لگی، یہ نخلِ تمنا میں پھل آیا
خط بھی نہ بھرا تھا کہ پیامِ اجل آیا

ہے ہے مرے ارمان بھرے دل کے مرے ۳۰ ہے ہے مری پیاس کے ماتھے کے مرے
اس دارِ فنا سے مری جاں تم تو سدھارے اب کون اٹھائے گا جنازے کو ہمارے

ساتھ اپنے دمِ رخصت کا لیتے گئے واری

ہے ہے مجھے مٹی بھی نہ دیتے گئے واری

یاں حشر بپا تھا کہ پکارے کئی خوں خوار ۳۱ میں دیر سے مقتل میں نہیں فوج کی تیار
بس رو چکے، اب جنگ کو آئیں شہِ ابرار ہو جائے نہ بے پردگیِ عترتِ اطہار

گر روکتی ہیں، بیبیاں زہرا کے پسر کو
ہم آ کے وہیں کاٹیں گے شبیر کے سر کو

اُٹھے یہ صدا سن کے شہِ صابر و شاکر ۳۲ زینب سے کہا، ماؤ بہن خلعتِ آخر
بانو کو سنایا کہ خدا حافظ و ناصر بیٹی سے کہا، ہوتے ہو رخصت یہ مسافر

اب دیر کا موقعہ نہیں مدکن کا سبب ہے
نامحرم اگر خیمے میں آئے تو غضب ہے

کافر ہیں وہ یہ بے ادبی ان سے نہیں دور ۳۳ ہے آلِ محمدؐ کی تب ہی انہیں منظور
یاں آنے کا ہے نام، کسی کا تھا یہ مقدور عباسؑ کے مرجانے سے ہم ہے مجبور

سنتا یہ سخن صاحبِ شمشیر ہمارا
جو چاہیں کہیں قتل ہو اب شیر ہمارا

ہر بی بی کا رنگ اڑ گیا سنتے ہی تقریر ۳۴ ثابت ہو مرنے کو چلے حضرتِ شبیر
سر پیٹ کے ہاتھوں سے گری خاک پہ ہمشیر اکبرؑ کا بھی غم بھول گئی بانوئے دلگیر

گودی سے رکھا خاک پہ دلبند کا سر شہ
سر ننگے اٹھی چھوڑ کے دلبند کا لاشہ

گر کر قدمِ شہ پہ کہا، اے شہِ عالی ۳۵ سر پر مرے کیسی یہ بلا، پرتو سے ذرا ہٹ
کی موت نے لونڈی کی بھری گود تو خالی چھوڑو نہ مجھے اے مرے آقا مرے والی

وارث شہِ والا کے سوا کوئی نہیں ہے
میں غیر ہوں، اس گھر میں مرا کوئی نہیں ہے

ایک بار جو تکلیف اسیری کی اٹھائی ۳۶ تقدیر مری گھر میں علی کے مجھے لائی
زہرا کی یہ جنتی ہے اسی کی خدائی جس دن سے ہوا وصل نہ دیکھی تھی جدائی

ان قیدوں سے چھوٹی تو کدھر جائے گی بانو؟
اب کی جو ہوئی قید تو مر جائے گی بانو

بچوں کا ہے ساتھ اے مرے سید مرے سرور ۳۷ اک لال ہے بیمار تو اک رانڈ ہے دختر
فرقت میں سکینہ کو قرار آئے گا کیونکر؟ اس چاندی چھاتی پہ وہ سونے کی ہے خوگر

نادان ہے مچلی تو سنبھلنے کی نہیں یہ
صدقے گئی لونڈی سے تو چپنے کی نہیں یہ

حضرت نے کہا سب کا مددگار خدا ہے ۳۸ حمد اور پرستش کا سزاوار خدا ہے
ہم لوگ تو مجبور ہیں مختار خدا ہے چھن جائے ردا سر سے تو ستار خدا ہے

اور ہے یہ گرہ عقدہ کشائی کے لیے ہے
یہ قید تو امت کی رہائی کے لیے ہے

میں کون ہوں جس کے لیے یہ گریہ و زاری ۳۹ مظلوم، غریب الغربا، بندۂ باری
یہ فیض اسی کا ہے مرے ہاتھ سے جاری وارث وہی، مالک وہی، عزت کا تمہاری

عورت کا رہنما بھی گذر جاتا ہے صاحب
شوہر کے لیے کیا کوئی مر جاتا ہے صاحب

زینب میں اسیری کی بلا سخت ہے ہر چند ۴۰ لازم ہے رہو سلسلۂ صبر کے پابند
مرتے ہیں جو چھوڑ کے اپنے زن و فرزند پلتے نہیں کیا خلق میں ان لوگوں کے دل بند

گردیت سے آسان ہر اک رنج و محن کو
پھر دور نہیں دیکھ تو اولاد حسن کو

کیا مرتی نہ زندوں کی جب اٹھ گئے بھائی ۴۱ پروان چڑھے، پرورش اس طفل سے پائی
تم کو کوئی روک سکا جب اجل آئی وہ آ گئی، چھوڑ گئے تھے جو کمائی

شادی نہیں رزق ہے سدا غم نہیں رہتا
دنیا کا کبھی ایک سا عالم نہیں رہتا

۴۴ سُنسان ہو کبھی جو سکینہ ہوا کرے صحرا
ہوگا وہی جو جس کے مقدر میں لکھا ہے
جلدی میں وہ بہت کے کفن ہو نہیں سکے
فرزند جواں مرگیا، ہم رو نہیں سکے

۴۴ جیتا ہے ہمیشہ بھی کوئی دارِ محن میں
ہے آج بہار اور خزاں کل ہے چمن میں
ہر شب کو وہ سن بیس چراغ سحری ہیں
ہر صبح کو وہ سن آتے ہیں ورزش نظر ہیں

۴۵ جاری ہے سدا حکم تعزی و بحالی
گھر ہوتا ہے آباد کوئی اور کوئی خالی
آباد کوئی ہوتے ہی لٹ جاتے کوئی
پھنستا ہے کوئی قید سے چھٹ جاتا ہے کوئی

۴۵ اس باغ میں بے زر ہے کوئی اور کوئی زردار
آزاد ہے گر سرو، تو قمری ہے گرفتار
اشکوں سے رخِ گل کو سدا دھوتی ہے شبنم
غنچے تو ہنسے دیتے ہیں اور روتی ہے شبنم

۴۶ شادی ہے کسی شخص کی غم کھاتا ہے کوئی
آتا ہے جہاں میں کوئی، اور جاتا ہے کوئی
گر غور سے دیکھا تو بھروسہ نہیں دم کا
دنیا بھی مرقع ہے عجب شادی و غم کا

۴۷ گر تختۂ تابوت ہے، گہ مسندِ شاہی
بس خیر ہے جب تک کہ ہے فضلِ الٰہی
سلطاں بھی کفن کے لیے محتاج ہوئے ہیں
لاکھوں ہی گھرا سی طرح سے تاراج ہوئے ہیں

۴۸ آرام کی جاگہ نہیں، یہ غم کدۂ دہر — گھر سیکڑوں ڈوبے ہیں، یہ دریا ہے وہ پُرقہر
ویران نظر آتے ہیں، آباد تھے جو شہر — شیرینیِ دنیا ہے مسافر کے لیے زہر

زندہ ہے اگر آج بھروسا نہیں کل کا
چیتھے گا ہر اک ذائقہ تلخیِ اجل کا

۴۹ تھرائے نہ کس طرح مسافر کا تن زار — نہ زادِ سفر، نہ ہمسفر، نہ مددگار
وہ جرم کی پرسش، وہ نکیروں کی فشار — وہ قبر کی وحشت، وہ غریبی وہ شبِ تار

غفلت ہے اسے موت کا ڈر کا نہیں جس کو
درپیش ہے وہ راہ کہ دیکھا نہیں جس کو

۵۰ کام آئیں گے تربت میں نہ ازواج نہ اولاد — نے سنگ نہ جاگیر نہ منصب نہ زر و مال
وہ کیا ہیں کہ جو ساتھ نہ چھوڑیں گے یہ ہر آن — اعمال ہیں اعمال ہیں اعمال ہیں اعمال

ہمدرد بجز بے کسی و یاس نہ ہوگا
سوئیں گے لحد میں تو کوئی پاس نہ ہوگا

۵۱ سب جیتے ہی جی تک ہیں برادر ہوں کہ فرزند — ہر شخص پہ کھل جائے گا جب آنکھ ہوئی بند
کیا رشتہ پھر اس سے جو ہوا خاک کلیوند — پر ہم سے تو پہلے ہی جدا ہو گئے دلبند[۱۲]

کیا قبر میں ہوئے گا خبر آہ نہیں ہے
زندہ ہیں ابھی اور کوئی ہمدرد نہیں ہے

۵۲ فرما کے یہ شبیر کو رخصت بہت آئی — دندان کے دامانِ قبا لاش اٹھائی
اک نخل جو ہوا لٹتی ہے زہرا کی کمائی — نخشب ہوئی مخدومۂ کونین کی جائی[۱۳]

ہمسائے ہر اک، نذر کو آفت نکل آئے
نہ شہ سے پھر سر شہ دامن نکل آئے

۵۳ دو گام جو آپ لے تھے کہ ہوئی تیروں کی بوچھار — میت پہ بھی پیکانِ ستم لگ گئے دو چار
فرزند کے لاشے سے یہ بولے شہ ابرار — ورثہ تمہیں نعمو کا ملا اے مرے دلدار

ملکی ہیں لڑکپن سے ہر اس رنج و محن کے
مارے ہوئے ہیں تیر جنازے پہ حسن کے

یہ کہتے ہوئے نعش کو مقتل میں جو لائے ۵۴ میت کو رکھا خاک پہ زینب نے جہاں
چلّائے کہ ہے گرم زمیں اے مرے جائے ہٹ جائے پدر کون سی جا تجھ کو ہے راحت

فرمایا کہ ماتا ہوں بچھڑ کر ترے دل سے
اے خاک شہِ دیں کے نواسے کی ہے منزل

برباد نہ کیجو، یہ بضاعت ہے ہماری ۵۵ رحمت سے ذرا دیکھیو یہ رحمت ہے ہماری
اے ارضِ مقدس، یہ امانت ہے ہماری ہے پارۂ پیغمبرِ برحق کی یہ تربت

تُربت کی جگہ چاہیے، سب جان کی خاطر
خاطر سے مری کیجیو مہمان کی خاطر

سب گھر ترا ہو جائے گا اس چاند سے روشن ۵۶ بن جائے گا صحرا ترے بالوں کی یہ چمپی
لو چلتی ہے اس دھوپ میں عریاں ہے یہ تن اے دشتِ پُر آشوب نہ ہو تجھ سے یہ دشمن

شیریں سخن و گُل بدن و غنچہ دہن ہے
لازم ہے ترحّم کہ یہ محتاجِ کفن ہے

ہاتھ آئے گا ایسا نہ تجھے پھر گہرِ پاک ۵۷ رشتہ میں یہ اس کے ہے جو ہے صاحبِ ادراک
رتبے کو ترے دیکھ کے جھک جائیں گے افلاک اور آنکھوں پہ رکھیں گے ملک تجھ سے نہ تابک

اعجاز مسیحا کے نظر آئیں گے تجھ سے
بیمار زمانے کے شفا پائیں گے تجھ سے

شپیرؑ کے سینے کا مکیں تجھ کو ملا ہے ۵۸ فرزندِ شہِ عرش نشیں تجھ کو ملا ہے
اے خاک عجب دُرِ ثمیں تجھ کو ملا ہے خاتم کے سلیماں کا نگیں تجھ کو ملا ہے

جیتا اسے قسمت نہ پھیرے گی کہیں سے
رونق ترے گھر میں ہے اندھیرے کی تہیں سے

سُن سُن کے یہ پُر درد کلام شہِ ابرار ۵۹ کہتے ہیں کہ مقتل کی زمیں ہل گئی اک بار
پیدا ہوئی آواز کہ اے خلق کے سردار ہاں آپ کہاں سوئے ہے تاخیر بیدار

یوں رکھوں گی آرام سے اس نورِ نظر کو
ماں چھاتی پہ جس طرح سلاتی ہے پسر کو

ہے فخر کی جا آپ کا لڑکا اور مرا گھر ٦٠ مولا کبھی بے چین نہ ہوں گے علی اکبر
ہے ہے صدفِ قبر کہاں اور یہ گوہر اب تک تو اُلٹ جاتی میں یا سبطِ پیمبر

لیتی عوض اس قتل کا بیدادگروں سے
جبریل امیں نے مجھے روکا ہے پروں سے

گر جانتی دنیا میں کبھی آئے گا یہ دن ٦١ زہرا نہ پانی پہ کبھی ہوتی میں ساکن
حیدر ہوئے آکر مرے ہر امر کے ضامن ہے ہے نہ اس آفت کی خبر تھی مجھے لیکن

زہرا کا پسر پانی سے محروم رہے گا
خوں مجھ پہ محمد کے نواسے کا بہے گا

سب جانتے ہیں نوح کی اُمت کی تباہی ٦٢ طوفاں ہوا، امداد جو اللہ سے چاہی
سب دیتے ہیں حضرت کی غریبی پہ گواہی مجبور ہوں میں اے پسرِ شیرِ الٰہی

برباد یہ ناری ہوں تو کچھ دور نہیں ہے
ثابت ہوا، حضرت کوہی منصور نہیں ہے

کروٹ میں اگر لوں تو ابھی زلزلہ آجائے ٦٣ شق ہوں تو ابھی مجھ میں یہ سب فوج سما جائے
ایک ایک کو ہر نعرہ، دہن کھول کے کھا جائے عفریتِ جہنم میں چلا جائے

طوقِ آتشِ سوزاں کے ہوں، درّاں کے گلے ہوں
قارونوں کا خزانہ تو ہو اوپر، یہ تلے ہوں

حضرت نے کہا بندے پہ ہے فضلِ الٰہی ٦٤ سب حکم میں ہیں ماہ سے تا مسکنِ ماہی
تیرن نہ فقیری، نہ کسی زر کی شاہی ہاں ہاں مجھے منظور نہیں ان کی تباہی

مہلت ابھی دے تو انھیں، گو بے ادبی کی
وہ فوج کی اُمت تھی، یہ اُمت ہے نبی کی

یہ کہہ کے فرس بہ سے غضبناک و نمناک ٦٥ پھنکارتی کوندتی ہوا، اُڑنے لگی خاک
حضرت نے کہا اے پسرِ سیبِ نوا تاک ہو حکم تو اس فوج کا قصہ ہی کروں پاک

تن رزق سے خالی ہو، دہن خاک سے بھر جائیں
آندھی ابھی یوں آئے کہ ٹکرا کے یہ مر جائیں

بھر کر نفس سرد یہ بولے شہ ذی جاہ ۹۶ پانی یہ نہ دیں ہمیں قزلباش سب تباہ ہوں
ان ناریوں نے خاک کیا گھر کو مرے آہ بے پر ہوا، امت یہ گرہ نہیں دستہ
مشکل نہیں کچھ سہل ہے سب راہ خدا میں
کھائیں گے ہمیں برچھیاں اس گرم ہوا میں

یہ کہہ کے ہوئے جلوہ نما خانہ زیں پر ۹۷ خس تم پہ نہیں بیٹے ہو در نقش نگیں پر
پرتو سے بھی چادر مہتاب زمیں پر دستی نے خجالت سے رکاب شہ دیں پر
جبریل و سرافیل سپہ داری کو آئے
قربان و حشم ناشتہ برداری کو آئے

ہمت یہ پکاری کہ زہے عزم زہے شان ۹۸ ہاں بڑھ پسر اللہ ترے ہاتھ ہے میدان
چلائے علی واہ یہ جرأت ہے مری جان زہرا نے خدا دی تری تنہا کے قربان
گھوڑے پہ شہادت کی ہوا تم تو تمت دو دو میں
محبوب خدا ساتھ ہیں سر نئے جلو میں

پیشانی پرنور سے ہتا، رن میں اجالا ۹۹ رخ اور خط رخسار یہ مہتاب وہ ہالا
ابرو ہیں کہ سرتند سروہی کا ہے بھالا پلکیں نہیں جھپکیں پہ ہے شمشیر تہ بالا
دیکھے سے نہ کیوں ہوش اڑیں بل حسد کے
آنکھیں تو ہیں آہو کی پہ تیور ہیں اسد کے

جلتے رہیں کیونکر نہ مہ و خور سحر و شام ۱۰۰ ہے حسن کی آتش سے بھبھوکا رخ گلفام
خال اور خط شبدیز وہ دانہ ہے تو یہ دام ہے سب دل خرمن کی سیہ کاسہ رنجم
بینی کو تو دیکھو نہ عجب شوکت شاں ہے
شبدیز کے یہ حسن کے شکر کا نشاں ہے

یک جا جو مناسب تھے نہ دو مردم بیمار ۱۰۱ حسن نے اٹھائی ہے عجب نور کی دیوار
اک شاخ سے یاد و گل بادام میں اظہار یا یہ الف ماہ دو ہفتہ ہے نمودار
خوشبوئے گلستان ارم اس میں بھری ہے
گویا ورق زر پہ کلی عنبر کی دھری ہے

۷۴ آتی ہے ثنائے دُرِ دندان جو زباں پر — تقریر کے رشتہ میں پروتا ہوں میں گوہر
ہیرے کے نگیں بن تے ہوں کس طرح برابر — یہ بحرِ شرافت کے ہیں موتی، تو وہ پتھر

ہنسنے میں جو پڑ جاتا ہے عکس ان کا فلک پر
بجلی بھی تڑپ جاتی ہے دانتوں کی چمک پر

۷۵ دل کون سا گردن کی صفا پر نہیں قربان — مہتاب کو ہے جس کے گلے ملنے کا ارمان
گویا کہ ہلالِ شبِ اوّل ہے، گریبان — شانوں سے، نشانِ اسد حق ہے نمایاں

حیراں ہے نظر، دوش مبارک پہ کماں ہے
یا توس میں خورشیدِ جہانتاب نہاں ہے

۷۶ ہیں بازوئے شبیر، کہ شاخِ شجرِ حسن — پڑتی ہے سدا نور پہ جن کے نظرِ حسن
گر حسن کا سینہ ہے، تو شانے ہیں دو حسن — طالع ہے کفِ دست سے، مہرِ سحرِ حسن

ان ہاتھوں سے ہم دست کفِ حور نہیں ہے
خورشید کے پنجے میں بھی یہ نور نہیں ہے

۷۷ شمشاد سے بالا، قدِ بالائے مبارک — درپیش ہے اب وصفِ قدم ہائے مبارک
تعویذِ شفا، نقشِ کفِ پائے مبارک — جس جا گذران کا ہے، وہ ہے جائے مبارک

واں آتے ہیں سجدہ کو ملک عرشِ بریں سے
احساں یہ ان ہی پاؤں کے ہیں سر پہ زمیں کے

۷۸ جب خیمہ تلک لٹ گئی سرکارِ حسینی — راہی ہوئے جنت، ہوئے انصارِ حسینی
خاں رفتہ رفتہ ہوا، دربارِ حسینی — مارا گیا، دریا پہ علمدارِ حسینی

نے مونس و یاور نہ مددگار تھا کوئی
ہمراہ نہ پیدل تھا، نہ اسوار تھا کوئی

۷۹ اس وقت میں مولا پہ عجب شوکت و شاں تھی — تصویرِ غم و درد، سراپا سے عیاں تھی
منھ زرد تھا، نیلے تھے لب اور خشک زباں تھی — تھراتے ہوئے ہاتھوں میں گھوڑے کی عناں تھی

نسبت ہے نہ نو سے، قد راست کے خم کو
ہاتھوں سے رکابوں نے سنبھالا ہے قدم کو

پلٹے تھے جو لاشے تو پسر کے کئی باری ۷۹ خون تھی کمر تک قبا سرخی کی ساری
تھا گھوڑے پہ اس رنگ سے فرخندہ سواری جس تمکنت سے جائے کوئی دولہا کی سواری

معصوم یہ ہوتا تھا نہ بچھڑے ہیں وطن سے
آجاتی ہے بچوں کی مہک صاف بدن سے

افروختہ تھا چہرۂ نورانی سے شیبہ ۸۰ روشن تھی رخ سرخ پہ پیشانی سے شیبہ
زلفوں سے نمایاں تھی پریشانی سے شیبہ تھرّاتے تھے سب سن کے جبانی سے شیبہ

غصہ تھا کہ میں نام و نشاں تک نہ رہوں میں
رو باہ ہیں سب بیں صدق کا ضرغم ہوں

دو نورؑ کے دریا جو ملاقی ہوئے اک بار ۸۰ پیدا ایک تموج سے ہوا سارا شعور
وہ شمس و قمر عرش خدا کے جو ہیں سیار ہیں جن کی ضیا سے مہ و خور مطلع نور

روشن ہے مثالِ خلق پہ جن دونوں کے گھر کا
میں اختر تابندہ ہوں اُن شمس و قمر کا

وہ نخل کہ جس نخل کی ہے اصل نبوت ۸۱ وہ نخل کہ جس نخل کی ہے فرد ولایت
وہ نخل کہ جس نخل کی شاخیں ہیں امامت وہ نخل کہ جس نخل کے سایہ میں ہے جنت

میوہ بھی اُسی کا ہوں اُسی کا گل تر ہوں
شیعہ مرے برگ اُس کے ہیں جس کا میں ثمر ہوں

میں عطرِ گلِ سرسبد[۲۸] باغ جہاں ہوں ۸۲ پانی ہوں سنگ وہ اعجاز بیاں ہوں
کاذب نہیں میں مخبرِ صادق کی زباں ہوں کوثر کا تو مختار ہوں تسنیم دہاں ہوں

سب کے لیے رحمت ہوں عنایت ہوں خدا کی
کھوؤ نہ مجھے تم میں امانت ہوں خدا کی

زہراؑ مری مادر ہے، مرا باپ علیؑ ہے ۸۳ احمدؐ کا بھی وہ دوست، خدا کا بھی ولی ہے
فرزند یداللہ، شجاعِ ازلی ہے یہ تیغ وہ ہے، جو سرِ مرحب پہ چلی ہے

کیا منھ ہے جو وار اس کا رُکے فوجِ ستم سے
جبریل کے پر جلتے ہیں اس برقِ دو دم سے

دعویٰ ہو جسے تیغِ شرر بار کو روکے
ہاں بڑھ کے کوئی ڈھال پہ تلوار کو روکے

گردوں پہ نہ ٹھہرے گی زمیں سے نہ رکے گی
تم کیا ہو؟ پر روتِ امیں سے نہ رکے گی

لو تیغِ شرر بار نکلتی ہے خبردار
لو زہر یہ ناگن اب اگلتی ہے خبردار

بخشے نہ تمہیں گی کسی بات سے تم کو
سنبھلو کہ اب آئی مہمات سے تم کو

یہ سنتے ہی لشکر تو ہوا سب تہ و بالا
کانپی سے کھنچی تیغ کہ ہر گھاٹ پہ پانی

کانپے جو غضب ناک یہ تیور سے سخن سے
دیکھو تو زبانیں تو نہیں دو ہیں دہن سے

یہ کاٹ کے ہر مُنہ کو نکل جاتے ہیں سن سے
زہرا اس کا چڑھے گا تو نہ آئے گا بدن سے

زور اس سے کسی کا تہِ گردوں نہ چلے گا
جس زہر یہ چلے گی کوئی افسوں نہ چلے گا

دنیا میں تہلکہ ہوا لشکر میں ہوا شور
دھڑکے اڑے سب کے جگر تھرائے لگے گور

آمد میں بہادر کی، شجاعت کے پہن کے
شیر آئے ہیں میدان میں جنگل میں ہرن کے

وہ بیاباں نہیں لگی برق چمکنے
دہشت زدوں کی لگی آنکھ جھپکنے

پڑنے لگی اعدا پہ جو ضربت شہِ دیں کی
تم ہو گئی نصرت سے کمر گاہِ زمیں کی

بجلی کی تڑپ اسپ کی رفتار دکھائی ۹۰ تصویرِ اجل تیغ و تبر نے دکھائی
اور آنکھ ہر اک نیزہ کو ہونے نہ دکھائی قوت اسد اللہ کی تلوار نے دکھائی

تیر ایک طرف تیر فگن ایک طرف تھے
سر ایک طرف تھم تھے تن ایک طرف تھے

پھرتی سے تڑپ برق جو شمشیر تکاور ۹۵ ہر زخم پہ تھے سب قدر انداز
ہر سینہ پہ ہر تیر پہ ہر خنجر و ساغر رخ پھیرنے پاتے تھے صفت تیر و تبر انداز

گھبرا گئے چلے کہ حرا اور تیر کہاں سے
نکلا اجل خصم گئے حملوں میں کماں سے

تھے موت کے بھیتے میں کمیں دار نشانہ بند ۱۰۰ تیروں کا یہ عالم تھا کہ تھے ہر پر پہ زہ بند
نیزے کا کوئی باندھتا تھا بڑھ کے گرہ بند واں کرتا تھا ہر بند کو حیدر کا جگر بند

سب بند کھلے ناخنِ شمشیر قضا سے
باقی کوئی رہتی ہے گرہ عقدہ کشا سے

جانوں کا ابھی نرخ نہ زنہار گرا تھا ۱۰۵ ہر سمت تھے تن موت کا بازار کھلا تھا
ہر زخم کا منہ صورتِ گلزار کھلا تھا درد اس کا اجل کا ہے کفن رکھلا تھا

زخم ان کو نہ بس تیغ شرر زم سے لگے تھے
ہر سمت سبھی رستے پہ جہنم سے لگے تھے

سب فوج و نفیروں میں زبس زور سما تھا ۱۱۰ گویا پئے پیکار نہیں موں میں تھا
ہر نیزہ بھالے میں ترازو کا سا تھا صفدر نے درِ فتح و ظفر کھولنا تھا

خونِ تنِ اعدا سے زمیں لال ہوئی تھی
تلوار کلیدِ درِ اقبال ہوئی تھی

کیا تاب جو گشتے کی کوئی لاش اٹھائے ۱۱۵ پرزے ہو وہ خود، جو تن صد پاش اٹھائے
کیا منہ تھا جو کوئی سرِ پرخاش اٹھائے کس طرح نظر مہر پہ خفاش اٹھائے

آنکھوں میں چکا چوند تھی اس برقِ دوسرے
منہ ڈھانپا تھا ہر یک نے سپر سے

۹۶ پنہاں تھے زرہ میں جو سپہ کاروں کے اندام
یوں کاٹ کے کڑیوں کو نکل آتی تھی، جیسے دام

صاف اس سے عیاں ہوتے تھے معنی دُو و دَام ۳۹

جس تیغ سے ماہی کو نہ ہو دام میں آرام
وہ تیغ، زرہ پوشوں کی کیا فوج پہ ٹھہرے
دریا پہ گرے برق، تو کیا موج پہ ٹھہرے

۹۷ جس وقت چمکتی تھی وہ پرکالۂ آتش
ہو جاتے تھے چار آئینہ والے بھی مشوّش
جرغوں میں گردن کو جھکا لیتے تھے تیرکش
اک جنبش میں رہتا تھا تو ہو جاتے تھے دس غش

۴۱

ہشیار صدا دیتے تھے جاگو، اجل آئی
ہر صف میں یہ تھا شور کہ بھاگو، اجل آئی

۹۸ چار آئینہ کو اٹھ کے جو کر دیتی تھی تلوار
تھا شور یہ صفوں میں کہ ٹوٹا ہے کہیں تار
شش رخ کی پہ برستی ہے یہ برقِ شرر بار
آفاق میں شق ہیں، اس برقِ دو سر کا
شمشیر تو یہ، ہاتھ ہے اللہ کے پسر کا

۹۹ گہ غرب کی جانب تو سوئے شرق کبھی تھی
گہ زیرِ فرس اور بہ سر فرق کبھی تھی
پاتی تھی کبھی، اور کبھی، برق کبھی تھی
بے دست ستمگاروں کے دستے نظر آئے
ہر ضرب میں سر تن سے برستے نظر آئے

۱۰۰ تھا چار طرف شام کے شکریں لقمہ
آدھی سن اٹھی، جیسے سمندر میں تلاطم
برپا تھا جب فوجِ ستمگر میں تلاطم
واں بحر میں ہل چل تھی، ادھر بر میں تلاطم
تھا شور یہ لشکر کی بنا کثرت میں کمی ہے
ٹوٹی ہوئی کشتی، کہیں پانی میں چمی ہے

۱۰۱ رن پڑتے سب نے تہ و بالا ہوا لشکر
انبار ہیں کشتوں کے لگے ہونے ادھر اُدھر
گھبرا کے پکارا، پسرِ سعد ستمگر
اب رزم کا ہنگام ہے، یا سبطِ پیمبر
پردا، نہ کیا فوش کبھی امتِ بد کا
مشہور ہے عالم میں کرم آپ کے جد کا

سو بار لعینوں نے کیا قتل کا آہنگ ۱۰۰ اُس ہمت حق نے کبھی لی تن سے نہ جنگ
شکوہ نہ کیا جب دُرِ دنداں پہ لگا سنگ گردن میں رہا ڈال کے کینے نہ ہے تنگ

حضرت میں بھی تھے شہنشاہِ عرب
کہلتا نہیں اس غیظ کا کیا آج سبب

حضرت نے یہ ارشاد کیا روک کے تلوار ۱۰۳ انصاف کر اے ظلم کے خونخوار
تنہا میں کئی لاکھ ترے سے تہ ستمگار اُمت نے دیے ہیں کسی مرسل کو یہ آزار

ہاں ظلم رسولوں پہ بھی ہر چند ہوا ہے
پائی تو کسی پر نہیں یوں بند ہوا ہے

بے دست ہوا کس کا مرا بھائی سا بھائی ۱۰۴ چھاتی پہ سنان کس کے جواں بیٹے نے کھائی
غربت میں لٹی کون سے مرسل کی کمائی؟ اک دن میں ہوئی کس کے بھرے گھر کی صفائی؟

یوں باغ کٹا خنجر و شمشیر سے کس کا؟
شش ماہہ پسر قتل ہوا تیر سے کس کا؟

اس ظلم پہ کچھ حرف نہیں منہ سے نکالا ۱۰۵ میں ہی یہ بہت کام کہ غصے کو سنبھالا
لڑتا میں تو تھا کون مرا روکنے والا اک تیغ میں تھی دفتر و دیوان کی والا

ہوتا ابھی نازل غضب اس لشکرِ بد پر
ہوتی یہ زمیں چرخ پہ اور چرخ زمیں پر

کہتے ہیں جسے غیظ وہ اب تک نہیں آیا ۱۰۶ جو حکم خدا تھا سو سبب اس کا نہیں یہ
ان ہاتھوں نے کب زورِ ید اللہ دکھایا؟ ڈرتے نے عبث جنگ سے لے ہاتھ اٹھایا

چرچا رہے اس کا بھی کہ غصے نے جوانی
طالب جو اماں کا ہے تو لے تجھ کو اماں دی

روکوں نہ ابھی ہاتھ کو تھا دل میں یہ میرے ۱۰۷ دشمن ہے مگر رحم کیا حال پہ تیرے
لے فوج سے کہہ دے کہ پھر آ کر مجھے گھیرے قاتل کو بلا جلد چھری حلق پہ پھیرے

جرأت کو تو دیکھ پسرِ شیرِ خدا کی
مظلومی بھی اب دیکھ غریب غربا کی

کیا علم ہے کب صبر، نثار ستۂ دلگیر
خوش ہو کے، پھرے دور سے بھاگے ہوئے بے پیر
۱۰۸ خوں پونچھ کے، رونے کی بھی دیں جن میں نہ تاثیر
پہلو پہ گئیں برچھیاں، چھاتی پہ لگے تیر

کپڑے ہوئے سب سرخ ز ستۂ تشنہ گلو کے
ہر زخم سے چھٹتے گے فوارے لہو کے

تیروں کے جہاں زخم تھے دل پر بھی تھی تلوار
۱۰۹ تلوار کے زخموں پہ لگے برچھیوں کے وار
تھے برچھیوں کے زخم سے پیکانِ ستم پار
باہم تھے بدن یہ سبب زخم اور سبب وار

دھاریں تھیں ہوئی رخ پہ کشیدوں پر
پیوست ہوئے تھے کئی تیر یک جبیں پر

جن انگلیوں سے خلق کی تھی عقدہ کشائی
کٹ کٹ کے گریں ہوگئی ہاتھوں سے جدائی
خوں سے نظر آتی تھی کفِ دست حنائی
گلدستۂ فردوس تھی، مجروح کلائی

تھے بازوؤں پر زخم جو شمشیرِ عدو کے
ڈوبی ہوئی تھیں مچھلیاں دریا میں ہو کے

پہلو پہ لگا تھا جو نیزہ کوئی بے پیر
۱۱۱ دل تھام کے بیٹھے تھے فرس پہ شہِ دلگیر
غل ہوتا تھا لو گرتے ہیں اب خاک پہ شبیر
سر پیٹ کے پردے سے نکل آئی تھی ہمشیر

گھبرا کے ہر گام پہ گرتی تھی سکینہ
بسمل کی طرح وہ تھی پھڑکتی تھی یکینہ

کہتی تھی یہ ماں کرتے کے دامن کو پکڑ کر
۱۱۲ ہلتا نہ جا رن میں نہ جا اے مری دلبر
ننھے سے اٹھا ہاتھ یہ کہتی تھی وہ دختر
تر دیکھو ذبح سے یہ ہوا ہے گلا بابا

کیوں روکتی ہو؟ تیغ و تبر کھانے دو مجھ کو
رہوار سے گرتے ہیں پدر جانے دو مجھ کو

اس خوں میں بھری چاندی سی صورت کے میں واری
۱۱۳ بھولی نہیں اس دم بھی انھیں یاد ہماری
سر پیٹ کے کرتی ہوں جو میں گریہ و زاری
مڑ مڑ کے ادھر دیکھ چکے ہیں کئی باری

نرغہ ہے لعینوں کا ادھر آ نہیں سکتے
مجھ تک مرے مظلوم پدر آ نہیں سکتے

بابا تو نہیں ہے مگر آواز یہی ہے
سب دل کو یہ صدمے نہیں سہنے کی دعا دیں

رہوار ہے گر گرشتہ والا نہ ملیں گے
بجتے ہیں مگر بانسری بابا نہیں گے

مالا کہتی تھی ترے ہاتھ بٹائیں گے
عادت کے بنا کیسے بھلا ہاتھ ہلائیں گے

آخر تو ہے گھر بار کی ذمہ داری ماں کی
ناسور ہیں یہ زخم نہ بھر جائیں گے کیسے

اک عمر سے ہم ساتھ ہیں ہر دکھ میں رہے ہیں
دیکھو ہمیں رو دو گے تو رہ جائیں گے تنہا

گر زندہ ہوتے وہ تو کہیں بھی نہ ٹلتے
کیا زندگی ہے ہم بھی کہیں جائیں گے بابا

زخمی بھی جو ہوں گے تو چلے آئیں گے بابا

پردے سے کئی بار تڑپ کر نکل آئی
چھوڑی نہ مگر ہاتھ سے مادر کی کمائی

شبیر کو چلائی وہ دے دے کے دہائی
کچھ بس نہیں مجبور ہے یہ آپ کی جائی

یہ قافلہ میدان میں جانے نہیں دیتا
بابا کوئی تم تک ہمیں آنے نہیں دیتا

روئے یہ صدا بیبی کی سن کر شہ ذی جاہ
لرزیدہ تھی خیمے پہ نہ جانے کی صلاح

اک تیرہ شب جس کا ہے ہر بین پہ نالہ
تھوڑے سے گرا کیا ہے یہ زینب کا سہارا

تھا حیران کہ من بر بساگر آنے کیسے
جھک کر فلک سرد کہے ہے کہ سکینہ

اس دم نہ سکینہ کو رہا غصہ کا یارا
حیران کہ من بگذ بابا بہ پکارا

دیکھو تو کہ اس وقت بھی ہے دھیان ہمارا
اک دم مری فرقت نہیں بابا گوارا

گرتے ہوئے ہاتھوں سے جگر تھام لیا ہے
کس درد سے بابا نے مرا نام لیا ہے

یہ کہہ کے تُو دیکھنے پردے کو اُٹھا کر ۱۲۰ دیکھی وہ قیامت کہ نہ دیکھے کوئی دُختر
تھا سینۂ اقدس پہ لعیں خنجر اُمّت کی دعا مانگتے تھے سبطِ پیمبر

چلّائی سکینہ کہ جگر پھٹتا ہے اماں
ہے ہے مرے بابا کا گلا کٹتا ہے اماں

یاں رہ گئی سر پیٹتی وہ بے کس و مضطر ۱۲۱ واں کٹ گیا شمشیرِ ستم سے سرِ سرور
خاموش انیس اب کہ چھری چلتی ہے دل پر تا حشر نہ کم ہوگا غمِ سبطِ پیمبر

جب تک کہ زمیں پر فلکِ پیر رہے گا
ہر گھر میں یوں ہی ماتمِ شبّیر رہے گا

۳

۱ جب رن میں سر بلند علمدار ہو گیا — فوجِ خدا پہ سایۂ ابرِ کرم ہوا
چمکا جو زیرِ جدی، پہنچے تہم ہو گیا — پنجے پہ سات بار صدق ختم ہو گیا
ایک نہ تھا کبھی جو علم اس نمود کا
دونوں عرب کی فوج میں تھا اک درود کا

۲ وہ شانِ اسمِ (ف) علم کی، وہ جاہ و بأس کا — نخلِ زمرّدی کے تلے تھا علی کھڑا
پرچم پہ (ب) جان دیتی تھیں پریوں کا تھا یہ غل — فل تھا کہ زد پہ حور کے پھریرے ہوئے ہیں بل
ہر لہر آبدار تھی، کوثر کی موج سے
طوبیٰ بھی دب گیا تھا پھریرے کی فوج سے

۳ تھا پنجتن کا نور جو پنجے میں جلوہ گر — اسمے کی پتلیوں میں بھی تھا روشنی کا گھر
ذرے نثار کرتے تھے اٹھ اٹھ کے اپنے زر — تکتے تھے فوق سے تو ملک تحت سے بشر
اللہ ری چمک عالمِ بوتراب کی
تارِ نظر بنی تھی کرن آفتاب کی

۴ قربانِ احتشامِ علمدارِ نامور — رُخ پر جہاتِ شتہ مزین تھی سر بسر
چہرہ تو آفتاب سا اور شیر کی نظر — تیغے میں تین، برمیں زرہ، دوش پر سپر
چھایا تھا رعبِ شکرِ ابن زیاد پر
نکلے تھے بڑھے ہیں شیرِ الٰہی جہاد پر

۵ وہ اوج، وہ جلال، وہ اقبال، وہ حشم — وہ نور، وہ شکوہ، وہ توقیر، وہ کرم
پنجے کی وہ چمک، وہ سرافرازیِ علم — گرتی تھی برق فوجِ مخالف پہ دم بہ دم
کیا رفعت نشانِ سعادت نشان تھی
سایے میں جس نشان کے جنت کی شان تھی

پنجہ اُس کے ہاتھ یہ کہتا تھا بار بار — عالم میں پنج تن کی بزرگی ہے آشکار
یہ شش جہت نہیں کے قدم سے ہے برقرار — کیوں ہفتہ دوست ہوتے ہوا سے قدم نابکار

آٹھوں بہشت ملتے ہیں مولا کے نام سے
بیعت کرو حسین علیہ السلام سے

غرزوں سے جھانک جھانک کے بولی ہر ایک تور — صبحِ علیؑ، علم کی چمک ہے کہ برقِ طور
یا رب رہے نگاہِ بدِ اس کی ضیا سے دور — پنجہ ہے یہ کہ ایک جگہ پنجتن کا نور

جلوے ہیں سب محمد و حیدر کی شان کے
قربان اس جواں کے نثار اس نشان کے

آگے کبھی نہ دیکھی تھی اِس حُسن کی سپاہ — دنیا بھی خوبیوں کا مُرقع ہے واہ واہ
دیکھیں کسے کسے کہ ہے یک ایک شکوہ — جاتی ہے جس کے رُخ پہ تو پھرتی نہیں نگاہ

دیکھو انھیں زمیں سے ہے رونق زمین کو
چن کر حسینؑ لائے ہیں کس کس حسین کو

شہرہ بہت تھا حسن میں کنعاں کے ماہ کا — قصہ سُنا ہوا ہے زلیخا کی چاہ کا
یاں آفتاب کو نہیں یارا نگاہ کا — یوسف ہے یک ایک جواں اِس سپاہ کا

سنتے تھے ہم کہ عالمِ ایجاد زشت ہے
اِنے چمن میں کہ دنیا بہشت ہے

ہم شکلِ مصطفےٰ کا ہے کیا حسن کیا جمال — صبحِ جبیں بھی اور شبِ گیسو بھی بے مثال
یہ لب یہ خط یہ چشم یہ ابرو یہ رُخ یہ خال — یاقوت و مشک و نرگس و انجم و مہ و ہلال

کس گل پہ یاں ہزار طرح کی بہار ہے
چہرہ نہ کہیے قدرتِ پروردگار ہے

غنچہ دلِ حسن بھی ہے کس مرتبہ حسین — جس کے چراغِ حُسن سے روشن ہے سب زمیں
یہ زلف مشک بیز، یہ آئینہ جبیں — سرمایۂ خطا و ختن، کائنات چیں

رخ کی بلائیں لیتی ہیں پریاں کھڑی ہوئی
سہرے کی ہر لڑی سے ہیں آنکھیں لڑی ہوئی

نامِ خدا ہیں عونؑ و محمدؐ بھی کیا شکیل ۱۰ کیا ہی ہے نظیر سے کہ بدر ہے عدیل
افروختہ ہیں رُخ یہ شجاعت کی ہے دلیل ہمت بڑی ہے، دل میں بڑی تیغ ہے سلیل
مثلِ علیؑ ہیں جنگ و جدل پر تُلے ہوئے
دونوں کے پنجوں کے نیچوں کے نیچے کھلے ہوئے

عباسؑ نام ور بھی عجب بانکا ہے جوان ۱۴ نازاں ہے جن کے دوش پہ خود دوشِ خوش نشان
حمزہ کا رعب، صولتِ جعفرؑ، علیؑ کی شان ہاشم کا دل، حسینؑ کا بازو، حسنؑ کی جان
کیوں کر نہ عشق ہو شہِ گردوں جناب کو
حاصل ہیں سیکڑوں شرف اس انتخاب کو

اُس مہر کو تو دیکھو، یہ ذرّے ہیں جس کے سب ۹ ہے تاجِ آسمان و زمیں فرِ دوش سب
ابرِ کرم، خدیوِ عجم، خسروِ عرب جن کے حشم ہیں ماہ و کواکب سے شاہ تب
جنباں زبانِ خشک سے ذکر حسینؑ ہیں
گویا کھڑے ہیں ختمِ رسلؐ زیرِ نگیں ہیں

کیا فوج تھی حسینؑ کی، اس فوج کے نثار ۱۵ ایک ایک آدمی تھا عرب فخر روزگار
جرار و دیں پناہ و نمودار نامدار لڑکوں میں سب کے رنگ تھا کونین کا نثار
فوجیں کوئی سماتی تھیں ان کی نگاہ میں؟
وہ سب پلے تھے بیشۂ شیرِ الٰہ میں

ایک ایک مُلکِ جُرأت و ہمت کا بادشاہ ۶ تھا ان میں ہر ایک سپہِ چشم و گوش بارگاہ
آنکھیں غزالِ مشک، مگر شیر کی نگاہ وہ رُعب تھا کہ سامنے کیا تاب کی پناہ
دیکھ تو دل کو توڑ کے برچھی نکل گئی
ابرو ذرا جو ہل گئے تلوار چل گئی

وہ اشتیاقِ جنگ میں لڑکوں کے ولولے ۱۰ بیتاب تھے کہ دیکھیے تو ہو کب پرے
چہرے وہ آفتاب سے، وہ چاند سے گلے سب فاطمہؑ کی بیٹیوں کے لاڈلے پلے
اک اک رسولِ حق کی لحد کا چراغ تھا
جس پر علیؑ نے کی تھی ریاضت وہ باغ تھا

اکبر سے عرض کرتے تھے سینہ سپر کیے ۱۸ یہ نیچے ہو گئے دمِ آبِ لہو پیے
گر آج مر گئے تو قیامت تڑک جیے صدقے ہوں، اس قدم پہ یہ سر ہیں اسی لیے
آقا کے آگے نطفہ ہے تیغ آزمائی کا
آج آپ دیکھیے گا تماشا لڑائی کا

بچپن پہ خادمانِ اولوالعزم کے نہ جائیں ۱۹ جب چاہیں مر کے میں ہمیں آپ آزمائیں
تن تن کے رکیں برچھیاں، ہنس ہنس کے زخم کھائیں بجلی گرے تو منہ پہ جھجک کر سپر نہ لائیں
جھپکے پلک کسی سے تو آنکھیں نکال لیے
بڑھ کر ہٹیں، جو پاؤں تو سر کاٹ ڈالیے

کہتے تھے مسکرا کے یہ زینب کے نونہال ۲۰ کہتے ہیں خود دلیروں کے جوہر دمِ جدال
ہر وقت چاہیے، مددِ شیرِ ذوالجلال نعرے بھی کریں تو بلے عرصۂ قتال
اُتری ہے تیغ جن کے لیے وہ دلیر ہیں
ہم سب کو جانتے ہیں کہ شبیر کے شیر ہیں

یہ نیچے ہو کر کہتے تھے، باہم وہ گل عذار ۲۱ شبیر دیکھتے تھے، کنکھیوں سے بار بار
یہ عباسِ نامدار کے عرض کرتے تھے عباسِ نامدار سنتے ہیں آپ کہتے ہیں جو کچھ یہ جاں نثار
جرأت ٹپک رہی ہے ہر اک کے کلام سے
یہ نیچے رکھیں گے، بھلا فوجِ شام سے

یہ سن یہ زور شور، یہ عمریں، یہ آن بان ۲۲ یہ بھولے بھولے منہ، یہ جوان مردیاں، یہ شان
بیت رجز سے کم نہیں اللہ رے خوش بیان چستی ہے، ذوالفقارِ علی کی ہے سرخ زبان
کس دبدبے سے گاڑھوں پہ نیزے سنبھالے ہیں
گویا چلن لڑائی کا سب دیکھے بھالے ہیں

زینب کے لاڈلوں کی طرف دیکھیے حضور ۲۳ مثلِ عرق ٹپکتا ہے پیشانیوں سے نور
رُخ پر جبینِ شیرِ خدا کا ہے سب ظہور پرتو گلوں کا ہے کہ چمکتی ہے برقِ طور
دونوں میں صاف حیدر و جعفر کے طور ہیں
اللہ کی پناہ، یہ تیور ہی اور ہیں

یہ ذکر تھا کہ بجنے لگا طبل اُس طرف ۲۴ مشکل کشا کی فوج نے باندھی صف اُس طرف
تیروں نے رُخ کیا سوئے ابنِ سعد اُف اُف تلواروں نے اُٹھائے ہیں سر اُف اُف

تھا بسکہ شورِ جنگ سے رُک رُک کے ماہ و
جوشِ عقیدتِ وفا کا حسینی سپاہ کو

غصّے سے آفتاب ہوئے مہ وشوں کے رنگ ۲۵ فوجوں پہ جب زمین پہ دنوں کی ہوئی نمک
تن تن کے برچھیاں جو سنبھالیں برائے جنگ بے چین ہو گئے فرسِ تیز و تند و تنگ

پاسِ ادب سے شاہ کے صف بڑھ کے تھم گئی
پیڑی ہر اک سوار کی گھوڑے پہ جم گئی

تنتا ہوا بڑھا کوئی قبضے کو چھوڑ کے ۲۶ بھالا کسی نے رکھ لیا کانٹے پہ توڑ کے
بولا کوئی یہ غول ہیں کیا شام و روم کے مُڑتے اُلٹ گئے ہیں ترے سر شکوہ توڑ کے

نامرد ہیں جو آنکھ چُراتے ہیں مرد سے
دونوں کو چار کر کے پھریں گے نبرد سے

دولاکھ سے تنک کسی غازی کی لڑ گئی ۲۷ بن کھائے رُخ پہ زلف کسی کی بگڑ گئی
چتون کسی کی شورِ دہن سے بگڑ گئی منہ سُرخ ہو گیا شکن ابرو پہ پڑ گئی

نکلا کوئی سمند کو رانوں میں داب کے
غصّے سے رہ گیے کوئی ہونٹوں کو چاب کے

بڑھ کر کسی نے تیر ملایا کمان سے ۲۸ نیزہ کوئی ہلانے لگا آن بان سے
نعرہ کسی کا پار ہوا آسمان سے تلوار کھینچ لی کسی غدر نے میان سے

ایک شور تھا کہ تیغ کیے سے حیات کو
لاشوں سے چل کے پاٹ دو نہرِ فرات کو

سُنتے ہی یہ کلام جوانانِ نام ور ۲۹ لڑکے الگ کھڑے ہوئے خوں پی بندھ کر
کہتے تھے نیچے لیے وہ غیرتِ قمر یارب شکست کوفیوں کو دے ہمیں ظفر

سر کے نہ پھر وفا میں جو بڑھ کے قدم گڑے
جا کر درِ یزید پہ اپنا علم گڑے

عبّاس شہ سے کہتے تھے بھرے ہوئے ہیں شیر ۲۰ تیر اُس طرف سے آچکے اب کس لیے ہے دیر
دو دن کی بھوک پیاس میں ہیں زندگی سے سیر مولا غلام سے نہیں رکنے کے یہ دلیر
پاسِ ادب سے غیظ کو ٹالے ہوئے ہیں یہ
شیرِ خدا کی گود کے پالے ہوئے ہیں یہ

کس کو ہٹائے کس کو سنبھالے یہ جاں نثار ۲۱ مرنے پہ ایک دل ہیں بہتر وفا شعار
ہے مصلحت کہ دیجیے اب اِذن کارزار ایسا نہ ہو کہ جا پڑیں لشکر پہ ایک بار
برہم ہیں سرکشی پہ سوارانِ شام کی
اکبرؑ کی بات مانتے ہیں نہ غلام کی

جب رد کتا ہوں میں انھیں اے آسماں سریر ۲۲ کہتے ہیں کیوں امام کی جانب لگائے تیر
باندھے ہے سرکشی پہ کمر لشکرِ شریر ہنگامِ جنگ شیر کے بچے ہوں گوشہ گیر
کس قہر کی نظر سے لعینوں کو تکتے ہیں
بچوں کو دیکھ لے یہ غیظ کہ آنسو ٹپکتے ہیں

اک اک جری کو تشنۂ جرأت کا جوش ہے ۲۳ عالم ہے بے خودی کا پہ مرنے کا ہوش ہے
ہر صف میں یا علیؑ ولی کا خروش ہے کہتے ہیں بار بار کہ سر بارِ دوش ہے
مشتاق ہیں وہ پیاس میں تیغوں کے گھاٹ کے
ڈر ہے کہ مر نہ جائیں گلے کاٹ کاٹ کے

حسرت سے کی سوئے رُخِ شاہ نے نظر ۲۴ بولے حبیبؑ نذر کو حاضر ہیں سب کے سر
فرمایا شہ نے ہم بھی ہیں آمادۂ سفر اچھا بڑھے جہاد کو ایک ایک نام ور
یہ راہِ حق ہے جو قدم آگے بڑھائے گا
دربارِ مصطفےٰ میں وہی پہلے جائے گا

مژدہ یہ سن کے شاد ہوئے غازیانِ دیں ۲۵ اک اک دلیر جانے لگا سوئے فوجِ کیں
جب نعرہ زن ہوئے صفت شیرِ خشمگیں تھرّائے آسماں کے طبق، ہل گئی زمیں
برپا تھا شورِ حشر دلیروں کی حرب سے
نوبت تو کیا، جہاں تہ و بالا تھا ضرب سے

اللہ رے جہادِ حبیبِ ذوی النہیرین ۳۶ گویا بپا تھا معرکۂ خندق و حنین
جب مر گئے وہ عاشقِ سلطانِ مشرقین مقتل میں پیٹتے ہوئے دوڑے تھے شیخین
یوں جا کے روئے ان کے تنِ پاش پاش پر
جس طرح بھائی روتا ہے بھائی کی لاش پر

خالی ہوا قدیم رفیقوں کا جب پڑا ۳۷ کانپا سپہرِ ہشت، زمیں ہل گئی بہت
کٹنے لگا عزیزوں کا بھی جب چمن ہرا گر روئے آپ، ہاتھ جگر پر بھی دھر لیا
لڑکے جو یک بہ یک کئی ہاتھوں سے کھو گئے
ٹکڑے حسن کی طرح کلیجے کے ہو گئے

تھی قبرِ حق عقیل[۱۴] کے پوتوں کی کارزار ۳۸ تھے شیرِ حیدری کا نمونہ سے جن کے وار
عزت عرب کی رکھ گئے جعفر کے یادگار تھے تین چار شیر کے بچے جو شوخ و شکار
فتح و ظفر تھی، مشقِ علیؑ اختیار میں
پنجے میں تھا وہی جسے تاکا مزار میں

نکلے برادرانِ علمدارِ صف شکن ۳۹ دکھلا دیے علیؑ کی لڑائی کے سب پیں
بے سر تھے مورچوں میں جوانانِ پیل تن لاشوں پہ شیر گرتی تھیں پڑتا تھا رن پہ رن
آنکھوں میں پھر رہی تھی چمک ذوالفقار کی
عباسؑ داد دیتے تھے ایک ایک وار کی

تھا چھوٹے بھائیوں کے لیے مضطرب جو دل ۴۰ گوشے کے پاس تھے کبھی سنکارے بسمل
نعرہ یہ تھا کہ شیر ہے ماں کا تمھیں بجل شیرِ ذکے نہ ہاتھ، بدن گوہے مضمحل
یہ وقتِ آبرو ہے، بڑی جد و کد کرو
ہاں بھائیو امام کی اپنے مدد کرو

اُلٹو پروں کو بڑھ کے صفوں کو بچھا کے آؤ ۴۱ ساحل کے پاس، خون کا دریا بہا کے آؤ
جب باگ اٹھاؤ، فوج کے اس پار جا کے آؤ یا مر کے آؤ، یا انھیں رن سے بھگا کے آؤ
ہاں صفدر نشاں نہ رہے فوجِ شام کا
بیٹوں کو پاس چاہیے، بابا کے نام کا

رو کر حسینؑ کہتے تھے بھائی سے دم بہ دم ۴۴ دولت پدر کی تم ہو، اور دیکھتے ہیں ہم
بے چین نہ دے گا آہ ہمیں بھائیوں کا غم عباسؑ غرض کرتے تھے اے قبلۂ امم

اب باپ کی جگہ ہے تمہیں عالی مقام آپ
صدقے نہ کس طرح ہوں کہ ہو سب غلام آپ

بے جان ہوتے جو رہِ خدا میں وہ شیر نر ۴۳ نصرت خمیدہ ہوتے، خم ہوتی کمر
ماتم میں تھے کہ موت نے گھر کا گھر اک دم میں قتل ہو گئے دونوں جواں پسر

سب پل بسے نبیؐ دعیؑ پاس رہ گئے
سڑ دو تن میں اکبرؑ و عباسؑ رہ گئے

آیا نظر جو شہ نو شاہِ نیک خو ۴۴ کبر کی چشم تر سے ٹپکنے لگا لہو
کی غیظ کی نظر طرفِ لشکرِ عدو پہلو سے آئے روتے ہوئے شہ کے روبرو

نکلی یہ بات، جوشِ بکا میں زبان سے
قاسمؑ کے ساتھ جائیں گے ہم بھی جہان سے

بچپن سے ہم سے یہ نہ ہوئے تھے کبھی جدا ۴۵ سوتے تو ایک فرش پہ، کھیلے تو ایک جا
محفل کا ساتھ چھوٹ گیا، دم مصیبت (ظ) مرجانے ایسا بھائی تو جینے کو تف کیا

حسرت یہ ہے کہ تیغوں سے تن پاش پاش ہو
پہلو میں ابنِ عم کے ہماری بھی لاش ہو

شہ نے کہا کہ سچ ہے یہ ایسا ہی ہے الم ۴۶ خالق جہاں میں بھائی کا بھائی کر دے نہ غم
بازو کا ٹوٹنا اجل سے کیا ہے کم مر مر کے غم میں بھائی حسنؑ کے جیے ہیں ہم

تازہ ہے غم پدر کا، خوشی دل سے فوت ہے
عباسؑ نامدار نہ ہوتے تو موت تھی

بھائی کے بعد سے ملی نہ مجھے حیات ۴۷ ہے کس کے غم گسار تھے یہ یا خدا کی ذات
خالی نہ پائی مہر و مروت سے کوئی بات سویا جو میں تو آن کر نہ، جاگنے میں رات

صدمے بھلائے دل نے حسنؑ کی جدائی کے
رونے نہیں دیا، مجھے ماتم میں بھائی کے

ہے ان کے اتحاد کا سب سے بڑا مزا ۴۹ بیٹے کا لطف باپ کی آغوش میں ملا
ملتا ہے بات بات میں ہر دم نیا مزا اور جھولا جھولتے ہوں تو بیٹے کا کیا مزا

قائم رکھے خدا علیؑ کے نشان کو
مالک یہی ہیں گھر کے یہی تن کی جان ہیں

قوت جگر کی تم ہو تو یہ بازوؤں کا زور ۵۰ بچھڑے جو دونوں ایک تو پھر میں کمزور
ہوتا ہے زخم دل پہ نمک آنسوؤں کا شور جب پتلیاں جدا ہوں تو پیسہ ہے کس قدر

تم پہلوؤں میں تھے جو یہ ہے کس سنبھل گئی
پھر خاتمہ ہے جسم سے جب دم نکل گیا

ان سے نشاں علیؑ کا ہے تم سے ہمارا نام ۵۰ گھر مٹ گیا نبیؐ کا جو دونوں ہوئے تمام
میت کے دفن کا بھی مقدم ہے انتظام مرنے کے بعد کون کسی کے ہے ہمرہ ام

تربت پہ تم سے گل ہوں تو دل باغ باغ ہو
اندھیر ہے جو قبر پدر بے چراغ ہو

کیونکر نہ ذکر ہجر یہ صدمہ ہے دل خراش ۵۱ بہتر پدر کرو کفن و گور کی تلاش
ہوگا یہ جسم ظلم کی تیغوں سے پاش پاش دو شخص پر ہے کہ اٹھائیں ہماری لاش

روئے کو کوئی دوست نہ یاور ہمرہانے ہو
فرزند پائینتی ہو برادر سرہانے ہو

اکبرؑ نے سن کے باپ سے یہ اشک خوں بہائے ۵۲ غش پر غش آئے ہوش گئے ضعف سے حواس
ہے زندگی یہی کہ ہمیں پہلے موت آئے خاک اس مقام پر کہ جو آقا کی لاش پائے

دست قوی ہیں تیزہ صمصام کے لیے
پائیں ہیں کیا یہ ہاتھ اسی کام کے لیے

بس گر پڑا یہ کہہ کے قدم پر وہ باوفا ۵۳ جھک کر کہا حسینؑ نے جانی یہ کیا ہوا
قاسمؑ کا ذکر کرتے تھے ہم شکل مصطفیٰ ہمشیر تو نے قبر میں کیوں نام لے لیا

ہم تم تو ساتھ گلشن ہستی سے جائیں گے
اچھا ہماری لاش کو اکبرؑ اٹھائیں گے

۵۴ نیچے قدموں سے آپ کی نعت کے میں نثار ۔۔۔ نعتیں بن بن کے لال جاتے ہو بھیا ہمارا پیار
کیجیں قدموں پہ مل سکے یہ بوڑھا تمہارا ۔۔۔ ہے اذنِ جنگ سر نہ اٹھائے گا فاکسار
یہ نہ کہیں مجھ سے بعد رسالت مآب کے
پہلے مروں گا اکبرِ عالی جناب سے

۵۵ صدقے میں گئی روح کا، اکبر کو روکیے ۔۔۔ دے کر قسم، شبیہ پیمبر کو روکیے
نورِ نگاہِ بانوئے بے پر، کو روکیے ۔۔۔ اے آفتابِ دیں، مہِ انور کو روکیے
پہلے رضا ملے تو بہت نیک نام ہوں
آقا یہ شاہزادہ ہے، اور میں غلام ہوں

۵۶ شہ نے کہا کہ سر تو قدم سے اٹھائیے ۔۔۔ لیجے رضائے جنگ نہ آنسو بہائیے
فرقت میں ہم مریں کہ جئیں خیر جائیے ۔۔۔ اپنی سکینہ جان سے جا کر مل آئیے
زوجہ کو پیٹتے ہوئے سر دیکھ لیجیے
بچوں کو اور یک نظر دیکھ لیجیے

۵۷ عباسِ شہ کے گرد پھرے اٹھ کے سات بار ۔۔۔ بھائی کو گھر میں لے کے چلے شاہِ ذی وقار
زینب پکار شاطرِ فوجِ ستم شعار ۔۔۔ واذن جنگ پائے گا عباسِ نام دار
خود دیکھ کر یہ حال پھرا ہوں میں راہ سے
ملنے گئے ہیں خیمے میں ناموسِ شاہ سے

۵۸ تھے آتے آتے ہاتھوں سے تھامے کہ امامؑ ۔۔۔ نعرہ یہ دم بہ دم تھا کہ اب ہم ہوئے تمام
ہاتھوں سے گھاٹ رک کے نوآیا وہ نیک نام ۔۔۔ اب معرکے پہ جا کا، اے ساکنانِ شام
زینب سے کہہ رہے کہ لڑائی ہے شیر سے
پھر تیسری مشک میں ترائی دلیر سے

۵۹ آئے جو سامنے سے تو ہی یہ خبر دی ۔۔۔ کانپے مثال بید، جوانانِ پُرجگر
ساحل سے ہٹ کے نہر پکاری کہ الحذر
پھیلی صفیں یہ تا لبِ دریا، عیاں ہوا
فوجِ ستم شعار پہ رعبِ حسیں ہوا

ٹوٹے وہ مورچے جو بندے تھے بے ہنر
اللہ کی ہیبت خلف شیر زد بحر

منہ زرد ہو کے رہ گیا ہر نوجوان کا
دشتِ بردلیت بنا زعفران کا

تھا شش جہت میں غل کہ یہ ہے روزِ حساب
اُس شیر پر نہ ہوگی کوئی فوق تاب

حملہ غضب ہے، بازوئے شاہِ حجاز کا
لنگر نہ ٹوٹ جائے زمیں کے جہاز کا

ڈر سے ہوا تھی ایک طرف گرد بحر تھی
ہمٹے ہوئے تھے کوفے کے نامور تمام

بھاگے تھے نیزہ باز ترائی کو چھوڑ کے
تھی ابتری سپاہِ ضلالت شعار میں

سو بار جو لڑے تھے اکیلے ہزار میں
چہرے تھے زرد خوف سے حیدر کے نام کے

نامرد منہ چھپاتے تھے گھونگھٹ میں ڈال کے
سرکردہائے فوجِ مخالف تھے بے حواس

سب کا یہ قول تھا کہ ہوئی زندگی سے یاس
طاقت سے ہیں بھرے ہوئے بازو دلیر کے

خیبر کشا کا زور ہے پنجے میں شیر کے
اس فوج میں ہے گو یہ تزلزل یہ انتشار

مضطر ہیں بیبیاں شہ والا ہیں بے قرار
بیٹی حسین کے چاک گریباں کیے ہوئے

روتی ہے سوکھی مشک سکینہ لیے ہوئے

منہ دیکھتی ہے باپ کا جب وہ بہ چشمِ تر ۶۶ کہتے ہیں یہ اشارے سے سلطانِ بحر و بر
لٹتا ہے باپ تم کو سکینہ نہیں خبر جانے نہ دو چچا کو، ہمیں چاہتی ہو گر
آنسو بہا بہا کے نہ پانی کا نام لو
دامن تب کا ننھے سے ہاتھوں سے تھام لو

بھائی کے اضطراب سے زینب کا ہے یہ حال ۶۷ ڈھنگی ہوئی ہے سر سے ردا اور کھلے ہیں بال
عباس سے یہ کہتی ہے رو کر بہ صد ملال چھوڑو نہ شہ کو اے اسدِ کبریا کے لال
کیا کہتے؟ سکینہ سے منہ موڑ موڑ کے
بھیا اکدھر چلے مرے بھائی کو چھوڑ کے

دیکھو تو واں سبطِ رسولِ فلک اساس ۶۸ بیٹے کا غم، بھتیجے کا ماتم، ہجومِ یاس
ہے کثرتِ سپاہ میں تنہا وہ حق شناس قربان جاؤں، تم تو رہو بے وطن کے پاس
عاشق ہو، دلبرِ اسدِ ذوالجلال کے
بازو قوی تمہیں ہے ہیں زہرا کے لال کے

عباس کہتے ہیں کہ نہ جاؤں تو کیا کروں ۶۹ کیوں کر نہ حق امامِ زماں کا ادا کروں
اس دن حفیں ہزاروں سے تنہا وغا کروں یہ سر ہے اس لیے کہ قدم پر فدا کروں
پہونچا ہے فیضِ سیدِ خوشخو کے ہاتھ سے
دنیا میں کچھ تو کام ہو بازو کے ہاتھ سے

رخصت طلب ہے شاہ سے، آبِ رسالہ فام ۷۰ شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام
للہ روکیے نہ اب، اے خواہرِ امام وہ امر کیجیے کہ بڑھے جس سے میرا نام
بیکس ہوں، ساتھ ماں نہیں، سر پر پدر نہیں
میں آپ کا غلام تو ہوں، گو پسر نہیں

باتیں یہ سن کے روتی ہیں زینب جھکا کے سر ۷۱ تھرا رہی ہے زوجہ عباسِ نام ور
چہرہ تو فق ہے، گود میں ہے چاند سا پسر مانع ہے شرم، روتی ہے منہ پھیر پھیر کر
موقع نہ روکنے کا ہے، نے بول سکتی ہے
حضرت کے منہ کو نرگسی آنکھوں سے ملتی ہے

کہتی ہے رو کے بانو سے فرقت ہے بار بار ۷۴ تم کب تک آتے جاتے رہیں گے ہمارے گھر
ہے لونڈیوں کے باب میں بی بی کو اختیار پھر آپ جانتی نہیں کس وقت کیا کرے

کہتی ہے رو کے بانو سے فرقت ہے بار بار
ہے لونڈیوں کے باب میں بی بی کو اختیار

کہتی ہے رو کے بانو سے فرقت ہے بار بار
اب عنقریب ہے کہ مرا گھر تباہ ہو

اکبر کا واسطہ کوئی تدبیر کیجیے ۷۵ [illegible]
کچھ دل کو ہو قرار وہ تقریر کیجیے [illegible]

اک دل ہے نیر اور کئی غم ہیں بے شمار
بی بی میں کیا کروں مرے بچے صغیر ہیں

عباس دیکھتے ہیں جو زوجہ کا اضطرار ۷۶ ہوتا ہے تیر غم جگر ناتواں کے پار
روتے ہیں خود مگر یہ اشارہ ہے بار بار شوہر کے غم میں یوں کوئی ہوتا ہے بیقرار

عباس دیکھتے ہیں جو زوجہ کا اضطرار
روتے ہیں خود مگر یہ اشارہ ہے بار بار

آزاد سے دلبر زہرا کے سامنے
روتی ہیں لونڈیاں کہیں آقا کے سامنے

کھولا ہے گوندھے بالوں کو صاحبہ کیا ہے کیا؟ ۷۷ پیٹے ہے سر کو روتے ہے فرزند مر گیا
خیر النساء کے لال پہ ہوتے ہیں ہم فدا شادی کا ہے مقام کہ ماتم کی ہے یہ جا

ایذا میں صبر، صاحب ہمت کا کام ہے
میری بھی آبرو ہے تمہارا بھی نام ہے

لو پونچھ ڈالو آنسوؤں کو، بہر ذوالجلال ۷۸ دیکھو زیادہ رونے سے ہوتا ہمیں ملال
میری مفارقت کا نہ کیجو کبھی خیال قائم تمہارے سر پہ رہے ذوالجلال کا
غم چاہیے نہ آہ و بکا چاہیے تمہیں
شہ کی سلامتی کی دعا چاہیے تمہیں

صدقے ہیں ابن فاطمہ پر مجھ سے سو غلام ۷۹ دیکھو نہ روتے دیکھ ہمیں تم کو کب ہیں کام
کیا اشک خوں بہا کے بگاڑو گی میرکا ہم ہاتھ جوڑتے ہیں یہ ہے صبر کا مقام

پوچھیں حضور گر کہ تمہیں کب قبول ہے
صاحب یہ کہیو تم کہ رنڈاپا قبول ہے

دیکھو کہ گھر میں دو ہی رنڈیں ہیں تین چار ۷۸ آداب شہ سے چپ ہیں نہیں کوئی بیقرار
رہ رہ کے بات کرتے ہیں وہ ذرا ہوشیار دُنیا ہے بے ثبات، زمانہ ہے بے مدار

کیا کیا نہ تفرقے ہوئے ایک ایک آن میں
صاحب سدا کوئی بھی جیا ہے جہان میں

قاسمؑ کو دیکھو، جانبِ کبرا کرو نگاہ ۷۹ گذری جو شب، تو صبح کو گھر ہو گیا تباہ
دشمن کو بھی دکھائے نہ اللہ ایسا بیاہ کیا صابرہ ہے، دخترِ شبیرؑ واہ واہ

بہتے ہیں یوں جہان میں جنار انڈ ہونے کی
آواز بھی بھلا کوئی سنتا ہے رونے کی

آفت میں صبر کرتی ہیں اس طرح بیبیاں ۸۰ ہوتا ہے صابروں کا مصیبت میں امتحاں
جل جائے دل، مگر نہ اُٹھے آہ کا دھواں اُف کیجیے نہ منہ سے، جو پہونچے لبوں پہ جاں
چرچا رہے کہ وقت پہ کیا کام کر گئی
چھوٹی بہو علیؑ کا بڑا نام کر گئی

شوہر نے یہ کلام کیے جب بہ چشمِ تر ۸۱ چپ ہو گئی وہ صاحبِ ہمت جھکا کے سر
ہتیارا سنج کے حضرتِ عباسؑ نامور آئے قریب لختِ دلِ سیّد البشرؐ
صدمے سے رنگِ سبطِ نبیؐ زرد ہو گیا
کانپے یہ دست و پا کہ بدن سرد ہو گیا

جوں جوں قریب آتے تھے عباسؑ نامور ۸۲ بے تاب تھے حسینؑ سنبھالے ہوئے جگر
تھے تھے غضب میں جھک کر ادھر اور اُدھر جینے نہ دے گا آہ، ہمیں صدمہ کمر
ہے زیست تلخ فاطمہؑ کے نورِ عین کو
زینبؑ کہاں ہو آ کے سنبھالو حسینؑ کو

سب گھر کی بیبیوں سے کہو جا کے پاس ہیں ۸۳ باذ کہاں ہیں، زوجۂ عباسؑ کو بلائیں
روزی میں تشنہ کام اسکینہؑ کو جلد لائیں کوچ اب جہاں سے ہے، انہیں سب آ کے دیکھ جائیں
یہ نوجواں سنبھالے گا جس دم مَرُوں گا میں
عباسؑ سے ہر اک کی سفارش کروں گا میں

یہ سن کے ساری بیبیاں آنسو ہوئیں نثار ۹۴ ہو سے قدم پہ جملہ کے یہ جاں نثار ہیں
اے آفتابِ حامیاں، نورِ کردگار بل من لب پہ تا دمِ رخصت ہے بار ہیں

ہیں ذرہ پروری کے یہی آفتاب ہیں

آقا یہ دیر کس لیئے خادم کے باب میں

لڑکوں نے معرکہ میں کیے اپنے نام ۹۵ کیا میں غلام ناقص ہیں یا شہ انام
ایسا دن اور بھی کوئی ہونے گا یا امام کس کام کا جو آج نہ کام آئے یہ غلام

مشکل پڑی ہے وقت میں رکنِ دلیر کا

آخر پسر ہوں شیر ہی تے شیر کا

ہوتا جو سب سے پہلے فدا خادم جناب ۹۶ خوش ہوتی فاکسار سے روح نبی و تب
اب ہوں ہر ک کے آگئے خجالت سے کب آب زہرا سے بھی حجاب ہے شبر سے بھی حجاب

اب بھی نہ تیغ و تیر گر تن پہ کھائیں گا

مولا بتائیے کسے پھر منہ دکھائیں گا

ساتھ آپ کے ہوں گا، نہ گر قتل کی جفا ۹۷ مجھ سے رسول پاک خوشی ہوں گے یا خفا؟
بیزار کیا نہ ہوگا دلِ شاہ لافتا پھر فی علی کہیں گی مجھے سب وفا؟

مرنے کا حظ، نہ جینے کا مطلق مزا رہا

انساں کی آبرو نہ رہی جب تو کیا رہا

پالا ہے مجھ کو یا شہ دیں گیر آپ نے ۹۸ کی ہے ہمیشہ پیار سے تربیت آپ نے
باندھوائی ہے کمر سے یہ شمشیر آپ نے بخشی ہے سب میں فوت و توقیر آپ نے

وقت مدد ہے آج یہی امتحان دیجیے

بندہ سمجھ کے اب مجھے آزاد کیجیے

گردن بلا کے شہ نے کہا آہ کیا کروں، ۹۹ مشکل ہے سخت سے مرے خدا کیا کروں
جینے نہ دے گا یہ غمِ جاں کاہ کیا کروں چھٹتا ہے بے برادر ذی جاہ کیا کروں

دم بھر کی زندگی مجھے دشوار ہوگئی

سب تو خفا تھے موت بھی بیزار ہوگئی

غازی نے رکھ دیا قدمِ شاہِ دیں پہ سر ۹۰ بولے گلے لگا کے شہنشاہِ بحر و بر
اے تن کی جان اے سببِ قوتِ جگر یوں ہے خوشی تو خیر جہاں سے گزر و سفر

بھائی نہ ہو تو بھائی کی مٹی خراب ہے
اچھا تمہارا کوچ مرا پا تراب ہے[۲۸]

روتا ہوا جھکا پئے تسلیم وہ جری ۹۱ سب روئے مشک دوشِ مبارک پہ جب دھری
اک آہِ سرد زوجۂ عباسؑ نے بھری صدمے سے رنگ زرد تھا اور تن میں تھرتھری

سر سے ردائے دوش تلک آ کے گر پڑی
بانو کے پاس خاک پہ غش کھا کے گر پڑی

نکلا وہ شیر خیمے سے باہر غضب لیے ۹۲ مجرے کو آئی فتح، سپاہِ حشم لیے
جرأت نے بڑھ کے بوسۂ تیغِ دو دم لیے نصرت نے چومے ہاتھ، ظفر نے قدم لیے

خورشید کا جلال نگاہوں سے ڈر گیا
اقبال سر کے گرد ہما بن کے پھر گیا

آیا سبک ہوا وہ سمندِ براق سیر ۹۳ تھا جو فلک پہ اڑنے کو تیار مثلِ طیر
ہوتا تھا اس کے ڈر سے غزالوں کا حال غیر ان میں سیاہِ شرع سے رو کے تو یہ نجیر[۲۹]

حلقہ قدم کی، گرد کو پاتی نہیں کبھی
ڈھونڈے سے بشر پری نظر آتی نہیں کبھی

دو زیب و زین زین کی وہ سازدہ پسند ۹۴ زیور سے جیسے ہوتی ہے آراستہ دلہن
چشمِ سیاہ، دیدۂ آہو پہ طعنہ زن سرعت یہ تھی کہ بھولتے تھے چوکڑی ہرن

جادو تھا معجزہ تھا، پری تھی طلسم تھا
پا تھا نہ تھی زرہ میں تہمتن کا جسم تھا

رکھا قدم رکاب میں حیدر کے لال نے ۹۵ خلیل پا کو فخر سے دم ہلال نے
بخشی جو صبر و زیب کو خیر و خجستہ خال نے دم کو چنور کیا، دمِ عیسیٰ مثال نے

اس ناز سے وہ شاہِ غزالاں ختن چلا
دو قدسی تھے کہ سیر کو سوئے چمن چلا

خوشبو سے ارضِ پاک ریاضِ جناں بنی ۵۶ گرد اڑ کے عنبر و مشک و خزاں بنی
جلوے سے راہِ دشت بلا کہکشاں بنی فرسے پہ نجم و زمیں آسماں بنی

تم بدر سے تھے، تو خال بھی چاروں ہلال تھے
نقشِ تمر فرس سے ہزاروں ہلال تھے

وہ دبدبہ، وہ سطوتِ شاہانہ، وہ شباب ۵۷ تھرا رہا تھا جس کی ہیبت سے آفتاب
وہ رعبِ حق کہ شیر کا زہرہ ہو آب آب صولت میں فرد، دفترِ جرأت میں انتخاب

تیور میں سارے طورِ خدا کے دکھے ہیں
شوکت پکارتی ہے کہ بیٹے علیؑ کے ہیں

پہونچے جو دشتِ کیں میں اڑاتے ہوئے فرس ۵۸ گھوڑے کو ہاتھ تھام کے یہ آزدی کا بس
دیکھیں صفیں جمی جو چپ و راست و پیش و پس نعرہ کیا نہ پہ جانے کی سب نے دسترس

روکے گا جو وہ موت کے پنجے میں آئے گا
ہٹ جاؤ سب کہ شیرِ ترن میں جائے گا

روکے ہمیں نکل کے، جو طاقت کسی میں ہو ۵۹ لے تیغ مان لے جو شجاعت کسی میں ہو
گرمائے رخش کو، جو حرارت کسی میں ہو آئے، جو حربِ ضرب کی قدرت کسی میں ہو

دو ہاتھ میں علیؑ کے پسر وار پار ہیں
دریا نہیں کہ رک گیا ہم ذوالفقار ہیں

تم کیا، پہاڑ بیچ میں گر ہو، تو ٹال دیں ۶۰ شیروں کو ہم ترنی سے باہر نکال دیں
مہلت نہ ایک کو دمِ جنگ و جدال دیں پانی تو کیا ہے گھاٹ میں گھوڑے اتار دیں

منہ دیکھتے ہیں جو ہیں نگہبان گھاٹ کے
لے جائیں گھر پہ تیغ سے دریا کو کاٹ کے

سرکش ہیں سب ہماری زبردستوں سے زیر ۶۱ ہے شاخ شاخ باپ کا زورِ ہم دلیر
جب رن پڑا ہے کر دیے ہیں زخمیوں کے ڈھیر لائے ہیں جا کے آگ سے پانی خدا کے شیر

عفریت بھاگتے ہیں، وہ چوٹیں ہماری ہیں
بیرالعلم میں کود کے تلواریں ماری ہیں

جرأت جلو میں رہتی ہے نصرت رکاب میں ۱۰۲ (ف) لیتے ہیں گھاٹ پیر کے تیغوں کی آب میں
لکھے ہوئے ہیں شیروں کے حملے کتاب میں فصلیں ہیں اپنے زور کی خیبر کے باب میں
ناصر ہیں بادشاہ فلک بارگاہ کے
دفتر اُلٹ دیے ہیں عرب کی سپاہ کے

بے مشک کے بھرے ہمیں آتا ہے چین کب ۱۰۳ گرمی میں پیاس سے کئی بچے ہیں جاں بلب
اصغر کی گودیوں میں تڑپتے کٹی ہے شب کیا وقت ہے حسینؑ کے بچوں پہ ہے غضب
نالے پڑے ہوئے ہیں سکینہ کی جان کے
کانٹے مجھے دکھاتے تھے سوکھی زبان کے

عبرت کی یہ جگہ ہے کہ ہم اور سوزِ آب ۱۰۴ سقے بنے ہیں دیکھ کے بچوں کا اضطراب
اس مشک نے کیا ہمیں عقبیٰ میں کامیاب اللہ ری آبرو، کہ بہشتی ملا خطاب
شہ سے نشانِ فوجِ پیمبر بھی مل گیا
طوبیٰ کے ساتھ چشمۂ کوثر بھی مل گیا

یہ ذکر تھا کہ فوج کی جانب سے تیر آئے ۱۰۵ نیزے اُٹھا کے شیر کے منہ پر شریر آئے
یہ بھی جھپٹ کے مثلِ سگِ قلعہ گیر آئے گیتی ہلی غضب میں، جنابِ امیر آئے
گھوڑا اڑا پروں کو سواروں کے توڑ کے
لپکی صفوں پہ سیف بھی، کاٹھی کو چھوڑ کے

آمد تھی تیغ کی کہ اجل کا پیام تھا ۱۰۶ یہ صف اخیر تھی وہ رسالہ تمام تھا
بجلی سا ہر جگہ فرسِ تیز گام تھا شش در تھی موت، چار طرف قتلِ عام تھا
اس نول پر کبھی تھی کبھی اُس قطار پر
پڑتا تھا ایک تیغ کا سایہ ہزار پر

وہ تیغ کی چمک وہ تڑپ راہوار کی ۱۰۷ رفرف کی اک شبیہ تو اک ذوالفقار کی
شوکت سوار میں شہ دُلدُل سوار کی حملوں میں شان سب اسدِ کردگار کی
چتون وہی، غضب وہی، بے باکیاں وہی
پھُرتی وہی، جھپٹ وہی، چالاکیاں وہی

توڑا یہ مورچے یہ صف اُلٹی اور جدھر پھرے ۱۰۸ تلوار خوں میں آپ پسینے میں تر بتر
یوں خاک پہ گرا کے جیدوں کے سر پھرے جیسے شکار کھیلے ہوئے شیر نر بتر
تھی قہر کی نگاہ، غضب کا جلال تھا
آنکھیں بھی سرخ سرخ تھیں چہرہ بھی لال تھا

منھ پھر گئے سپاہ کے جس سمت رُخ کیا ۱۰۹ یاں سے وہاں گئے نہ گئے مار لے گئے
باقی رہے ہزار میں سو دس میں اِک جیا اللہ رے دم لہو پہ ہو تیغ نے پیے
اس پر بھی تشنگی کو نہ تسکیں ذرا ہوئی
گویا تھی آگ پیٹ میں اس کے بجھی ہوئی

بے شک تھا ان کا ہاتھ امیرِ عرب کا ہاتھ ۱۱۰ پہونچی وہ میں منوطرف کہ تشنہ لب کا ہاتھ
آئی اجل اٹھا جو کسی بے ادب کا ہاتھ تیغِ خدا کے شیر نے مارا غضب کا ہاتھ
بازو پہ آئی تیغِ دو دم شانہ کاٹ کے
پہنچے کو بھی قلم کیا دستانہ کاٹ کے

چلتا تھا مثلِ برق یمین و یسار ہاتھ ۱۱۱ ڈر ڈر کے جوڑتے تھے ملائک شعار ہاتھ
(اللہ رے) ان کی نہ ایک ضرب نہ اُن کے ہزار ہاتھ کافی تھے سب کو تیغِ دو دستی کے وار ہاتھ
آواز شش جہت میں بگیر و ببرن کی تھی
اللہ کا کرم تھا مدد پنجتن کی تھی

نعرہ جدا صدائے بگیر و بدن جدا ۱۱۲ گوشہ کماں سے دور تھے گوشوں سے رن جدا
بکتر جدا زمین پہ ٹکڑے زرہ جدا نیزوں کو دیکھیے تو برہ سے گرہ جدا
اللہ رے فرقِ گردن و سر بھی بہم نہ تھے
کشتوں کا ذکر کیا ہے کہ تیغوں میں دم نہ تھے

جس کی طرف نظر دمِ جنگ و جدل پھری ۱۱۳ پھد بھٹ کے تیغ سے اسی جانب اجل پھری
رہواریوں پھرا کہ اشارے میں کل پھری تلوار بھی گلوں کی طرف بر محل پھری
ایسے جری سے کس کو مجالِ مصاف تھی
یوں پھر کے صف کی صف کو جو دیکھا تو صاف تھی

چس پیرے کا کٹی تھی وہ تلوار ہاتھ پاؤں ۴ ڈر سے بڑھا نہ سکتے تھے ذوالفقار ہاتھ پاؤں
سرنگ گیں تو ہو گئے بے کار ہاتھ پاؤں چمکی گری تو آٹھ ہوئے چار ہاتھ پاؤں
روحیں پکاریں تیغ پہ آئی نکل چلو
بولی جسن سے انکے ترنجوں کے بل چلو

تیرے اُڑتے قلم تو از سر برچیاں قلم ۵ تڑپتے دو نیم ٹکڑے کمیں نشاں قلم
ہر ہاتھ میں قلم کی طرح استخواں تلم منھ تیغ کا خراب، سناں کی زباں قلم
جب تن سے آئی سر پہ کسی بدخصال کے
گویا سموم میں گئی پیروں پہ ڈھال کے

کی جس نے سرکشی وہی فتنہ فرد ہوا ۶ ظالم ہزار میں تھا جو کیتا وہ دو ہوا
نشتر ہوے شیہ کا دست نمود ہوا ٹھنڈا وہی تھا، جنگ پہ سرگرم جو ہوا
تھا خاتمہ سپاہ جہنم مقام کا
شعلے بجھائے دیتا تھا پانی حسام کا

نہ تیغ کھوں ریز تھی نہ لبے کا بھی خصار ۱۷ تھا اُس کے ہاتھ سے دلِ چار آئینہ فگار
آئی تھیں منھ پہ تیغوں کے ایسے پڑے تھے وار خود اپنے سر پٹکتے تھے گر گر کے بار بار
پانی وہ زہر تھا کہ پیا اور فنا ہوا
سنتے ہی تک زرہ کا کلیجہ چھنا ہوا

جاتی تھی برچھے کی تڑپ تن کے بار بار ۱۸ چڑھتے سو ر گرتے تھے توسن کے بار بار
ٹوٹی تھی اوسان کی صدمن سے بار بار ہر سر کا بار اُترتا تھا گردن سے بار بار
غارت ہوئے تباہ ہوئے سب تڑک ہوئے
ضرب گراں جو اٹھ نہ سکی کیا سبک ہوئے

ثبت رہی نہ زخم کی منھ پر نہ سر بچا ۱۹ سینے میں دل کو کاٹ گئی گر جگر بچا
زخمی ہو گیا وہ آدمی جو اِدھر بچا بے زخم کھائے ایک نہ بیداد گر بچا
تھا سارے کون کون ڈرے ہلاک تھا
سالم تھا جس کا جسم، جگر اس کا چاک تھا

سرسے کمر میں تھی تو کمر سے تہ ذیل ۲۰ آفت کا منھ تھا اور قیامت کا ڈیل
گھنگھرو بجتے تھے جو پڑی پیش و پس دو تھے کہ ناچتے تھے پڑا ناچتا تھا فیل
فیل مست اور وہ بڑھے جیسے سرکش پہاڑ
آفت ہیاسے کون بھلا سکتے ہیں پہاڑ

فیل تھا شرارتوں سے اس آتش زبان کی ۲۱ پریاں پکارتی تھیں کہ ہو خیر جان کی
دنیا میں شعلہ بار ہے آگ اس جہان کی بدلی ہوئی ہے آن تو آسمان کی
بجلی خجل ہے نازیہ اس شعلہ خو کے ہیں
جو پھاڑ ہے سروں کی وہ ذرے ہو کے ہیں

جب بڑھ کے سن سے صورتِ تیغ علی چلی ۲۲ ثابت ہوا کہ خنجرِ دست ولی چلی
دل پر خفی چلی تو گلوں پر جلی چلی تن سے نکل کے روح پہ تاری چلی چلی
دی تیغ نے صدا کہ ارادہ کدھر کا ہے
چلائی موت چل یہی رستہ سقر کا ہے

خشکی میں تھی جو آب تو آتش تری میں تھی ۲۴ ہم نام ذوالفقار علی ہر صفت میں تھی
تلوار تھی کہ برق، لباسِ پری میں تھی بے باک اس لیے تھی کہ دست وغی میں تھی
خوں بھی اسے حلال دیانت بھی معاف تھی
کاٹا تھا سو گلوں کو مگر پاک صاف تھی

سارے رسالہ دار تباہی میں پڑ گئے ۲۴ سب منھ کسے دکھائیں کہ چہرے بگڑ گئے
نامی جو تھے جواں، قدم اُن کے اکھڑ گئے بھاگے جو سب نشان بھی تھامے نہ گڑ گئے
علموں کے پاس ڈھیر سے پھریروں کے گر گئے تھے
ریتی پہ بیرقیں تھیں کہ مُردے کفن میں تھے

پہنے ہوئے تھے جسم میں زرہیں جو چست چست ۲۵ چوٹیں کڑی پڑیں تو ہوئے وہ بھی خستہ دست
خوفِ اجل سے بھول گئے دعدۂ نخست ٹوٹی صفوں میں ہاتھ کسی کے نہ آئے دست
اک شور تھا کہ جان گئی اس لڑائی میں
گھوڑے بھگاؤ آگ لگی ہے ترائی میں

مغفر نہ سر کے پاس نہ خفتان کمر کے پاس ۱۲۶ بیٹے کے پاس باپ نہ بیٹا پدر کے پاس
قبضے کے پاس تیغ نہ دستہ تبر کے پاس کڑیاں زرہ کے پاس نہ دامن سپر کے پاس

ابرو کی شان پر تھی نہ پرچم نشان پر
پیکاں نہ تیر پر تھے نہ چلّے کمان پر

نہ وہ علم سیاہ نہ، وہ رُو سیاہ تھے ۱۲۸ تیغ و سپر بھی پاس نہ تھی بے پناہ تھے
بے سر تھے وہ جو فوج میں صاحب کلاہ تھے سب چھاؤنی اجاڑ، محلّے تباہ تھے

دکھلا دیا تھا خالقِ عادل نے قہر کو
گویا غنیم لوٹتا پھرتا تھا شہر کو

بولی سپر سے تیغ کہ تجھ میں پناہ ہے ۱۲۸ اس نے کہا کہ بھاگ زمانہ سیاہ ہے
ہر جا پہ تیغ شعلہ فشاں سدِ راہ ہے اس معرکہ میں کوہ بھی گر ہو تو کاہ ہے

جنات ڈر کے ہاتھ سے منھ ڈھانپتے ہیں آج
میں کیا ہوں جبرئیل کے پر کانپتے ہیں آج

ڈر ڈر کے پچھلے پاؤں سپاہی یہیں ہٹی ۱۲۹ یہ صف سوئے یسار وہ سوئے یمیں ہٹی
شتر کے جبلِ نہر کہیں سے کہیں ہٹی دہشت سے آسماں ہوا اونچا زمیں ہٹی

بھاگڑ پڑی کہ ایک سے ایک آگے بڑھ گیا
دریا لہو کا کشتیِ گردوں پہ چڑھ گیا

اندر کی جنگ شیر نیستان و کربلا ۱۳۰ چونٹی بھی مورچوں میں نہ تھی آدمی تو کیا
پہونچے ترائی میں تو یہ اعدا کو دی صدا کیوں اب یہ نہر کس کی ہے، اے قوم اشقیا

اک آن میں شکست ہزاروں کو دیتے ہیں
دیکھو، سد ترائی کو یوں چھین لیتے ہیں

رستے کٹے ہوئے ہیں کہاں سے وہ بندوبست ۱۳۱ کس نے یہ روم و شام کی فوجوں کو دی شکست؟
کیا ہو گئے ترائی سے وہ سب ہوا پرست؟ کیوں سربلند کون ہے اس وقت کون پست؟

فوجوں میں یوں کسی نے بھی گھوڑے اڑائے ہیں
دیکھو تو ہم کہاں سے کہاں لڑتے آئے ہیں

دُنیا جو اک طرف ہو تو اُس پر نظر نہ پائے
کس دبدبے سے جوہرِ تیغِ علی دکھائے

بس ہو سنے گھاٹ چین پر نشانے بیٹھے
شیروں سے جو زباں سے کہا تھا وہ کر چکے

لب تشنہ تین دن سے رہے اور بے فرات پانی
پر زہر ہے جو شے آسمان اساس

آقا کی تشنگی پہ جگر چاک ہو گئے
بے ان کے آبِ خضر بھی ہو تو فاک ہے

فرما کے یہ سمند کو ڈالا فرات میں
دریا دل ایسا کون ہوا کائنات میں

سیراب جب تلک کہ شہِ بحر و بر نہ ہوں
منظور تھا کہ ہاتھ بھی پانی سے تر نہ ہوں

گرمی سے تشنگی میں کلیجہ تھا آب آب
آجاتے تھے قریب جو ساغر بکف حباب

عباس آبرو میں تری فرق آئے گا
پانی پیا تو نام وفا ڈوب جائے گا

دریا سے مشک بھر کے جو نکلا وہ نیک نام
یوں ڈوب کر نکلتا تھا وہ آسماں مقام

موجیں تھیں رودِ نیل کی فوجوں کا ڈل نہ تھا
پروا ہ رے حواس کہ ابرو پہ بل نہ تھا

چلتی تھی بڑھ کے چار طرف تیغِ برق دم
دامن سے لگ کے ہاتھ اُلجھتا تھا دمبدم

اُڑ اُڑ کے برچھیوں جو اترتا تھا کھیت میں
گھوڑے کے چاروں پاؤں درآتے تھے ریت میں

گھیرے تھے ایک جان کو دور کھ اہلِ شر ۱۳۸ ٹھیرے کہاں قرار کہاں لیں تمہیں کدھر
چھاتی کے پار برچھیاں تینیں قریب سر پہلو میں اس طرف تو سنانیں، اُدھر تبر

منتی نہ تھی اماں سپہ تیرہ بخت سے
گوشوں سے تیر چلتے تھے پتھر درخت سے

جب مشک کی طرف کوئی آتا تھا سن سے تیر ۱۳۹ کہتے تھے یا حفیظ کبھی گاہ یا قدیر
چلتا رہا تھا شمر جفا پیشہ و شریر جانے نہ پائے لختِ دلِ شاہِ قلعہ گیر

رخ اس جری کا خیمہ کی جانب سے موڑ دو
بان برچھیوں سے شیر کے سینہ کو توڑ دو

سُن کر زبان درازیِ شمرِ ستم شعار ۱۴۰ دبّاس مثلِ شیر جھپٹتے تھے بار بار
تھے یہ سیکڑوں تھیں ہزاروں تھے نیزہ دار توڑی اگر یہ صف تو جمی دوسری قطار

تنہا سنبھالے مشک و علم یا وِغا کرے
بودہ ہو ساری فوج کا جس پر وہ کیا کرے

مشہور ہے کہ ایک پہ بھاری ہیں دو بشر ۱۴۱ درپے تھے اک جواں کے لیئے لاکھ اہلِ شر
کھائے اِدھر سے زخم جو کی اُس طرف نظر کس کس کا وار رد کریں دیکھیں کدھر کدھر

جب دم لیا تو سینہ پہ تیروں کو جھل گئے
پہلو کو توڑ توڑ کے نیزے نکل گئے

سینہ سپر تھے مشک پہ روکے ہوئے تھے ڈھال ۱۴۲ لڑنے میں بھی حسینؑ کے بچوں کا تھا خیال
کہتا تھا ڈمکا کے فرس پر وہ خوش خصال فرزند کو سنبھالیے یا شہِ ذوالجلال

جا پہونچوں مشک لے کے جو تھوڑی سی رہ عبور
ایسا نہ ہو کہ پیاسوں کی کشتی تباہ ہو

یہ کہتے تھے کہ ٹوٹ پڑا لشکرِ کثیر ۱۴۳ بس چور ہو گیا پسرِ شاہِ قلعہ گیر
آکر لگا میان دو ابرو جو ایک تیر تیورا گیا علی ولی کامۂ منیر

چھوٹی جو باگ پاؤں فرس کے بھی رک گئے
پھیلا کے ہاتھ مشک سکینہؑ پہ جھک گئے

اب یاں تو خاتمہ نے سنو سر کا حال ۔۔ ڈیوڑھی پہ تھے سب اہل حرم کے
غم سے کمر جھکی ہوئی زرد و بی حال ۔۔ یہ سب سے آخر وقت تھا

پکار اٹھے تڑپ کے دھرے دھرے
جب آئی تو سب نے ہائے کہا

فریاد کر کے دل کبھی تھاما جگر کبھی ۔۔ پڑتی تھی سب پہ غش پہ غش
گھبرا کے پیارے بھائی کی پوچھی خبر کبھی ۔۔ روئے پسر کے لاش پہ گاہے گہے کبھی

کی تھی سامنے کبھی زہرا کی جان کے
رو کر کبھی لپٹ گئے بیٹے بھائی کے

فرماتے تھے کراہ کے اکبر سے بار بار ۔۔ شانے دبا دے میں کمر درد سے فگار
کیسا یہ درد ہے کہ جگر کو نہیں قرار ۔۔ بازو کا زور ہے نہ تن و جان میں سکت

واحسرتا یہ بے کس و بے یار ہو گئے
سر پیٹیں کس سے ہاتھ تو بے کار ہو گئے

چلاتے تھے کہ جان برادر بس اب پھر آؤ ۔۔ پہنچی ہے دم لبوں پہ ہمیں آ کے دیکھ جاؤ
بھیا خدا کے واسطے اب برچھیاں نہ کھاؤ ۔۔ ہتھیار رکھ دو آؤ شریف بھائی لاؤ

پیاری تمہاری ننھے سے ہاتھوں کو ڈھونڈتی ہے
تم کو ڈھونڈھنے کو سکینہ نکلتی ہے

حضرت تو پیٹتے ہیں یہ کہہ کر بہ صد ملال ۔۔ غیرت میں غش ہے زوجۂ عباس خوش خصال
ڈیوڑھی پہ اہل بیت ہیں سب کھولے سر کے بال ۔۔ بہ درد سے منہ نکلے ہیں احوال تو زبوں

سب ان کے دوڑے دوڑے میں نکلے گھر سے ہیں
آنکھوں میں اشک ہاتھوں میں خالی کٹورے ہیں

کہتے ہیں سب لبوں پہ زبانوں کو پھیر کر ۔۔ اب پانی لے کے آتے ہیں عباس نامور
حضرت سے پوچھتی ہے سکینہ بہ چشم تر ۔۔ میرے چچا کب آئیں گے یا شاہ بحر و بر

کیا میں سفر کروں گی جہاں سے تب آئیں گے
بہلاتے ہیں حسینؑ کہ بی بی اب آئیں گے

:

آتا نہیں قرار، دلِ بے قرار کو

اکبرؑ کو ہاتھ اٹھائے پکاری، وہ سوگوار

ماتم جوان بھائی کا ہے، تم پہ میں نثار

گرنے لگیں تو حیدرِ صفدر کا نام لو

بیٹا پدر کے ہاتھ کو مضبوط تھام لو

اکبرؑ پدر کو تھامے ہوئے نہر پر چلے

چلّائے شاہ لاش کدھر ہے کوئی بتائے

روئیں گے لگ کے تن پہ شہِ بحر و بر کے

اکبرؑ حرم میں دیکھ کے دشمن کو

اکبرؑ نے ہاتھ کو پکڑ کر یہ کہہ دیا

لیجے یہی ہے لاشِ علمدارِ باوفا

ٹوٹی ہوئی کمر سے لگے آ کے بین کرو

بہتر ذرا گلے سے لگانا حسینؑ کو

عباسؑ ہاتھ کٹنے کے شانوں سے تھے غضب

لڑتا ہمیں رہا کہ اُمت سے بے سبب

مرحبا سے گونجتا تھا فلک دور تک

دو باتیں کر نہ لیں تھیں کہ آنکھوں کو کھول کر

کیوں خاک پر دھرے ہو یہ رخسار خوں بہ خوں

آؤ ہم اپنے زخم گریباں کو سی لیں

لیٹے ہو کیوں کراہ کے کروٹ اِدھر اُدھر

ثابت ہوا کہ جنگ سے دنیا سے اب سفر

ہے ہے دلیلِ مرگ ہے، لکنت زبان کی

ہچکی نہیں یہ جسم سے رخصت ہے جان کی

خش میں سنی جو گریۂ شبیر کی صدا ۱۶۲ چونکے تڑپ کے حضرتِ عباسِ باوفا
آہستگی یہ عرض کرا ے سببۂ مصطفیٰ اس پیار کے نثار اس الطاف کے فدا
زیبا ہے تجھ پہ نکلے جان اگر پیشوائی کو
گویا رسولؐ آئے ہیں مشکل کشائی کو

یہ کہہ کے روئے شہ کی طرف کی نظر بہ غور ۱۶۳ جھک کر پکارے شاہ کہ بھیا کہو کچھ اور
تڑپا قدم پہ شہ کے وہ مقتولِ ظلم و جور ہیں ہچکیاں بگڑنے لگے تیوروں کے طور
پتھرا کے چشمِ اشک فشاں بند ہو گئی
تھرا کے دونوں ہونٹ زباں بند ہو گئی

کبریٰ نے عرض کی کہ چچا جان مر گئے ۱۶۴ جھک کر پکارے شاہ کہ بھیا کدھر گئے
منہ تو اٹھاؤ خاک سے رخسار بھر گئے وا حسرتا حسینؑ کو بے آسرا کر گئے
اب کون دے گا دکھ میں نبیؐ کے پسر کا ساتھ
دم بھر میں تم نے چھوڑ دیا عمر بھر کا ساتھ

ہاں ردۂ مومنو یہ بکا کا مقام ہے ۱۶۵ تم میں شریک روحِ رسولِ انام ہے
بے رخصتِ حسین علیہ السلام ہے تاریخ آٹھوں ہے محرم تمام ہے
موت آئے تو شریکِ عزا کون ہوئے گا؟
جو سال بھر جیے گا وہ پھر شہ کو روئے گا

آئے تمہارے مرتے جو عباسِ باوفا ۱۶۶ پرسا نہ دیتے سبطِ رسولِ خدا ہوا!
تم سب کو دیکھتے ہیں شہنشاہِ کربلا زہرا بھی ننگے سر ہیں قیامت کر دیا
سمجھو شریکِ بزمِ شہِ مشرقین کو
دے لو جوان بھائی کا پرسا حسینؑ کو

پیٹو سروں کو ہوتا ہے اب مرثیہ تمام ۱۶۷ لپٹو ضریحِ پاک سے کہہ کہہ کے یا امام
نعشِ غلام ہے بپہ اکبر سا ابنِ شام خاموش ہیں حسینؑ نہیں کرتے کچھ کلام
مقتولِ ظلم و جور ہے اب رات میں فاطمہؑ
ہوتا ہے پنجتن میں کوئی دم میں خاتمہ

۱۶۸ اے انیس روک لے اب نامۂ فتاں — یہ قہر ہے بیاں کو نہ جانے ہو کیا بیاں
آنکھوں سے سامعین کے بھی اشک ہیں رواں — خامے سے ہو نہ کیونکر قلم آنسو کی زباں

آنکھوں سے جس کے روں میں ہو اشک بتوں کو
دکھلا دے بلند و پست سب طرح بتوں کو

۵

حضرت سے جب بہ رنجشِ خونخوار جدا ہوا
جوگھر کی روشنی تھا وہ مہ رو جدا ہوا

تنہا ہوئے کہ زینتِ بازو جدا ہوا
جس سے قوی تھے بازو وہ بازو جدا ہوا

تیغِ ستم چلی شہِ مردوں کے باغ میں
ٹوٹی کمر حسینؑ کی بھائی کے داغ میں

۲

دشمن کو بس نہ تھا کہ ہو ماتم نہ کچھ کیا
پوچھو سبب کہ زخم کمر کا جو ٹوٹ جائے

نیزہ تھا ہاتھ میں کہ علم کا عصا لیا
آخر بتاؤ بھائی کو بھائی کہاں سے لائے؟

ہجرت کیا بہ وقتِ سحر گھر جو لٹ گیا
بچوں کا بس تھا پیاس سے غش آ کے ہٹ گیا

۳

وہ رن میں شور تھا کہ ہوا ہے علم نگوں
وہ مر گیا کہ جس سے لرزتا تھا روم و شام

تھا لشکروں کو خوف علمدارِ نیک نام
بیکس ہوئے حسینؑ لڑائی ہوئی تمام

کیا ہو سکے گا اب شہِ گردوں اساس سے
آب و طعام چھوٹ گیا عباسؑ پیاس سے

۴

تھرا رہے تھے قلبِ صف آرا جو دیکھ کر
تھے تھے روئے فوج کہ ہر دم مثالِ شیر

کہتے تھے ہاتھ جوڑ کے ہم سے بہ دیدۂ تر
میں تو فدا کی راہ میں ترکِ حیاتِ دہر

آپ کی جب تھکن کا وہ عالم ہوا تمام
کیونکر رضا ہو دیجیے ہمیں کیونکر رضا تمام

۵

تیغِ ستم کو دیکھ کے آتش بپا ہوئے
ہے شادیِ شہادتِ عباسؑ نامور

دشمن یہ جانتے تھے کہ ہو جائیں گے شہید
عمدا کی سے خوشی ہمیں ہجرت ملال ہو

تم غیظ میں نہ آؤ کہ صابر کہے لال ہو

۱۲ یہ بین زینب کی یہ سسکی یہ جھوپ اور یہ زاری — نیلے میں ہو نہ زرد سب رخ، شدت ہے کہ کمال
تیغوں پہ تیغیں پڑتی ہیں ڈھال پر ہے ڈھال — چلے پڑ رہے ہیں کمانوں پہ بدفعال

اتنا کوئی نہیں ہے کہ سینہ سپر کرے
تیروں کی اب مہم ہے خدا اس کو سر کرے

۱۳ یہ سن کے چیخنے لگی زینب جگر فگار — رانڈوں میں وا حسینؑ کی ہر سو ہوئی پکار
بیٹی پسر سے بڑھ کے یہ بانوئے نامدار — تم رن سے ایسے وقت میں کیوں آئے؟ میں نثار

ماں کے لیے رنڈاپے کا پیغام لائے ہو
کس نے طلب کیا تھا جو گھبرا کے آئے ہو

۱۴ میں مر رہی تھی کیا جو پتے لے کے آئے تم — چھوڑ آئے کس کو تیغوں میں سبطِ نبیؐ کے پاس
بہنے یہ دکھ یہ رنج، یہ صدمہ یہ بھوک پیاس — کیا کہتے ہوں گے دل میں شہنشاہِ حق شناس

کس کی مدد امامِ دو عالم نے کی نہیں
سچ ہے مصیبتوں میں کسی کا کوئی نہیں

۱۵ بیسا ہو سیہ بخت کا ہائے ہائے — بیٹا جوان باپ کو آفت میں چھوڑ آئے
یہ ناز اٹھائے جو پلے وہ تیر کھائے — سید تری مدد کو یہ لونڈی کسے بلائے

کیا وقت ہے نثار شہِ مشرقین کے
کہتے مرا تو کوئی بدلے حسینؑ کے

۱۶ بہنا نہ پاس سب ہیں رفیقانِ پرجگر — بھائی سے دور تو نہیں عباسِ نامور
قاسمؑ کے بیٹے کو تو اداؤں میں سپر — زینبؑ کے دونوں چاند ہیں پہلو میں جلوہ گر

تم گھر میں آئے کر تو مجھے کچھ گلا نہیں
تنہا تو وہ چمن شہِ رسلؐ خدا نہیں

۱۷ بچے یتیم بوڑھی بہو بیوہ ہو میں نثار — بھیجو نہ دیکھی گود سے اٹھا دو ہمارا پیار
یہ سر کہ یہ بنا ہے دنیا میں یادگار — یہ موت زندگی ہے عبادت یہ کارزار

جینا ہے تب جو فاطمہؑ کا مہ لقا جیے
اپنا پسر تو کھو کے جیے گر تو کیا جیے

کہتی ہوں صاف میں کہ نہ بھائے تجھے یہ ور
عاقل وہ ہے ملاک کی جانب کرے جو ور

مر جاتے ہیں وطن میں سپوت اور سورما
گھر میں بھی مرد آتے ہیں میدان چھوڑ کے؟

گھر کیسا ماں کہاں کی تمہیں کیا کسی سے کام؟
اچھا خدا نہ کردہ جو زخمی ہوئے امام

ماں ہو کے میں کہوں تمہیں کیونکر یہ دھیان ہو
جاؤ سدھارو نام خدا اب جوان ہو

یہ کہہ کے منہ موڑ کے روئی وہ نوحہ گر
کہنے لگیں یہ حضرت زینب جھکا کے سر

گھر لٹ رہا ہے کشتۂ اندوہ و یاس کا
واری مجھے تو ہوش نہیں ہے حواس کا

بن آئے تم سے جو وہ کرو اے پھوپھی کی جاں
آنسو بھرے آنکھوں سے بولا وہ نوجوان

جو خود لہو گرائے پسینے پہ باپ کے
وہ تیر لگتے دیکھے گا سینے پہ باپ کے؟

عمدے سے پہلے تھی مجھے مرنے کی آرزو
سو سو طرح سے کی دُرِ مطلب کی جستجو

میں اور سرنوشت کے ہاتھوں سے جاؤں
لکھی ہے بخت میں جو ندامت تو کیا کروں

جب میں گرا قدم پہ کہا ماں سے اذن لاؤ
رن کی طرف بڑھا تو یہ فرمایا گھر میں جاؤ

میں کس طرح کہوں کہ سدھارو سوار ہو
دونوں خوشی سے دیں جو رضا تم نثار ہو

اب کی خدا کے فضل سے قسمت نے یاوری ۲۰ دیکھیں حضور گور کے پالے کی صفدری
رگ رگ میں ہے لہو کے علی زور حیدری ہم سب کی دوسرا کوئی دنیا میں نہ جری

اُس کو ہراس کیا ہے جو شیروں کا شیر ہو
بخشیں نہ آپ دودھ، جو مرنے میں دیر ہو

تسنیم کو جھکا جو یہ کہہ کر وہ سیمبر ۲۷ بنتِ علی زمیں پہ گری تھام کر جگر
ماں کو یقیں ہُوا کہ چلا اب جوان پسر پھیلا کے دونوں ہاتھ پکاری وہ نوحہ گر

اتنا تو منھ سے کہدو کہ رن سے کب آؤ گے؟
وہی مرے گلے سے نہ کیا مل کے جاؤ گے؟

قدموں پہ ماں کے جھک گیا بڑھ کر وہ نونہال ۲۹ رخ کی بلائیں لے کے یہ بولی وہ خوش خصال
کیا بخت ہو تمری باتوں سے میرے لال کہہ کر یہ ہاتھ جوڑ کے بولے کہ کیا مجال

صدقہ یہ آپ کا ہے کہ خالی مقام ہوں
خادم ہوں، جانثار ہوں، ادنیٰ غلام ہوں

یوں سے پسر سے ماں سے ہے باپ کا عتاب ۲۰ جیسے ثمر پہ تاب جہاں تاب آفتاب
اس کے غلام پہ اے آسماں جناب چاہے دعا کہ اب ہوں شہادت سے کامیاب

ہیں آپ سارہ غم و اندوہ یاس میں
اب دودھ بخشئے کہ افوتہ ہو پیاس میں

ہاتھوں سے دن کو تھام کے بولی وہ سوگوار ۲۸ میں صدقے تم پہ اور مرے ماں باپ بھی نثار
کیا زور ایسی چیز ہے بخشا ہزار بار ماں کو دعائیں دے کے یہ بولا وہ ذی وقار

اب دل سے دور رنج و غم و درد ہو گیا
تر ہو گئی زبان جگر سرد ہو گیا

باندھے کمر جو نکلے تھے کفر و دغل بدن ۲۵ نزدیک کہ تہہ رو ہیں شہنشاہ بے وطن
تم سے دست پاک پہ ہے اب یہ سخن اکبر کو بہرہ یاب کرا اے رب ذوالمنن

بیٹے سے ساتھ کے نہ ہوں خجلت میں
یارب فعل نہ ہو کہیں کارِ ثواب میں

اٹھارہ سال کی یہ ریاضت بے گل مذر ۲۰ پانچ بیٹے بھی تجھے بخشے گئے ایسے بیٹے
ماں اُمنا کی آپ ست ہونے کی بے مثال ۔۔۔ تو سبب کیوں نہ ہو ایسے کا ایسے بیٹے

شرف ہے تجھ کو تیرا تن ہو نثار آل پر
ہاں درود اس پر اور اس کی آل پر

سب مشکلوں میں تو نے سدا کی مری مدد ۲۱ آسان کی تو نے ہر صعب کو جو کی مدد
اکثر جہان میں ترے بندے ہیں نامدد ۔۔۔ مجھ پر تو وہ کرم ہے کہ جس کی نہیں سند

نانا نبی ہے باپ علی ماں بتول ہے
بیٹا بھی وہ دیا جو شبیہ رسول ہے

ہو جائے بہر شکر جو ہر مو مرا تن زبان ۲۲ شمہ نہ ہو سکے ترے وصف کا بیان
اے خالق زمین و زماں رب انس و جاں ۔۔۔ لاتے ہے تذر بندۂ مسکین و ناتواں

دیتا ہوں واسطے میں جناب امیر کا
مقبول بارگاہ ہو ہدیہ فقیر کا

بعد اس دعا کے چپ جو ہوئے شاہِ نامدار ۲۳ حضرت کے پاس جائے یہ بولا وہ گل عذار
لایا غلام رخصتِ میدانِ کارزار ۔۔۔ فرمایا صاف ہوتے ہے چہرے سے آشکار

مشکل ہے سہل جس کو بھروسا خدا کا ہے
اے مہ لقا اثر یہ ہماری دعا کا ہے

طے ہو گیا وہ امر کہ جس کا یقیں نہ تھا ۲۴ مجمل تو کچھ کہو تمہیں کیوں کر ملی رضا
کی عرض من کے بے کسی شاہِ کربلا ۔۔۔ اماں نے اور پھوپھی نے تڑپ کر یہ کی کہ جا

چلتے ہیں تیر قبلۂ عالم پناہ پر
دوڑو سپر ہو فاطمۂ زہرا کے ماہ پر

بنتِ علی یہ کہتی تھیں مجھ سے بصد قلق ۲۵ کاہے کو شہ کے نام پہ مرے پلے کا تھا
تھا فرطِ غم سے والدہ صاحب کا رنگ فق ۔۔۔ ایسا گلا کیا کہ ہوا میں غرق عرق

بے خود وہ تھیں غم شہ عالی جناب میں
خود مجھ کو دودھ بخش دیا اضطراب میں

آنسو بہہ کے کہنے لگے شاہِ نیک ذات ۲۶ حق آگہ میں وہ بیبیاں ایسی ہی خوش صفات
دنیا میں یوں مٹائے کوئی ایسی کائنات اُن کی محبتیں میں نہ بھولوں گا تا حیات

کیوں کر نہ ہو کہ دونوں میں خُو ہے بتولؑ کی
بیٹی ہے ایک، ایک بہو ہے بتولؑ کی

یہ کہہ کے دونوں ہاتھ بڑھائے ہوئے بسر ۲۷ اکبرؑ نے جھک کے رکھ دیا شہ کے قدم پہ سر
بازو پکڑ کے، کہنے لگے شاہِ بحر و بر بیٹا ملو گلے سے کہ بے تاب ہے جگر

اے نورِ عین! ہجر ترا مجھ پہ شاق ہے
تیرا سفر رضائے خدا کا فراق ہے

لپٹا پدر سے اُٹھ کے، وہ آغوش کا پلا ۲۸ بیٹے کو پیار کرنے لگے شاہِ کربلا
سو کے لبوں پہ رکھ دیے لب منہ پہ منہ ملا چوما کبھی دہن، کبھی ماتھا، کبھی گلا

نکہت جو سر بسر تھی رسولِ کریمؐ کی
بو سونگھتے تھے گیسوئے عنبر شمیم کی

فرماتے تھے فدا ترے اے گلبدن جواں ۲۹ میرے حسین جوان مرے گل پیرہن جواں
صفدر جواں، شکیل جواں، تیغ زن جواں پیارے مرے جواں، مرے شیریں سخن جواں

عالم میں اس طرح کے بھی خوش رو نہیں ہوئے
فاقوں کی تیغوں میں ترش رو نہیں ہوئے

اے ثانیِ رسولِ فلک جاہ افترا ۳۰ اے شیر بیشۂ اسد اللہ الفراق
اے شہسوارِ عرصۂ جنگاہ افترا در پیش ہے ہمیں بھی یہی راہ الفراق

سیرِ بہشت و خلد مبارک ہو آپ کو
کوثر پہ یاد کیجیو، مظلوم باپ کو

گھوڑے پہ جا چکا تھا جو شاہِ زمن ۳۱ آنکھوں میں پھر گیا شبِ معراج کا سماں
قبضے میں تیغ، زیر میں زرہ، دوش پر کماں اللہ رے رعبِ حق کہ اٹھا شورِ الاماں

بڑھتے ہی راہِ گلشنِ فردوس مل گئی
رن کی زمیں سمند کی ٹاپوں سے ہل گئی

وہ شان وہ شکوہ وہ تجمل وہ تموّل ۴۰ گویا پئے تسخیر چلے شیر ژیاں
گرمی سے تھا جو پانی سے پیدا کہ رنگ ابل خورشید کو نہ آنکھ ملانے کی تھی زباں

غصّے کی وہ نظر کہ خدا کا قہر تھی
انسان تو کیا ہے برق کا زہرہ بھی آب تھی

قامت کے آگے پست ہے سرو روان باغ ۴۳ رخسار پر شگفتہ گل و ارغوان باغ
خوشبو سے بس گیا تھا بیابان بسان باغ سب کو میں پھول ہوتے ہیں کنعان باغ

کیا خوشنما ہے خط رخ جان جوں پہ
دیکھو نئی بہار کہ سبزہ ہے پھول پہ

غنچے ہزار ہوں تو نشانِ دہان تنگ ۴۴ نازک بدن میں سب سے لب مصطفیٰ نزنگ
یاقوت کیا ہے سامنے ان کے ہے وہ بھی رنگ دل خوں ہوا مگر نہ معاً کم کو یہ رنگ

وہ کون سا نگیں ہے جو شیریں بتاں سے
ہاں اس کا جوہری ہے تو زہرا کماں سے

دشمن ہوا جو امت نا اہل و بے وفا ۴۵ زخمی ہوئے وہ سب یہ بدن پر ہوئے جا بجا
دندان سادات گوہر دندان مصطفیٰ سے برق میں یہ شوق نہ موتی میں یہ ضیا

گیسو ہلے ہوا سے تو جنگل مہک گئے
جب ہنس کے بات کی تو ستارے چمک گئے

وہ شہسوار اور وہ سمندِ فلک نورد ۴۶ پائی کبھی سبا نے نہ جس کے قدم کی گرد
بازارِ برق، گرم روی سے اس کی سرد یوں پال میں پڑی تو پسینہ نہ دم نبرد

اس کی سبک روی سے خجالت سحاب کو
دریا پہ جائے اور نہ خبر ہو حباب کو

تیزی کو گاڑ کر جو جنوں ہوئے جناب ۴۷ پانی آگ ہر اک کو دکھائے وہ تاب و تب
فتح تھا کسی کا رنگ تو زہرہ کسی کا آب ہلنے لگیں صفیں یہ ہوا دل کو اضطراب

گھبرا کے دور فوج کے نامی ہٹوں گئے
جو مورچے یہاں تھے سرک کر وہاں گئے

تنبا پہ زد طرف سے پلٹے تیر ایک بار ۴۸ ئی میان سے ولیر نے شمشیر آبدار
چمکی وہ تیغ کیسا کہ ہوئی آسمان کے پار اترا کئی صفوں کے اوسراڑ کے راہوار
پہونچے تھے شہ ابھی نہ برابر زمین پر
گھوڑوں پہ تن سواروں کے تھے سرزمین پر

پھر ترجمی صفوں کی صف ئی تھی ہر طرف ۴۹ وہ شیر ہر جگہ تھا لڑائی تھی ہر طرف
تھوڑے سروں کی جدائی تھی ہر طرف مثلِ سبا فرس کی سائی تھی ہر طرف
سرکس جگہ نہ گرتے تھے کٹوا کہاں نہ تھا؟
بجلی کہاں نہ تھی وہ چھلاوا کہاں نہ تھا؟

موت آئی اس پرے پہ جہاں نہ گہاں گئی ۵۰ زخمی کیا فنا کیا مارا جہاں گئی
توڑا یہ مورچہ وہ صف آئی درہم گئی حیرت تھی فوج کو کدھر آئی کہاں گئی!
رائب کی شکل سامنے سے راہوار کے
مل تھا یہ رن بائے سب دلدل سوار کے

اندر کی ضرب تیغ صفا باقی جبری ۵۱ سراڑ گئے تنوں سے چلی جب وہ سرسری
خالی گئے پرے پہ نہ خون میں کبھی بھری دعوی یہ تھا کہ سب مرے حصے میں صفدری
گوتوں سے لالہ رنگ یہ دشتِ مصاف ہے
جو چاہے دیکھ لے مرا منہ پاک صاف ہے

فوجوں کے جوش وہ تھے یہ تھی زبان میں ۵۲ ترکش میں چھوڑے تیر نہ پٹے کمان میں
پانی نہ تھا کہ آگ لگا دی جہان میں نازل ہوا تھا آیہ برق اس کی شان میں
بے فتح پھیرتی تھی نہ منہ کارزار سے
دعوی یہ سچ تھا لے ذوالفقار سے

نیزہ وہی برشن کا وہی طور خنجر وہی ۵۳ تیزی وہی غضب کی وہی گھاٹ وہی دم وہی
پٹنا اسی لڑیت کا چمک وہی پانی وہی رنگت زمردی وہی پانی میں سم وہی
بے مثل آبدار میں اصالت میں نیک تھی
ملک بتیس دو زبانیں بھی اس کو تو ایک تھی

پڑتا تھا پیشہ جو چمک کر ادھر اُدھر ۵۰ پھل بھی تھے تیغوں پہ لہو کے ادھر ادھر
کٹ کر تنوں سے گر رہے تھے ادھر اُدھر زخمی تڑپ رہے تھے بہ ہر سو ادھر ادھر
رکتا نہ تھا سمند کہیں اور نہ تیغ میں
ندی لہو کی بہتی تھی شمشیر کے نیچ میں

آفت کا معرکہ تھا قیامت کی جنگ تھی ۵۵ گرزوں کی دستوں کی زنوں و زنگ تھی
اللہ رے برق و شرق کی بجلی بھی دنگ تھی چمکی کسی کو چپ نہ زنگ تھی
جو کھینچتے ہیں سر وہی پامال رہتے ہیں
نام آوروں کی تیغوں کے منہ میں رہتے ہیں

کاسے سروں کے ٹھوکریں کھاتے تھے جا بجا ۵۶ تازے کمانوں کے نظر آتے تھے جا بجا
گوشوں میں گوز رخوں کو چھپاتے تھے جا بجا لیکن سروں پہ تیغ کو پاتے تھے جا بجا
بھاگیں نہ کس طرح قدر انداز سہم کے
واں تیر کیا کہ جلتے تھے پر غوغ وہم کے

بے رخ کمانیں تیروں سے چلتے کماں سے دور ۵۷ مرغانِ تیر سہمے ہوئے آشیاں سے دور
برچھی سے پھل گرے ہوئے نیزے سناں سے دور پیروں سے قتل زور تھا جوشن سے دور
رایت جھکے ہوئے تھے صفیں پائماں تھیں
کاندھوں پہ روسیاہوں کے ڈھالیں نشاں تھیں

بھاگے تھے خود اپنی بلا سر پہ ٹال کے ۵۸ بھالے پچھے تھے من کی بانو کھال کے
تلواریں منہ چھپاتی تھیں دامن میں ڈھال کے زرہیں تھیں یا کھلے ہوئے تھے جال کے
چار آئینے پڑے تھے زمیں پر کٹے ہوئے
تھے جوشنوں کے گریباں پھٹے ہوئے

کس کے لیے وغا میں وہ تلوار سم نہ تھی ۵۹ آتے ہی کاٹ جانے میں اُفعی سے کم نہ تھی
کس کی سپر سمیت، کلائی قلم نہ تھی منہ پر کسی جواں کے سلامت جھلم نہ تھی
فوجوں کا جائزہ تھا کہ دشتِ مصاف تھا
چہروں کے کاٹ دینے میں لیا ہاتھ صاف تھا

۶۰ جس صف پہ آ کے گر گئی دو نیزوں کے ہاتھ — تھرا رہے تھے خوف سے نامآوروں کے ہاتھ
فرماتے تھے ڈرا کے برابر پروں کے ہاتھ — چلتے ہیں کارزار میں یوں صفدروں کے ہاتھ

پیراک مانتے نہیں دریا کے شور کو
دیکھا مرے تھکے ہوئے ہاتھوں کے زور کو

۶۱ میں پاس جب وہی ہوں جو مرتا تھا پیاس سے — دیکھو ڈرا ہوں نامسوں میں کس کس حواس سے
کیوں دور بھاگے جاتے ہو شیروں کے پاس سے — مارو کسے کہ مرتے ہو تم خود ہراس سے

کیوں ہو نہ خشک ہو گئے کیا تشنہ کام ہو
تلوار سے مرو کہ جوانوں میں نام ہو

۶۲ بر میں اسد ہوں بحر وغا میں نہنگ ہوں — جیتا رہے شہ حق تو میں فرخ جنگ ہوں
مشتاق زخم نیزہ و تیغ و خدنگ ہوں — بھاگے ہو چار آئینہ باندھے میں دنگ ہوں

میں زخم ہوں اور تمہیں نہ ہزیمت بری لگے
دل کھول کر لڑو کہ لڑائی میں جی لگے

۶۳ پھندے سے بھی تیز تھے سیف زبان کے وار — کٹ کٹ کے سر جھکاتے تھے لشکر کے نامدار
گھوڑے بڑھا بڑھا کے بٹاتے تھے بار بار — کیا تاب تھی کرے جو کوئی مڑ کے آنکھ چار

زہرے تھے آب غیظ جو تھا اس جناب کو
گھورا ہے شہ پہ کس نے کبھی آفتاب کو

۶۴ دق تھے مبارزان رے و روم و مصر و شام — نکل تھا کہ آج مٹ گئے نام آوروں کے نام
بجھی سی کوندتی تھی ادھر اور ادھر حسام — یہ گر کے مر گیا تو وہ پس کر ہوا تمام

وہ بھی قریب مرگ تھے جو دور دور تھے
کاٹے سروں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے چور تھے

۶۵ جب صف پہ تیغ بازوں کی آ کر گیا تمند — جی سن سے ہو گیا کہ گورا ہے یا پرند
سر یہ اڑے کہ ہو گئے رستے ادھر کے بند — ہر دم تھی تیغ عقدہ کشا کی برش دو چند

نیزے قلم کے چار طرف تل کے رہ گئے
بندے تھے جتنے بندوہ سب کھل کے رہ گئے

نکلے تھیں برقِ تیغ کی نوشاں سبھی کے ہاتھ ۶۶ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
بہیا لہو کی آئی یہ برسات تین روز ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

تھرّاتے پیڑ پیڑوں کے گھاؤں کی ٹاٹ سے
ندی چڑھی ہوئی تھی سو اک بوند تک نہ تھی

خالی کیے دلیر نے جنگل بھرے ہوئے ۶۷ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
سر یوں گرے اُدھر تھے جدھر دل بھرے ہوئے ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

اس زور شور سے کوئی لڑتا نہیں کبھی
یوں ڈوبکر، اس ڈھب سے تو مرتا نہیں کبھی

پھیلی ہوئی تھی ڈھالوں کی ہر سو گھٹا سیاہ ۶۸ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
چھپنے کی نے جگہ نہ کہیں بھاگنے کی راہ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

جو گھاٹ پر تھا خون میں وہ شور بختھا
سارا یہ تیغ تیز کے پانی کا شور تھا

چلّا رہا تھا یوں پسرِ سعد کینہ جُو ۶۹ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
جاتا ہے تین روز کا پیاسا کنارِ جو ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

گھیرو کرن میں نیزوں کی اس آفتاب کو
کیوں خاک میں ملاتے ہو موتی کی آب کو

نام آوروں کو چاہیے عزت کا اب خیال ۷۰ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
حاضر ہے خلعت و زر و جاگیر و اسپ و مال ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

باقی مجاہدوں میں یہی نورِ عین ہے
خنجر ہے پھر تو دشمنِ دیں کا گلے تلے

نکلا یہ سن کے غیظ میں اک پہلوانِ روم ۷۱ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
سرہنگ و پُر غرور و سیہ قلب و خس و شوم ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

مرحب تھا کفر و شرک میں، طاقت میں گو تھا
گھوڑے پہ تھا شقی کہ پہاڑی پہ دیو تھا

چہرہ مہیب غیظ سے آنکھیں لہو کے بام ۷۴ تھرائے سام خوف سے کاندھے پہ وہ حسام
موذی، سیاہ بخت، سیہ دل، سیاہ فام کھاتا تھا لاکھ بل جو کوئی لے علیؑ کا نام
کُندِ ستم کے قہر کا، پتلا گناہ کا
دشمن تھا خاندانِ رسالت پناہ کا

کب ذکرِ خوف کا سرِ و گردن کا کیں حساب ۷۲ گویا تھا اک قرابۂ معکوس پر شراب
سینے کے نتھنے کو، رگِ خیبر کا بند باب تنورِ گرم تھا، شکمِ خانماں خراب
راتب شقی کا، رزق سپاہِ یزید کا
تھا بار بار نعرۂ ہل من مزید کا

ٹکڑے کرے پہاڑ گو وہ گرز گاؤ سر ۷۳ پہنے ہوئے زرہ پہ زرہ، بر میں بدلہر
زنجیر آہنی سے، کسے جنگ پر کمر منھ پھیرے جس سے تیغ، وہ فولاد کی سپر
دستانے دونوں دستِ تعدّی پسند پر
پاکھر بھی آہنی تھی، شقی کے سمند پر

اکبرؑ بھی مسکرائے، ستمگر کو دیکھ کر ۷۵ فرمایا آدمی ہے کہ صحرا کا جانور
ہمت پکاری اے اسدِ حق کے شیرِ نر یہ نابکار آئے تو، جاتا ہے اب کدھر
جوشن سمیت کیجیے دو، اک حسام میں
لائق ہے موت دیو کو لوہے کے دام میں

پڑھتا ہوا رجز جو بڑھا وہ ستم شعار ۷۶ چلنے لگے ادھر سے بھی تیغِ زباں کے وار
ہموار کلمۂ زورِ تعلّی وہ نابکار لب کیا ہلے کہ چل گئی حیدر کی ذوالفقار
گویا ہوں یہ تو کس کو مجالِ سخن ملے
منھ پھر گیا، جواب وہ دندان شکن ملے

فرمایا ہم سے مکر کی باتیں خدا کی شان ۷۷ نیزے سے چھید لیتے ہیں کذاب[۲۱] کی زباں
روباہ اور شیر کے بچوں کا امتحاں کیا کم کیا مجال ہے اور کیا کسی کی جاں
بے تیغ گر بڑھوں تو ابھی تو ہلاک ہو
پشکوں کمر پکڑ کے، تو پیوندِ خاک ہو

ہم سے ہیں سب جہاں کے زبردست زیردست ۷۸ جو مہ بلند تھے انھیں ہم نے کیا ہے پست
عمرو ابن عبدِ ود سے دلاور کو دی شکست ہے دیکھنے کا یہ تن و توشِ ستم پرست

بالا کو پست پست کو بالا نہ جانیو
سواریں کھانا منھ کا نوالا نہ جانیو

لادا ہے تو نے جسم پہ کیوں بوجھ اس قدر ۷۹ آہن سے اپنی تن کے لئے خیمہ تر
ظالم تجھے خرابیٔ خیبر کی ہے خبر مرحب کو کس نے بھیجا یہ جانب سقر

کیا جانے جس کو شیروں سے پالا پڑا نہ ہو
لوہا ہے نرم موم سے جس دن کڑا نہ ہو

ان جودتوں سے ہو گیا ظالم کا ذہن کند ۸۰ ہاری سبق تھا بھولی سب نوشت و خند
بڑھ کر جو دل بڑھانے لگے افسرانِ جند آیا اڑا کے رخش کو وہ مثلِ بادِ تند

برچھا ادھر شقی نے لیا دیکھ بھال کے
اکبر اُدھر سنبھل گئے بھالا سنبھال کے

نیزے ہلے وہ چل گئیں چوٹیں کہ الاماں ۸۱ ہر طعن قہر کی تھی۔ قیامت کی ہر سناں
چنگاریاں اڑیں جو سناں سے بڑی رگ سناں دو اژدہے گتھے تھے نکلے ہوئے زباں

پھیلے شرر پرندوں کی جانیں ہوا ہوئیں
شمعوں کی تھیں لویں کہ ملیں اور جدا ہوئیں

اِن کی طرف خدا تھا اُدھر لشکرِ غنیم ۸۲ سردار شہ سے تھے میان میدو بیم
وہ کفر میں قوی، یہ رہِ حق میں مستقیم دونوں طرف سے تھی کشش و کوشش عظیم

ہالے تھے دو ملے ہوئے گھوڑوں کی گشت سے
خاک آسماں پہ جاتی تھی اُڑ اُڑ کے دشت سے

گھوڑا تھا یا چمکتی تھی بجلی اِدھر اُدھر ۸۳ گر منھ کنول پہ تھا کبھی پٹھے قریب سر
نُل تھا شکار بند ہے یہ یا ہُما کے پر بے استخواں ہے اسپ جہاں سیر کی کمر

سب ان سے زیر دست ہیں جو ذی کماں ہیں
یہ شہسوارِ دوشِ محمد کے لال ہیں

تن کا نہ ایک ذرہ اس کے ہزار بند ۸۴ بڑھ بڑھ کے کھول دیتا تھا یہ شہسوار بند
کیا آہنِ نیزہ بازی میں تھا بار بار بند چوٹوں سے نیزوں کے تھے جا بجا کے چار بند

جانی گئی نہ فرق کے دست و پا کی چوٹ
ہستی بھی بن سے بندھی ہوئی مشکل کشا کی چوٹ

ذوبی گرہ میں نیزۂ ظالم کی جب سناں ۸۵ گھوڑا اڑا کے ہاتھ کو اکبر نے دی تکاں
تھرے زور اٹھ گیا مورچے سے پہلوان دستِ شقی سے چھوٹ گئی ڈانڈ ناگہاں

نیزے کے ساتھ شور اٹھا اس گروہ سے
لو اژدھے کو لے گیا شیرِ غا کوہ سے

نیزہ اڑا چکا تھا پکارا وہ شہسوار ۸۶ دیکھا ہماری ضرب کو کیوں اوستم شعار
حربوں سے دور کے ہے دلیروں کو ننگ و عار جوہر کھلیں جو تیغ سے دم بھر ہو کارزار

کمزور کو خدا نے زبردست کر دیا
یہ تیری سرکشی نے تجھے پست کر دیا

خم نے کماں کو دوش سے لی اور کمر سے تیغ ۸۷ بدلا تھا اس نے ہاتھ کہ چمکی ادھر سے تیغ
دو چار بار ڈوب کے نکلی سپر سے تیغ چلنے میں گتھی بڑھتی تھی کس کس ہنر سے تیغ

مضطر تھا اپنی زیست سے دشمن کو یاس تھی
جب ہاتھ آ گیا یہ کلائی کے پاس تھی

چمکی یہ پے بہ پے کبھی برق کی مثال ۸۸ شانے پہ آئی سینے پہ لی جب تھکی سے ڈھال
منہ کے تھے جو وہ کٹ گئے وہ زرہ کے جال چوٹیں پڑی تھیں کہ مضطر تھا بدخصال

منہ کے تھے جو کٹ کے رہ گئے کدھر پھرے
بجلی کے ساتھ ساتھ کہاں تک سپر پھرے

تشنہ تیغ حسن سے جو تھی جھجک گیا ۸۹ نہ بہت بھی کی تو ہاتھ شقی کا بہک گیا
بنا کر بھی بزعم سا بھی پیچھے سرک گیا شعلہ تھا آگ کا کہ بجھا اور بھڑک گیا

نوری ہے نورِ حق سے کہاں بچ کے جائے گا
اک دم میں تیغ تیز کا پانی بجھائے گا

دونوں طرف دعائیں تھیں بند و کند میں ۹۰ پڑھتا تھا ابنِ سعد جو آیات کی سند میں
تائید کی خدا نے علیؑ کی مدد ہوئی جو اُس نے غیب کی وہ امداد ہوئی

گرمی نہیں ابر بن گئے وہ آج برق تھے
اسوار بھی فرس بھی پیادے نہ فق تھے

کرتا تھا ہاتھ اپنی صفائی کو آشکار ۹۱ تیغ اپنے جوہروں کو دکھاتی تھی بار بار
جنگ آزمودہ، آتشِ سوزندہ آبدار آفت کا منھ غضب کی روانی قہر کی دھار

جس دن سے آئی سان سے رن پہ چڑھی رہی
ابرے بھی دعا میں کچھ آگے بڑھی رہی

آخر دکھا چکا وہ شقی اپنا سب کمال ۹۲ پرشہ کے نعرے دے کا بیکا ہوا بلند
تلوار کو اٹھا کے پکارا علی کا لال باب اب ہماری ضرب کو دیکھو اور یوں نکال

پسپا نہ ہو لعیں، یہی وقت نبرد ہے
رد کو ہمارا وار تو جانیں کہ مرد ہے

چمکی جو تیغ ڈھال دو لایا قریب سر ۹۳ کٹ بڑھ سبھی گری کہ دو پارہ ہوئی سپر
مغفر سے سر میں تھی، سر و گردن سے صدر پر سینے سے جب بڑھی تو ہوا تب دو بابر

سب نشۂ غرور جوانی اُتر گیا
تلوار تھی کہ حلق سے پانی اُتر گیا

شرمان تیغِ لختِ دلِ بادشاہ دیں ۹۴ گذری کمر سے کاٹ کر زنجیرِ آہنیں
پاکھر درست تھی، نہ سلامت تھی، جوشن زیں دو ایک ضرب میں تھا تن سے جدا کہیں

کانپا سمند پاؤں کو ہلتی میں گاڑ کے
پھٹ کر گرے زمین پہ نکڑے پہاڑ کے

تکبیر کی صدا سے ہلے دشت و کوہسار ۹۵ یاد آئی جبرئیل کو نصرتِ خدا کی وہ
چلّائے شاہ دیں کہ میں اس ضرب کے نثار ذوقے میں تین دن کے یہ تھلے یہ کارزار

بجلی گری ہے تیغِ شقی پر علی نہیں
افسوس ہے کہ آج جہاں میں علی نہیں

تسلیم کر کے شہ کو پکارا وہ نوجواں ۹۶ اب پیاس مارنے ڈالتی ہے یا شۂ زماں
تر ہو ہے خشک، اینٹھ گئی ہے مری زباں جلتا ہے دل کلیجے سے اُٹھتا ہے جب دھواں
دریا پہ قتل ہوتا ہوں میں قحطِ آب سے
ہتھیار گرم ہیں پہ شِش آفتاب سے

ٹھنڈی ہوا کو جان ترستی ہے ہائے ہائے ۹۷ پانی زرہ پہ کوئی چھڑک دے، تو جان آئے
کیجیے دعا کہ جلد شہادت غلام پائے اکبر یہ آبرو سوئے کوثر جہاں سے جائے
گرمی سے ہو فراغ، عطش سے نجات ہو
اب موت لے خبر، تو ہماری حیات ہو

یہ کہہ کے ابرِ شام میں ڈوبا، وہ رشکِ ماہ ۹۸ یوں چمکی پھر وہ تیغ کہ اللہ کی پناہ
پایا جو بیچ میں تو سمٹ آئی سب سپاہ حربوں سے بند ہو گئی چاروں طرف کی راہ
پر کیا وہ رانِ باگ تھی، کیا شہسوار تھا
دابا جہاں سمند کو، فوجوں کے پار تھا

شہ اس طرف کو تھا، عمرو کمینہ جو اُدھر ۹۹ بڑھتا کبھی اِدھر کبھی وہ ماہرو اُدھر
چل کر اِدھر سے جب گئی وہ تند خو اُدھر اولے اِدھر گرائے تو برسا لہو اُدھر
سبزے کو اس روش سے ہوا روندتی نہیں
بجلی سیاہ ابر میں یوں کوندتی نہیں

چھائی تھی بہرِ شام میں گھنگھور اُدھر گھٹا ۱۰۰ یہ شہ جب اِدھر سے بڑھا زور اُدھر گھٹا
دریا کے اِس طرف سے اٹھا شور اُدھر گھٹا ڈھالوں کی تھی لہو میں شرابور اُدھر گھٹا
پانیں تھیں اس کے قبضے میں سر تھا تو نذر تھا
یہ آب شورِ تیغ کا مدھتا وہ جزر تھا

زد سے پرے نہ ہوتا تھا انبوہ فوج کم ۱۰۱ نیزوں کی صف اِدھر تو اُدھر برچھیاں بہم
بہرِ دغا کمین میں گئے بنی ستم جنگل تھا فوج کا کمک آتی تھی دم بدم
مارا جو پیدلوں کو سوار آ کے جم گئے
سو قتل ہو گئے تو ہزار آ کے جم گئے

مانندِ شیرِ جنگ میں تھی چار سُو نگاہ ۱۰۲ چھپ چھپ کے بدلیوں سے نکلتے تھے مثلِ ماہ
لیکن اجل سے بس نہیں چلتا کسی کا آہ دیکھا جو پھر کے یوں نظر آئی مدد کی راہ

پہلو تک پہ لگ کے پشت سے نیزہ گذر گیا
اُبلا لہو کہ عمر کا پیمانہ بھر گیا

نیزہ لگا کے زور سے کھینچا عدو نے جب ۱۰۳ ٹکڑے کئی کبد کے نکل آئے بے نقب
ہرنے پہ سر جھکا کے جو سنبھلا وہ تشنہ لب تر ہو گئی ہوئے قبا مصطفےٰ کی سب

غش آیا نبض چھٹ گئیں تن زرد پڑ گئے
حلقے رکاب کے بھی قدم سے نکل گئے

فریاد ہے کہ ٹوٹ پڑا لشکر گران ۱۰۴ حربے تمام فوج کے اور ایک نوجوان
گرتے ہوئے فرس سے پکارا وہ نیم جان لیجیے خبر غلام کی اے قبلۂ زماں

جلدی اُٹھائیے مجھے دشت نبرد سے
اب جان نکلی جاتی ہے سینہ کے درد سے

سننا تھا یہ کہ شہ پہ گرا آسمانِ غم ۱۰۵ اتنا کہا کہ آہ ہوئے اب تمام ہم
دوڑے، گرے، اُٹھے کئی جا قبلۂ اُمم رکھا کسی جگہ، تو کہیں جا پڑا قدم

خالق پسر کا داغ دکھائے نہ باپ کو
آنکھوں سے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا آپ کو

چلاتے تھے کدھر کو ہے تو اے جواں پسر ۱۰۶ عاشق پسر، شفیق پسر، مہرباں پسر
میرے سعید لال، مرے قدرداں پسر ہونٹوں پہ دم ہے باپ کا اے نیم جاں پسر

بیٹا نباہ باپ کا اب تیرے ہاتھ ہے
جلدی نہ کیجیو کہ یہ بے کس بھی ساتھ ہے

کس جا ستم کی، سینے پہ کھا کر سناں گرے ۱۰۷ آواز پھر دو، اے علی اکبر کہاں گرے
کس طرح لڑکھڑا کے نہ یہ ناتواں گرے پیری میں جس پہ کوہِ غمِ نوجواں گرے

اعدا سے اس ستم کا خدا انتقام لے
اتنا نہیں کوئی کہ مرا ہاتھ تھام لے

۱۰۸ جب ایڑیاں رگڑ رہے تھے اکبرِ حسیں
جھگی میں پہنچے لاش پہ اس وقت شاہ دیں
چلائے پاس گر کے شہِ بے کس و حزیں
خیر ہے باپ اے مرے فرزندِ مہ جبیں
بابا کو مطمئن تو کرو منہ سے بول کے
بانہیں گلے میں ڈال دو آنکھوں کو کھول کے

۱۰۹ بے کس کو اس ضعیفی میں چھوڑا ہزار حیف
تم نے بھی منہ کو باپ سے موڑا ہزار حیف
قسمت نے تازہ پھول کو توڑا ہزار حیف
پہنا نہ بر میں بیاہ کا جوڑا ہزار حیف
بھیگی ہوئی مسوں پہ عجب آب و تاب تھی
ہے ہے ابھی تو آمدِ فصلِ شباب تھی

کیا ہے کہ خاک پر کسی پہلو نہیں قرار
کیوں تھرتھرا کے گرد میں لیتے ہو بار بار
برچھی کا زخم ہے مری چھاتی کے وار پار
حضرت سے دم نکلنے میں بولا وہ گل عذار
کیا حال دل کہوں نہیں طاقت بیان کی
لو الوداع، جسم سے رخصت ہے جان کی

۱۱۱ کروٹ کبھی کراہ کے لی گاہ مسکرائے
رنگ زرد ہوا ہاتھ تھرتھرائے
بنستے ہوئے گذر گئے دنیا سے ہائے ہائے
منہ کا جو دم سوں میں پانی کے لب بلائے
پھیلا کے ہاتھ پاؤں وہ مقتول رہ گیا
خوشبوئے بہشت گئی پھول رہ گیا

۱۱۲ صدمہ ہوا کہ غش ہوئے سلطانِ بحر و بر
اللہ باپ کو نہ دکھائے غم پسر
نکلی ادھر سے دخترِ زہرا برہنہ سر
اکبر کے انتقال کی نوبت بھی اُدھر
تھراتی تھی زمیں کوئی دل تھا نہ چین سے
سب وحش و طیر روتے تھے زینب کے بین سے

۱۱۳ مخدومۂ جہاں سے مشابہ بہت تھی چال
زخمی تھا سر پٹخنے سے ماتھا کھلے تھے بال
کہتے تھے شہ لعینوں سے رو کر بصد ملال
تن کانپتا تھا ضعف سے خورشید کی مثال
اے ظالمو! ڈرو غضبِ کردگار سے
منہ ڈھانپ لو کہ نکلی ہیں زہرا مزار سے

چلاتی تھیں کہ گیسوؤں والے کدھر ہے تُو،
کیوں کر بھوپھی جگر کو سنبھالے کدھر ہے تُو،

چھڑیاں بگڑ پہ صدقہ وقت سے پڑیں نہیں
سُنتی ہوں میں کہ راہ میں کلیاں اڑی نہیں

بس اے انیسؔ بس نہ سُنے تجھ سے کچھ یہ بین
میں ایک کیا، نہیں کسی مومن کے دل کو چین

حسرت ہو دُور بیش کا سامان کم نہ ہو
جُز ماتم حضور کوئی اور غم نہ ہو

marsiya.org

۵

۱ دُشمن کو بھی خُدا نہ دِکھائے پسر کا داغ — دِل کو فِگار کرتا ہے، لختِ جگر کا داغ
آنکھوں کا نُور کھوتا ہے، نُورِ نظر کا داغ — مرنا جوان بیٹے کا ہے، عمر بھر کا داغ
یہ حال ابنِ فاطمہؑ کے دِل سے پوچھیے
زخمِ جگر کے درد کو، گھائل سے پوچھیے

۲ جب برچھی کھا کے گُم ہُوا، اکبرؑ سا نونہال — فرزندِ فاطمہؑ کا کہوں کس زباں سے حال
لرزہ تھا جسمِ پاک میں خورشید کی مثال — چِلّاتے تھے، شہید ہُوا، ہائے میرا لال
تھامے ہُوئے کلیجے کو، گھبرائے پھرتے تھے
اک اک قدم پہ ٹھوکریں کھا کھا کے گرتے تھے

۳ آنکھوں میں اشک، لب پہ فُغاں اور دِل میں درد — ہاتھوں میں رعشہ، چہرۂ اقدس کا رنگ زرد
صدمے سے ہاتھ پاؤں کبھی گرم، گاہ سرد — مثلِ کمانِ خمیدہ مگر گیسوؤں پہ گرد
دیکھی جو کوئی لاش تو گھبرا کے گر پڑے
جلدی کبھی چلے، کبھی غش کھا کے گر پڑے

۴ ہر دم پُکارتے تھے کہ، اکبرؑ کدھر گئے؟ — اے نورِ چشمِ بانو نے بے پر کدھر گئے؟
مرتا ہے باپ اے مرے دِلبر کدھر گئے؟ — آواز دو، شبیہِ پیمبر کدھر گئے؟
اے میرے شیر کیا کسی جنگل میں چھپ رہے
اے میرے چاند کون سے بادل میں چھپ رہے

۵ اکبرؑ ہماری آنکھوں میں اب تیور آتے ہیں — ہاتھوں کو تھام لو کہ قدم تھرتھراتے ہیں
کہہ جائیے ہیں خود کہ نہیں تم کو پاتے ہیں — کیا جانیں اضطراب میں کس سمت جاتے ہیں
اکبرؑ سنبھال لو کہ نہایت ضعیف ہیں
بیٹا ابھی جوان ہو تم، ہم نحیف ہیں

اے میرے لمبے گیسوؤں والے تو سے نثار ۔ سے باپ سے شفیق کے پیارے تو سے نثار
کہتا ہے جگر پہ زخم کے بھالے ترے نثار بابا کو پاس اپنے بلا لے ترے نثار

فرزند فاطمہ کی شفیق پدر تو کر
اے نوجوان پدر کی ضعیفی پہ رحم کر

بیٹا پکار لو کہ بہت بے قرار ہوں ۔ بے کس ہوں بے وطن ہوں غریب الدیار ہوں
اہل ستم تو ہنستے ہیں میں اشکبار ہوں آفت میں مبتلا ہوں بلاؤں کے وار ہوں

بولو پدر سے تشنہ دہانی کا واسطہ
صورت دکھا دو اپنی جوانی کا واسطہ

۸ صدقے پدر تڑپتے ہو کس نخل کے تلے؟ باغ جہاں میں آہ نہ پھولے نہ تم پھلے
ناشاد و نامراد ہی اس دہر سے چلے رو رو کے کیوں نہ دست تاسف پہ مل پڑے

اک داغ تیرے خلق سے جانے کا رہ گیا
ارمان ماں کو بیاہ رچانے کا رہ گیا

بیٹا ہماری آنکھوں میں عالم سیاہ ہے ۹ اے نور عین باپ کی حالت تباہ ہے
دم چڑھ گیا ہے خالق عالم گواہ ہے جائیں کدھر کہ شہر میں سناٹا رہ ہے

طاقت جو تھی بدن میں وہ سب بجھا گئے
اب تم ہماری آنکھوں کی بینائی لے گئے

جی چاہتا ہے پھر تمہیں اک بار دیکھ لوں ۱۰ محبوب حق کا آخری دیدار دیکھ لوں
منہ پر لٹکتے گیسوئے خم دار دیکھ لوں ڈوبے ہوئے میں چاند سے رخسار دیکھ لوں

اکبرؑ گلے سے لپٹو تو بابا کو کل پڑے
اب ہے یقیں کہ منہ سے کلیجہ نکل پڑے

آئی کسی طرف سے نہ اکبرؑ کی جب صدا ۱۱ اعدا کو تب پکارے شہنشاہ کربلا
سبطِ نبیؐ کے حال پہ اب رحم کی ہے جا بتلاؤ کس طرف ہے مرا لال مر گیا؟

برچھی ستم کی کھا کے وہ پیارا کدھر گیا؟
اے فوج شام چاند ہمارا کدھر گیا؟

اے ظالمو! کہاں ہے مرا نوجوان پسر ۱۳ اُس کی تلاش میں، میں پھرا ہوں اِدھر اُدھر
اب مضطرب بہت ہوں، سنبھلتا نہیں جگر یوسف مرا مجھے نہیں آتا کہیں نظر
کیا قتل کر کے چاہ میں، لاشہ گرا دیا؟
کیا زیرِ خاک، میرے قمر کو چھپا دیا؟

ہے تُم میں کوئی صاحبِ اولاد یا نہیں ۱۳ دردِ دلِ حسینؑ سے آگاہ کیا نہیں
اس وقت ہوشِ سبطِ نبیؐ کے بجا نہیں یہ حال ہے کہ آنکھوں سے کچھ سُوجھتا نہیں
اکبرؑ جو مل گئے تو، ٹھہر جائے گا حُسینؑ
ورنہ تڑپ کے خاک پہ، مر جائے گا حُسینؑ

کہتے تھے اہلِ ظلم کہ، یا سیّدِ اُمم ۱۴ حضرت کے نورِ چشم سے، واقف نہیں ہیں ہم
اک نوجوان تو آیا تھا، باشوکت و حشم چھاتی پہ اس جری کے، لگا نیزۂ ستم
دو بار گرتے گرتے وہ غازی سنبھل گیا
گھوڑا کسی طرف اسے لے کے نکل گیا

سچ ہے عجب حسین تھا، وہ غیرتِ چمن ۱۵ سنبل سے گیسو، پھول سا مُنھ، چاند سا بدن
شیریں زباں، شگفتہ مزاج، اور کم سخن کیا کیا اڑا ہے لاکھوں سے تنہا، وہ صف شکن
چرچے اُسی کے حُسن کے شکر میں ہوتے ہیں
یاں کے بھی لوگ اس کی جوانی پہ روتے ہیں

آغاز تھیں مسیں، ابھی تھا عالمِ شباب ۱۶ گریاں میں پہ چرخ سے، اُترا تھا آفتاب
پیاسا تھا تین روز کا وہ آسماں جناب غیرت یہ تھی کہ پینے کو ہم سے نہ مانگا آب
سوکھے تھے ہونٹ، پیاس کی کچھ انتہا نہ تھی
لیکن، طلب سے، اس کی زباں آشنا نہ تھی

برچھی ستم کی ہو گئی، سینے کے وار پار ۱۷ رہوار سے جُدا نہ ہُوا، پر وہ شہ سوار
گھیرے تھے چار سمت سے، زخمی کو نیزہ دار برسا رہے تھے تیر، کماندار دس ہزار
مانندِ شیر جھومتا تھا، قاشیں زین پر
بوندیں ٹپک رہی تھیں لہو کی زمین پر

برچھی کے ساتھ، چھد کے نکل آیا سر تا جگر ۱۸ مانندِ گُل تھی، تن کی قبا، خون میں تر بتر
تلوار ایک ہاتھ میں، اِک ہاتھ میں سپر گہ فوج پر نظر تھی، کبھی زیرِ پر نظر

بیٹھا گلے پہ سیر، تو دم اس کا رُک گیا
ہاتھوں سے دل، کو تھام کے گھوڑے پہ جھک گیا

چلائے شاہِ دیں کہ، وہی میرا لال تھا ۱۹ وہ یوسفِ حسین، عدیم المثال تھا
آیا زوال اُس پہ، جو بدرِ کمال تھا باغِ محمدی کا، وہ تازہ نہال تھا

یہ داغِ دِل حُسین کو، پہلے پہل ملا
برچھی سے اُس کو مار کے کیا تم کو پھل ملا

ناسور اُس اَلم سے، کلیجے میں پڑ گیا ۲۰ میں لُٹ گیا، تباہ ہوا، گھر اُجڑ گیا
کیا نوجواں ضعیفی میں مجھ سے بچھڑ گیا سبطِ نبی کی زیست کا، نقشہ بگڑ گیا

صدقے کروں پدر کو اب اُس نورِ عین پر
تلوار لا کے پھیر دو حلقِ حسینؑ پر

جنگل سے آئی، اتنے میں اکبرؑ کی یہ صدا ۲۱ اب جاں بہ لب ہوں، آیئے یا شاہِ کربلا
ہے عنقریب کوچ، سوئے گلشنِ بقا حسرت یہ ہے کہ، دیکھ لوں دیدار آپ کا

آلودہ خوں بھرا ہوا چہرہ ہے گرد سے
بسمل سا لوٹتا ہوں، کلیجے کے درد سے

سُن کے صدا پکارے شہنشاہِ نام دار ۲۲ ہم شکلِ مصطفےٰ، تری آواز کے نثار
دوڑے گئے، جو لاش پہ نالاں و بے قرار دیکھا کہ غش پڑا ہے، زمیں پر وہ گُل عذار

دیکھا لہو پسر کا تو، دِل تھرا گیا
آنکھوں کے نیچے شہ کے، اندھیرا سا آ گیا

لاشِ پسر سے دوڑ کے پہنچے امامِ پاک ۲۳ کانپی زمیں، تڑپ کے جو کی آہِ دردناک
چلاتے تھے کہ غم سے کلیجہ ہے چاک چاک اے لال، تیرے بعد ہے، اس زندگی پہ خاک

مَیں دیکھتا ہوں، پاؤں زمیں پر رگڑتے ہو
اٹھارہویں برس میں، پدر سے بچھڑتے ہو

تقدیر جب کہ تجھ سے جواں کو جدا کرے ۲۴ پھر یہ ضعیف باپ بھلا جی کے کیا کرے
دکھ میں کسی کو یوں نہ فلک مبتلا کرے اب جلد موت آئے ہماری خدا کرے

بدلے عصا کے، ہاتھ میں بیٹے کا ہاتھ ہو
ہے آرزو، جہاں سے سفر ہو تو ساتھ ہو

اکبرؑ نے جب کہ غش میں سنی زاریٔ پدر ۲۵ دیکھا لہو بھری ہوئی آنکھوں کو کھول کر
زخمِ جگر دکھا کے کہا، یوں بہ چشمِ تر اب کوئی دم میں گلشنِ ہستی سے ہے سفر

اب والدہ سے تا بہ قیامت فراق ہے
مادر کے دیکھنے کا بہت اشتیاق ہے

شہ نے کہا، کھڑی ہے وہ ڈیوڑھی پہ کھولے بال ۲۶ آؤ میں لے چلوں تمھیں، اے میرے نونہال
فرزند کو جو لے کے چلا، فاطمہ کا لال رستے ہی میں ہوا علی اکبرؑ کا انتقال

چلائے شاہِ دیں، کہ جہاں سے گذر گئے
مادر کو دیکھنے بھی نہ پائے کہ مر گئے

ڈیوڑھی پہ لاش لائے پسر کی جو شاہِ دیں ۲۷ باہر نکل کے بیبیاں، سر پیٹنے لگیں
زینبؑ کو یوں پکارا، وہ زہراؑ کا نازنیں دوڑو بہن کہ، قتل ہوا اکبرؑ حزیں

دولھا بنے ہیں خون کی مہندی لگائے ہیں
سہرا تمھیں دکھانے کو مقتل سے آئے ہیں

خیمہ میں ہائے ہائے کا، اک غل ہوا بپا ۲۸ نکلی درِ خیام سے زینبؑ، برہنہ پا
ہاتھوں سے کوکھ پکڑے ہوئے، ماں بہ صد بکا چلاتی تھی، ارے مرے بچے کو کیا ہوا؟

کس کا جوان پسر تھا کہ بابا سے چھٹ گیا؟
یہ کس کی کوکھ اجڑ گئی، گھر کس کا لٹ گیا؟

خیمے میں لا کے شہ نے بنائی پسر کی لاش ۲۹ غل پڑ گیا کہ اکبرِ غازی کی آئی لاش
اس نوجوان پسر کی جو بانو نے پائی لاش پھیلا کے ہاتھ، چھاتی سے جلدی لگائی لاش

کہتی تھی ماں نثار ہو آنکھیں تو وا کرو
ان خوں میں ڈوبی زلفوں پہ مجھ کو فدا کرو

امّاں نشانہ کس کی خطا تجھ کو کھا گئی ۲۰ اٹھارہویں برس میں تجھے موت آ گئی
جنّت کے بوستاں کی فضا تجھ کو بھا گئی ہاں سے سوئی جانب ملک بتا گئی

دی گئی نہ قبر میں اماں تو کاڑ کے
جنّت میں جا بسے ہو نئی بستی اُجاڑ کے

میری اُمید کچھ نہ بر آئی ہزار حیف ۲۱ تم نے ذرا نہ مجھ کو دکھائی ہزار حیف
چھاتی پہ برچھی ظلم کی کھائی ہزار حیف پانی کی ایک بوند نہ پائی ہزار حیف
بابا پہ صدقے ہو گئے یہ اضطراب کی
اب تک ہے جو نہ آنکھ میں انگوٹھی رسن کی

بابا کے سامنے تمھیں مرنے کی تھی ہوس ۲۲ دیکھ پھوپھی کا زور چلا ورنہ میرا بس
دی جان تم نے پانی کی خاطر ترس ترس سنتے ہی یہ کیسا آیا تھا اخباروں برس
بے جان کس نے کر دیا بانو کی جان کو
کس کی نظر لگی مرے کڑیل جوان کو

اے لال تجھ پہ کیسی مصیبت گذر گئی؟ ۲۳ وہ حُسن کیا ہوا وہ جوانی کدھر گئی؟
اُڑ اُڑ کے ریت نرگسی آنکھوں میں بھر گئی اکبر تمھاری پیاسے دنیا سے مر گئی
چین آئے گا نہ دن کو نہ راتوں کو سوؤں گی
جب تک جیوں گی تیری جوانی کو روؤں گی

ہے ہے نہ تیرا بیاہ رچانا ہوا نصیب ۲۴ سب ہے ولیکن نہ بیاہ کے جانا ہوا نصیب
پوتے کو گود میں نہ کھلانا ہوا نصیب شادی کے دن سے خاک اُڑانا ہوا نصیب
ندّی لہو کی چاندی سی چھاتی سے بہہ گئی
بہنوں کو نیگ لینے کی حسرت ہی رہ گئی

باتیں تمھارے بیاہ کی جب لوگ لاتے تھے ۲۵ بہنیں بدلتی تھیں تو نہ تم پاس آتے تھے
سُن کر دُلہن کا ذکر نہ آنکھیں اُٹھاتے تھے کیا مسکرا کے شرم سے گردن جھکاتے تھے
بن بیاہے اُٹھ گئے مرے پیارے جہان سے
ناشاد و نامراد سدھارے جہان سے

ہنس ہنس کے اب یہ ماں کسے دولہا بنائے گی؟ ۳۶ واری جواب دہ دُلہن اب کس کی آئے گی؟
اب سالی کس کے ہاتھ میں مہندی لگائے گی؟ ماں بیاہنے کو دھوم سے اب کس کی جائے گی؟

بستی مری اُجڑ گئی ویرانہ ہو گیا
شادی کہاں کی گھر تو عزا خانہ ہو گیا

یہ بین کر کے غش ہوئی بانوئے نیک نام ۳۷ اُٹھ اُٹھ کے پیٹنے لگیں سب بیبیاں تمام
لاشِ پسر کو لے گئے مقتل میں پھر امام بس اے انیسؔ آگے نہیں طاقتِ کلام

کس کو جوانیِ علی اکبرؑ کا غم نہیں
گو بند مختصر ہیں پہ رونے کو کم نہیں

۶

جب رن میں حسینؑ اصغرِ بے شیر کو لائے ۱ لختِ جگرِ بانوئے دل گیر کو لائے
جلّادوں میں اُس صاحبِ توقیر کو لائے ہاتھوں پہ دھرے چاند سی تصویر کو لائے
غُل پڑ گیا دیکھو شہِ والا کے پسر کو
خورشید نے ہاتھوں پہ اُٹھایا ہے قمر کو

معصوم کے رُخ پر ہے عجب حُسن عجب نُور ۲ آئینۂ افلاک تجلّی سے ہے معمور
اسپند ہے اُس رُخ کے لیے خالِ رُخِ حُور موسیٰؑ کے کفِ دست پہ ہے شمعِ طُور
کیا صاحبِ اعجاز امامِ دو جہاں ہے
نورِ یدِ بیضا یہ سرِ دست عیاں ہے

حُسنِ رُخِ اصغر سے خجل نیّرِ اکبر ۳ خورشید تو ذرّہ ہے ستارہ مہ انور
گرمی سے جو قطرے ہیں پسینے کے جبیں پر ہیں صانعِ قدرت نے جڑے چاند پہ اختر
بالوں کے تلے لوحِ جبیں نُور فشاں ہے
ہے نصف قمر ابر میں اور نصف عیاں ہے

اَبرو کو دیا ہے یدِ قُدرت نے عجب خم ۴ بس دو مہِ نو صاف نظر آتے ہیں باہم
ہے نرگسی آنکھوں کا نقاہت سے یہ عالم دشوار ہے پلکوں کا جھپکنا جنھیں ہر دم
ہے خواب بھی اس چشمِ گہربار کو بھاری
جس طرح سے شب ہوتی ہے بیمار کو بھاری

آئینۂ مہ میں یہ کہاں جلوہ نُمائی ۵ روشن ہُوا دل جس کو وہ صورت نظر آئی
دو دن سے جو ایک بوند نہیں پانی کی پائی زردی سی ہے ان پھول سے رخساروں پہ چھائی
شہ روکتے ہیں دھوپ کو دامانِ عبا سے
ٹھنڈا ہُوا جاتا ہے بدن، گرم ہوا سے

روشن وہ گلا شمعِ تجلّی کی ہے تصویر ۶ سو اس پہ گئے تیر یہ قسمت کی ہے تحریر
دو روز سے پانی نہ مقدر میں ہے نہ شیر اور کنٹھ جو بیٹا ہے تو ہے موت گلوگیر

اب دودھ بھی اور حوق بھی منت کا بڑھے گا
فریاد ہے نیزے پہ یہ سرکٹ کے پڑھے گا

کی دوش و بر و ساعد و بازو کا کہوں اور ۷ سب ڈھرے سانچے میں ڈھلے ہیں جو کروں اور
نخلِ سا قدِ سیمیں ہے کہ آئینۂ بازو کس طرح اٹھا ایسے پہ دستِ ستم و جور

ان ہاتھوں پہ بالیدنی ہیں، وہ فدا ہیں
گو مٹھیاں بانڈھے ہیں مگر عقدہ کشا ہیں

گو سن میں بہت کم ہیں پہ رتبے ہے زیادہ ۸ ہے موسمِ طفلی میں جوانوں کا ارادا
کیوں ہو نہ اولوالعزم وہ خاکم کا خورد ا زہرا سی تو دادی، اسد اللہ سا دادا

ہے عمر تو چھوٹی پہ بڑا کام کیا ہے
سب جنگ کیے فتح میں کیا نام کیا ہے

نازک ہے لبِ جس جو برگِ گلِ تر سے ۹ وہ پانی کو محتاج رہے دودھ کو ترسے
گہوارے میں دم ڈرتے تھے چارہ پرسے آئے ہیں گھرا کے شہ دیں اس گھر سے

بچے کو امام، انتظام کے پانی نہیں دیتے
منھ کھولے ہے "صوم" وہ پانی نہیں دیتے

وہ نشتر کے نشے پہ ندیدا سینہ ۱۰ جس میں نہ کدورت، نہ حسد اور نہ کینہ
بخشش کو ہیں ہر عضو گلاب آگیں سینہ ہے سینہ نہیں، اک دُرِ نجف کا ہے نگینہ

اب حرز ہیں وہ زیب کے یا زینت بنے گا
جس بھوسے میں وہ پتے ہیں وہ برجت بنے گا

امداد کو دکھاتے ہیں منہ اس کا شہِ خوش خو ۱۱ میداں میں تجلّی ہے مہ و مہر کی ہر سو
جو دیں ہیں ہر اک صاحبِ اولاد کے آنسو کھولے ہیں دہن مثلِ صدف اصغرِ مہ رو

پیاسا ہے پسر اشکوں سے نہ دھوتے ہیں شبیر
بچے کی طرف تکتے ہیں اور روتے ہیں شبیر

کچھ گھٹیوں پہنے سے ابھی تک نہیں آگاہ
ہے عمر تو کوتاہ پہ ہمت نہیں کوتاہ
میدان میں مرنے کے لیے آئے ہیں حضرت

فرماتے ہیں اے غنچہ دہن اے مرے پیارے
گویا نہیں اِس وقت زباں فرطِ حیا سے
بے پانی کے مرنے کا مزہ تم نہ چکھو
مُنہ پھیر کے کہتے ہیں کہ کیا پیاس نہیں ہے

مُجھ پر تو ہے بچپن سے نوازش مری سب کی
منت کشِ ادنیٰ ہُوں یہ جاگہ ہے عجب کی
ادنیٰ سے سخی مانگے یہ دستور نہیں ہے
اب صبر کرو نہر پہ بس زور نہیں ہے

مشکل میں مدد چاہتی ہے مجھ سے خدائی
شاہوں کے لیے فخر ہے اس در کی گدائی
قرآن سے ظاہر ہیں شرف اُن کے ہمارے
احساں ہیں ملائک پہ حُسینؑ ابنِ علیؑ کے

بخشے ابھی اللہ میں جس شے کا ہُوں خواہاں
قطرے سے جو چاہوں تو اُٹھے نوحؑ کا طوفاں
یہ سب مجھے قدرت ہے پہ راضی بہ رضا ہُوں
مظلوم ہُوں پیاسا ہُوں غریب اور غربا ہُوں

چاہُوں تو ابھی خاک ہوں جل جل کے یہ ناری
ہوں انگلیوں سے دودھ کی نہریں ابھی جاری
بابا بھی رہِ حق میں فدا تم بھی فدا ہو
ہم مرتے ہیں اِس پر کہ رضامند خدا ہو

۱۸ ہیں تر دامن و در پہ تری پیاس سے دشوار — دروازے پہ سر کھولے کھڑی ہے وہ دلِ افگار
میں نے بھی کیا ہے طلبِ آب کا اقرار — کرتا ہوں لبوں سے تری پیاس کا اظہار
پر وہ نہیں دیتے کہ مرے دل کو یقیں ہے
اس نہر کا پانی تری قسمت میں نہیں ہے

۱۹ یہ سُن کے پکارا اسد اللہ کا جانی — کچھ کہتا ہوں یا رو علی اصغر کی زبانی
اب اُٹھ نہیں سکتی تعبِ تشنہ دہانی — کہتے ہیں کہ ایک بوند پلا دو ہمیں پانی
سب خلق پہ احسانِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہیں
تم دگ مسلمان ہو تو ہم آلِ نبیؐ ہیں

۲۰ آئے ہیں وطن چھوڑ کے مہماں ہیں تمہارے — دو روز سے دم توڑتے ہیں پیاس کے مارے
ہم حیدر و زہراؑ و پیمبرؐ کے ہیں پیارے — کام آئیں گے جب آؤ گے کوثر کے کنارے
دن آج تمہارا ہے تو کل ہوگا ہمارا
فردوس کی نہروں پہ عمل ہوگا ہمارا

۲۱ سب چوکے تو بخشش کا کوئی طور نہیں ہے — کوثر پہ پہونچنے کی سبیل اور نہیں ہے
ہم پیاس سے مرتے ہیں تمہیں غور نہیں ہے — سوچو، یہ مقامِ ستم و جور نہیں ہے
مسلم ہو طریقِ اسد اللہ پہ آؤ
بھٹکے ہوئے پھرتے ہو کدھر راہ پہ آؤ

۲۲ جس دل میں نہیں نورِ محبت کا ہماری — قرآن سے ہے ثابت کہ وہ ناری ہے وہ ناری
بے کار ہے گو، عمر عبادت میں گذاری — کچھ نفع نہ بخشے گی اسے طاعتِ باری
عشقِ اسد اللہ کا داغ اس میں نہیں ہے
بے نور ہے وہ گھر کہ چراغ اس میں نہیں ہے

۲۳ جو دوست ہمارے ہیں وہ ہوں گو کہ گنہ گار — بخشائیں گے ہم اور انہیں بخشے گا غفار
پشت پہ علیؑ ہوویں گے اور احمدِ مختار — ہو جائے گی میزانِ عمل آپ سبک سار
بے دوستیِ آلِ نہیں روزِ ازل سے
پیدا ہے یہی ایک عمل لاکھ عمل سے

جو لوگ ہیں ثابت قدمِ الفتِ حیدرؑ ۲۴ بالائے سرِ اِن کے نبی ہوویں گے یاور
فرمائیں گی یہ فاطمہؑ ان دونوں سے آکر لوتم کو ہاتھوں سے مرا گوشۂ چادر

دم بھرتے رہے ہو تحروشِ مریمؑ کا
جب پاؤں کو خرچش ہو تو دو نامِ علیؑ کا

تم لوگوں میں احمدؐ نے امانت ہمیں چھوڑا ۲۵ سو تم نے تو سررشتۂ سنت ہی کو توڑا
قرآں سے بھی تم پھر گئے منھ ہم سے بھی موڑا یہ بھی ہے بہت پانی اگر دو ہمیں تھوڑا

اولادِ نبیؐ قابلِ بیداد نہیں ہے
کیا آیۂ لا اسئلکم یاد نہیں ہے

ان پھولوں سے رخساروں کو کملانے کو دیکھو ۲۶ ہر رے سے میداں میں چلے آنے کو دیکھو
ان سوکھے ہوئے ہونٹوں کے مرجھانے کو دیکھو غش آنے کو دیکھو کبھی اشک بہانے کو دیکھو

ناحق ہے عداوت تمھیں نازوں کے پلے ہے
پھر دو گے، تو پانی بھی نہ ترسے گا گلے سے

سن کر یہ سخن وہ ستم ایجاد پکارے ۲۷ خیر آنے نہ دیں ہم کو فرات کے کنارے
اطفال جئیں یا کہ مریں پیاس کے مارے تم لوگوں کا حصہ نہیں پانی میں ہمارے

ہم سمجھے کہ حیلے سے طلب کرتے ہو پانی
بچّے کے وسیلے سے طلب کرتے ہو پانی

فرمانے لگے سبطِ نبیؐ اشک بہا کر ۲۸ ہم پیاس سے بچ بھی گئے تو کوثر پہ جا کر
ہٹ جاتا ہوں میں خاک پہ اصغرؑ کو لٹا کر دریا سے تمھیں پانی پلا دو اسے لا کر

اپنے لیے سائل کبھی پانی کا نہ ہوں گا
بچّہ مرا بچ جائے میں پیاسا ہی رہوں گا

وہ بولے کہ اکبرؑ سے زیادہ نہیں اصغرؑ ۲۹ شہ بولے کہ رتبے میں تو دونوں ہیں برابر
گو چھوٹے بڑے ہیں پہ ہیں اِک بحر کے گوہر وہ برجِ شرافت کا قمر ہے تو یہ اختر

اس کو جو کلیجہ تو مرا دل اُسے سمجھو
قرآں اِسے سمجھو تو جمائل اُسے سمجھو

بڑھ کر بنِ کاہل نے کہا اے شہ والا ۲۰ اکبرؑ کو تو دیکھا ہے نہیں تم نے خدا کی
دکھلاؤ تو اصغرؑ کا مجھے چاند سا چہرہ سنتا ہوں کہ ہم صورتِ حیدرؑ ہے یہ بچہ

حاصل ہوئی اکبرؑ سے پیمبرؐ کی زیارت
باقی ہے مگر حیدرِ صفدرؑ کی زیارت

شبیرؑ نے اس چاند کو ہاتھوں پہ اٹھایا ۲۱ چلّے سے کماں دار نے واں تیر ملایا
خم ہو کے اسے مثلِ کماں شہ نے بچایا مانندِ اجل ناوکِ ظلم و ستم آیا

شبیرؑ چھپاتے رہے نازوں کے پلے کو
بازو پہ لگا توڑ کے ننھے سے گلے کو

حلقہ تو وہ دو ٹانک کا اور تیر سہ پہلو ۲۲ دل سہم گیا چونک پڑے اصغرؑ مہ رو
گردن سے لہو بہنے لگا آنکھوں سے آنسو منہ کھل گیا تھرانے لگے ننھے سے بازو

گل رنگ ہوا طوقِ گلو خون میں بھر کر
ریتی پہ گرے گر پڑے ہاتھوں سے اتر کر

فوارہ چھٹا حلق سے بچے کے لہو کا ۲۳ سب خون میں تر ہو گیا ننھا سا گلو کا
دم آئے رکا حلق میں اس تشنہ گلو کا خوں منہ سے اگلنے لگا وہ دودھ کا بھوکا

ننھی سی وہ ٹوپی بھی گری جاتی تھی سر سے
جب آتی تھی ہچکی تو پلٹتا تھا پدر سے

پہلی سا جو ہاتھوں پہ تڑپتا تھا وہ بے شیر ۲۴ بے تاب تھے بچے کے لیے حضرتِ شبیرؑ
جب خون نہ ٹھہرا بندِ گلو سے کسی تدبیر چلّو سے لگے پھینکنے سوئے فلکِ پیر

اس خون کو منہ لے گئے افلاک کے اوپر
لکھا ہے کہ قطرہ نہ گرا خاک کے اوپر

قطرہ اگر اس خون کا گرتا بہ سرِ خاک ۲۵ دانہ کبھی اگتا نہ زمین پر تہِ افلاک
ہو جاتی گرفتارِ بلا امتِ سفاک اللہ رے صبر پسرِ سیدِ لولاک

فرماتے تھے راضی ہوں میں جو مجھ پہ تعب ہو
نازل مگر امت پہ نہ خالق کا غضب ہو

جب تیر کو مصور کی زد سے نکالا ۳۶ دنیا سے سنہ رکیب دہنسیں دو
چلّا کے بجب درد سے دونے شہ دیں نزدیک تھا زباں کلیجہ تھو باہر

تھا کہ اب اُمت کا مہربان نبی نے
فریاد تو رہا اطراف پہنچی نے

شہ لاش کو ہاتھوں پہ اُٹھا کر یہ پکارے ۳۰ اے بار خدا خلق سے تو ظرِ بھی سعد ہمارے
صد شکر کہ تُو نے مرے سب کام سنوارے پہنچا در پہ نذر نہ تھی پاس ہمارے

یہ ہے پسرِ صاحبِ معراج کا ہدیہ
مقبول ہو اس بندۂ محتاج کا ہدیہ

گردوں سے صدا آئی کہ اے فخرِ خلائق ۳۸ زیبا ہے ترا صبر سے اوصاف فائق
تھا تیرے سوا کوئی نہ اس کام کے لائق بے شوق ہمارا تجھے ہم نے ترے شائق

باقی فقط اک مرحلۂ خنجر کیں ہے
اب وصل کا معشوق کے ہنگام قریں ہے

سُن کر یہ صدا گردنِ تسلیم جھکائی ۳۹ تلوار سے کھودی لحد و رہ شق ہوئی
جب خاک میں وہ چاند سی تصویر چھپائی تعویذ پہ مُنھ رکھ دیا رقت بہت آئی

چلّائے کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغر
ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغر

فرمایا کہ اے خاک امانت سے خبردار ۴۰ بانوئے دل فگار کی دولت سے خبردار
لختِ جگرِ شاہِ ولایت سے خبردار اس بندۂ بے کس کی جماعت سے خبردار

یہ گوہرِ نایاب ہے پاکیزہ صدف کا
سونپا ہے تجھے میں نے نگیں دُرِ نجف کا

فرما کے یہ گھوڑے پہ چڑھے سبطِ پیمبر ۴۱ رو کر کہا اب خیمے میں جانا نہیں بہتر
کیا جا کے سناؤں خبرِ رحلتِ اصغر پڑھتے رجز آئے صف اعدا کے برابر

سُرخ آنکھیں تھیں اور ہاتھوں کو قبضے پہ دھرے تھے
کپڑے تنِ پُرنور کے سب خوں سے بھرے تھے

افروختہ تھا صورتِ گل چہرۂ روشن ۴۲ چار آئینے میں تکس سے پھولا ہوا گلشن
مغفر تو سرِ پاک پہ اور جسم پہ جوشن گردانے ہوئے جامۂ پُرنور کا دامن
کرتا تنِ اطہر میں رسولِ عربی کا
زیبِ کمرِ پاک کمربندِ علی کا

اُس دن تھا عمامہ سرِ اقدس پہ گلابی ۴۳ تھا رُتبے میں قرآں سے نہ کم رُوئے کتابی
تفسیر تھا وہ حاشیۂ ریشِ خضابی پرتین شب و روز سے تھی بے خور و خوابی
کہتے تھے مَلک دین کے سرتاج کو دیکھو
شانِ پسرِ صاحبِ معراج کو دیکھو

اُڑتے تھے ہَوا سے جو وہ گیسوئے معنبر ۴۴ سارا وہ بیاباں تھا کئی کوس معطّر
عالم کی ضیا بخش تھی پیشانیِ انور ہم رُتبہ لوحِ ورقِ مصحفِ اکبر
سجدے کی جگہ پر جو ستارہ سا عیاں تھا
وہ احمدِ مختار کے بوسے کا نشاں تھا

ابرو ہے کلیدِ درِ گنجینۂ اسرار ۴۵ بالیدہ و سنجیدہ و پیوستہ و خمدار
اُس چشم پہ آنکھوں سے فدا ہیں اولوالابصار گر خواب میں دیکھے تو زہے طالعِ بیدار
ابرو سا جہاں میں نہ کسی قوس کو دیکھا
دیکھا جو اُسے نرگسِ فردوس کو دیکھا

مژگانِ سیہ سبزۂ گردِ لبِ کوثر ۴۶ اشکوں سے صدا خوفِ الٰہی میں رہے تر
اور شمعِ سرِ طور کی لو بینیِ انور سوکھے ہُوئے لب لعلِ بدخشاں سے تھے بہتر
دندان مبارک کو نہ کہیے کہ گہر ہیں
تیرے کے نگینے ہیں تو یاقوت کے گھر ہیں

کیا سینہ و گردن کے کروں حُسن کو تحریر ۴۷ وہ شمعِ تجلّی ہے تو یہ نور کی تصویر
سو اُس پہ تو شمشیر چلی اُن پہ چلے تیر تیغ ایک پہ اور ایک پہ تھے زانوئے بے پیر
تکبیر کی رگ رگ سے صدا آتی تھی رن میں
سر کھو - لے ہُوئے فاتحہ چلّاتی تھی رن میں

۴۸ شانوں کا وہ نور اور وہ بازو کی صفائی — کمزور تھے جس وقت سے ماں تیاں نی
جن ہاتھوں نے سب خلق کی کی عقدہ کشائی — فرمایا ہے بہتاں سے کائی وہ کیانی

اک نظام بے رحم نے یہ ظلم سب کیا
اُنگلی کو انکوٹھے کے لئے کاٹ لیا

۴۹ اُن قدموں کا ہمسر کوئی دنیا میں نہیں ہے — کیا مرتبہ عشق ہی کو کیا ہے
حاصل تھی نہ اسباب تعلق سے کوئی شے — آرائش رسم و رہ خلق سے کیا ہے

بہتا گئے وہ راہ رضا سب کو جہاں میں
پیروی ہیں جو اُن کے وہی پہنچے ہیں جناں میں

۵۰ بھوں سے لڑائی تھی پہ میلے نہ تھے تیور — جب تیغ سے بڑھتے تھے تو ہٹتے تھے ستمگر
بجلی سا تہِ ران فرس خاص پہ تھا سر — تھا دستِ ستم پر تہِ شمشیرِ دو پیکر

غل تھا شہِ ابرار کے کاندھے پہ کمر ہے
یا شمس فلک قوس کے پہلو میں قمر ہے

۵۱ دن ڈھلتا تھا اور ہوتی تھی اعدا کی چڑھائی — تھی شام کے سائے کی گھٹا چاند پہ چھائی
ہمراہ کوئی دوست نہ فرزند نہ بھائی — تنہا تھے اور اُدھر سے تھی خدائی

مرکز میں تھے واں کے سوا راس تگ و دو میں
یاں گھوڑے پہ تھے آپ شہادت تھی جلو میں

۵۲ تھی نہ تھی طرف فاطمہؑ بکھرائے ہوئے بال — کہتی تھی میں صدقے تری غیرت کے مرے لال
قربان گئی زخم کا بازو کے ہے کیا حال — گھوڑے سے جھکو تم تو یہ ماں بھی نہ جانے وہاں

ہے ایک تو صدمہ تمہیں تشنہ دہنی کا
اس زخم پہ پھر قصد ہے شمشیر زنی کا

۵۳ فرماتے تھے یہ شیرِ خدا بادلِ غم ناک — روحی بفداک — پسر سید لولاک
گرتے تھے کبھی فرطِ بکا سے بسرِ خاک — اُٹھتے تھے کبھی ستِ مرے رہوار کی فتراک

روتے تھے ملک گریۂ محبوب خدا سے
ہلتی تھی زمیں ہائے حسینا کی صدا سے

تھے سارے نبیؐ احمدِ مرسل کو سنبھالے ۵۴ اور نوحؑ کی گردن میں وہ تھے ہاتھوں کو ڈالے
چلاتے تھے تب مری آغوش کے پالے صدقے ترے اے میری زباں چوسنے والے

اُمّت کے لیے برچھیاں کھانے کو چلے ہو
دوزخ سے مجرموں کو بچانے کو چلے ہو

جنّات میں تھا سیّدِ کونین کا ماتم ۵۵ سب کہتے تھے موجود ہیں لڑنے کے لیے ہم
ڈر تھا کہ نہ دنیا ہو کہیں درہم و برہم ہلتی تھی زمیں کانپتا تھا عرشِ معظّم

مشتاق تھے سب جنگ شہِ جن و ملک کے
کھولے تھا فرشتوں نے دریچوں کو فلک کے

ناگاہ اِدھر چوب لگی طبل و علم پر ۵۶ اور پڑنے لگے تیر امامِ دوسرا پر
طاری ہوا غصّہ پسرِ شیرِ خدا پر تلوار علم کر کے چلے اہلِ جفا پر

فرمایا کہ باں پہلے کدھر کھیت پڑے گا
لڑنے کو سب آتے ہیں کہ ایک یک لڑے گا

وہ بولے کہ یوں آپ سے سر کوئی کب ہو ۵۷ فرمایا کہ معلوم ہوا ننگِ عرب ہو
کچھ غم نہیں تم ایک مرے سامنے سب ہو کیا ڈر اُسے خود جس کو شہادت کی طلب ہو

لڑتا نہ کبھی تم کو اگر نیک سمجھتا
میں لاکھ کو اور ایک کو تم ایک سمجھتا

جوہر ہے جو مَردوں کا تو ہے مرنے سے ڈرنا ۵۸ جو گذرے سو گذرے کہ جہاں سے ہو گذرنا
ہے ننگ شجاعوں کے لیے موت سے ڈرنا غنمت ہے شہادت کا ہمیں خون میں بھرنا

تو ریں گے یہ نخلِ شہادت کے یہ پھل ہیں
مرنے پہ وہ مرتے ہیں جو مشتاقِ اجل ہیں

ہے یہ زیادہ نہیں صفّین و جمل سے ۵۹ ہاں سنیے یہ نکلی بات کہ پیاسا ہوں میں کل سے
تنہا تھے لڑے شیر خفا فوج کے دل سے پھولا نہ گلِ اسدؑ اسی تیغ کے پھل سے

سب مل کے لڑو مجھ سے رضامند نہیں میں بھی
اے قوم اسی شیر کا فرزند ہوں میں بھی

فرما کے یہ تمکانی جو تیغِ نشہ دل ۶۰ گنگار پکارے کہ ارے برق درخشاں
رہوار کو رانوں میں دبا کر جو کہا ہاں ہاں منہ سے نہ نکلی تھی کہ پاس سے وہ لیا دوں
پیوست ہوئے تیر وہ باہر نکل آئے
معلوم ہوا پہلوؤں سے پر نکل آئے

اس کے لیے ایک گام تھا سو کوس کا دھاوا ۶۱ تیغوں کو چباتا تھا یہ جوشِ غضب میں
اڑتا کبھی مڑتا کبھی جست اور کبھی کاوا کہتے تھے ستمگر یہ پری ہے کہ چھلاوا
کس گھات سے روگیں فرس تیز قدم کو
سایہ بھی تو اس کا نظر آتا نہیں ہم کو

غصے میں وہ تن تن کے دہانوں کو چباتا ۶۲ در جوشِ شجاعت میں وہ کف منہ سے گراتا
ہر صف میں کبھی جھوم کے آتا کبھی جاتا تلوار کی زد سے کبھی آفت کو بچاتا
ٹاپوں سے تہلکتی تھی زمیں حشر بپا تھا
اس صف میں جو بجلی تھی تو اس صف میں ہوا تھا

نرتے تھے حسینؑ ابنِ علیؑ فوجِ ستم سے ۶۳ ہر غول میں پھرتا تھا وہ کس کس کے دھم سے
سرگرم[۱۸] تھے ضربتِ شمشیرِ دو دم سے پامال بدن ہوتے تھے گھوڑے کے قدم سے
رہوار نے واں خون کا چھڑکاؤ کیا تھا
تلوار نے سب فوج کا ستھراؤ کیا تھا

بجلی سی ہر اک صف میں چمکتی ہوئی آئی ۶۴ شعلے کی طرح گاہ لپکتی ہوئی آئی
آئی وہ جدھر خوں میں ٹپکتی ہوئی آئی واں تمکی تو یاں آگ بھڑکتی ہوئی آئی
اسواروں کو اس برق کے ورود[۱۹] سے
شعلوں سے جو بھاگے تو شراروں نے جلایا

غل فوج میں تھا آج تو ہے آگ برستی ۶۵ فریاد ہے اب خاک ہو خرمنِ ہستی
کوفے کو لگی آگ جلی شام کی بستی بس اب کوئی دم میں نہ بلندی ہے نہ پستی
یہ برقِ غضب کم نہیں کچھ قہرِ خدا سے
چنگاریاں آتش کی نکلتی ہیں ہوا سے

۶۶ بجلی کی طرح لشکرِ سفاک پہ چمکی — بے جاں بُوا جس کے سرِ ناپاک پہ چمکی
جب ہاتھ اُٹھا طارمِ افلاک پہ چمکی — چمکی کبھی گردوں پہ کبھی خاک پہ چمکی
ساتوں طبقِ ارض دہل جاتے تھے اُس سے
سکّانِ سماوات بھی تھرّاتے تھے اُس سے

۶۷ وار اُس کا کوئی روک نہ سکتا تھا سپر پر — چمکی جو چھری چل گئی دشمن کے جگر پر
گہہ فرق پہ، گہہ سینے پہ، اور گاہ کمر پر — بس قطع یہ جامہ تھا اسی تیغِ دوسر پر
جس پر گئی بے دو کیے پھرتے نہیں دیکھا
بجلی کو بھی اس طرح سے گرتے نہیں دیکھا

۶۸ ہر ضرب میں چورنگ تھے سو سو ستم ایجاد — کٹتے تھے نع کاسہ سرِ مغفرِ فولاد
چار آئینے میں بھی نہ رہے امن سے جب یاد — بنتی سیل فنا خانۂ تن کر دیے برباد
ضرب اس کی کسی سے نہ رُکی فوج کے دل میں
اُتری جو زرہ کٹ کے پھنسی دامِ اجل میں

۶۹ تیروں سے قلم ہو کے جو گرتی تھیں سنانیں — رہ جاتے تھے سب داب کے دانتوں میں زبانیں
ثابت نہ رہے تیر نہ ترکش نہ کمانیں — جانے لگیں دوزخ کو جفا کاروں کی جانیں
نادک جو ستم گاروں نے ترکش میں بھرے تھے
تیروں سے وہ خالی تھے مگر خوں سے بھرے تھے

۷۰ شانے پہ جو چمکی تو بغل سے نکل آئی — اک ہاتھ میں سر کے نہ دیتا تھا دکھائی
سیدھی جو پڑی سر پہ تو شد ری صفائی — مِس ہو گئی دشمن کے نہ وتن میں سمائی
کھینچا اسے دو کر کے جو شمشیر دوسر کو
گھوڑے کے اِدھر نصف گرا نصف اُدھر کو

۷۱ نعرہ تھا لعینو بنِ کابل کو بتاؤ — ہاں جعفرِ معصوم کے قاتل کو بتاؤ
متہد کو، جفا کار کو، بدبل کو بتاؤ — غلام کا نشاں سرورِ عادل کو بتاؤ
کچھ سوچ کے اس وقت اسے چھوڑ دیا تھا
اس نے تو کلیجے کو مرے توڑ دیا تھا

تھرّا اٹھے سُن سُن کے یہ نعرے ستم آرا ۷۴ تھا ایک کہ دشت سے لگایا یہ پکارا
پھر فوج میں ڈوبا اسد اللہ کا پیارا اُس وقت یہ تھا ستم رسیدہ پکارا

حضرت کو تو یاں قتل اصغر کی طلب ہے
واں بی بیاں خیمے سے نکل آئیں غضب ہے

مُڑ کر شہ والا نے جو دیکھا تو یہ دیکھا ۷۵ اک حشر بپا خیمہ پہ ہے بہر خدا
سر کھولے ہوئے پیٹتی ہے دخترِ زہرا اُٹھی ہے سکینہ مرے بھیا مرے بھیا
بانوئے حزیں چاک گریباں کیے سر پہ
چھاتی کے تلے ننھی سی تربت کو دیے ہے

چلّاتی ہے اصغر مجھے آواز سناؤ ۷۶ تربت میں اندھیرا ہے مری گود میں آؤ
قربان گئی ننھے سے ہاتھوں کو اُٹھاؤ مر جائے گی ماں خاک سے منہ کو نہ چھپاؤ
تھا میں نے تو سمجھا شہ و لشکر کو سونپ
شبیر نے یاں لا کے تمھیں خاک کو سونپ

یہ حال جو دیکھا تو پکارے شہ دل گیر ۷۷ قاتل ہے کہاں پھیر دے اب حلق پہ شمشیر
یہ سنتے ہی سب ٹوٹ پڑا لشکرِ بے پیر سینے پہ لگے تیغ و سنان و تبر و تیر
ٹکڑے ہوا ہر عضوِ بدن تیغوں سے کٹ کر
غش ہو گئے رہوار کی گردن سے لپٹ کر

خاتونِ قیامت کی صدا دشت سے آئی ۷۸ گرتا ہے مرا لال محمد کی دُہائی
چلّائی یہ زینب کہ سفر کرتے ہیں بھائی اب کیا کروں ہے ہے مری ماں کی کمائی
بھائی کی مدد کرنے کو آتا نہیں کوئی
ہے ہے مرے سید کو بچاتا نہیں کوئی

واں نالۂ زہرا سے فلک تھا تہ و بالا ،، یاں پہلوئے سرور پہ لگا ظلم کا بھالا
ہلنے لگا جو عرش فرشتوں نے سنبھالا چلّاتی تھی وہ ہائے مری گود کا پالا
حیدر کے تو نالے گئے افلاک کے اُوپر
اور تاجِ سرِ عرش گرا خاک کے اُوپر

غصّہ جو ہو میں نظر آیا اے اسوار ۷۸ سر خاک پہ جھک جھک کے پٹکنے لگا رہوار
دو تین گھڑی تک تو رہے غش شہِ ابرار آنکھیں جو کھلیں حلق پہ تھا خنجرِ خوں خوار

پہلو میں سرِ فاطمۂ عریاں نظر آیا
جلّاد کے پنجے میں گریباں نظر آیا

خشکیدہ زباں شہ نے دکھائی کئی باری ۷۹ پانی نہ دیا ذبح لگا کرنے وہ ناری
خاموش انیسؔ اب کہ غم و درد ہے طاری اس نظم کا بخشے گا صلہ ایزدِ باری

محشر میں علیؑ ساغرِ کوثر تجھے دیں گے
گھر خُلد میں رہنے کو پیمبرؐ تجھے دیں گے

۷

ہوتے ہیں بہت رنج مسافر کو سفر میں
سو شغل ہوں پر دھیان لگا رہتا ہے گھر میں
سنگِ غمِ فرقت دلِ نازک پہ گرا ہے
اندوہِ غریب وطنی کاہشِ جاں ہے

۱ راحت نہیں ملتی کوئی دم آٹھ پہر میں
پھرتی ہے سدا شکلِ عزیزاں کی نظر میں

گر راہ میں ہمراہ بھی ہو راحد و زاد
جب عالمِ تنہائی میں آتا ہے وطن یاد
اک آن غم و رنج سے فرصت نہیں ہوتی
منزل پہ بھی آرام کی صورت نہیں ہوتی

۲ ہوتی نہیں فرد کی خاطر شاد
ہر گام پہ دل مثلِ جرس کرتا ہے فریاد

ہمراہ سفر میں ہوں اگر حامی و ناصر
جب ہو سفرِ خوف و پریشانیِ خاطر
ہر طرح مسافر کے لیے رنج و تعب ہے
رہ جائے پسِ قافلہ چھٹ کر تو غضب ہے

۳ منزل پہ کمر کھول کے سوتے ہیں مسافر
شب جاگتے ہی جاگتے ہو جاتی ہے آخر

دکھ دیتے ہیں ایک ایک قدم پاؤں کے چھالے
ہاتھوں سے اگر بیٹھ کے کانٹے کو نکالے
درماندوں کو لینے کو بھی آتا نہیں کوئی
تھک کر بھی جو بیٹھے تو اٹھاتا نہیں کوئی

۴ منزل پہ پہونچنے کے بھی پڑ جاتے ہیں لالے
ڈر ہے کہ نہ بڑھ جائیں کہیں قافلے والے

ہر دم دلِ نازک پہ مسافر کے ہیں یہ غم
تھمتا ہی نہیں قافلۂ اشک کوئی دم
بابا کو تو فرزندوں سے چھٹنے کا الم ہے
والد سے جدائی ہو تو بچوں پہ ستم ہے

۵ تر رہتے ہیں اشکوں سے سدا دیدۂ پرنم
ہوتا ہے عجب صاحبِ اولاد کا عالم

ہوں ساتھ جو بابا کے تو یاد آتی ہے مادر ۶ مادر ہو تو یہ غم ہے کہ بابا نہیں سر پر
منزل میں سحر کرتے ہیں بستر پہ تڑپ کر ادروں کے تو اشک آنکھوں سے تھمتے نہیں دم بھر

پردیس میں کیونکر انہیں دشمن سے اماں ہو
جن بچوں کے سر پر نہ تو بابا ہو نہ ماں ہو

بچے بھی وہ بچے، جو نہ نکلے کبھی گھر سے ۷ ماں جن کو نہ اک آن جدا کرتی تھی بر سے
نے راہ سے آگاہ نہ ایذائے سفر سے وہ چھٹ گئے کوفے میں پہنچتے ہی پدر سے

زخمی تبر و تیر سے جب ہوتے تھے مسلمؑ
بیٹوں کی تباہی کے لیے روتے تھے مسلمؑ

جب لے گئے کوفے پہ لعیں قتل کی ناظر ۸ رونے لگا گردن کو جھکا کر وہ مسافر
منھ سے یہی نکلا، تہ خنجر دم آخر فرزند محمدؐ کا خدا حافظ و ناصر

روتے تھے حسنؑ، فاطمہؑ سر ننگے کھڑی تھی
تھا نیزے پہ سر لاش تہ بام پڑی تھی

جب قتل ہوا، اپنی سپید والا ۹ بچوں پہ عجب حادثہ، تقدیر نے ڈالا
کوئی نہ یتیموں کا رہا پوچھنے والا تھا خنجر سے سینوں میں کلیجے تہ و بالا

گیسو بھی پریشان تھے کرتے بھی پھٹے تھے
خورشید سے منھ گرد یتیمی سے اٹے تھے

پردیس میں معصوموں کا دشمن تھا زمانا ۱۰ نے بیٹھنے کی جا تھی، نہ رہنے کا ٹھکانا
بن باپ کئی روز سے کھایا تھا نہ کھانا تقدیر میں غم کھانا تھا یا اشک بہانا

سہمے ہوئے آپس میں یہی کہتے تھے رو کر
ساتھ آئے تھے افسوس چلے باپ کو کھو کر

پاس ان کے اگر ہوتے تو کچھ کام بھی آتے ۱۱ ہم بنتے نشانہ، جو لعیں تیر لگاتے
پانی تو جب منھ میں دم مرگ چواتے کاندھوں پہ پسر باپ کے لاشے کو اٹھاتے

کیا جانیے مرنے پہ بھی کیا رنج و محن ہیں
لاشے بھی گئے یا بھی بے گور و کفن ہیں

مختصر کی تربت کا پتہ اب بھی جو پائیں ۔ نخلِ کہن پہ پھول سے بکھرائیں
تو نیر بہائیں زار پدر آنکھوں سے لگائیں ۔ تربت کے فلک بوس نشاں ڈھائیں

پاتا نہیں باپ اپنے پسر
قرآن کی ہے یہ آیت دگر

تصویر سے اماں کی اگر شکل دکھائی ۔ ۱۴ ۔ دل کش ہے جو سر پیٹ کے اور نوحے کی ہے بانی
پوچھیں گی جو سر پیٹ کے اور نوحے کی بانی ۔ کون و مکاں میں تجھ سی بھی ہے تیری مہربانی
گردن کو جھکائے ہوئے خاموش رہیں گے
تربت بھی تو دیکھی نہیں کیا کہتے ہیں گے

ہم سا بھی زمانے میں نہ ہوگا کوئی بدنصیب ۔ ۱۵ ۔ ہے ذکر تیرے باپ کا تن میں مقدور
دارد ہیں وہاں رحم کا جس جا نہیں دستور ۔ ماں دور، پدر دور، بچپا دور، وطن دور
کس سے کہیں حسن چھوٹے ہیں مدت سے بڑے ہیں
بابا کے تو مرنے سے تب ہی میں پڑے ہیں

ایک ایک نہیں کوفے میں دشمن ہے ہمارا ۱۵ ۔ اک دوست تھا باقی سو وہ دنیا سے سدھارا
بیٹھیں کہیں چھپ کر نہیں اتنا بھی سہارا ۔ غربت میں ہمیں باپ کے مرجانے نے مارا
اک دم میں یقیں ہے کہ تہ تیغ یہ سر ہیں
جب دوست نہ بابا کا بچا، ہم تو پسر ہیں

یہ کہتے تھے اور روتے تھے وہ اہلِ حریم میں ۱۶ ۔ تصویر جس پھانی تھی دونوں کی نظر میں
تماشہ، منادی کا، یہ ہر راہ گذر میں ۔ بیٹوں کو نہ مسند کے چھپائے کوئی گھر میں
مبتلا دے، کسی مجرے میں گرفتار ہیں دونوں
خاکم کے گنہ گار کے، فرزند ہیں دونوں

معصوم سمجھ کر کوئی رحم ان پہ نہ کھائے ۱۷ ۔ ہاتھ آئیں تو پکڑے ہوئے دربار میں لائے
مجرم کی کوئی منت و زاری پہ نہ جائے ۔ دانا وہ ہے، جو گوہرِ عزت کو بچائے
جس نے انہیں پنہاں کیا گھر اس کا لٹے گا
مرجائے گا پر تسمہ سے جیتا نہ چھٹے گا

تھرّاتے تھے سب سُن کے منادی کا یہ مذکور ۱۸ تھے شہر کے در دانے، سرِ شام سے معمور
دشمن جو علیؑ کے تھے، وہ تھے خُرّم و مسرور جو دوست تھے حیدرؑ کے، وہ تھے عاجز و مجبور
باتیں انھیں معصوموں کی ہوتی تھیں گھروں میں
منھ ڈھانپے ہوئے بی بیاں روتی تھیں گھروں میں

کہتی تھی کوئی کیا کریں کیوں کر انھیں پائیں؟ ۱۹ ہر سو سوں کا خطرہ ہے کہاں ڈھونڈھنے جائیں؟
جنگل دوں سے چھپ کر وہ اگر یاں چلے آئیں ہم دل کی مرح ان کو کلیجوں میں چھپائیں
آقا ہیں وہ اُس کے جو غلامِ شہ دیں ہے
ہم ونڈیاں حاضر ہیں جو ماں سر پہ نہیں ہے

کیا روزِ سیہ چرخ نے بچوں کو دکھایا ۲۰ ہے ہے نہ چھپا سر پہ نہ ماں باپ کا سایا
سات آٹھ برس کا تو ہن اور دیس پرایا جانیں نہ بچیں گی، کسی دشمن نے جو پایا
کچھ بس نہیں کس طرح کوئی آہ بچائے
بچوں تمھیں پردیس میں اللہ بچائے

شیعوں کے گھروں میں تو تھی یہ گریہ و زاری ۲۱ اور ڈھونڈھتے پھرتے تھے انھیں کوفے میں ناری
نکلے پہ لعیں کہہ گئے آکر، کئی باری ہوشیار خبردار، اگر جان ہے پیاری
احکام میں حاکم کے خلل آنے نہ پائے
نکلے سے کوئی چھپ کے نکل جانے نہ پائے

دو ظلم حسینؑ! بھاگے ہیں کل قاضی کے گھر سے ۲۲ کر لیجو گرفتار، جو آنکلیں ادھر سے
خورشید سے ماتھے ہیں تو چہرے ہیں قمر سے چھوٹے سے عمامے ہیں لپیٹے ہوئے سر سے
گوندھی ہوئی زلفیں پسِ دوش پڑی ہیں
آنکھیں کہیں آہو کی بھی آنکھوں سے بڑی ہیں

ہے نور دو چشماں سے فزوں حُسن کا پرتو ۲۳ مہتاب سے روشن ہیں یہ رخساروں میں تنکے
دشت سے نکل بننے کی ہے ان کو تمنا دو پہنے ہوئے ہیں ہنسلیاں مانندِ مہ نو
گورے ہیں گلے، جلوہ فگن کرتوں میں تن ہیں
سب پنکھڑیاں گل کی ہیں، غنچے سے دہن ہیں

پیشانیاں دونوں کی جوہیں مرہٰ منور ۲۴ سجدوں سے چمکتے ہیں نشاں صورتِ اختر
تعویذوں کی دو ہیکلیں ہیں سینوں کے اوپر ہلتے ہیں ستاروں کی طرح کانوں سے گوہر
بھاگے ہیں بُرا وقت جو دونوں پہ پڑا ہے
اک عمر میں چھوٹا ہے کچھ اور ایک بڑا ہے

ہرنا کے یہ تھا حکم یہ ان دونوں کی خاطر ۲۵ دربار میں کل تھا کہ رہو جلد انھیں حاضر
اور پھرتے تھے حیراں وہ مدینے کے مسافر کوئی نہ مددگار تھا نہ حافظ و ناصر
پھرتی تھی اجل ساتھ، جدھر جاتے تھے دونوں
پتّا بھی کھڑکتا تھا تو ڈر جاتے تھے دونوں

ناکے تلک آپہونچے نہ تھے، وہ جگر افگار ۲۶ جو دیکھ لیا اُن کو کسی شخص نے اِک بار
چلّایا کہ بس آگے قدم رکھیو نہ زنہار جانے ہو کہاں بھاگے، ہم آپہونچے خبردار
سنتے ہی اس آواز کو گھبرا گئے دونوں
سر تا بہ قدم بید سے تھرّا گئے دونوں

بھائی سے کہا بھائی نے اب کیا کریں بھائی ۲۷ اعدا ہمیں لینے نہیں آئے اجل آئی
افسوس کہیں امن کی جا ہم نے نہ پائی مشکل ہے بہت موت کے پنجے سے رہائی
آتے ہی بس اب برچھیاں تانیں گے ستمگر
منت بھی کریں گے تو نہ مانیں گے ستمگر

یہ کہتے تھے جو آن ہی پہونچے وہ جفا جُو ۲۸ اور باندھ لیے رسّی سے ان دونوں کے بازو
بچوں پہ اُٹھاتا تھا، طمانچہ کوئی بدخُو کہتا تھا کوئی لے چلو کھینچے ہوئے گیسو
وہ کہتے تھے ہم دامِ بلا میں تو پھنسے ہیں
بازو کہو پھر کس لیے رسّی سے بندھے ہیں

جلّاد تھے جو روتے ہوئے وہ گیسوؤں والے ۲۹ بازار میں بے تاب تھے سب دیکھنے والے
جلّادوں میں، معصوموں کے تھے جان کے لالے تکتے تھے ہر اِک کو کہ ہمیں کوئی چھڑا لے
حال اپنا اِشارے سے جتاتے تھے کسی کو
رسّی میں بندھے ہاتھ دکھاتے تھے کسی کو

پہونچے انہیں لے کر جو وہ ظالم سرِ دربار ۳۰ خُدام نے کی عرض کہ حاضر ہیں گنہ گار
تھا تختِ مُرصّع پہ مکیں حاکمِ غدّار دہشت سے لرزنے لگے بچوں کے تنِ زار

بیٹھے ہُوئے سب کرسیوں پہ چھوٹے بڑے تھے
رسّی سے بندھے سامنے معصوم کھڑے تھے

معصوموں سے کہنے لگا یُوں حاکمِ ملعون ۳۱ اس بھاگنے کی اب کہو کیا تم کو سزا دُوں
صدمے سے یتیموں کا ہُوا حالِ دگرگوں تھرّا کے وہ یہ کہنے لگے بے کس و محزوں

ہاں قتل ہی کرنے کے سزاوار ہیں ہم بھی
بابا تھے گنہگار، گنہگار ہیں ہم بھی

بولا کوئی معصوم ہیں، یہ بے کس و دل گیر ۳۲ دہشت کے سبب کانپتے ہیں رنگ ہے تغیر
یہ پھول سے اندام نہیں، لائقِ تعزیر ناداں ہیں کم سن ہیں، کچھ ان کی نہیں تقصیر

طاقت ہے کہاں بھاگ کے جاتے یہ کدھر کو؟
بھولے ہیں بہت، ڈھونڈھتے ہوویں گے پدر کو

چُپ رہ گیا وہ دشمنِ دیں سر کو جھکا کر ۳۳ زنداں کے نگہباں سے کہا پاس بُلا کر
کر قید انہیں حجرۂ تاریک میں جا کر سُنیو نہ، خوشامت بھی کریں اشک بہا کر

آرام سے دونوں میں کوئی سونے نہ پاوے
تفلِ درِ زنداں کبھی وا ہونے نہ پاوے

دیجو نہ خبردار مزے کا انہیں کھانا ۳۴ گرمی میں بھی ٹھنڈا انہیں پانی نہ پلانا
یہ سحر بیاں ہیں کہیں باتوں پہ نہ جانا بازو نہ کھلیں رسّی سے جب تک ہیں توانا

دشمن کے ہیں فرزند اذیت انہیں دیجو
کپڑے بھی بدلنے کی نہ فرصت انہیں دیجو

اس طرح کے جملے تھے ہوں یہ ماہ لقا بند ۳۵ جس حجرے کے رخنے بھی ہوں بند اور ہوا بند
دن بھر تو رہیں ایک ہی زنجیر میں پابند اور رات کو ہو ایک جدا ایک جدا بند

سر کو در و دیوار سے پٹکا کریں دونوں
آپس میں گلے ملنے کو تڑپا کریں دونوں

یہ سُن کے انھیں لے گیا زنداں کا نگہبان ۳۶ اک حجرے میں قیدی بنا کے دونوں کو بٹھایا
گھنٹے جو لگا دم تو یہ پہلے سے وہ نادار درکھوں وہ دوا تک نہیں تن سے تھی جدا ہاں
ہم کیں کے نہ ہم گھر نہیں حجرے سے نکالو
اک حوق جو ہلکا ہو تو دو طوق پہنا دو

دروازے سے ٹکرائے بہت سر کہ وہ ناشاد ۳۷ مادر کو بھی چلّائے پدر کو بھی کیا یاد
بچوں کی کسی نے نہ سُنی زاری و فریاد کب کھولتے ہیں طائر پر بستہ کو صیاد
بیتاب تھے اس طرح وہ چھٹنے کی ہوس میں
جوں تازہ گرفتار، پھڑکتا ہے قفس میں

تاریک وہ حجرہ تھا مثالِ شبِ ظلمات ۳۸ معلوم نہ ہوتا تھا کہ کب دن ہے کہ کب رات
مرقد کے اندھیرے کو بھی اس گھر نے کیا مات سہمے ہوئے رہتے تھے وہ کھوئے ہوئے دن رات
تھی پیش نظر وصل میں تنہائی کی صورت
بھائی کو نہ آتی تھی نظر بھائی کی صورت

دیوار میں نہ پھید نہ دروازوں میں روزن ۳۹ تھے داغ چراغوں کی طرح سینے میں روشن
وہ صورتیں بھولی، وہ غریبی، وہ لڑکپن چپ بیٹھے تھے پہروں وہ جھکائے ہوئے گردن
بوندیں بھی پسینے کی ٹپکتی تھیں زمیں پر
بل کھائی ہوئی زلفیں لٹکتی تھیں زمیں پر

ہر صبح یہ معمول تھا منھ اشکوں سے دھونا ۴۰ اٹھ اٹھ کے نماز کبھی پڑھنا کبھی رونا
دیکھا نہ کبھی خواب میں بھی چین سے سونا ہر رات کو خاک اوڑھنا اور خاک بچھونا
جز شکرِ خدا منھ سے نہ کچھ کہتے تھے دونوں
رکھ کر تہِ سر ہاتھ کو سو رہتے تھے دونوں

فاقے میں بسر کرتے تھے دن بھر وہ گل اندام ۴۱ جو مالکِ زندان تھا وہ آتا تھا سرِ شام
جا بیٹھتے دروازے کے نزدیک وہ گل فام دیتا انھیں دو روٹیاں اور پانی کے دو جام
تھا خوف بس ظالم اظلم کے غضب سے
اٹھ اٹھ کے سلام اس کو وہ کرتے تھے ادب سے

کہ نادہ کہاں اور کہاں نازوں کے پالے ۴۲ رو دیتے تھے: جب حلق میں پڑتے تھے نوالے
آپس میں یہی کہتے تھے وہ گیسوؤں والے قسمت کبھی دشمن پہ بھی یہ وقت نہ ڈالے

پانی بھی تو جی بھر کے نہیں ملتا ہے بھائی
یہ سخت ہے روٹی کہ گلا چھلتا ہے بھائی

سمجھاتا تھا چھوٹے کو بڑا بھائی یہ رو کر ۴۳ جاگہ نہیں شکوے کی کرو صبر برادر
دیکھو تو نہ سر پر ہے پدر اور نہ مادر تھوڑا ہے کہ یہ بھی ہمیں ہوتا ہے میسّر

نعمت سے زیادہ ہمیں یہ نانِ جویں ہے
منہ اپنا تو اس کھانے کے قابل بھی نہیں ہے

ایسے بھی بہت ہیں جنھیں ملتا نہیں دانا ۴۴ پینے کو جو پانی ہو تو ملتا نہیں کھانا
بھائی، ہے خدا مالک و مختار توانا کچھ ایک سا رہتا نہیں دنیا میں زمانا

موت آئی تو اس قید میں مر جائیں گے بھائی
جیتے ہیں تو یہ دن بھی گذر جائیں گے بھائی

رزّاقیِ معبودِ حقیقی پہ کرو غور ۴۵ اس قید میں بھی، رزق پہونچنے کا کوئی طور
دینداری سے جو دور ہیں اُن لوگوں کا ہے دور ہم اور، مکاں اور، زمیں اور، ہوا اور

ہیں قید میں جس کی وہی دے جاتا ہے کھانا
ہر طرح خداوند کو پہونچاتا ہے کھانا

زنداں میں بھی بھوکا نہ کبھی ہم کو سلایا ۴۶ دن بھر جو میسّر نہ ہوا رات کا کھایا
خانانِ خدا نے بھی سدا رنج اٹھایا دکھ فاقہ کشی کا تو ہے میراث میں آیا

عسرت رہی دنیا میں شہ عقدہ کشا کو
فاقے تو گذر جاتے تھے محبوبِ خدا کو

یہ قید کے دن شکر الٰہی میں گذارو ۴۷ جو مرضیِ معبود ہے دم اس میں نہ مارو
صابر رہو، شاکر رہو، ہمت کو نہ ہارو روٹی جو پھنسے پانی کے گھونٹوں سے اتارو

رزّاقِ دو عالم کی عنایت اسے سمجھو
گر صبر کی لذت ہے تو نعمت اسے سمجھو

ظاہر میں رگیں تن سے بدن زرد ہے سارا ۴۹ کب وہ کہ عبادت کا ہے سر میں نہ سودا
کیوں روتے ہو قسمت سے کسی کا نہیں چارا یہ بھی نہ مقدر ہو تو کب زور ہمارا

دونے سے سوا ان کے نہیں کچھ فن بے جا
تب فقر کی دولت نہیں ہاتھ آتی ہے بھائی

گھبراتے ہو کیوں روتے ہو کس واسطے ہر بار ۵۰ خالق نے کیا ہے کہ میوں کا نہیں کام روزگار
چھٹ جاتے ہیں طائر بھی جو ہوتے ہیں گرفتار ماہی کے تڑپنے میں ہے بے چینی زیادہ

تاریکیِ زنداں میں نہ اس طرح گھٹیں گے
یوسف نہ چھٹے قید سے یہ ہم نہ چھٹیں گے

مجبوس ہماری ہی طرح تھے مسکن کے ۵۱ کاہش تھی یہی دیر یہی سختیِ زنداں
زنجیر سوا تھا نہ کوئی سلسلہ جنباں خالق نے رہائی کا مگر کر دیا ساماں

چھٹ جائیں گے زنداں میں سدا کون رہا ہے
اُن کا جو خدا تھا تو ہمارا بھی خدا ہے

جب چاہ سے نکلے تو اُٹھائی وہ تب ہی ۵۲ دربار تب ہی کے لئے مسندِ شاہی
کیا دور ہے ہو جائے اگر فضلِ الٰہی بندوں پہ ہے اُس کا کرم ہمت ہی

دنیا کی امارت ہو تو خواہش ہمیں کب ہے
ہم کو تو فقط اُس سے رہائی کی طلب ہے

یوسف نے کہا سب ہے بجا آپ کا ارشاد ۵۳ ہمتی بشریت سے یہ ممکن نہ تھا فرہاد
ہم سا تو زمانے میں نہ ہوگا کوئی ناشاد چھوٹے بھی تو چھوٹیں گے نہ کہہ کر سے آزاد

یعقوب نے پہنچائے سلام اور یہ کہا ہے
ہم قید سے چھٹ کر بھی نہ پائیں گے مفر کو

گزرا جو اسی طرح سے قید میں اک سال ۵۴ تھے دونوں کا فرہاد سے بڑھ کر عجب حال
تن خشک ہوئے زور گھٹے سر کے بڑھے بال خم ہو گئے کاہش سے مہ عید کے مثال

تن ضعف سے فرسودہ دلِ داغ ہوئے دونوں
رخ زرد مثالِ ورقِ زر ہوئے دونوں

بچوں کو لڑکپن میں ضعیفی نے کیا پیر ۵۴ سر چھاتیوں پہ جھک گئے حالت ہوئی تغیر
تھی تن کو نہ پہروں حرکت صورتِ تصویر یہ بڑھ گئیں زلفیں کہ ہوئیں پاؤں کی زنجیر

رونق بھی خزاں لے گئی ہستی کے چمن کی
مسطر سے نمایاں تھیں رگیں صاف بدن کی

ہم چشمیِ نرگس سے جن آنکھوں کو رہا ننگ ۵۵ جوں مردمِ بیمار نقاہت سے رہیں تنگ
رخساروں کا اُن نازوں کے پالوں کے تھا یہ رنگ جس طرح عرق کھینچے ہوئے پتوں کا ہو رنگ

جو گورے گئے، مثلِ قمر نور فشاں تھے
وہ تار سے حلقوں میں گریباں کے عیاں تھے

ناخن تھے سو نوتے جو بالائے انامل ۵۶ سو قیمہ میں بڑھ بڑھ کے ہوئے وہ مہ کامل
اعضا میں عوض خون کے حرارت ہوئی شامل تھے ضعف کی تصویر، وہ دکھ درد کے حامل

بیٹھے تھے جہاں ضعف بٹھایا جاتا تھا اُن کو
اٹھنے کے تھے وہ میں غش آجاتا تھا اُن کو

کانپیدہ تھے مثلِ تنِ مدقوق تنِ زار ۵۷ ہر موئے بدن جسم پہ تھا کوہِ گرانبار
رکتا تھا جو دم زیست سے دق تھے وہ بیمار معلوم یہ ہوتا تھا کہ برسوں کے ہیں بیمار

باقی تھی فقط تارِ نفس سینے کے اندر
آسیب ہوئیں صرف سے آئینے کے اندر

تفصیل غذا، قید کا رکھنا، بپ کا ماتم ۵۸ تھل تھل کے برس دن میں عجب ہو گیا عالم
چھوٹا یہ بھی کہتا تھا بڑے بھائی سے ہر دم فریاد رسی کون کرے کس سے کہیں ہم

افسوس یوں ہی عمر چلی جاتی ہے بھائی
نے قید سے چھٹتے ہیں نہ موت آتی ہے بھائی

پہونچے دیا اس غم نے ہمیں گور کنارے ۵۹ مٹی نہ وطن کی تھی نصیبوں میں ہمارے
جیتے ہیں مگر موت کے آثار ہیں سارے مرجائیں تو مرقد میں ہمیں کون اُتارے

ہم سا بھی کوئی بے کس و مغموم نہ ہوگا
مرنا بھی کسی شخص کو معلوم نہ ہوگا

کیا پہونچی نہ ہوگی خبر اندوہ ناک بات ۵۹ دیکھو تو کہ تم بھی ہمیں بھول گئے وہ
کیا ہوگیا ہے خون زمانے کا سفید آہ سب بوڑھوں کی نصیحت سے ہماری نہیں کہتے یہ

کیا بن گئے وہ روٹھنے کی جو زندگی میں ہوتے تھے
دو بیٹے تو ہیں پاس مگر ہنستے یا نہ بولتے ہیں

اماں سے تو یہ ہم کو توقع نہ تھی بھائی ۶۰ گذرا ہے برس دن کہ نہ کوئی ہم سے ملنے
جیتے ہیں کہ مرتے ہیں خبر یہ نہ ہمارا یہ کہ نہ ہم تک پہونچی کوئی قاصد کی رسانی

منھ چومتی تھیں صدقے کبھی ہوتی تھیں ماں
ہم گھر سے جو نکلے تو بہت روتی تھیں ماں

ہنگام سفر کہتی تھیں بابا سے یہ ہر بار ۶۱ بچوں کے لئے بیچ نہ ڈالنا زمین
رستے میں خط آیا تو یہ لکھا تھا بہ تکرار صاحب مرے بچوں سے خبردار رہیں

دونوں کی جدائی سے تڑپتی ہوں میں گھر میں
بھیجو دو مرے بچے جو روتے ہیں سفر میں

کیوں بھائی جو گھر میں ابھی ہم چھوٹ کے جائیں ۶۲ کیا دوڑ کے تم بیچ میں جا تھام لو گے
رو رو کے جو ہم پاؤں پہ سر اُن کے جھکائیں کیا پیار سے لیں سر تو قدم تھام لو گے

وہ کہتا تھا جو کہتے ہو کب دور ہے بھائی
اللہ میاں سب طرح کا مقدور ہے بھائی

بالفرض چچا جان جو تشریف نہ لاتے ۶۳ ہم شکل نبی بھی ہمیں کوئی نہ ملتے
بپھرے ہوئے عباس علی شیر سے آتے کودے کوئی آگ میں اگر ہم کو نہ پاتے

اللہ رکھے ان کو پہ دم آہ میں نہیں ہیں
معلوم یہ ہوتا ہے کہ عالم میں نہیں ہیں

کس طرح کہیں بھول گئی ہوں گی مادر ۶۴ سب بیٹوں سے لے لیا انہیں ایک سے بڑھ کر
کیا جانے کس آفت میں ہیں فرزند پیمبر وہ قید سے غیروں کو چھڑا دیتے ہیں اکثر

سنتے تو مدد آن کے بھائی کی نہ کرتے
تدبیر وہ بچوں کی رہائی کی نہ کرتے

یہ سہتے سہتے جو وا ہو گیا قفس، تو ہم
جنوں نے کھڑے ہوئے ہیں بال و پر ہم

ہوئے ہیں زیرِ شکر کب لبِ و دہن ہم
جھڑکی جو بہت پیار سے تو اشکوں سے بجھایا

وقت ہے کہ کہیں کچھ نہیں مانگا
سونے کے لیے رات کو بستر نہیں مانگا

گذرا ہے برس روز ہمیں خاک پہ سوتے
پتے کے ترے ڈر سے نہیں رت کو ردتے

ہم سے ترا سردار عبث برسرِ کیں ہے
یہ جرم نہیں ہے، کوئی تقصیر نہیں ہے

تو رحم کر اے شخص کہ بے جرم و خطا ہیں
زندے ہیں ستم کش ہیں غریب الوطن ہیں

اب قید کی تکلیف اٹھائی نہیں جاتی
روٹی بھی کئی روز سے کھائی نہیں جاتی

کہتا ہے بڑا اجر اسیروں کو چھڑانا
روجھا ہے عالم میں کریموں کا فسانا

محتاج ہیں ہم اور تو کیا دیں گے تجھ کو
کچھ آنسو ہمارے تو دعا دیں گے تجھ کو

لوگوں نے فصاحت سے سخن جب یہ سنائے
پایا متوجہ تو سخن لب پہ یہ لائے

وہ کہنے لگا ان سے تم کب ان میں
لڑکوں نے کہا ہم رفاقت کے قابل
تب تم نے حیدر سے کیا ان کو سنوایا
حیدر تو چچازاد برادر ہے نبی کا

وہ حق کا ولی ہے وہ رسول برحق ہے
مکے کی طرح اس کا شرف یثرب میں ہے
جو اس سے جدا ہے وہ محمد سے جدا ہے

کون ایسا ہے جو حیدر سے آنکھ ملائے
آفاق میں حیدر سا شجاع کون ہے
حق سے نہ جدا وہ ہے نہ حق اس سے جدا ہے

یہ سنتے ہی جاں سوگئی ان دونوں کے تن میں
خشکیدہ زباں رہ گئی دونوں کی دہن میں
جب تک نہ شفق بن کے لہو ڈوب گئی
کچھ منہ سے نہ ایک نے نہ سوکل سے کہا

بولے کہ ہم اس شخص کے بھاگے ہیں جو مرکر ۷۶ جھوٹے نہیں دریائے صداقت کے بھنور ہیں
جو قتل ہوئے یاں وہ ہمارے ہی پدر ہیں وہ ہم نہیں سمجھے تھے جن کے پسر ہیں
توہین ہے حیدر کی تنقیص ہے ہم کو
جو گھر ہے محمد کا وہی گھر ہے ہمارا

یہ سنتے ہی تھرا گیا وہ مرد خوش اطوار ۷۷ معصوموں کے قدموں پہ گرا روکے کئی بار
کہتا تھا میں اس حال سے واقف نہ تھا زنہار بخشو مجھے میں نے تمہیں پہچانا تھا کی بار
جو آپ کے رستے تھا وہ رستہ نہیں کھوتا
پہچانے کہ مرنے کا کبھی کھایا نہیں کھاتا

میں تم پہ فدا، اے اسداللہ کے پیارو ۷۸ گرتے میں نئے راؤں، یہ ملبوس اُتارو
بندہ میں تمہارا ہوں، مجھے قدموں پہ وارو تُو زادِ سفر مجھ سے، جو مرضی ہو سدھارو
شکوہ مرا اللہ و پیمبر سے نہ کیجو
جنت میں شکایت مری حیدر سے نہ کیجو

تم سے جو کہا کردہ سخن سب پہ یہ لاتے ۷۹ تُو خلقِ اکبر سے جزا حشر میں پائے
زینب کی ہر آفت سے خدا تجھ کو بچائے حامی ہوں تری فاطمہ جب حشر میں جائے
دشمن نہیں ہم راہ بستا ہے تو رواں ہو
بھائی ترے بچے ترے سائے میں جدا ہوں

دینے لگا، رو کر وہ اُنھیں درہم و دینار ۸۰ شرما کے یہ کہنے لگے وہ بے کس و ناچار
احسان یہ تیرا تھوڑا ہے، اے مردِ خوش اطوار تُو شہ ہے تو گل کا، ہمیں کچھ نہیں درکار
بیٹا دے بیٹا ہم کو جگر بندِ نبی کا
شکر ہے کہاں سبطِ رسولِ عربی کا

کعبے سے ادھر بھیجا تھا بابا تو ہمارے ۸۱ یا آن کے ہم تیر ہوئے وہ گئے مارے
ساتھ اُن کے تھے سب حیدرِ کرار کے پیارے مکے میں ابھی ہیں کہ کہیں دُور سدھارے
کے آئیں ہمیں کانی ہوئیں گی وطن تک
کے روز میں پہونچیں گے شہنشاہِ زمن تک

حضرت کی خبر کچھ جو سُنی ہو تو سُنا دے ۸۲ جو راہ کہ نزدیک ہو وہ ہم کو بتا دے
جس سمت چلا ہوں اسی رستے پہ لگا دے کیا دُور ہے خالق ہمیں بچھڑوں سے ملا دے
مطلوب زیارت ہے حسین شاہِ زمن کی
کعبے کی طرف جائیں کہ ہیں راہ وطن کی

یہ کہہ بہت اس نے کہ یہ بچوں سے چھپائے ۸۳ مظلوم کا جو ذکر تھا، آنسو نکل آئے
تھا اک وہ معصوم، سخن لب پہ یہ لائے کیوں خیر تو ہے، آنکھوں سے کیوں اشک بہائے
وہ کہنے لگا بے کس و مجبور ہیں شبیر
تم جا نہیں سکتے کہ بہت دُور ہیں شبیر

جب رونے لگے وہ تو کہاں میں نے زباں پائی ۸۴ سینے سے لگا منہ تو کہا میں نے کہ ہاں پائی
دُنیا میں کہاں سے اسدؔ اس کا جواب آئے گھر میں تو کہا ہے کہ ہاں آئے
شبّیر کے شہ زادوں کا کوئی نہ نشاں پائی
جا بھی کے تو کوفے میں تو کوئی نہ یہاں پائی

عاشور کے دن ذبح ہوئے سبط پیمبر ۸۵ خیمے بھی جلائے گئے آرام کے گھر پر
رانڈوں کا ستمگاروں نے لوٹا زر و زیور افسوس کہ زینب کی ردا بھی نہ رہی سر پر
دیکھا حرم شاہ نے دربار میں سب کا
کوفے میں سر یا تھا حسینؑ ابن علیؑ کا

دنیا میں نہ اکبرؑ ہیں نہ عباسؑ نہ شبیرؑ ۸۶ سب چھوٹے بڑے ہو گئے زیر خم شمشیر
یاں تک کہ ہوئے قتل علیؑ اصغرِ بے شیر مٹی میں نہاں ہو گئی ایک ایک کی تصویر
کیونکر اسدؔ ان پیاروں سے منہ موڑے
اب جائے منہ موڑے تو مزاروں سے منہ موڑے

یہ سنتے ہی معصوموں پہ رقت ہوئی طاری ۸۷ تڑپے یہ زمیں پر کہ غش آ گیا باری
گھبرا کے وہ بولا نہ کرو گریہ و زاری دشمن کوئی سن لیوے نہ آواز تمہاری
ظالم ہے وہ، حاکم پہ نہیں زور کسی کا
یاں ڈھونڈھ کے خوں کرتے ہیں فرزند علیؑ کا

وہ کہتے تھے کس طرح کلیجوں کو سنبھالیں ۸۸ اب چھاتیوں کو توڑتی ہیں آہوں کی بھالیں
گھر خاک ہوا، سر پہ بھی ہم خاک نہ ڈالیں دم رکتے ہیں کس طرح نہ آواز نکالیں
مشتاق تھے جن کے وہ قضا کر گئے ہے ہے
ہم قید میں جیتے ہیں چچا مر گئے ہے ہے

گھبرا کے وہ بولا کہ مناسب نہیں تاخیر ۸۹ بہتر ہے کسی شب میں نکل جانے کی تدبیر
جلدی سے اُٹھے واں سے وہ با حالتِ تغییر باندھیں کمریں ورد وہ بچے ہوئے رہگیر
یوں نکلے بہ تعجیل اسیری کے محن سے
جس طرح گریزاں ہو قمر چھٹ کے گہن سے

جب مسلم بے کس کے پسر قید سے چھوٹے — آوارہ و من خستہ مگر قید سے چھوٹے
دکھ سہہ کے عزادارِ پدر قید سے چھوٹے — پردیس میں دشمن دمِ تقدیر سے چھوٹے

گیسو بھی پریشان تھے کرتے بھی پھٹے تھے
خورشید سے منھ گردِ یتیمی سے اَٹے تھے

وہ شہرِ پُر آشوب وہ غربت وہ شبِ تار — ایک ایک قدم خوف نہ رہبر نہ مددگار
ہاں جاگتے رہیو، یہ عمر کہتے تھے ہر بار — دل اُن کے دھڑکتے تھے، لرزتے تھے تنِ زار

پیچھے کبھی ہٹ جاتے تھے گر بڑھتے تھے دونوں
ڈر ڈر کے کبھی نادِ علیؑ پڑھتے تھے دونوں

پھرتے رہے قسمت نے نہ کی راہ نمائی — رستہ نہ ملا جانے کا، اور نصف شب آئی
چھوٹے نے کہا چلنے کی طاقت نہ پائی — اب تو ہمیں نیند آتی ہے ٹھہریں کہیں بھائی

کہتا تھا بڑا، میں ابھی دن سخت ہمارے
سوئیں گے جو بیدار ہوئے بخت ہمارے

دم لیتے کبھی، گاہ قدم جلد اُٹھاتے — سہمے ہوئے، مڑ مڑ کے کبھی دیکھتے جاتے
تھپکی پہ کبھی آنکھوں سے اشک بہاتے — گر پڑتے کبھی، اور کبھی ٹھوکریں کھاتے

چڑھ جاتے تھکاوٹ سے جو دم ہانپنے لگتے
سایہ نظر آتا تو بدن کانپنے لگتے

لب پر نفسِ سرد، بھرے آنکھوں میں آنسو — غربت زدہ پھرتے تھے، سراسیمہ و گل رو
تھا ہاتھ میں چھوٹے کے بڑے بھائی کا بازو — دھڑکا تھا کہیں گھیر نہ لیں آ کے جفا جو

چل سکتے تھے دونوں نہ ٹھہر سکتے تھے دونوں
گھبرائے ہوئے چار طرف تکتے تھے دونوں

اک پیرِ زن اتفاق میں نظر آئی ناگاہ — دامن کے آنے کی کھڑی دیکھتی تھی راہ
یوں کہنے لگا اس سے بصد عجز و فروتنی وہ — اک دو پہر اس گھر میں اماں دے ہمیں للہ

معصوم ہیں ہم، بے وطن و زار و حزیں ہیں
مظلوم ہیں، مسکین ہیں، گنہگار نہیں ہیں

۱۰۲ ذرا کھولا تو کس غیظ سے آیا وہ بدافعال — پسینہ کا کہیں خنجر کہیں تلوار کہیں ڈھال
تھی ریش تو اُلٹی ہوئی مونچھوں کے کھڑے بال — اور دیدۂ بدبین تھے جوں ساغرِ خوں، لال
آواز بھی ایسی کہ گذرتی تھی فلک سے
ہلتی تھی زمیں پاؤں کے رکھنے کی دھمک سے

۱۰۳ پاس آکے ضعیفہ نے بہت باتوں میں گھولا — تیوری وہ چڑھائے رہا کچھ منھ سے نہ بولا
کھینچا کبھی خنجر، کبھی تلوار کو تولا — کہتا تھا کہ دل کا کوئی پھوڑا نہ پھپھولا
ہاتھوں کو کبھی کاٹتا تھا طیش میں آکر
رہ جاتا تھا غصے سے کبھی ہونٹ چبا کر

۱۰۴ اس عیش میں کھانا بھی نہ جلدی نے کھایا — پھر خوابِ اجل نے اسے بستر پہ گرایا
باقی تھی پہر رات کہ پھر ہوش نے آیا — ابلیس نے سوتے ہوئے فتنے کو جگایا
پھولوں کی مہک حجرے سے دالان میں آئی
آواز بھی کچھ رونے کی پھر کان میں آئی

۱۰۵ تاریک مثالِ دلِ کافر تھا وہ سب گھر — ہر سو صفت گرگ، لگا ڈھونڈھنے اُٹھ کر
خالہ نے سرہانے سے لیا ہاتھ میں خنجر — پکڑے ہوئے دیوار گیا حجرے کے اندر
واں مُسلمِ مظلوم کے پیارے نظر آئے
اِک بُرج میں دو عرش کے تارے نظر آئے

۱۰۶ جاگے جو کئی رات کے تھے، وہ جگر افگار — سوتے تھے دھرے پیار سے رخسار پہ رخسار
تصویر سے، بستر پہ کشیدہ تھے تن زار — باہیں جو گلے میں تھیں تو بادیدۂ خونبار
اِک نیند کا تھا کس جو اک سینے کے اندر
آئینہ نظر آتا تھا آئینے کے اندر

۱۰۷ بازو پہ جو چھوٹے کے پڑا دستِ جفا کار — تُو کون ہے؟ کہنے لگا وہ جھنجھلا کے اِک بار
جھنجھلا کے کہا اس نے کہ میں گھر کا ہوں غمخوار — تب بھائی کو چونکا کے یہ بولا وہ دل افگار
جس بات کا دھڑکا تھا وہ آفت کی گھڑی ہے
کیا سوتے ہو اُٹھو کہ اجل سر پہ کھڑی ہے

گھبرایا ہوا خوف سے اٹھا وہ در آیا ۸ خیمہ سے نکلا بانو تم بے کس و تنہا
وہ بولے اماں دے گا جو بتلائیں تجھے ہم اس نے کہا ہاں دوں گا تو دے چل کہیں ہم
کھینچے ہوئے سب ہاتھ میں تلوار تھی جف کو
ڈر لگتا ہے تجھ سے ہمیں ضامن شہ ذی جاہ کو

مکار لگا کہنے کہ سب سے مجھے منظور ۹ پیماں شکنی ہو نہ یہ اپنا نہیں دستور
ڈر ڈر کے یہ کہنے لگے وہ بے کس و مجبور اے شخص ہمیں ہیں پسر مسلم مغفور
تھا قتل کا ڈر اس لیے گھبرا کے چھپے تھے
کر رحم کہ دامن میں ترے آ کے چھپے ہیں

سنتے ہی جفاکار نے بس بند کو توڑا ۱۰ بازوؤں کو زور سے جکڑا کہ نہ چھوڑا
رسی میں انھیں باندھ لیا عہد کو توڑا بچوں نے کئی بار بندھے ہاتھوں کو جوڑا
جب کھینچتا تھا گر کے لپٹتے تھے وہ بچے
پر جور سے باز آ نہ سکتے تھے وہ بچے

دکھلاتا تھا خنجر انھیں جب کرتے تھے فریاد ۱۱ بچوں پہ یہ دکھ ہائے یتیموں پہ یہ بیداد
دروازے تلک کھینچتا لایا ستم ایجاد کم زور تھے یہ اور ز بردست وہ جلاد
کرتے بھی تو پھٹے تو پیاں بھی گریباں سر سے
مجرم کی طرح باندھ دیا دونوں کو در سے

جس وقت نمودار ہوئے صبح کے آثار ۱۲ دریا پہ چلا سے کے یتیموں کو جفا کار
چلاتی چلی پیچھے، ضعیفہ جگر افگار بن باپ کے بچے ہیں یہ اے ظالم غدار
کیوں فاطمہ زہرا کو رلاتا ہے چمن میں
دو پھول تو رہنے دے محمد کے چمن میں

بچوں سے لپٹتی تھی جو وہ کھولے ہوئے سر ۱۳ تلوار کے ہولوں سے ہٹاتا تھا ستمگر
وہ کہتی تھی تو ان کے عوض قتل مجھے کر ہے ہے مرے مہمان ہیں یہ بے کس و مضطر
آنکھوں سے قدم ان کے لگانے نہیں پائی
کھانا بھی غریبوں کو کھلانے نہیں پائی

جس وقت ہٹنے پہ بھی پیٹی گئی باری — تلوار اُٹھے جنجلا کے ستمگار نے ماری
پہلے تو کہا، رو میں تصدق ہوئی واری — گرتے ہوئے ہاتھوں کو اُٹھا کر یہ پکاری
دوڑے کوئی، معصوم گرفتار بلا ہیں
بچوں کو چھڑا دے کہ یہ بے جرم و خطا ہیں

۱۱۵ روتے تھے ضعیف کی محبت پہ وہ مہ رُو — یہ کہہ کے گریبان تلک آتے تھے آنسو
کھینچے لیے جاتا تھا، یتیموں کو جفا جُو — ایک ہاتھ میں تلوار تھی ایک ہاتھ میں گیسو
خوں دیکھ کے دونوں جو ضعیفہ کا ڈرے تھے
دہشت سے بندھے ہاتھوں کو آنکھوں پہ دھرے تھے

۱۱۶ بچوں کو لیے نہر پہ پہونچا جو وہ بے پیر — اور دیکھی یتیموں نے چمکتی ہوئی شمشیر
دل ہل گئے، ہٹ ہٹ کے یہ کی دونوں نے تقریر — کر رحم کہ معصوم ہیں ہم بے کس و دل گیر
معصوم ہیں حامی کوئی مشکل میں نہیں ہے
ظالم نے کہا رحم مرے دل میں نہیں ہے

۱۱۷ وہ بولے کہ مطلوب ہے گر درہم و دینار — راضی ہیں ہمیں بیچ دے، چل کر سر بازار
وہ جنس نہیں جس کا نہ ہو کوئی خریدار — ہم سے کہیں ملتے ہیں غلامان وفادار
یوسف کی طرح موتیوں میں جبکہ تُلیں گے
ان علموں کے معتقدے تجھے اُس وقت کھلیں گے

۱۱۸ گر یہ نہیں مطلب تو نہ کر بدعت بے جا — دل آب ہے دہشت سے لرزتا ہے کلیجا
دربار ستمگار میں جیت ہمیں لے جا — وہ بولا کہ حاکم ہی نے ہے قتل کو بھیجا
آلودہ لہو میں رُخ انور نہیں دیکھے
جیت تمہیں دیکھا ہے کٹے سر نہیں دیکھے

۱۱۹ لڑکوں نے کہا مالک و مختار خدا ہے — کر لیویں نمازیں تو ادا سر پہ قضا ہے
وہ بولا نمازوں سے بھلا فائدہ کیا ہے — جانوں کو بچا لیں یہ نمازیں تو بجا ہے
وہ بولے کہ یہ شیوہ ہے مشہور ہمارا
سر دینا عبادت میں ہے دستور ہمارا

نامرد نے حملہ کیا تلوار کھینچ کر ۱۰ سر کاٹ دیا چھوٹے کا تڑپ کر
تب ہاتھ سے چھوٹے کے گری تیغ دو پیکر ہاتھ اٹھا کے رہ گیا سر دھڑ پہ جھک کر

تلوار چمکتی تھی کہ دھڑ ہاتھ تھا بھائی
پھر دوڑ کے بھائی سے لپٹ جاتا تھا بھائی

یہ کہتا تھا تلوار بڑے پر نہ علم کر ۱۱ ظالم ترا گھر لوٹنے والے ہیں ستم کر
وہ کہتا تھا پہلے مرا تن سے قلم کر میں بیچ میں لے بھائی کے دم نکلے گا دم کر

اک وار میں مرنے دونوں کے تن پر سے اترتا
پٹ ساتھ ہی گرتی تھیں جو سر ساتھ ہی مرتا

ناگاہ چلی ظلم کی تلوار بڑے پر ۱۲ ہاتھ زمیں گر کے ستارا سا گرا مہ
دریا میں ستمگار نے پھینکا تنِ سر چلا کے یہ چھوٹے نے کہا ہائے برادر

دیکھا جو بڑے بھائی کا سر دست عدو میں
وہ گر کے تڑپنے لگا بھائی کے لہو میں

آیا جو شقی تیغِ علم کر کے دوبارا ۱۳ چلانے لگا بھائی کو وہ بھائی کا پیارا
مادر کو پکارا کبھی بابا کو پکارا جلدی سے تن پر سے سر اس کا بھی اتارا

دھبا بھی نہ خوں کا لگا شمشیر عدو میں
بھائی کا لہو مل گیا بھائی کے لہو میں

جب تک کہ تڑپتا رہا اس کا تنِ اطہر ۱۴ ٹھہرا رہا پانی میں بڑے کا تنِ اطہر
چھوٹے کو بھی جب ڈال دیا نہر کے اندر جا لپٹا بہ صد شوق بڑے بھائی برادر

گہ ڈوبتے تھے گاہ ابھرتے تھے دونوں
خورشید سے دریا میں نظر آتے تھے دونوں

خاموش انیس اب کہ ہے دل پر الم و رنج ۱۵ یہ مرثیہ تو میں گئے جو ہر میں سخن سنج
دنیا کی دورنگی سے نہ کر دل میں تشویش مومن جو ہیں ان کے لیے یاں رنج ہے وں گنج

مطلب ہے کسی سے نہ علاقہ ہے کسی سے
لیویں گے صلہ اس کا حسینؑ ابن علی سے

جب دولتِ سرو پہ زوال آگیا رن میں
جس گُل پہ تصدق تھے وہ مُرجھا گیا رن میں
آنکھوں کا جو تھا نُور وہ کھو گیا رن میں
جینے کا جو باعث تھا وہ مارا گیا رن میں
ماں باپ کو صدمہ ابھی نہ اکبرؑ نے دکھایا
پیری میں عجب داغ مقدر نے دکھایا

۲ کس دُکھ میں فلک نے علیؑ اکبر کو چھڑایا
بے مہر نے کس ماہ سے اختر کو چھڑایا
قمری سے عجب سروِ سمن بر کو چھڑایا
کس فصل میں بلبل سے گلِ تر کو چھڑایا
یوں دم بھی کسی تازہ جواں نے نہیں توڑا
یوں پھول کو بھی بادِ خزاں نے نہیں توڑا

۳ یوں باپ کی قسمت کو اُلٹتے نہیں دیکھا
اس طرح مقدر کو پلٹتے نہیں دیکھا
یوں بڑھ کے کسی نزع کو گھٹتے نہیں دیکھا
اس عمر کا پودا کوئی کٹتے نہیں دیکھا
نازوں کے، دعاؤں کے، مُرادوں کے پلے تھے
واحسرت و دردا ابھی پھولے نہ پھلے تھے

۴ بھیگیں جو مسیں ماں نے کیا سجدۂ باری
یعنی مرے گلشن میں چلی بادِ بہاری
سبزہ ہُوا آغاز، تو فرمایا کہ واری
صد شکر کہ سرسبز ہوئی کشتِ ہماری
شادی کی تھی کہ اب گھر میں دلہن لانے کے دن ہیں
اس کی نہ خبر تھی کہ خزاں آنے کے دن ہیں

۵ گیسو ابھی منت کے بڑھائے تھے نہ ماں نے
جو کوچ کیا خلق سے اس تازہ جواں نے
آئینہ بنایا تھا رخِ دولہا میں جہاں نے
اس جینے کو زخمی کیا دشمن کی سناں نے
توڑا انہیں، ایسا گلِ شاداب کسی نے
کھولے کیے منہ، اور نہ دیا آب کسی نے

افسوس نہ کچھ عمر سے اکہرت وفا کی ۶ پوری وہ ہوس کبھی نہ ہوئے تن کی
کیا دخل ہے بندے کو مشیت میں خدا کی ہاں آتی تھی بندے کو بھی کب بس میں قضا کی
کچھ بس نہ چلا آگئے دنیا سے جب کے بس میں
پیدا ہوئے اور مر گئے اٹھارہ برس میں

ہوتا ہے برابر کا پسر قوت بازو ۷ آرام جگر راحت جاں زینت پہلو
ایسا پسر ماہ لقا اصغر رعنا خوشرو ہنستا تھا کہ یاں پہ، سب باپ کے قربان
گر پڑتے ہیں اٹھ اٹھ کے یہ گھوڑوں پہ شبیر
جیتے ہیں مگر غم سے سب گور ہیں شبیر

اٹھتی ہے کبھی دل میں کبھی ہوک جگر میں ۸ ہے ذکر کبھی سینے میں درگاہ کمر میں
رن میں کبھی جاتے ہیں کبھی آتے ہیں گھر میں ہے دن کا اجالا پہ اندھیرا ہے نظر میں
غل کرتے ہیں اللہ پہ سنائی نہیں دیتا
لاشہ علی اکبر کا دکھائی نہیں دیتا

یہ درد جگر ہے کہ سنبھلنے نہیں دیتا ۹ یہ زور نقاہت ہے کہ چلنے نہیں دیتا
غم اور طرف دل کو بہلنے نہیں دیتا رخشک کف افسوس بھی ملنے نہیں دیتا
غم کون سا خرمن کے لیے برق نہیں ہے
پر صبر کی طاقت میں ذرا فرق نہیں ہے

آتی ہے صدا دل سے کہ طاقت نہیں مجھ میں ۱۰ کہتا ہے جگر ضعف ہے قوت نہیں مجھ میں
ہر چشم ہے گریاں کہ بصارت نہیں مجھ میں کہتی ہے کمر درد سے طاقت نہیں مجھ میں
بے مہر ہے افلاک نے دل توڑ دیا ہے
شبیر کو سب ساتھیوں نے چھوڑ دیا ہے

پیری میں یہ اندوہ ضعیفی میں یہ دکھ درد ۱۱ صدمے سے رخ پاک ہے کیسر کی طرح زرد
چہرہ جو مکدر ہے تو زلفیں بھی ہیں پرگرد تن کانپنے لگتا ہے جو بھرتے ہیں سرد آہ
جس پھول کے عاشق تھے وہ گلشن میں نہیں ہے
یہ حال ہے گویا کہ لہو تن میں نہیں ہے

دل کا ہے تقاضا کہ تڑپنے کی رضا دو ۱۲ کہتا ہے جگر خوں مرا آنکھوں سے بہا دو
سر کھینچا ہے زخموں نے کہ گردن کو بلا دو شہ کہتے ہیں "یاد اب علی اکبر کی بھلا دو"

سخت رکا جو حکم ہو، کچھ جبر نہیں ہے
اس زخم کا مرہم کوئی بجز صبر نہیں ہے

جو اہلِ محبت ہیں بلا اُن کے لیے ہے ۱۳ صابر جو ہیں، یہ درد، دوا ان کے لیے ہے
مغموم جو ہیں لطفِ خدا اُن کے لیے ہے ہر رنج میں ایک تازہ مزا ان کے لیے ہے

سو دُکھ ہوں تو ہوں محو ہیں الفت میں اُسی کے
روتے ہیں تو روتے ہیں محبت میں اسی کے

اکبر تھا تو وہ کیا تھا، گر ہم ہیں تو کیا ہیں ۱۴ سنو ایسے جو بندے ہوں، تو خالق پہ فدا ہیں
کچھ غم نہیں گر ہم سے جُدا ہیں تو جُدا ہیں یہ کس کی عنایت ہے کہ راضی برضا ہیں

خم آنکھا جو سر، اس نے میں فرزند نہ دیتا
کیا کرتے گر وہ ہمیں دلبند نہ دیتا

فدیہ ہُوا فرزند جواں، شُکر کی جا ہے ۱۵ خوشنود ہے ربِّ دوجہاں، شُکر کی جا ہے
سب پر نہیں فریاد و فغاں، شُکر کی جا ہے گردن سے گیا بارِ گراں، شُکر کی جا ہے

جو ہم کو عطا کی تھی، وہ دولت، اسے پہونچی
فارغ ہُوئے ہم، اس کی امانت اسے پہونچی

انکار نہ برسوں تک جو رہا پاس وہ دلدار ۱۶ تھی یہ بھی عنایت کہ وہ ہے راحم و غفار
ہر حال میں بندے کو اطاعت ہے سزاوار مجبور ہیں ہم، اور وہ ہے، قادر و مختار

اکبر سا جواں، رشکِ قمر کس نے دیا تھا
وہ صبر بھی بخشے گا پسر جس نے دیا تھا

جینے کا یقیں، زلتِ غبا میں کب تھا ۱۰ مرجانا برادر کا، قیامت تھا غضب تھا
اللہ پہ نہ شکوہ ہے جو کچھ دل پہ تعب تھا تڑپے نہیں یہ کس کی عنایت کا سبب تھا

بہتر تھا ہمارے لیے تنہائی کا مرنا
سب سہل ہے، جب دیکھ چکے بھائی کا مرنا

داخل ہوئی خیال شہ دیں مری طرف ۱۰ جونیک کوئی ہے وہ ہوتی نہیں ہے
سب اس پہ فدا ہیں علی کہتے ہوں گے جتنے وہ ہے صاحب کی ہوتوں نہیں ہے

طاعت تو سب دشمن طاعت تو نہ بے
بیٹا تو گیا صبر کی دولت تو نہ بے

روئے سے ملیں گر علی اکبر تو میں روؤں ۱۹ پھانی سے پت ہاے وہ دیتے تو میں روؤں
آباد جو ہو اجڑا گھر تو میں روؤں روئے سے یہ دولت ہو نہیں تو میں روؤں

پر کھوئے ہوئے من کو پاتے نہیں دیکھا
دنیا سے گیا جو اُسے آتے نہیں دیکھا

روئے جو مصیبت میں تو کیا ہوتا ہے اے دل ۲۰ ہوتا ہے جو قسمت کا لکھا ہوتا ہے اے دل
ہر درد کا الفت میں مزا ہوتا ہے اے دل صابر ہے رضامند خدا ہوتا ہے اے دل

مطلب ترے یہ مرحلے طے کر کے ملیں گے
جیتے ہیں تو فرزند سے اب مر کے ملیں گے

باتیں تجھیں اذہر شکر کی اور صبر و رضا کی ۲۱ بندھتی تھیں صنیں ن نہیں ہ ل ن کی
ناگاہ ہوئی خیمے میں اک دھوم بکا کی سمجھے تھے خود کہ حضرت قاسم کی

فرمایا کہ یارب نہیں جلدی جی آئے
تڑپا یہ دلِ زار کہ آنسو نکل آئے

ڈیوڑھی کے قریب آ کے یہ شبیر پکارے ۲۲ جیتے ہیں کہ اصغر سوئے فردوس سدھارے
فضہ نے کہا اے اسد اللہ کے پیارے معصوم کا دم ہونٹوں پہ تب پیاس کے مارے

سنبھلے ہیں کچھ اب پہلے تو گردن بھی نہ تھی تھی
جلد آئیے لونڈی تو بلانے کو چلی تھی

روتے ہوئے خیمہ میں شہ بحر و بر آئے ۲۳ خوش ہو کے سکینہ نے کہا وہ پدر آئے
بانو کو جو شبیر اکیلے نظر آئے چلائی کہ میدان سے نہ کبھ دھر آئے

لونڈی نے بڑی دیر سے دیکھا انہیں ن کو
صاحب مرے لٹنے کی خبر کیا انہیں ن کو

کہدے کوئی مرتے ہیں سبھی اصغرِ کلیم ۲۴ لائیں، جو کہیں سے، انھیں پانی کا ملے جام
حضرت نے کہا اُن کو کسی سے نہیں کچھ کام بولے تھے کسی رات کے اب کرتے ہیں آرام

ہم دارِ محن میں ہیں، وہ گلزارِ جناں میں
واماندوں کی لیتا ہے خبر کون جہاں میں

سب قافلہ والوں سے وہ منھ موڑ گئے ہیں ۲۵ اس عالمِ غربت میں ہمیں چھوڑ گئے ہیں
ہاتھوں کو دمِ نزع بھی وہ جوڑ گئے ہیں تنہائی میں بابا کی کمر توڑ گئے ہیں

اپنی بھی کوئی دم میں اجل آتی ہے صاحب
تنہا ہیں جو اُن کی بھی گذر جاتی ہے صاحب

فرما کے یہ گہوارۂ اصغر پہ جھکے شاہ ۲۶ دیکھا جو دمِ اُکھڑا تو ہوا صدمۂ جانکاہ
خورشید لبِ بام نظر آیا جو وہ ماہ رنڈوں کے جگر ہل گئے، اس درد کے آہ

چھائی جو فنا زرد تھی جو دلبند کے منھ پر
شبیر نے زہرا رکھ دیا فرزند کے منھ پر

بل کھائے ہوئے ہاتھ جو تکیوں سے اُٹھائے ۲۷ منھ رکھ دیا، بوسے لیے، آنکھوں سے لگائے
رعشہ ہوا ہاتھوں کو، قدم سر جو پائے دودی جو ملی نبض تو آنسو نکل آئے

کانٹے جو نظر آگئے ننھی سی زباں میں
اک درد کا نشتر تھا کہ ڈوبا رگِ جاں میں

ننھے سے جو تکیے سے ڈھلی جاتی تھی گردن ۲۸ دم باپ کا رُک جاتا تھا، اور کانپتا تھا تن
نیلے تھے لب سرخ، جو مثلِ گلِ سوسن روتے تھے لہو، زرد تھا شہ کا رخِ روشن

چھاتی میں دھڑکتا جو دلِ اُس ماہِ جبیں کا
صدمہ سے اُچھلتا تھا کلیجہ شہ دیں کا

دیکھی جو مسوڑھوں کی کبودی تو ہوئے زرد ۲۹ یہ روئے کہ تر ہوگیا شہ کا رخِ پُرگرد
وہ ہچکیاں لے لے کے جو بھرتا تھا دمِ سرد اٹھتا تھا کلیجے میں شہ دیں کے عجب درد

پتلی جو پھری جاتی تھی اس غنچہ دہن کی
اندھیر تھا آنکھوں میں شہنشاہِ زمن کی

تھا نزع میں وہ غنچہ دہن پیاس کے مارے ۲۰ بیٹھی تھی بہن موت سے آنکھیں مارے
چھاتی پہ کبھی ہاتھ دھرے گاہ اُتارے منہ کھول تھی پیاس کے پانی کے اشارے
دم رُکتا تھا سینے میں تو دل پڑتے تھے آنسو
کھل جاتی تھیں آنکھیں تو نکل پڑتے تھے آنسو

چلاتی تھی بکھرائے ہوئے بالوں کو مادر ۲۱ دوڑی تھی ہر اک خیمے کی طنابوں پہ ہو کر
فریاد ہے اے لختِ دلِ ساقیٔ کوثر آنکھیں بھی جھپکتے نہیں اب تو علی اصغر
کیا ہو گیا اس صاحبِ اقبال کو میرے
ہے ہے لیے جاتی ہے اجل لال کو میرے

گودی میں لیا شاہ نے گھبرائے پسر کو ۲۰ پیٹا یہ فلک شیر نے چھاتی سے ذرا کو
خیمے سے چلے لے کے جو اس نورِ نظر کو غش آنے لگا مادرِ غمدیدہ و بسمل کو
سمجھی کہ یہ اب جا کے نہ پھر آئیں گے رن سے
فرزند چلا کیا کہ چلی جان بدن سے

اشک آنکھوں سے بہنے لگے دل غم سے بھر آیا ۲۲ گہوارۂ بے شیر جو خالی نظر آیا
رقت کا ہوا جوش کہ منھ کو جگر آیا رنگ اُڑنے لگا تیر کلیجے میں در آیا
گہوارے پہ سر دھر کے جو غش کر گئی بانو
ہر بی بی پہ ثابت یہ ہوا مر گئی بانو

سب بیبیاں چلّا کے جو کرنے لگیں زاری ۲۴ گھبرا کے اُٹھی اور یہ حضرت کو پکاری
یا سبطِ نبی تن سے چلی جان ہماری اک دم ٹھہر جائیے میں آپ کے واری
صاحب مری آغوش کے پالے کو نہ مارو
اک بار پھر اس بانہ کے جھولے کو نہ مارو

حضرت نے کہا شوق سے بے شیر کو دیکھو ۲۵ دو کے پھر اس پر مسی تصویر کو دیکھو
بے تاب ہو کیوں اصغرِ دلگیر کو دیکھو کیا صبر کیا ہے دلِ شبیر کو دیکھو
موت آج جوان کی ہے تو پیارا نہیں صاحب
کیا لال تمہارا ہمیں پیارا نہیں صاحب

۳۶ — تم میں ہو بزرگ ذکوت سے تم نے پالا — ہے حق بہ طرف گر ہو کلیجہ تہ و بالا
پر بن ہمدرد بھی ہے یہ گیسوؤں والا — مرتے مگر صبر کیا دل کو سنبھالا

خوشنود نبی وہ عشق ہے اللہ — جن کر
اکبر کو فدا کرنے لیے جاتا ہوں ن کو

۳۷ — میں ان کو نہ لے جاؤں اگر ہے تمہیں وسواس — دوری علی اکبر سے ہوئی یہ تو ہیں پاس
پ تو ہے تمہاری یہی اُمید یہی آس — ور اکبر کے سوا پانی کے ملنے سے بھی ہے یاس

دُر پٹتی ہے میدان میں اُن سا سرو نہیں ہے
وہ لوگ ہیں وں جمع جنہیں درد نہیں ہے

۳۸ — بھیجا ہے کہ بے تم کہیں تیر نہ مارے — شرمندہ ہوں تم سے جو یہ کوثر پہ سدھارے
دن تیز ہیں میرے لیے تلواروں کی دھاریں — غل ہے کہ حسین آئیں تو سر تن سے اُتاریں

ت قتل ہیں وہ اکبر کے تو بچے کے دشمن
ہیں بھوکے سے زیادہ صغری اور باز کے دشمن

۳۹ — نیزہ ہی کہ کرے سینہ فگارا — پانی کو ترستا ہوا دنیا سے سدھارا
ہیں دشمن اولاد نبی وہ ستمگارا — اس کو بھی کریں قتل تو کیا زور ہمارا

غم ہو کہ عبث لاکے جگر بند کو کھویا
تم دل میں کہو باپ نے فرزند کو کھویا

۴۰ — گزشتہ ہے تدبیر نہ کچھ بس ہے زمانا — دشوار ہے اب جاکے مرا خیمہ میں آنا
سب جانتی ہو تم ان کا مزاج نہیں جانا — الفت ہے اگر ہم سے تو آنسو نہ بہانا

دکھ درد ہنڈا اپنے کا بھی سہہ لیجیو بانو
جو کہت ہو اللہ سے کہہ لیجیو بانو

۴۱ — بولیں وہ فرزند کو اللہ نگہباں — ہر حال میں زینب کی اطاعت کا ہے دھیان
بانو نے کہا جوڑ کے ہاتھوں کو یہ سن آں — بوندی تے خفا کچھ ہوئے میں آپ کے قربان

یوں آپ جسے چاہیے دے جائیے ان کو
کب میں نے کہا تھا کہ نہ لے جائیے ان کو

میں بھی ہوں کنیز آپ کی یہ خلق کہتی ہے ۔۔ [illegible]
بچے تمہارے کی بدولت ہے کوئی تسخیر ۔۔ [illegible]

فرزند فاطمہ کے کمالات کا ہے کیا
صدقہ ہے یہ آپ کی آپ کا نور ہے

جنجر کے تلے جس کا جگر خون ہوا جائے ۴۳ [illegible]
دکھ درد میں یوں جس کی بسر ہوتی ہے جائے ۔۔ [illegible]

شب کٹتی ہے اس غم میں تو دن جاتا ہے رو کر
پوچھے کوئی ماں سے کہ پسر پلتا ہے کیونکر

پہلو میں ہو یا گود میں یا چھاتی پہ سوئے ۔۔ دھڑکے کہ کہیں بے خبری میں نہ موئے
پلتا ہے پسر ایک جو ماں عمر کو کھوئے ۔۔ جس نے یہ کٹھن جھیلا ہو وہ کیونکر نہ روئے

ماں چپ رہے اور گود سے بچے پسر لیں
صاحب کوئی سے آئے کہاں سے جگر لیں

میں آپ کے صدقہ مرے ماں باپ بھی قرباں ۴۴ یہ خاندان خاص تو ہے تاج نشیں
خوشنود ہوں لے جائیے، ان کو ہوئے میداں ۔۔ پھر میں نے کب مانگے جب آئے زیشاں

ہاں صبر خدا دے یہ دعا کیجیو صاحب
تم ان کا جواب دیں تو گلا کیجیو صاحب

شہ بولے یہ کیا کہتی ہو اے بانوئے دلگیر ۴۵ واللہ بدل تم سے رضامند ہے شبیر
دل اس میں نہ میرا نہ تمہاری کوئی تقصیر ۔۔ صاحب کنیز دیتے ہیں بخشا ہے جو فرزند

واجب ہمیں ہر حال میں خوشنودیِ رب ہے
کہہ گئے جس جا وہیں ان کی بھی طلب ہے

لو گود میں لے کر انہیں چھاتی سے لگاؤ ۴۶ بس صبر کرو اشک نہ آنکھوں سے بہاؤ
بھاری کوئی کرتا، علی اصغر کو پہناؤ ۔۔ اکبر سے جو بچپن کا ملے بند تو لاؤ

دولھا سا بناؤ کہ یہ پروان چڑھے گا
تم شکر کرو آج کہ دودھ ان کا بڑھے گا

یہ سن کے کہا ماں نے کہ آ اے مرے پیارے ۴۸ سُرمہ بھی دیا بال بھی سب سر کے سنوارے
کپڑے تھے جو بھاری وہ پہنائے، یہ آ کے ردکر کہا لو جاؤ میں قربان تمہارے

جُھک جُھک کے جو فرزند کا منہ پاس سے دیکھا
ماں کو علی اصغر نے عجب یاس سے دیکھا

مدرسے اشارا تھا کہ دنیا سے چلے ہم ۴۹ افسوس کہ اس باغ میں پھولے نہ پھلے ہم
گودی میں تمہاری، چھ مہینے تو پلے ہم اب تشنہ دہن، جلتے ہیں طوبیٰ کے تلے ہم

کیوں روتی ہو کچھ رونے سے حاصل نہیں اماں
یہ دارِ محن رہنے کے قابل نہیں اماں

کہ شور تھا اللہ نگہباں علی اصغر ۵۰ چلاتی تھیں پھوپھیاں مرے ناداں علی اصغر
پیارے علی اصغر مرے ذی شاں علی اصغر ماں کہتی تھی جاتے ہو میں قرباں علی اصغر

چُھٹتا تھا جو بھائی تو موئی جاتی تھیں بہنیں
منہ چھاتی پہ رکھے ہوئے چلاتی تھیں بہنیں

بچے کو لیے گھر سے جو نکلے شہ والا ۵۱ تھی دھوپ میں تیزی کہ ہرن ہوتا تھا کالا
نکلا تھا کبھی گھر سے نہ وہ ہنسلیوں والا دامانِ عبا چہرۂ فرزند پہ ڈالا

روتا تھا تو چھاتی سے لگا لیتے تھے شبیرؑ
ہر گام پہ دامن سے ہوا دیتے تھے شبیرؑ

یوں کہنے لگے دیکھ کے آپس میں ستمگر ۵۲ یہ کیا ہے جو ہاتھوں پہ لیے ہیں شہ صفدر
بولا کوئی تا صلح کریں ہم سے اسے بیچ میں دیکر معلوم ہوا جنگ سے گھبرا گئے ہیں شبیرؑ
قرآن کو شفاعت کے لیے لائے ہیں شبیرؑ

بولا کوئی بیمار نہیں یہ نہیں اصغر ۵۳ ہے صابر و شاکر پسرِ حضرتِ زہرا
سادات پہ اس دشت میں ہے تیسرا قتا بے جان ہوا ہوگا، کسی سیدانی کا بچا
اشک آنکھوں میں ہیں چاک گریباں کیے ہیں
میت کسی معصوم کی شبیرؑ لیے ہیں

سُن کر یہ کلام اُن کا پکارے شیوخ
ہیں قرآن کے نسخے یہ اسے فرقہ بدیں
یہ جلوہ حق کے گھر کی ہے زینت بر حق
دیکھو کہیں ظلم و ستم کی نہ ہو تحریر
لے آیا ہوں زمزم کے چھڑکنے کو ذرا
یہ چھوٹا سا ستیہ بھی ہے ہمراہ مرے
یہ فرش کی زینت ہے تو ہے عرش کا تارا
کچھ پانی کے بدلے تمہیں لینا ہو تو کہو
دیناہے ہو قیمت کوئی دینی ہو تو کہو
حاضر ہو اگر زر کے تو زر لیجئے ہم سے
پانی دوا اسے خلد میں گھبیو نہ ملے گا
اک جام تو یہ تشنہ دہن پی نہ سکے گا
مارا جنہیں برچھی سے انہیں کاٹے یہ بھالا
یہ عمل ہے میرا بیٹھے بٹھائے کی کمائی
بہنوں کی یہ ہے جائی تو بچوں کا ہے بھائی
مرجانے میں ہے کئی جانوں کا گزارا
میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ پانی مجھے لا دو
مرتا ہے یہ مرتے ہوئے بچے کو جلا دو
جب منہ مرا تکتا ہے یہ حسرت کی نظر سے
اے ظالمو! اٹھتا ہے دھواں میرے جگر سے
بجھتی نہیں جب آگ کلیجے میں لگی ہو
سوچے وہ قضا جس کے جگر بند کی ہو
غمگین ہو تو سوز نہیں سرد کو سمجھے
جس دل میں نہ ہو درد، وہ کیا درد کو سمجھے

درد کی فرقت کوئی پوچھے مرے جی سے ۶۰ پیاسے کی حسرت کوئی پوچھے مرے جی سے
یہ ذکر یہ مصیبت کوئی پوچھے مرے جی سے اس درد کی لذت کوئی پوچھے مرے جی سے

اک پیاسا ہی تو فراموش نہیں ہے
یہ جو دشمن ہے غم کا کہ مجھے ہوش نہیں ہے

میں خوب سمجھتا ہوں کہ ہر جسم کے بدلے ۶۰ یہ کیا ہے کہ پھر تم سے طلب کرتا ہوں پانی
بس پانی نہیں دیتا ہوں جو پانی کے بدلے مر جاؤں میں، پر اس کی بجھے تشنہ دہانی

جب تک ترے عدم اخلق سے منھ موڑ کے جاؤں
حسرت ہے کہ دنیا میں اسے چھوڑ کے جاؤں

یہ کہہ کے اٹھایا رخِ بے شیر سے دامن ۶۲ چہرے کی تجلی سے جہاں ہو گیا روشن
دیکھی جو ہیں وہ چاند سی ڈھلکی ہوئی گردن کیا ذکر بھلا دوست کا رونے لگے دشمن

ہر چند کہ سب ظالم و جلاد تھے ان میں
تھرا گئے جو صاحبِ اولاد تھے ان میں

کی آہ کسی نے کوئی تدبیر کے رد پر ۶۲ دشمن کسی بلوے نے اشکوں سے بجھایا
ہر شخص کے اک تیر گیا قلب پہ گویا ہوتا کوئی ایماں بھی گیا دین بھی کھویا

یوں پیاس کوئی دھوپ میں مرتا نہیں جاتا
بچے کا یہ عالم ہے کہ دیکھا نہیں جاتا

ہوا کوئی میت پانی کے دینے میں معذور ۶۴ معصوم ہے معلوم ہے اور تشنہ جگر ہے
ہوا کوئی بچتا ہے تو وہ حیران کدھر ہے؟ دشمن اسے سمجھو کہ یہ دشمن کا پسر ہے

پچھتائے گا کل، آج جو پانی اسے دے گا
یہ نسل ہوں ہوئے حوض باپ کا لے گا

تب شہ نے پکارا کہ ہمیں تم نہیں سے ۶۵ یہ منھ سے ادا کیا علی اکبر سے حسیں نے
دشمن نے کہا یہ تو مرے دل کو یقیں ہے اس فوج میں اک ایک شقی دشمنِ دیں ہے

بے جرم نہیں کوئی گرفتارِ تعلق ہوں
جینے نہ دے کوئی کہ میں تجھ حق ہوں

پلٹتے تھے پیہم کہ یہ کیا کرتا ہے ظالم
بچے کو جو تاکا تو خفا کرتا ہے ظالم

ہیبت سے شہ بیٹھ گئے خاک پہ ہٹ کر
وہ غنچہ دہن مر گیا بابا سے لپٹ کر

تھرائے ہوئے ہاتھوں پہ میت کو لیا
محتاج نہ پانی کا نہ خواہاں ہوں مدد کا
طالب ہوں فقط مغفرتِ امتِ جد کا

شیروں کے گناہوں سے مجھے تو ہے بچانا
آقا یہ ترا نام ہے کہ نہیں تشدد

توبندۂ صالح ہے تو ہم صادق و قوی
ناجی ہیں ترے دوست ہوں کیسے ہی گنہگار

شبیرؑ غم کھا تجھے ہم شاد کریں گے
شیعوں سے ترے خُلد کو آباد کریں گے

سن کر یہ صدا شاد ہوئے سب پیمبر ۷۰ اصغر کو لیے آئے وہ لاشہ اکبر
پھولے کو بڑے بھائی کے پہلو میں سلا کر پلٹے کہ بہا اپنا وہ صدمے سے انور

بعد اس کے وہ صدمے میں بہت آنسو بہائے
ہشیار! کہ یہ پہلے پہل رن سے پھرے ہیں

جنگل ہے درندوں سے، برادر کو بچانا ۷۱ گر روئیں تو بیٹا انہیں چھاتی سے لگانا
کوثر پہ جو پہونچو گے تو پیاس ان کی بجھانا یہ بھی انہیں دادی کی جو تسلیم کو جانا

مثلِ گلِ تر پیاس سے مرجھائے ہوئے ہیں
گردن نہ ذبح تیرِ ستم کھائے ہوئے ہیں

فرزند کے رشتے سے یہ کہتے تھے ابھی شاہ ۷۲ چلنے لگے پھر تیرِ ستم فوج سے ناگاہ
تولے ہوئے تینوں کو بڑھا لشکرِ گمراہ آزردہ ہوئی خاطرِ فرزندِ یداللہ

حرب کے لیے باندھ جو دو ایک کے اٹھے
اک شیر سے شمشیرِ علیؑ ٹیک کے اٹھے

رشتوں کو پکارے کہ خدا حافظ و ناصر ۷۵ اب مرنے کو جاتا ہے یہ مظلوم مسافر
سے جلد ہوئی جاتی ہے یہ منزلِ آخر دو لاکھ عدو جمع ہیں، اک جان کی خاطر

ہووے یہ نہ دیکھا یہ صف آرائی نہ دیکھی
افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی

فرما کے یہ مرنے پہ کسا اور کمر کو ۷۶ جولاں کیا اس دم فرس برق سپر کو
جھولا دیا تلوار کی شمشیرِ دوسر کو جنبش لیا حضرتِ حمزہ کی سپر کو

جو ہمسر تو ادھر برقِ شرر بار میں چمکے
اک چار ستارے سے شبِ تار میں چمکے

چھینا جو فرس کو اسدالله کے پسر نے ۷۷ مجرا کیا اقبال نے تسلیم ظفر نے
پہونچا دیا سر شش پہ شمشیرِ دوسر نے دکھلایا عروجِ شبِ معراج سپر نے

تھا جوش نہ پریوں کو نہ انساں کو نہ جن کو
ملت کہ جہاں میں شبِ قدر آئی ہے دن کو

اللہ ری چمک ساعتِ تیغِ دوسر کی ۷۸ جبریل کو گردوں پہ ہوئی نکسِ سپر کی
گھبرا کے ادھر ٹوٹنے ماہی کو خبر کی بڑھنے لگے ہوا تو زمیں کانپ کے سر کی

گردوں پہ تھے مہر کو یہ تاب نہیں تھی
ذرّے تھے کہیں دھوپ کہیں چھاؤں کہیں تھی

خورشید جو ڈر ڈر کے چھپا اور نکل آیا ۷۹ گر دھوپ تھی سر پہ کبھی دھوپ پہ سایا
منھ برق نے بھی خرمنِ گردوں میں چھپایا شمشیر کے شعلے کی کوئی تاب نہ لایا

غُل چار طرف تھا کہ گھرے قہرِ خدا میں
آگ آب میں پنہاں ہوئی اور خاک ہوا میں

جب اوج دکھاتی تھی وہ تیغِ دودم اپنا ۸۰ دانتوں میں پکڑتا تھا عطارد قلم اپنا
افعی بھی اُگل دیتے تھے ڈر ڈر کے سم اپنا اژدر بھی پہاڑوں میں چرتے تھے دم اپنا

یوں بھاگتے تھے شیر کہ دم پھول گئے تھے
دہشت تھی کہ وحشت کہ ہرن بھول گئے تھے

نعروں سے دہلتی تھی زمیں کانپتا تھا رن ۸۱ وہ تند نظر قہر کی، وہ غیظ کی چتون
وہ تیزیِ شمشیر، وہ چالاکیِ سوسن وہ عطر فشاں زلفِ سیہ، وہ رخِ روشن

عنبر میں یہ بُو، بدر میں یہ نُور کہاں ہے؟
سارا شبِ معراجِ محمدؐ کا سماں ہے؟

شمشیر چمکنے میں یہ کرتی تھی اشارا ۸۲ اک ضرب میں عنتر کو کیا میں نے دو پارا
وہ بحرِ فنا ہوں کہ نہیں جس کا کنارا اے قوم مرے گھاٹ سے مشکل ہے اتارا

منھ پر کبھی افواجِ ستم چڑھ نہیں سکتی
دھارے سے مرے کشتیِ تن بڑھ نہیں سکتی

دنیا میں کوئی صاحبِ جوہر نہیں مجھ سا ۸۳ سرتیز کوئی دشنہ و خنجر نہیں مجھ سا
افعی نہیں مجھ سا کوئی، اژدر نہیں مجھ سا فولاد کے دریا کا، شناور نہیں مجھ سا

بُت توڑ دیے ہیں جو سوے دیر گئی ہوں
خندق کو تو دو ہاتھ میں میں پھیر گئی ہوں

خیبر کی لڑائی کی خبر کس کو نہیں ہے؟ ۸۴ اُس قلعہ کُشائی کی خبر کس کو نہیں ہے؟
اَعدا کی دُہائی کی خبر کس کو نہیں ہے؟ اس مُکّہ کی صفائی کی خبر کس کو نہیں ہے؟

بے فتح تشفی کبھی میری نہیں ہوتی
سیروں جو لہو پی لُوں، تو سیری نہیں ہوتی

اُس شیر کی شمشیر ہوں، جو شیرِ خدا ہے ۸۵ تلواروں سے عالم کی، مرا کاٹ جُدا ہے
قبضے میں اب اُس کے ہوں جو سلطانِ ہُدا ہے تمغے کی جگہ نقشِ فنا مجھ پہ کھُدا ہے

برسوں میں مرے زخم کو مرہم نہیں بھرتا
پیڑوں جو لہو میں تو کبھی دَم نہیں بھرتا

گردوں سے جسے حق نے اُتارا ہے وہ مَیں ہُوں ۸۶ جرّاروں کو جس تیغ نے مارا ہے وہ مَیں ہُوں
جس سے جگر کفر دو پارا ہے وہ مَیں ہُوں دریا جو زمانے میں دو دھارا ہے وہ مَیں ہُوں

کفّار کی لاشوں سے بیاباں کو بھرا ہے
اِسلام کا گلشن مرے پانی سے ہَرا ہے

پہچانتے تھے خُوب پیمبر مرے جوہر ۸۷ مخفی نہیں جبرئیلِ امیں پر مرے جوہر
کھولے ہیں یداللہ نے اکثر مرے جوہر کرّار نے دیکھے ہیں مکرّر مرے جوہر

ہوں دشمنِ جاں، جن بھی یہ سب جان گئے ہیں
جبرئیل بھی لوہے کو مرے مان گئے ہیں

اے قوم نکالے ہیں یہ بُت مَیں نے حَرم سے ۸۸ اقبال سے حیدر کے، محمدؐ کے حشم سے
ایماں کے گلستاں میں ہے رونق مرے دم سے سب سیکھے ہیں سجدے میں یہ جھکنا مرے خم سے

تھا فکر کا رشتہ، جسے تسبیح کیا ہے
زنّار کو ڈورے نے مرے کاٹ دیا ہے

دیکھو مجھے میں تیغِ عدو کے لیے لا ہُوں ۸۹ کھاتا ہے، جو دشمن کا کلیجہ وہ بَلا ہُوں
قصرِ تنِ اعدا کے لیے سیلِ فنا ہُوں کافر کے لیے درد ہُوں مومن کی دوا ہُوں

ناگن میں نہ ہو گی کبھی جو لہر ہے مجھ میں
چڑھ کر جو اُترتا نہیں وہ زہر ہے مجھ میں

ناگاہ بڑھے شاہ چلی تیغ چمک کے ۹۰ شعلے نے لیا شکرِ ناری کو لپک کے
جنگل کی طرف دوڑ گئی آگ بھڑک کے تھرّانے لگے شیر پہاڑوں میں دبک کے
ہر سو کرۂ نار کا عالم نظر آیا
میدانِ بلا خیز جہنم نظر آیا

تیغ آئی چمک کر کہ قضا آئی سروں پر ۹۱ یا کھولے ہوئے منھ کو بلا آئی سروں پر
لہراتی ہوئی سیلِ فنا آئی سروں پر سر اڑتے ہیں جس سے وہ ہوا آئی سروں پر
دم بھر میں نہ صف تھی نہ سواروں کا پرا تھا
اعدا کا لہو تیغ کی باچھوں میں بھرا تھا

جس صف پہ چمک کر وہ گئی ڈر گئے اعدا ۹۲ بس خون میں سر تا بہ قدم بھر گئے اعدا
بھاگڑ میں جدھر شش در و مضطر گئے اعدا بچھ بچھ گئے، پس پس گئے، مر مر گئے اعدا
مقتل میں سواروں پہ فرس ٹوٹ رہے تھے
دو ایک پہ اور پانچ پہ دس ٹوٹ رہے تھے

اِک برق چمکتی تھی صفِ فوجِ ستم پر ۹۳ بسمل بھی تڑپ جاتے تھے اس تیغ کے دم پر
یوں کاٹ کے دستانے کو جاتی تھی جھلم پر جس طرح چلے تیز چھری، زیرِ قلم پر
ہر شے کے اُڑا دیئے میں فیاض تھی شمشیر
چار آئینۂ قرطاس تھے مقراض تھی شمشیر

سر گرتے تھے ہر بار زرہ پوشوں کے تن سے ۹۴ جوشن تنِ کفار میں بدتر تھے کفن سے
ٹوٹی تھیں صفیں، تیغِ شہِ قلعہ شکن سے آتی تھی جو رَن سے تو نکل جاتی تھی سَن سے
کیا روکتے ڈھالوں پہ وہ تیغ دو زباں کو
روکا ہے کبھی باغ کے پتوں نے خزاں کو

گہ ڈھال میں ڈوبی کبھی نیزے کی گرہ میں ۹۵ ترکش میں کبھی، خانۂ کمخت میں کبھی زہ میں
مچھلی سی کبھی پیر گئی موجِ زرہ میں اک تیغ سے تھا زلزلہ برپا کہ دمہ میں
جب کوند کے اٹھی، لے افلاک پہ دیکھا
دیواروں کو چار آئینہ کی خاک پہ دیکھا

مقتل سے جری تیغ و سپر چھوڑ کے بھاگے ۹۶ ہل چل تھی کہ بیٹوں کو پدر چھوڑ کے بھاگے
یوں روح کے طائر تن و سر چھوڑ کے بھاگے جیسے کوئی جھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے

غُل تھا کہ نماز اس کی پڑھو فرض یہی ہے
اے قوم اذا زلزلت الارض یہی ہے

ریتی پہ تڑپتے ہوئے تن اُس نے دکھائے ۹۷ پھولے ہوئے زخموں کے چمن اس نے دکھائے
سو رنگ، تہ چرخِ کہن، اُس نے دکھائے چلنے میں قیامت کے چلن اس نے دکھائے

خود آیۂ نصرت تھی ظفر کام تھا اس کا
مفتاحِ طلسماتِ جہاں نام تھا اس کا

کس غول میں وہ صاعقۂ کردار نہ چمکی ۹۸ کس فرق پہ بجلی سی وہ خونخوار نہ چمکی
اُس تیغ کے آگے، کوئی تلوار نہ چمکی تلوار تو کیا برقِ شرر بار نہ چمکی

آنچ اس کی جلا دینے میں بجلی تھی قضا کی
کہتا تھا جہنم کہ پناہ اس سے خدا کی

تن سرد ہوئے، گرم ہُوا موت کا بازار ۹۹ جاں تن پہ گراں جنگ میں تھے دوش پہ سربار
جب صورتِ مقراض اٹھی تیغ شرربار ابریشمِ خورشید مقرض ہُوا ہر بار

تھرّاتا ہے مہر آج تلک چرخِ بریں پر
ذرّے یہ وہی ہیں، جو چمکتے ہیں زمیں پر

اس تیغ سے تھی چار طرف مشتعل آتش ۱۰۰ اعدا کا تن آتش، جگر آتش تھا دل آتش
تھی گرمیِ بازارِ اجل سے خجل آتش آتش پہ برستی تھی پڑی متصل آتش

ارزاں جنھیں شمشیرِ اجل دم نے خریدا
خود آگ کے مول اُن کو جہنم نے خریدا

ہر تن کو چمک کر تہ و بالا کیا اس نے ۱۰۱ لشکر کے اندھیرے کو اُجالا کیا اس نے
ہر سے کو ہر اک سر کے پیالا کیا اس نے خود آ گیا جب منہ پہ نوالا کیا اس نے

چار آئینہ کاٹا، ہوئی حیرت کہ دم کو
کڑیاں نہ ملیں کھا گئی اس طرح زرہ کو

لشکر کو ادھر سطوتِ شاہی نے دبایا ۰ اُدھر کے سپاہی کو سپاہی نے دبایا
تلواروں کو شمشیرِ الٰہی نے دبایا اُٹھنے لگیں ذاتیں تو سیاہی نے دبایا

نیزوں کے بھی نہ خاک پہ دہشت سے جھکے تھے
کیا چلتیں کہ تلواروں کے دم آپ رکے تھے

اس تیغ کے منہ پر کوئی جم کر نہ ٹھہرا ۰۲ پٹ پر بھی جما تو قدم اکثر نہ ٹھہرا
دہشت سے کوئی شعبدہ پرداز نہ ٹھہرا اک ہاتھ دکھا کر کوئی جادو نہ ٹھہرا

کنشک کی کیا قدر تھی شہباز کے آگے
جادو کہیں چل سکتا ہے اعجاز کے آگے

پھل اڑ گئے، پتا ہوئے سب برچھیوں والے ۰۴ شاخوں کی طرح صاف قلم ہو گئے بھالے
دیکھے جو گلِ زخم پڑے جان کے لالے تھے ہر شجر قدک جگر خون کے تھالے

یہ رنگ لڑائی کا بدلتے نہیں دیکھے
یوں تیغِ خزاں کو کبھی چلتے نہیں دیکھے

جس صف پہ گئی، زلزلہ برپا کیا اس نے ۰۵ ہر قصرِ بدن کو تہ و بالا کیا اس نے
گرما کے جو منہ جانب دریا کیا اس نے پانی کے نگہبانوں کو ٹھنڈا کیا اس نے

گردن پہ دمِ تیغ جس دم خضر آیا
سوتے جو پڑے تھے وہ دمِ حشر آیا

تھا شور کہ اس تیغ کا پانی نہیں تھمتا ۰۶ دم بھر نہیں تھمتی ہے عجب تن کا ڈھب ہے
تاب اس کی نہیں جادۂ صحرائے عدم ہے جو زخم ہے وہ اس تیغ کی مژگاں میں خم ہے

جنات کو ڈر ہے اسی تیغِ دو زباں کا
جوہر نہ کہو دام ہے یہ تیغ زباں کا

سو سو شجرِ باغِ ستم کاٹ کے اٹھی ۰۷ ہر نیزہ کو مانندِ قلم کاٹ کے اٹھی
مغفر پہ جو چمکی تو جھلم کاٹ کے اٹھی بیرق کو نہ پایا تو علم کاٹ کے اٹھی

غل تھا یہ بلا وہ ہے کہ ٹالی نہیں جاتی
گر پڑتی ہے جب برق تو خالی نہیں جاتی

جب آگئی وہ تیغ کمانوں کے برابر ۱۰۸ مقتولوں کے تودے ہوئے شانوں کے برابر
تھے توڑ میں جو تیر سنانوں کے برابر وہ خاک پہ نلکاں تھے نشانوں کے برابر
جا سکتے تھے گوشوں میں کہیں امن و اماں کے
موجود تھی مرکز کی طرح سر پہ کماں کے

تھی صورتِ شیں اس لیے وہ صاحبِ توقیر ۱۰۹ اسبابِ شجاعت کی سر آمد تھی وہ شمشیر
حلقہ تھا نہ پیکاں تھا، نہ گوشہ تھا نہ زہ گیر کٹ جاتے تھے مثلِ خطِ باطل الفِ تیر
ثابت کسی سرکش کے نہ ترکش کی سری تھی
بے چلّہ کماں جو تھی، وہ نونِ نظری تھی

اللہ ری ہل چل کے جدا ہو گئے یک بار ۱۱۰ گردن سے تو سر جسم سے دم، ہاتھ سے تلوار
نیزے سے انی، برچھی سے پھل، تیر سے سوفار ہاتھوں سے کمانیں تو کمانوں سے کماں دار
سینے کی نہ دل کو نہ خبر دل کی جگر کو
تلوار تلے چھوڑ گیا باپ پسر کو

کونین میں تھا شورِ ثنائے شہِ اکرم ۱۱۱ کرتا تھا مباہات، خداوندِ دو عالم
آتی تھی یہ ہاتف کی صدا چرخ سے پیہم احسنت ہے اے اشرفِ ذریتِ آدم
کیوں کر نہ ہو تو کس کا گلِ اندام ہے شبیرؑ
اس پیاس میں یہ جنگ ترا کام ہے شبیرؑ

بولے شہ ذی جاہ کہ یہ سب لطفِ خدا ہے ۱۱۲ میں کیا ہوں بھلا اور شجاعت مری کیا ہے
سائل نہ زیست کی خواہش نہ تمنائے دعا ہے اب خنجرِ بے آب کا مشتاق گلا ہے
کچھ منہ سے نہ شکوہ غمِ جانکاہ میں نکلے
حسرت ہے کہ دم سجدۂ اللہ میں نکلے

یہ کہہ کے عینوں کو پکارے شہِ ابرار ۱۱۳ لو آؤ کہ اب میان میں ہم رکھتے ہیں تلوار
یہ حکم کا ہنگام ہے، اے لشکرِ کفار قتل سے ہوئے تیز کرے خنجرِ خونخوار
تلواروں میں سجدے کے لیے کود پڑیں گے
اکبرؑ کی جوانی کی قسم، اب نہ لڑیں گے

زینبؑ نے سُنی ڈیوڑھی سے جب شہ کی یہ تقریر ۱۴ چلائی کہ واریز ہو بی بانو نے دلگیر
لاؤ صدقِ ماتم کہ نہیں بچنے کے شبّیر بولے کہ بہن ماں سے ہوئے روک کی شبّیر

عابدؑ کو جگا دو مضطر اب کرتے ہیں بہنائی
خود تیغ بکف سر پہ ہیں اب کرتے ہیں بہنائی

اب گھر سے نکلتی ہوں میں، اے بیبیو آؤ ۱۵ یہ سُن کے کہیں بہنیں کہ بی بی کو بچاؤ
سوتے ہیں کہاں، باپ کے عاشق کو جگاؤ مرگوں کے سب آئیں یتیموں کو بلاؤ

نرغہ مرے ماں جائے پہ ہے اہلِ جفا کا
یہ وقت ہے بن باپ کے بچوں کی دعا کا

گھبرا کے اِدھر کھول دیئے بیبیوں نے سر ۱۶ حضرت پہ اُدھر ٹوٹ پڑے وہ ستمگر
پُرزے جو ہُوا سر سے کمر تک، تنِ اطہر گھوڑے سے گرا خاک پہ فرزندِ پیمبر

پانی کے بھی سائل نہ ہوئے برچھیاں کھا کے
قبلے کی طرف جھک گئے سجدے میں خدا کے

راوی نے یہ لکھا ہے کہ تھا چار گھڑی دن ۱۷ جس وقت جھکا سجدے میں وہ خلق کا محسن
تھے عرش کو تھامے ہُوئے سب عرش کے ساکن مقتل میں کھڑے پیٹ رہے تھے ملک و جن

پہلو سے نہ بیٹے کے جدا ہوتی تھی زہراؑ
سب خاک پہ گر پڑتے تھے جب روتی تھی زہراؑ

جس صوت حسنؑ سے شہ دیں کہتے تھے تکبیر ۱۸ ماں کہتی تھی صدقے تری آواز کے شبّیر
اے عابد و زاہد، ہے تری کون سی تقصیر ہے ہے ترے سینے میں گڑے جاتے ہیں سب تیر

بھولے مجھے، یہ خوئے عبادت ہُوئے بیٹا
بتلاؤ تو زینبؑ سے بھی رخصت ہُوئے بیٹا

واں شمر سے بولا پسرِ سعدِ جفا کار ۱۹ سجدے میں بڑی دیر سے غش ہیں شہِ ابرار
سیّد کا نہ یاور ہے کوئی اور نہ مددگار کیا دیر ہے، کھینچ کے اب خنجرِ خونخوار

بہتر ہے اگر جلد گلا تیغ سے کٹ جائے
زینبؑ کہیں آ کر نہ برادر سے لپٹ جائے

تھرّاتا ہے دل شمر کا آنا کہوں کیوں کر ۱۲۰ اور فاطمہؑ کا خاک اڑانا کہوں کیوں کر
اس سینے کا زانو سے دبانا کہوں کیوں کر سیّد کا زباں خشک دکھانا کہوں کیوں کر

بے کس ہوئے سب شیعۂ امامِ دوجہاں کے
کاٹا گیا بیٹے کا گلا سامنے ماں کے

لے کر سرِ اقدس کو چلا شمرِ سیہ رُو ۱۲۱ وہ ہاتھ ستم گار کا اور ہائے وہ گیسو
یاں ٹوٹ پڑے لاشۂ بے کس پہ جفا جُو لٹنے لگی پوشاکِ تنِ سیّدِ خوش خُو

ہتھیاروں کے لینے کو لڑے مرتے تھے ظالم
مظلوم کے لاشے پہ گرے پڑتے تھے ظالم

بھاگا کوئی عمامۂ پُرخوں کو اُٹھا کے ۱۲۲ دستانے کوئی لے گیا شاہِ شہدا کے
کھینچا کسی بے رحم نے دامن کو عبا کے ہاتھوں سے کوئی کھولتا تھا بندِ قبا کے

مر کر بھی بڑے ظلم و ستم سہ گئے شبیرؑ
اس دھوپ میں عریاں پڑے رہ گئے شبیرؑ

ملبوسِ بدن لے گئے سب لوٹنے والے ۱۲۳ سینے سے مگر تیر کسی نے نہ نکالے
پہلوئے مبارک میں گڑے رہ گئے بھالے کیوں چرخ یہ حال اس کا جسے فاطمہؑ پالے

شبیرؑ کا سر نیزۂ خونی کی انی پر
تُف دہر پہ اور خاک ہے دنیائے دنی پر

اب تاب انیسؔ آگے سماعت کی نہیں بس ۱۲۴ مقبولِ امامِ دوجہاں ہے یہ مسدّس
یارب! مجھے دکھلا دے مزارِ شہِ بیکس مر کر مرا مدفن ہو وہی ارضِ مقدّس

پاکیزہ و طاہر، لحدِ پاک سے اُٹھوں
پہنے کفن اُٹھوں تو اسی خاک سے اُٹھوں

شمشادِ بوستانِ رسالت حسینؑ ہے — غنچہ گلاب خلد جنت حسینؑ ہے
ابرِ عطا و آیۂ رحمت حسینؑ ہے — نقشِ نگینِ خاتمِ نبوت حسینؑ ہے

ہر آستاں پہ خاک ہے جبہہ سائی کے واسطے
سب خاک ہے بجز درِ عالی کے واسطے

عنوان صحیفۂ اخضر حسینؑ ہے — فیاضِ سبط چشمۂ کوثر حسینؑ ہے
جسمِ نبیؐ کی روحِ مطہر حسینؑ ہے — کشتی دینِ و فرش کا لنگر حسینؑ ہے

قربان رتبہ شہ عرش احتشام کے
بیٹے امام دیں کے پدر نو امام کے

مشکل کشائے حاضر و غائب حسینؑ ہے — خورشید و ماہ مکہ و یثرب حسینؑ ہے
فرماں روائے مشرق و مغرب حسینؑ ہے — دوشِ رسولِ پاک کا راکب حسینؑ ہے

چھوٹے سے سن میں عرش سے رتبہ سوا ملا
لیکن نگیں بھی مہرِ نبوت کو کب ملا

آدم سے مرتبے میں مقدم حسینؑ ہے — اسرارِ کردگار کا محرم حسینؑ ہے
حقا کہ تاجِ عرشِ معظم حسینؑ ہے — شہ از تحت بدوشِ امم حسینؑ ہے

مالک ہے کارخانۂ رب جلیل کا
مختار ہے بہشت کا ورِ سبیل کا

خورشیدِ آسمانِ تجمل حسینؑ ہے — تا حشر بوستانِ تکمل حسینؑ ہے
عالم تمام جزو ہے اور کل حسینؑ ہے — سب خلق عندلیب ہے و گل حسینؑ ہے

جانیں فدا ہیں نام پہ اور دل نثار ہیں
یوسفؑ ہے ایک چاہنے والے ہزار ہیں

۶ رکنِ رکینِ کعبۂ ایماں حُسینؑ ہے — کرسی اگر ہے رحل تو قرآں حُسینؑ ہے
پیدا ہے تو حُسینؑ ہے پنہاں حُسینؑ ہے — عالم تمام جسم ہے اور جاں حُسینؑ ہے
حق اُس سے ہے قریب وہ حق سے جُدا نہیں
جو کچھ کہو وہ سچ ہے مگر اک خُدا نہیں

۷ ادنیٰ کو دم میں چاہے تو اعلیٰ کرے حُسینؑ — قطرے کو بحرِ لطف سے دریا کرے حُسینؑ
بالا کو پست، پست کو بالا کرے حُسینؑ — اِک آن میں ثریٰ کو ثریّا کرے حُسینؑ
عزّت جو دے زمیں کو تو گردوں شکوہ ہو
طاقت جو بخش دے تو پرِ کاہ کوہ ہو

۸ ذرّے کو آفتاب سے روشن کرے حُسینؑ — قدرت سے ناتواں کو، تہمتن کرے حُسینؑ
دوزخ کو دم میں، غیرتِ گلشن کرے حُسینؑ — آہن کو موم، موم کو آہن کرے حُسینؑ
چشمِ غضب سے دیکھیں جسے، جل کے خاک ہو
جس پر کرم کریں، وہ گناہوں سے پاک ہو

۹ کردیں سپید رُو تو سیاہیِ ہوشب سے دُور — شرمائے آفتاب جو ظلمت کو دیں وہ نُور
حافظ ہو گر تو سنگ ہو شیشے سے چُور چُور — چاہیں تو خس کو آگ کے دریا سے ہو عبُور
حافظ اگر ہو لطف و کرم اُس کریم کا
فانوس بہرِ شمع ہو، دامن نسیم کا

۱۰ ہوئے جو حکم نافذِ شاہنشہِ حجاز — آہو کے آگے شیر جُھکائے سرِ نیاز
اک جا ہو آشیانۂ عُصفور و شاہ باز — بہرِ شکار، باز کرے، چشم کو نہ باز
گر وہ قویٰ ضعیف سے، کارِ جہاں لے
روباہ جائے شیر کی آنکھیں نکال لے

۱۱ ہاں اے زباں خموش، ادب کا ہے یہ مقام — کوثر سے منھ کو دھو لے تو لے شاہِ دیں کا نام
اے کلک سر جُھکا دے قدم پر، پئے سلام — اے طبعِ پاک، شستہ و رُفتہ ہو سب کلام
پیچھے زباں سے وصفِ شہِ نیک خُو کریں
اشکوں سے پہلے مردمِ دیدہ وضو کریں

یہ وہ حُسینؑ ہے کہ جو ہے نورِ مشرقین ۱۲ جس کے پدر نے فتح کیا غیب و حنین
خیرُ النسا کی جان، محمدؐ کے دِل کا چین شیعوں کو اُس کی پیاس پہ رونا ہے فرضِ عین
اُس کی نہ کوئی آس نہ کوئی مُراد تھی
خنجر گلے پہ تھا تو تمھاری ہی یاد تھی

مولا کی ذات خلق میں ہے سایۂ الٰہ ۱۳ اُمّت کا کارساز دُو عالم کا خیر خواہ
روزِ جزا معالجِ بیماریِ گناہ مُجرم کو اس کے سایۂ دامن میں ہے پناہ
گر حشر میں وہ حامیِ اُمّت اُسے نہ ہو
تیغِ عذابِ حق سے کسی کو، مفر نہ ہو

دارائے[۱۳] شرعِ مصطفوی و مقتدائے حق ۱۴ خضرِ صراطِ دینِ مُبیں پیشوائے خلق
فیض و عطا و شفقت و رحمت، برائے خلق دستِ خدا کی طرح سے مُشکل کُشائے خلق
بھیجیں درود کیوں نہ مَلک روحِ پاک پر
سجدے کا حکم دیوے خدا، جس کی خاک پر

بابُ[۱۵] السّلام علمِ نبیؐ آسمانِ شرع ۱۵ نورِ سراجِ دینِ شرف، خاندانِ شرع
دریائے لطف و معدنِ بخشش، جہانِ شرع منہاجِ علم، قطبِ زمان قہرمانِ شرع
اُس کے کرم سے گلشنِ دیں تازہ ہو گیا
شیعوں پہ وا، بہشت کا دروازہ ہو گیا

عاجز نہ اُس کے وصف میں ہو کس طرح خرد ۱۶ افضل کرے جہان سے جسے مفضلِ اُحد
اُس کی کتابِ وصف کے اک جز کی ہے یہ حد آغاز جس کا ہے ازل، انجام ہے ابد
اس میں بھی سب صفاتِ ستہ بحر و بر نہیں
فقرے ہیں مبتدا کے، خبر کی خبر نہیں

حدِّ بشر نہیں ہے تری مدح یا اِمام ۱۷ بندے سے کس طرح ہو زبانِ خدا کا کام
قدسی درود بھیجتے ہیں تجھ پہ صبح و شام میں خاک اور عرش سے اعلیٰ ترا مقام
ذرّے سے وصفِ نیّرِ تاباں ہو کس طرح ؟
اِک مُوْر سے ثنائے سلیماں ہو کس طرح ؟

راحت نہیں مرے دلِ مضطر کو یک نفس ۱۸ نالاں ہوں تیری راہ میں مَیں صورتِ جرس
دن رات قافلے چلے جاتے ہیں پیش و پس اور شوق میں غلام تڑپتا ہے ہر برس

اس سال ہے دعا کہ نہ دُوری نصیب ہو
مَولا طلب کرو تو حضوری نصیب ہو

عرشِ خُدا ہے تیرے شرف سے بزرگوار ۱۹ کُرسی ترے قدم کی بدولت ہے پائدار
پہونچے فلک پہ گرتری نعلیں کا غبار سمجھے وہ نکہتِ شرف و تاج افتخار

ہے راہ پر وہی کہ جسے تجھ سے راہ ہے
نقشِ قدم برائے فلک سجدہ گاہ ہے

روحی فداک، اے قمرِ برجِ ہل اتا ۲۰ قلبی لداک اے گہرِ تاجِ لافتا
بحرِ عطا، محیطِ کرم، منبعِ سخا شمعِ حریمِ حق گلِ گلزارِ قل کفا

اے نوحِ خلق تُو ہے سفینہ نجات کا
طوفاں میں آسرا ہے فقط تیری ذات کا

قیصر تری جناب کا اک بندۂ کمیں ۲۱ خاقانِ چین ہے اک ترے خرمن کا خوشہ چیں
ہے غیرتِ بہشت ترے نوکرِ زمیں جاروبِ فرشِ عرشِ شرف زیبِ دیں

کرسی کی زیب دوشِ پیمبر کی زیب ہے
تیرے قدم سے عرشِ منور کی زیب ہے

اللہ رے اوج واہ ری حشمت زہے وقار ۲۲ اک آن بے حسین نبی کو نہ تھا قرار
اشتر بنے تھے عید کو محبوبِ کردگار مثلِ نگیں نبی پہ تھے سوار

مرکب حسینؑ کے شہِ گردوں مقام تھے
جبریں جو تھیں رکاب تو میکائیل لگام تھے

نکتہ ہے یہ کہ سجدے میں تھے ایک دن رسولؐ ۲۳ پشتِ نبی پہ آکے چڑھا دلبرِ بتول
خیبر الورٰی نے سجدۂ حق کو دیا یہ طول سمجھا ہر اک کہ وحی خدا کا ہُوا نزول

سر پیٹنے کی جا ہے یہ جس کا وقار ہو
سینے پہ اُس حسینؑ کے قرآں سوار ہو

باراں کی بوندیوں سے جو فرحناک ہے ۲۲ وہ آسماں وہ ہیبت و سہم و ہراس ہے
گوشہ ہو جس کے قبضۂ قدرت میں بجلیاں پانی کی بوند سے کوئی مرتا نہ پایا ہے

یہ واقعہ وہ ہے کہ خوشی ناپدید ہے
ہر سینہ کربلا ہے ہر اک دل شہید ہے

ظلِ بہشت کے بنے بیٹے خدائے پاک ۲۳ ہو جب رمق بدن میں کفن رہ گئی خاک
ہیکل کے خط سے فاطمہؑ کا دل ہوا دو نیم تیغوں سے بال بال ہر اک تن چھدا ہوا

دوشِ رسولِ پاک پہ جو سیمبر پڑے
خنجر سے کٹ کے نیزے پہ اُس شہ کا سر چڑھے

ہو جس کی ماں کے مہر میں سب آب اور نمک ۲۶ تڑپے وہ یک پیالۂ قطرے کو یوں فلک
گہوارے میں جھلائیں جسے آن کر ملک ہر کفن نہ پائے وہ پیاس روز تک

چھوڑے کنکروں پہ تن پاش پاش نہ
مٹی نہ دی نبیؐ کے نواسے کی لاش کو

دُنیا کو روزِ عید تو کرتے ہیں ذبح سب ۲۰ کاٹا نبیؐ کے نواسے کا یہ غضب
حیواں کو پانی دیتے ہیں جو بیں ندا طلب فریاد سے حسینؑ تڑپ دن سے تشنہ لب

وارث خلیل کا وہ شہِ مشرقین ہے
ذبحِ عظیم اشارۂ قتلِ حسینؑ ہے

گلزار دیں پہ تیغِ خزاں رن میں جب چلی ۲۸ یعنی نشانہ تیر کا پہلو حسینؑ کا
وقتِ نمازِ ظہر ہوا دوپہر ڈھل چکی تھا وہ وہ حضرتِ شہِ دیں کا سجود کا

بھائی کے غم سے خم شدہ دیکھے جو قد ترے
بیٹا جواں جو قتل ہوا پیر ہو گئے

طبلِ ظفر بجاتے تھے واں بانیِ ستم ۲۹ خیمے سے نکلے آتے تھے نیچے حرم
فتنہ پکارتی تھی یہ ڈیوڑھی سے دم بدم کس جا رکھی ہے شہ کے سرِ پاشہ اُمم

چادر کوئی اُڑھاؤ تنِ پاش پاش پر
روئے کو زینبؑ آتی ہیں بھائی کی لاش پر

ہوتی تھی فوجِ ظلم میں تدبیرِ قتلِ شاہ ۳۰ چھائی ہوئی تھی چار طرف شام کی سیاہ
کہتا تھا یہ جما کے صفیں شمرِ رو سیاہ آتا ہے جنگ کو پسرِ فیغم اِلٰہ

حلقے میں لے کے آتے ہی یوں اس دلیر کو
جنگل میں گھیر لیتے ہیں جس طرح شیر کو

رکھتا نہیں کوئی یہ غریب الدیار، یار ۳۱ شمشیر شعلہ بار پڑے، سر پہ بار بار
تیروں کی تن پہ دُور سے ہوئے شمار مار نیزے اٹھا اٹھا کے کریں سب سوار وار

آگے سے تیغ و خنجر و تیر و سناں چلے
پیچھے سے فرقِ پاک پہ گرزِ گراں چلے

ہاں غازیو قریب ہے اب تیسرا پہر ۳۲ جائیں لڑا کے جلد کرو اس مہم کو سر
بجتا ہے کوئی آن میں، نقارۂ ظفر عابدؑ کے ہاتھ باندھ کے، اب کھولیو کمر

راحت دلوں کو ہوئے گی قتلِ حسینؑ سے
سیدانیوں کو ڈوٹ کے سوئیں گے چین سے

یہ ذکر تھا کہ نورِ خدا کا ہُوا ظہور ۳۳ ذرّے زمیں کے بن گئے، رشکِ چراغِ طُور
بُوئے بہشت پھیل گئی زن میں دور دور پہونچا فلک تلک قمرِ فاطمہؑ کا نُور

پرتو سے رشکِ طُور ہر اک سینہ ہو گیا
تختہ زمیں کا غیرتِ آئینہ ہو گیا

مُل تھا خوشا حسینؑ کی شوکت زہے جلال ۳۴ روشن جبیں ہے آئینۂ مہر کی مثال
اک آسمانِ حُسن کے ابرو ہیں دو ہلال اور فاطمہؑ کی آنکھ کا تارا ہر ایک خال

کیا دخل راستے نظر بد کے بند ہیں
بہرِ سپہرِ آفتاب تو اختر سپند ہیں

لوحِ کتابِ حسن ہے پیشانیِ جناب ۳۵ جس سے خجل ضیائے جہاں تابِ آفتاب
مصرع ہیں دونوں مطلعِ ابرو کے انتخاب قرآں کی طرح ہے، خطِ رخسارِ لاجواب

شمس الضحیٰ اسی رخِ نیکو کا وصف ہے
واللیل اذا سجیٰ اسی گیسو کا وصف ہے

وہ زلف مشک بیز، وہ رخسار جاں فروز ۳۶ پیدا ہوئی ہے روز سے شب و شب سے روز
شمع اور دھوئیں میں بھی نہیں ہوتا یہ سازوسوز دیکھا نہیں بہم تصادم کو ہنوز
ظلمت میں نور، نور کو ظلمت نہیں رہے
سنبلستان میں نہر کہاں تیں راہ ہے

گیسوئے مشک بو ہے امام فلک سریر ۳۷ شرمندہ جس سے غول خجل منہ و نیر
چہرہ قمر تو ابرو و مژگاں کمان و تیر جن پہ ہزار جان سے قربان جون و پیر
سجدے کی جا ہے زہرہ جبینوں کے واسطے
گوشہ ہے خوب، چلہ نشینوں کے واسطے

دونوں بھویں کمانوں کی صورت کشیدہ ہیں ۳۸ بالائے سرو راست بہ خم خمیدہ ہیں
رخسار ناز کی میں، گلِ نو رسیدہ ہیں آنکھیں جناب فاطمہ کی نور دیدہ ہیں
جلوہ خدا کے نور کا ہے اس نگاہ میں
پیلی نہیں ہے چشم میں، یوسف ہے چاہ میں

واللیل والضحیٰ، رخ روشن خطِ سیاہ ۳۹ لعل و غزال و گل، لب و رخسار و چشم و شاہ
ابرو و زلف و رُو، شب و قدر و ہلال و ماہ تیر و سنان و زہ، مژہ و سر و نگاہ
قربان فاطمہ کا، دلِ غم رسیدہ ہے
چشمِ کشودہ، صاف کمانِ کشیدہ ہے

آنکھوں کے آگے دیدۂ آہو ہیں ناپسند ۴۰ پتلی ہے یہ کہ شیشے کے اندر پری ہے بند
رخسار مہر و ماہ سے روشن، ہزار چند بینی سے اور حسن کا رتبہ ہوا بلند
ابرو ہیں اس طرح رخِ پر آب و تاب پر
ہو جس طرح سے مدِّ الف آفتاب پر

صدقے دہن کے، اور لبِ جاں بخش کے نثار ۴۱ جن سے نتائجِ لبِ عیسیٰ ہیں آشکار
یہ لعلِ لب ہیں اُن گہروں کے خزینہ دار بے قدر ہیں، صدف سے جہاں دُرِ شاہوار
ہیرے کے بھی نگیں، خجل اُن کے حضور ہیں
دنداں نہیں یہ گوہرِ دریائے نور ہیں

نرگس کہیں ہیں برگِ گلِ تر سے لعلِ لب ۴۲ اور آب و تابِ گوہرِ دنداں میں ہے غضب
کوکب میں آسماں پہ بھلا یہ چمک ہے کب ہیں دن کو آفتاب تو بجلی میانِ شب

پانی انھیں پہ فاطمہ پیتی تھیں، وار کے
بتیس دُر ہیں، دودھ کے بتیس دھار کے

دو دوش ہیں شفاعتِ اُمت کا، جن پہ بار ۴۳ اور بازوؤں سے شانِ یداللہ آشکار
اس ساعد اور اس کفِ یمیں کے ہم نثار اُٹھتے تھے عاصیوں کی دعا کو جو بار بار

ہیہات کچھ نہ دستِ خدا کا ادب کیا
پہونچوں کو سائبان نے کاٹا غضب کیا

وہ ہاتھ جن کے سامنے زر و مال کچھ نہ سیم ۴۴ کیا سیم و زر ہے، کوثر و تسنیم کے قسیم
شیعوں کے دست گیر، بروزِ امید و بیم اُنگلی ہر اک کلیدِ درِ جنت النعیم

ہر دم ہیں مثلِ ابرِ کرم پر تُلے ہوئے
ہیں ناخنوں پہ عقدۂ مشکل کھُلے ہوئے

سینہ ہے اک خزینۂ انصاف و عدل و داد ۴۵ قرآں اسے سمجھتے ہیں جو ہیں خوش اعتقاد
نور اس میں یوں ہے قلب میں جیسے خدا کی یاد تیروں کے سامنے وہ سپر تھا دمِ جہاد

عاجز دمِ وغا شہِ عالم نہ ہوتے تھے
ٹوٹی ہوئی کمر تھی مگر خم نہ ہوتے تھے

کرتا ہوں وصفِ پائے شہِ نامدار سر ۴۶ کر دے گا اس مہم کو بھی پروردگار سر
کہتا ہے یہ جھکا کے قلم بار بار سر صدقے امامِ دیں کے قدم پر ہزار سر

رُتبے دلاوری کے سرِ مُو گھٹے نہیں
سرکٹ گیا پہ کھیت سے پاؤں ہٹے نہیں

اس فوج پر جو قبلۂ عالم سے کی نگاہ ۴۷ دیکھا کھُلے ہوئے ہیں کئی سو علم سیاہ
کالی گھٹا سی چھا گئی سب شام کی سپاہ تیغوں کی یہ چمک ہے کہ، اللہ کی پناہ

کہتے ہیں سب کہ غلغلۂ دار و گیر ہو
نزدیک ہے کہ بارشِ بارانِ تیر ہو

دریا کی طرح لشکر کیں مارتا ہے جوش ۴۹ نیزے ہلا رہے ہیں دلاور ہیں جوش پر
ہل من مبارز کا ہر اک صف میں ہے خروش چلے کٹ رہے ہیں کٹوں سے کٹوں پر

قل ہے کہ شاہِ یثرب و بطحا کو سیر دو
مظلوم کو، غریب کو، تنہا کو گھیر دو

ہمیز کر کے اسپ کو آگے بڑھے مدام ۴۹ مدت سے اس طرح پہ فدا ہے یہ خاص و عام
اے سرکشانِ کوفہ و روم و عراق و شام کر لو جو تم پہ آنکھ اٹھائے کوئی تمام

کوئی بھی کاٹ لے گلا بے کفن رہو گا
میں کون ہوں جناب رسالت پناہ کا؟

کس کے پدر کا نام جناب امیر ہے؟ ۵۰ کس کا پدر رسولِ خدا کا وزیر ہے
وہ کون ہے جو صاحبِ تاج و سریر ہے؟ کون و مکاں میں کون بشیر و نذیر ہے؟

بنیادِ کفر کس نے یہاں سے مٹائی ہے؟
کس نے نبی کے دوش پہ معراج پائی ہے؟

پیدا ہوا جو کعبے کے اندر وہ کون ہے؟ ۵۱ پیرا ہنے جس نے پہنا ہے وہ کون ہے؟
اتری جسے یہ تیغ دو پیکر وہ کون ہے؟ توڑا ہے جس نے قلعۂ خیبر وہ کون ہے؟

سب کافروں کو کس نے مطیع خدا کیا؟
باطل کو کس کی تیغ نے حق سے جدا کیا؟

زور آوران خلق کو کس نے کیا ہے زیر؟ ۵۲ دونوں جہاں میں کون علی سا ہوا دلیر؟
کہتی ہے کس کو خلقِ دو عالم خدا کا شیر؟ بھوکے کو کس ولی نے کیا تین روز سیر؟

کس کی سخا کا غل ہے، عراق و عرب میں؟
سائل کو کس نے دی ہے انگوٹھی نماز میں؟

حق نے کیا عطا پہ عطا ہل اتی کسے؟ ۵۳ حاصل ہوا ہے مرتبہ رفعت کسے؟
کونین میں ملا شرفِ انما کسے؟ کہتی ہے خلق بادشۂ قل کفا کسے؟

دنیا میں کون منتظمِ کائنات ہے؟
کس کو کہا خدا نے کہ یہ میرا ہات ہے؟

غیر از علیؑ ملا شرفِ صاد قدیس کسے؟ ۵۴ ہاتھ آیا زدرد سرتِ جہاں آفریں کسے؟
یسین میں کہا ہے امامِ مبین کسے؟ حق نے کیا ہے راز کا اپنے امیں کسے؟

کس کو کہا ہے منذر و ہادی جہان میں؟
نصِّ مباہلہ ہے کہو کس کی شان میں؟

محبوبِ حق نے سابقُ الایماں کسے کہا؟ ۵۵ فرمایا اپنا جسم کسے، جاں کسے کہا؟
دانندۂ دقائقِ قرآں کسے کہا؟ نورِ دلیل و حجت و برہاں کسے کہا؟

کہتے ہیں سب ولیِ خدا کس جناب کو؟
رجعت ہوئی ہے کس کے لیے آفتاب کو؟

کس نے جہاں میں کفر و صنم کُک وفک کیا؟ ۵۶ کس شیر نے دو نیم سرِ شرک و شک کیا؟
کس کو خدائے پاک نے فخرِ ملک کیا؟ کس نے علیؑ کی طرح جہاد آج تک کیا؟

قاتل ملک ہیں ضربِ امامِ جلیل کے
کاٹے ہیں کس کی تیغ نے پر جبرئیلؑ کے

مشہور ہے جہان میں بیرُ الاَلم کا حال ۵۷ آتش میں جا کے کود پڑے شیرِ ذوالجلال
ڈرے جنوں کو جن بچانا ہوا محال سایے کی طرح ہو گئی سب فوج پائمال

سنے دیو، اُن کے سامنے ٹھہرے نہ جن لڑے
شیرِ خدا زمیں کے تلے تین دن لڑے

سب کافروں کو بدر سے دُم میں دبا دیا ۵۸ پیشِ رسولؐ عمرو کو زیر و زبر کیا
جنگِ حنین و خیبر و خندق کو سر کیا عنتر کو سر سے تا بہ قدم خوں میں تر کیا

مارا جو ایک ضرب میں مرحب کو جان سے
آئی تھی مرحبا کی صدا آسمان سے

جس نے بنائے دین میں کد کی وہ کون ہے؟ ۵۹ جس کی کسی نے ضرب نہ روکی وہ کون ہے؟
قوت نے جس میں دستِ احد کی وہ کون ہے؟ جس نے پیمبروں کی مدد کی وہ کون ہے؟

کیوں کر نجات چاہ سے یوسفؑ نے پائی ہے
طوفاں سے کس نے نوحؑ کی کشتی بچائی ہے؟

آدم سے پہلے عرش پہ کس کا ظہور تھا ۹۰ حق سے قریب کون تھا وہ کون دور تھا
ہر آن کس پہ رحمتِ حق کا وفور تھا جس کی جبیں کی نور پہ وہ کس کا نور تھا

چمکے ہیں جس کے جبہ و در پر نجوم بن کے
کس شیر نے چھڑایا سلیماں کو شیر سے

کشافِ مشکلاتِ دو عالم ہے کس کی ذات ؟ کون و مکاں میں کون ہے فریاد رس کا نام
عیسیٰ کو کس نے بخشا ہے سرمایۂ حیات ؟ یونس کو کس نے بطن سے دی کس کی دات

گل کر دیا ہے نار کو کس نے نمیں پر ؟
لکھا ہے کس کا نام پہ جبریلِ امیں پر ؟

خورشید سات بار ہوا کس سے ہم کلام ؟ کس سے زمین تھامتی شب کو ہے تھامتی
ناطق ہے کس کی شان میں سبحان کا کلام ؟ انجیل اور زبور میں کس کا ہے نام

حامی ہے کون سب کا حیات و ممات میں ؟
کس کی ثنا ہے سورۂ والعادیات میں ؟

ہیں کس کے نام صفدر و کرار و مرتضا ۹۴ ذی علم ذی سعادت و ذی نصر و ذی ہدیٰ
شیر و شجاع و صابر و معصوم مقتدا منصور و زقب و یمیں و یمیں

یا اوّل وہی، مظفر و منصور ہے وہی
غالب وہی ہے حور وہی، نور ہے وہی

سبطِ خلیل، حجتِ دیں مالکُ الرقاب ۹۴ باب حسین و زوج بتول فتیٰ جناب
بو طالب و ابو الحسنین و ابو تراب زہد و ورع و جود و حلیم و مستطاب

قرآں میں کون نور ہدیٰ و رضا ہے ؟
طاعت وہ کس کی ہے جو زمانے پہ فرض ہے ؟

شمشیرِ شرع فارسِ دیں شحنۂ نجف ۹۵ منشائے نفع عارفِ اسرارِ من عرف
دریائے معرفت، دُرِ یکتائے نُسدف ذی جاہ و ذی کرامت و ذی فیض و ذی شرف

ہر ذی حیات اُس سے طلب گارِ عون ہے
جس کے یہ مرتبے ہیں حسینؑ اس کا کون ہے ؟

میں پارۂ جگر ہوں بشیر و نذیر کا ۶۶ میں نور ہوں جہاں میں سراجِ منیر کا
ہے مجھ میں علم و فضل جنابِ امیر کا واللہ پیشوا ہوں صغیر و کبیر کا

اِس میں بھی مصلحت ہے جو مظلوم آج ہوں
شاہوں کا شاہ ہوں سرِ عالم کا تاج ہوں

واللہ بہترینِ عرب ہے، مرا پدر ۶۷ روزِ ازل سے عاشقِ رب ہے مرا پدر
عالی حسب، بلند نسب ہے، مرا پدر ایجادِ آسماں کا سبب ہے مرا پدر

ہے حکم مثلِ کعبہ مرے احترام کا
فرزند ہوں میں، مشعر و رکن و مقام کا

نے بندۂ منہ و عزت و مناہوں میں ۶۸ میرا ادب کرو خلفِ مرتضیٰ ہوں میں
حق ہیں مرے کلام، زبانِ خدا ہوں میں مشکل کشا کا لال ہوں، مشکل کشا ہوں میں

میزانِ مغفرت میں گناہوں کو تول دوں
عقدہ جو لاکھ ہوں تو اشارے میں کھول دوں

وہ کس کی والدہ ہے جو ہے جنتی بتول ۶۹ مرضیہ و صدیقہ و بتول
مریم کی عزت ہوتی تھی جس کے قبول فضہ کے واسطے ہے، وہی مرتبہ حصول

عزت یہ فاطمہ کی کنیزی میں پائی ہے
اُس کے لیے بھی نعمتِ فردوس آئی ہے

مانے تب کہ یہ سب ہے پتے عیاں ۷۰ بے شک ہو تم، نبیرۂ پیغمبرِ زماں
خیبر تمہارے باپ نے فتح کیا ہیں ماں بیعت بغیر پر نہ ملے گی تمہیں اماں

مانیں گے فاطمہ کو، نہ شیرِ الٰہ کو
کاٹیں گے بڑھ کے گاہِ رسالت پناہ کو

کیا ہو گا گر ہے آپ کے قبضے میں ذوالفقار ۷۱ آپ ایک، یاں چھ لاکھ جواں، اور کمی ہزار
دستِ علی سے پٹتی تھی، یہ تیغِ آب دار فاقے میں تین دن کے کہاں زورِ کارزار

حملہ نہ ہو سکے گا ہزار آپ کر یں
عباسؑ اب نہیں ہیں جو ہو کر مدد کریں

پہلے تو مُسکرائے یہ سُن کر امامِ دیں ۔۔ اعدا پہ کی نظر تو ہفت شیر گئیں
ساتوں فلک ارز گئے اُٹھی جو آستیں ۔۔ دیکھا جو خونِ پیاس نے تو تن میں جاں نہیں

تیغِ علی جو ذوالفقار نکلی نیام سے
پریاں بپکے جان بچا کر وہ تک گئے

نعرہ کیا کہ او پسرِ سعدِ نابکار ۔۔ دیکھ تین روز کے پیاسے کی کاٹ دھار
آیا علیؑ کا شیر خبردار ہوشیار ۔۔ دیکھیں تو روکتے ہیں تجھے کس طرح سوار

مجھ سے کٹے جہان میں بس تین بے
برّاں قاطع ایک مری تیغِ تیز ہے

آفاق میں نہیں مری شمشیر کی پناہ ۔۔ جو آئیں تو بند ہو ملک الموت کی راہ
قوت وہ ہے کہ کوہ کو کاٹوں مثالِ کاہ ۔۔ ہل جائے آسماں جو کروں غیظ سے نگاہ

دریا ہو موم قہر سے میرے سرب ہو
نعرہ کروں تو نعرۂ مرگِ آب ہو

نقارۂ وغا پہ لگی چوب یک بیک ۔۔ گونجا فلک کہ ہلنے لگے نو فلک
شبیرؑ کی صدا سے ہراساں ہوئے ملک ۔۔ قرنا پھنکی کہ گونج گیا دشت دور تک

شورِ دُہل سے حشر تھا افلاک کے تلے
مُردے بھی ڈر کے چونک پڑے خاک کے تلے

حد سے فزوں تھی کثرتِ افواجِ نابکار ۔۔ نیزے پہ نیزہ تیغ پہ تھی تیغ آبدار
ہر ہمت تھی سناں پہ سناں شکلِ نوکِ خار ۔۔ ہر صف میں تھی سپر پہ سپر مثلِ ریگزار

پیکاں بہم تھے جیسے ہوں گل بے کھلے ہوئے
گوشوں سے تھے کمانوں کے گوشے ملے ہوئے

اُمڈی ہوئی تھی فوج پہ فوج اور دل پہ دل ۔۔ تھے برچھیوں کے ہمورت مژگانِ چشم پہ بل
خنجر وہ جن کی آب میں ہے تابِ اجل ۔۔ وہ گرز جن کے ڈر سے گرے دیو منہ کے بل

دو دو تبر تھے پاس ہر اک خود پسند کے
حلقوں پہ تھے بچھے ہوئے حلقے کمند کے

حملہ کیا خدیوِ فلک بارگاہ نے ۷۸ روکا سپر کو رُخ پہ ہر اِک رُوسیاہ نے
راہِ اماں کو بند کیا تیغِ شاہ نے قبضے میں پائی امن کی جاگہ پناہ نے
تلوار تھی کہ فوج پہ قہرِ خدا چلا
گویا زباں نکالے ہوئے اژدہا چلا

گیتی کو زلزلہ ہُوا اللہ رے جلال ۷۹ نعرہ کیا کہ گونج گیا عرصۂ قتال
ہلنے لگے درخت لرزنے لگے جبال سبزہ نہ تھا کھڑے تھے بدن پر زمیں کے بال
مرغ نے منھ اپنا چھپایا تھا خوف سے
سینے کو آسماں نے چُھپایا تھا خوف سے

ڈر سے ہُوا فرات کی موجوں کو اضطراب ۸۰ اور آب میں سروں کو چھپانے لگے حباب
پانی سے مچھلیوں کو اُبھرنے کی تھی نہ تاب دہشت سے سب نہنگ چھپے جا کے زیرِ آب
اِک شور تھا بچائے خدا اِس کی کاٹ سے
طوفاں اٹھا ہے، تیغِ حسینی کی گھاٹ سے

کعبہ اِدھر تھا جلوہ نما اور اُدھر کنشت ۸۱ دوزخ کی آگ اُدھر تھی اِدھر گلشنِ بہشت
کھیتی اِدھر کرم کی، اُدھر تھی ستم کی کشت یاں کارِ نیک ہوتے تھے، واں فعل ہائے زشت
شیطاں تھا اُس طرف تو اِدھر کردگار تھا
میداں میں مقابلہ نور و نار تھا

بجلی گری کہ فوج پہ تیغِ دُوسر گری ۸۲ کٹ کر کسی کی تیغ، کسی کی سپر گری
چمکی کبھی فلک پہ، کبھی فرق پر گری سر کاٹ کے اِدھر سے جو اٹھی، اُدھر گری
زرہیں تنوں میں، مثلِ کفن چاک ہوگئیں
اک آن میں صفیں کی صفیں خاک ہوگئیں

پڑتی تھی جس کے فرق پہ وہ تیغِ مرشگاف ۸۳ ہوتا تھا سر سے مثلِ قلم تا جگر شگاف
تا سینہ کوئی، اور کوئی تا کمر شگاف چار آئینہ کسی کا، کسی کی سپر شگاف
سر تھا اگر تو ہاتھ کا تن پر اثر نہ تھا
ثابت کسی کے ہاتھ اگر تھے تو سر نہ تھا

قبضے میں تھی حسینؑ کے دستِ خدا کی تیغ ۸۴ غل تھا کہیں رکی ہے کسی سے قضا کی تیغ
نیزوں کے بند کاٹتی تھی، مرتضیٰ کی تیغ اُمتدوں کو کھول دیتی تھی مشکل کشا کی تیغ

ثابت کسی سوار کے تن پہ زرہ نہ تھی
کھولا نہ ہو جسے کوئی ایسی گرہ نہ تھی

دَم بھر اماں نہ دیتی تھی، وہ برقِ جاں گسل ۸۵ اور ناریوں پہ آگ برستی تھی مثلِ
روباہ بن گئے تھے، جوانانِ شیر دل مقتل کی خاک خوں سے سب ہوتی تھی لال

کُشتوں کی حد تو زخمیوں کی انتہا نہ تھی
اعدا کے تن سے دم کے نکلنے کی جا نہ تھی

سرکش تھے بادِ کبر سے جو خانماں خراب ۸۶ خود ان کے گھوڑے روند گئے صورت حباب
کڑیوں سے یوں زرہ کے گذر جاتی تھی شتاب جس طرح دم سے نکل آتی ہے موجِ آب

ضربت میں شہ کی، ضربِ علیؑ کا قرینہ تھا
سر تھا، نہ چار آئینہ تھا، اور سینہ تھا

پھولے تھے ہاتھ پاؤں سبھوں کے، دمِ ستیز ۸۷ سنے تاب کارزار تھی نے طاقتِ گریز
صرصر کی طرح چلتی تھی ہر سو وہ تیغِ تیز سر گر رہے تھے جسم سے، تھی فصلِ برگ ریز

ان باغیوں پہ تیغ کے جوہر عیاں ہوئے
جب پھل لگا تو پھول سپر کے خزاں ہوئے

ہاتھوں میں زور، قلب میں صبر و سکوں نہ تھا ۸۸ رُخ زرد تھے، تنوں میں لہوؤں کے خوں نہ تھا
وہ کون سا نشان تھا جو سرنگوں نہ تھا جز موت گمرہوں کا، کوئی رہنموں نہ تھا

تھے سخت کشمکش میں ستم گار اس طرف
تیغ اس طرف کو کھینچتی تھی، نار اُس طرف

تھی شکل لا جو تیغ شہِ آدم و ملک ۸۹ کرتی تھی نفی نفی صدا وہ تہ فلک
عالم سے کفر کاف کو اس نے کیا تھا فک دو انگلیاں بنی تھیں پے چشم شر دمک

در سے اسی کے کفر کی بنیاد پست تھی
اسلام کو ظفر تو بتوں کو شکست تھی

تھی دستِ شاہ دیں میں، دو چند آبروئے تیغ ۹۰ تھا ہاتھ بھر سروں سے فزوں آبِ جوئے تیغ
آتش سے معرکے میں مشابہ تھی خوئے تیغ دوزخ کو کھنچ گیا، جو کوئی آیا سوئے تیغ
سر کٹ کے دورِ جسم سے اک دم میں جا رہا
تن مثلِ میم، قعرِ جہنم میں جا رہا

لڑتا تھا شمر، لاکھ لڑائی کا بندوبست ۹۱ لکھی ہوئی تھی، پر خطِ تقدیر میں شکست
نیزے تو تھے بلند، مگر ہمتیں تھیں پست آگے نہ پاؤں ڈر سے اٹھاتے تھے تیز دست
سر تیغ سے مثالِ قلم کٹتے جاتے تھے
پیچھے ہی ظالموں کے قدم ہٹتے جاتے تھے

اک برق سی چمکتی تھی، بالائے سطحِ خاک ۹۲ گاہے سوئے سمک تو کبھی جانبِ سماک
جوشن تو پارہ پارہ تھے، ور جسم چاک چاک دم لیتی تھی نہ تیغ، نہ رکتا تھا دستِ پاک
اپنے پروں کی فکر تھی، روح الامین کو
رعشہ تھا چرخِ پیر کو، سکتہ زمین کو

جب صف پہ وار کرتے تھے، سلطانِ بحر و بر ۹۳ اڑتی تھی کٹ کے صورتِ کاغذ ہر اک سپر
چھٹتی تھیں، بھاگی جاتی تھیں، گرتے تھے خاک پر قبضوں میں تیغیں، جسم سے روحیں، تنوں سے سر
پٹتے تھے قدم گریز کے، کوچے بھی بند تھے
شعلہ وہ تیغ تھی، سر اعدا سپند تھے

چھٹتے تھے یوں وہ دیکھ کے اس تیغ کی چمک ۹۴ بھاگے شعاعِ مہر سے جس طرح شپرک
اوجِ سما سے، زلزلہ برپا تھا تا سمک چمکی وہ جب تو کانپ گئے چرخِ پر فلک
ہر شے تھی خوف جان سے خشوع و خضوع میں
سجدے میں تھی زمیں تو فلک تھا رکوع میں

جانوں کو چھوڑتی تھی نہ وہ تیغِ برق دم ۹۵ تھی اس کی ناب جادۂ سر منزلِ عدم
ہر جوہر اس کا دیدۂ بینا سے تھا نہ کم اعدا کو ڈھونڈھتی تھی وہ، قد اس لیے تھا خم
تھی موجِ بحرِ قہرِ خدا، دار و گیر میں
سیلِ فنا کا آب (د) تھا، اس کے خمیر میں

بجلی سی کوند کر جدھر آئی جما گئی ۹۶ دم میں پرائے اپنے خلائق بھا گئی
لشکر میں فرد فرد کو جوہر دکھا گئی خوں سے بھرا نہ پیٹ تو دشت کو کھا گئی

جوشن کو کاٹ بھاتی تھی یوں آبدوز سے
پیراک جس طرح نکل آتا ہے موج سے

چلّاتی تھیں کمانیں کہ کس جا ہوں گوشہ گیر ۹۷ ہم تو خست شعبدوں کے قبضے میں ہیں تیر
چلنے میں نیزے کانپتے تھے مثلِ پائے پیر تھمتے ہوئے تھکتے نہ تھے مرکشوں سے تیر

دم بند خنجروں کے بھی تھے اس مصاف میں
تیغیں چھپی تھیں خوف کے مارے غلاف میں

دریا لہو کا بہتا تھا مقتل کی خاک پر ۹۸ کاسے سروں کے مثلِ حباب آتے تھے نظر
تھے مثلِ موجِ دست، بریدہ اِدھر اُدھر نافیں بجنورتیں اور کف دریا تھے یہ نہر

نہریں لہو کی دشت میں پیش نگاہ تھیں
کشتوں کی کشتیاں شطِ خوں میں تباہ تھیں

بڑھ بڑھ کے یوں پیمبر آتے تھے وہ عاشقِ صمد ۹۹ ہوتا ہے جس طرح سے سمندر میں جزر و مد
جاتے تھے نیزہ داروں پہ جب صورتِ اسد آتی تھی فاطمہ کی صدا یا علی مدد

ہو جاتی تھی دو چند، برش ذوالفقار میں
ہوتے تھے سب کے ہاتھ قلم ایک وار میں

جس فرق پہ چمک کے، وہ برقِ اجل گئی ۱۰۰ بوسہ زمینِ پاک کو دے کر نکل گئی
جس صف کو آنچ لگ گئی اس کی وہ جل گئی کاٹا کسی کو گر تو کسی کو نگل گئی

ضربت پہ عقل دیکھنے والوں کی دنگ تھی
افعی کسی جگہ، تو کسی جا نہنگ تھی

ایک شور تھا کہ تیغ ہے یا یہ خدا کا قہر ۱۰۱ بہتی ہے جس کی آگ سے کوسوں لہو کی نہر
ناگن ہے یہ کہ کاٹے کی جس کی نہیں ہے لہر اُتری گلے سے، چڑھ گیا سارے بدن میں زہر

زخموں سے جسم، ڈر سے کلیجے فگار ہیں
جوہر نہیں ہیں تیغ میں، دندانِ مار ہیں

سر پر پڑی فرس کے تو سوئے کفل چلی ۱۰۲ وہ منہ کے بل زمیں پہ چلا، یہ نکل چلی
بجلی سی جس لعیں پہ چلی برمحل چلی پہونچی اِدھر سے تیغ اُدھر سے اجل چلی
دو آفتوں نے دشمنِ دیں کو دبا لیا
سر تیغ نے لیا تو اجل نے گلا لیا

جب حملہ ور امامِ مسیحا نفس ہوئے مطلع دوم نیچے ہوئے سوار، تو اوپر فرس ہوئے
کشتوں کے ڈھیر، راس و چپ و پیش و پس ہوئے ۱۰۳ پانچ آ گئے جو تیغ کے نیچے وہ دس ہوئے
کشتوں کی شکل، خون سے جو رُوپوش ہو گئی
گنتی اجل کو اُن کی فراموش ہو گئی

سر پر پڑی (د) تو چنبرِ گردن کو دو کیا ۱۰۴ گردن سے بڑھ کے، سینہ و جوشن کو دو کیا
جوشن کے ساتھ، زین کے دامن کو دو کیا دامن کی کیا بساط ہے، توسن کو دو کیا
غُل تھا حسینؑ بادشہِ شرق و غرب ہے
سکّہ ہے اُس کے نام کا، جس کی یہ ضرب ہے

تڑپتا تھا وہ نہنگِ محیطِ دلاوری ۱۰۵ کرتی تھی تیغ قلزمِ خوں میں شناوری
ہوتے تھے قتل کوفی و شامی و خیبری اڑتا تھا رخش یوں کہ اُڑے جس طرح پری
غُل طائروں میں تھا کہ عجب راہوار ہے
تختِ ہوا پہ آج سلیماں سوار ہے

تھرّے سے تیز تر تھا وہ اسپِ تجستہ فرّ ۱۰۶ یکساں تھا اس کو صورتِ خورشید دشت و در
پانی پہ تھا جو موت تو آتش میں تھا شرر گیتی نورد، برق تگ و آسماں سفر
ٹاپوں سے سرکشوں کی صفیں پائمال تھیں
زیں آفتاب تھا، تو رکابیں ہلال تھیں

ٹکّے کی جڑ اکھڑ تو بدن سے نکل گیا ۱۰۷ مانندِ خیر، لشکرِ شر سے نکل گیا
آیا اُدھر سے گر تو اِدھر سے نکل گیا پُتلی کے گرد پھر کے نظر سے نکل گیا
سُرعت میں تھا ہرن تو دغا میں ہزبر تھا
پستی میں سیل تھا تو بلندی میں ابر تھا

مثلِ نگاہ فوج کی صف سے نکل گیا ۱۰۸ ناطاں گہر تھا اک کہ صدف سے نکل گیا
وہ گر پڑا، یہ جس کی طرف سے نکل گیا اک تیر تھا، کہ صاف ہدف سے نکل گیا

فرفر رواں اُدھر تھا دمِ جست و خیز تھا
اُلٹا پھرا اُدھر تھا تو رُخ تھا تگ و تیز تھا

نکلا اُدھر سے ببر وغا، ایک رُوسیاہ ۱۰۹ زور آور و تہمتن و مغرور و کینہ خواہ
کاندھے پہ گرز، بر میں زرہ خشمگیں نگاہ سر پر سناں، قبضۂ تیغ، آہنی کُلاہ
آمد شقی کی تھی کہ رواں رُودِ نیل تھا
ہیبت میں تھا ہو دیو، تو ہیکل میں پیل تھا

تھا جسمِ نابکار سے عرصہ زرہ پہ تنگ ۱۱۰ جوشن میں یوں تھا دام میں جس طرح نہنگ
خونخوار، فتنہ ساز، دل آزار، خانہ جنگ آنکھیں تو فرطِ غیظ سے سرخ اور سیاہ رنگ
تیوری چڑھائی دیکھ کے حضرت کو دُور سے
آیا قریب سبطِ نبیؐ کس غرور سے

چمکا کے ذوالفقار اٹھائی جو شہ نے بارگ ۱۱۱ لشکر میں اُس طرف سے ہوا غُل کہ بھاگ بھاگ
تھی شمعِ دودمانِ علیؑ سے جو اس کو لاگ سُن کر یہ شور رنگ گئی ناری کے تن میں آگ
سمجھا نہ یہ کہ ابنِ علیؑ ہے جلال پر
حملہ کیا شقی نے محمدؐ کے لال پر

رد کر کے اس کے وار بڑھے شاہِ بحر و بر ۱۱۲ نیزے کے بند کاٹ دیے مثلِ نیشکر
دو کر دیا عمود کو مثلِ خیارِ تر جھپٹے کا چمک سے تیغ دوسرے وہ خیرہ سر
گرتے ہوئے لیا اسے نیزہ سنبھال کر
غل پڑ گیا وہ شیر نے پکڑا شکار کو

زیں سے اٹھا کے روک لیا صورتِ سپر ۱۱۳ ہتھیار کھل کے گر پڑے، اس کے جدھر اُدھر
سر سے ہُوا بلند تو پھینکا زمین پر طفلی سے زانچے میں کچھ تھے جس کا گو
پہچاننا بھی شکل میں اشکال ہو گیا
ایک ایک عضو قرعۂ رمّال ہو گیا

لوہے کا خود کہ سر میں نہاں ہوا ۱۰ سر پر لگی یہ ضرب کہ بر میں نہاں ہوا
برسے کھڑے کے قلب و جگر میں نہاں ہوا سینہ شکست ہو کے، کمر میں نہاں ہوا

ساتوں طبق زمیں کے تہ چرخ ہل گئے
ابرو شقی کے پاؤں کے ناخن سے مل گئے

پڑھنے لگے درود فدک پر مہک بہم ۱۵ نصرت نے ہاتھ چوم لیے فتح نے قدم
آئی صدائے غیب کہ نثار اس دعا کے ہم تو شیر حق کا خصر ہے اے صاحب کرم

یہ جنگ تجھ پہ ختم ہے اندوہ و یاس میں
میں بھی کبھی لڑا نہیں اس بھوک پیاس میں

اے افتخار فاتح بدر و حنین واہ ۱۶ کرتے ہیں مرد یوں ہی ادا مرسے دین واہ
رحمت خدا کی واہ، مرے نور عین واہ کس حسن سے جہاد کیا، اے حسین واہ

جو زور آج تک تھا خفی وہ جلی ہوا
تو فخر خاندان نبی و علی ہوا

تنہا لڑا ہوں میں بھی ہزاروں سے میرے لال ۱۱۷ پرتشنہ و گرسنہ کبھی کی نہیں جدال
میری مدد کو ہوتے تھے محبوب ذوالجلال تنہا ہے تو، قلم ہوئے سب تیرے نونہال

ان حادثوں میں جنگ عجب کا مقام ہے
اے فاطمہ کے لال یہ تیرا ہی کام ہے

رو کر کہا حسین نے اے شاہ بحر و بر ۱۱۸ میں کیا کروں گا جنگ کہ سو داغ اک جگر
عباس مر کے توڑ گئے ہیں مری کمر دل ہے ضعیف، جب سے موا ہے جواں پسر

کیا جنگ سو جسے غم ہو جب آنکھوں کے نور کا
ہاں کچھ لڑا تو سب ہے یہ صدقہ حضور کا

اکبر بغیر دل نہیں جینے کو چاہتا ۱۱۹ نانا کے کلمہ گو ہیں یہ، ان سے لڑوں میں کیا
اب کیجیے زبان مبارک سے یہ دعا کٹ جائے تیغ ظلم سے جلدی مرا گلا

مرنے کے حق کی راہ میں فارغ حسین ہو
نیزے تنے ہیں، مگر امت کو چین ہو

زینبؑ پکاری ڈیوڑھی سے اس دم پہ چشمِ تر ۰ یہ کس سے باتیں کرتے ہو اے آئی ہمت کے فوج تمہیں کچھ نہیں خبر ۰ دشمن ہیں گھات میں کھڑے

پھر ذوالفقار حیدرِ صفدر سے کام لو
کس نے کہا کہ ہاتھ سے تلوار تھام لو

دیکھو وہ تیر چلوں سے "حداد" ملاتے ہیں ۰ نیزوں کو تولتے ہوئے گھوڑے اٹھاتے ہیں
چھپ چھپ کے حیلہ ساز کمندیں بچھاتے ہیں ۰ بے بے قریب خیمہ سے بچے بلاتے ہیں

رحم اُن پہ آپ کا نہ جنھوں نے ادب کیا
تیغِ علیؑ کو روک کے یہ غضب کیا

پھر کھینچو ذوالفقار کو یا شاہِ دیں پناہ ۰ ہر کوچ و قید سے تمہیں دیں گے آج راہ
شفقت کرے گا آن کے رانڈوں پہ کون آہ ۰ صدقے گئی حسینؑ کے سر پر ردا کو ڈالو

روئی محل سے گر تو سنبھالی نہ جائے گی
بے آپ کے کسی سے یہ پالی نہ جائے گی

یہ عمر اور یتیمی کے رنج و غم و محن ۱۲۳ ۰ بچی سے اُٹھ سکے گا بھلا خدمتِ رسن
کبریٰ پہ جائے رحم ہے اے سرورِ زمن ۰ کبریٰ بھی سر پہ نہ رکھ دل حسن

حضرتؑ بغیر کون سی صورت حیات کی
رانڈ آج ہو گئی ہے تمہاری بہن یکایک کی

حضرتؑ پکارے سب کا خدا ہے نہ کھو غم ۱۲۴ ۰ اب اشتیاقِ زخم زیادہ ہے دم بہ دم
فرماتے ہیں علیؑ ولی شفقت و کرم ۰ تجھے شیر کہہ گئے ہیں بہن ہم کلام ہم

بھائی، پسر کی جنگ شہ خاص و عام کو
بابا نے سرفراز کیا ہے غلام کو

زینبؑ پکاری آئے علی شکر گزار ۱۲۵ ۰ اب تو تمہیں نہ بھیجیں گے زینب کے غمگسار
پردے کو پھر اُٹھا کے پکاری وہ سوگوار ۰ بابا تمہاری بندہ نوازی کے میں نثار

یاں چھوڑیو نہ فاطمہؑ کے نورِ عین کو
لے جاؤ اپنے ساتھ نجف میں حسینؑ کو

دشمن تو رکھ اور مرے بھائی کا ایک دم ۱۲۶ واں تو کوئی کرنے گا نہ سادات پر ستم
بچّوں کو ساتھ لے کے وہیں جو پڑیں گے ہم جھاڑے گی قبر بالوں سے زینبؑ اسیرِ غم

دن کو تو کربلا کے شہیدوں کو روئیں گے
راتوں کو گرد آپ کی تربت کے سوئیں گے

شہ بولے حکمِ حق میں نہیں طاقتِ کلام ۱۲۷ ہے ہر بشر کی عقدہ کشائی ہمارا کام
حیدرؑ بھی ہیں سکوت میں اور انبیا تمام زینبؑ یہی زمیں ہے مرے قتل کا مقام

خنجر قریب، زانوے قاتل قریب ہے
آج امتحانِ صبرِ حسینؑ غریب ہے

چاہوں تو ایک دم میں فنا ہوں یہ زہرکار ۱۲۸ لیکن کیا ہے میں نے غریبی کو اختیار
مظلوم ہو کے مرتا ہے زہراؑ کا یادگار تا ہو نجاتِ اُمّتِ محبوبِ کردگار

جو لطف رحم میں، وہ نہیں ہے عتاب میں
ہے عاجزی پسند خدا کی جناب میں

کبریٰؑ اسیر ہو کہ سکینہؑ طمانچے کھائے ۱۲۹ دوزخ سے دوستوں کو ہمارے خدا بچائے
شیعہ رہا ہوں نار سے، عابدؑ گلا بندھائے خیمہ مرا جلے، پہ نہ اُمّت پہ آنچ آئے

دوزخ ہو دور، کوثر و جنت قریب ہو
میں زخمی ہوں تو ہوں انہیں راحت نصیب ہو

یہ کہتے تھے کہ ٹوٹ پڑی شہ پہ فوجِ شام ۱۳۰ گردن جھکا کے برچھیاں کھانے لگے امام
حربے کئی ہزار، اور اک شاہ تشنہ کام خوں میں قبا رسولؐ کی تر ہو گئی تمام

تیغیں علیؑ کے لال کے شانوں پہ چل گئیں
چھاتی کے پارہ پارہ کی نوکیں نکل گئیں

مینہ کی طرح برسنے لگے شاہِ دیں پہ تیر ۱۳۱ تھرّا رہے تھے لگ کے تنِ نازنیں پہ تیر
دامن پہ تیر، جیبؑ پہ تیر، آستیں پہ تیر پہلو پہ تیغ، سینے پہ نیزہ، جبیں پہ تیر

داغوں سے خوں کے رشکِ بدن لالہ زار تھا
شکلِ نبیؐ، سینۂ اقدس فگار تھا

ترکش لہو میں ناف شگن در شگن بدن ۱۲۱ مجروح مثل آب تھے بحر و بر و دمن بدن
در پے تھے نیزہ باز جبر و تعن بدن گھٹ گھٹ کے بڑھ رہے تھے کمانِ فگن بدن
سینے پہ روکتے تھے صدر فتح حسن کا
پھرتے تھے وار روک کے فرزند کتاب کا

کرتا تھا وار بر پیمبروں دیں کا سب پہ ۱۳۰ نیزوں سے دم کے لینے کی فرصت نہ تھی ذرا
نیزوں میں خوں نبیؐ کے نواسے کا تھا بہا خنجر تھے تیر نیزہ و خنجر کے ماورا
تھیں منتظر یہ ستم کی شہ نوش خصال پر
چھلنی تھے سینہ زخم کے ہر ہر مجال پر

پھیری نہ تھی جو پشتِ مبارک دمِ مصاف ۱۳۴ تھے دو ہزار زخم فقط سرسے تا بہ ناف
سیدؑ سے بے وطن سے زمانہ تھا برخلاف ٹل تک نہ سر سے ہوتا تھا گھر فی تمہ کا مصاف
سنبھلا نہ جائے گا خضب بوتراب سے
لو وہ قدم حسینؑ کے نکلے رکاب سے

رہوار سے ابھی نہ گرا تھا وہ تشنہ لب ۱۳۵ نیزہ کسی کا چل گیا پہلو پہ بے غضب
دل زخمی ہو گیا تو ہوا روح پر تعب غش کھا کے صدر زین سے گرے مرد باحسب
پہونچی فلک پہ آہ شہ شرقین کی
آئی صدا زمین سے ہے حسینؑ کی

بڑھ کر سناں کا ابن انس نے کیا جو وار ۱۳۶ دامانِ زین پکڑ کے جھکا شاہ نامدار
دوڑے سنبھالنے کے لیے شاہ ذوالفقار اس وقت یہ زمین کو ہوا حکم کردگار
بے چین تجھ پہ گر کے نہ یہ درد مند ہو
اے ارض کربلائے معلّیٰ بلند ہو

اس کے لیے جہاں کو سنوارا ہے اے زمیں ۱۳۷ میرے حبیب خاص کا پیارا ہے اے زمیں
یہ عرش کبریا کا ستارا ہے اے زمیں ہم اس کے ہیں حسینؑ ہمارا ہے اے زمیں
دولت نبیؐ و فاطمہؑ و مرتضیٰؑ کی ہے
دامن میں لے اسے یہ امانت خدا کی ہے

ناگہ بلند دامنِ زیں تک گئی زمیں ۱۳۸ رہوار سے جھکے طرفِ خاکِ شاہِ دیں
سقا مائلیؑ نے بازوئے فرزندِ مہ جبیں زہرا پکاری غش میں ہے احمدؐ کا جانشیں

زخموں میں درد ہو نہ کہیں میرے لال کے
لوگو اتارو گھوڑے سے بازو سنبھال کے

تڑپا اتر کے خاک پہ فرزندِ بوتراب ۱۳۹ تیغیں چمکتی دیکھ کے کہتے تھے آب آب
اس وقت شمر سے یہ عمرو نے کیا خطاب کیا دیر ہے حسینؑ کا سر کاٹ لے شتاب

بے کس پہ کھینچ کھینچ کے خنجر عدو جھکے
ہاتھوں کو ٹیک کر شہ دیں، قبلہ رو جھکے

بڑھ تو خنجر، ایک گلا، وا مصیبتا ۔ سید پہ یہ بلا پہ بلا وا مصیبتا
غم سے کسی کا دل نہ جلا، وا مصیبتا ان سب کے بعد شمر چلاؤ، مصیبتا

آیا نہ رحم سینۂ شاہِ شہید پر
رانو رکھا شقی نے کلامِ مجید پر

رکھنے لگا جو حلق پہ خنجر وہ بدخصال ۱۴۰ اس وقت غش سے چونک کے بولا علیؑ کا لال
بے تاب ہوں بتا دے مجھے بہرِ ذوالجلال بی بی تو کوئی نکلی نہیں، کھولے سر کے بال

بولا وہ مثلِ بید، زمیں تھرتھراتی ہے
کوئی تو پیٹتی، دوڑی خیمے سے آتی ہے

لڑکی بھی ایک ساتھ ہے پیٹے ہوئے گہر ۱۴۲ کہتی ہے زلفیں نوچ کے ہے ہے مرے پدر
اس دم تڑپ کے کہنے لگے شاہِ بحر و بر اے شمر، اس کے سامنے مجھ کو نہ ذبح کر

خنجر کو ایک دم کے لیے آہ روک لے
یہ خون بھری عبا مری، اللہ روک لے

گریہ نہ ہو تو حلق پہ خنجر کو جلد پھیر ۱۴۳ لپٹے گی وہ حسینؑ سے آکر ہوئی جو دیر
زینبؑ نے کہ باپ نے جس کا خدا کا شیر اس دم لیا قساوتِ قلبی نے اس کو گھیر

غصے سے آستیں کو چڑھانے لگا لعیں
خنجر گلوئے شہ پہ پھیرنے لگا لعیں

کرتا ہے راویوں میں حمید اس طرح بیاں ۴۴ ہنگامِ ذبح تیرہ و تار یک تھا جہاں
آتی تھی شش جہت سے صدا یہ کہ الاماں ٹل تھا کہ اب زمین پہ گرتا ہے آسماں
کرتا ہے شمر ذبح دو عالم کے شاہ کو
حضرتؑ پکارتے ہیں رسالت پناہ کو

اک بی بی دوڑی آتی تھی رن میں بہ اضطراب ۴۵ موزے تو پاؤں میں تھے پر نور پر نقاب
گرد اس کے تھا ردا کے سوا نور کا حجاب پیدا یہ تھا کہ ابر میں پنہاں ہے آفتاب
تھی آگے آگے چادرِ عصمت رکی ہوئی
بکھرے تھے سر کے بال کہ تھی پیچکی ہوئی

خالی نظر پڑا جو اسے ذوالجناحِ شاہ ۴۶ چلائی سر کو پیٹ کے میں ہو گئی تباہ
ہے ہے گرا زمیں پہ شہ عرش بارگاہ ہے کربلا! کدھر ہے تمدن کا رشکِ ماہ
دیکھی جو اس نے تیغ، گلے پر امامؑ کے
ریتی پہ گر پڑی وہ کلیجے کو تھام کے

چلائی اٹھ کے خاک سے نامدد کو آؤ ۴۷ بھائی ہے میرا تیغ تلے یا علیؑ بچاؤ
امّاں خدا کے واسطے تشریف جلد لاؤ یا مجتبیٰ حسینؑ کو آغوش میں چھپاؤ
ہے ہے کوئی نہیں جو سنبھالے حسینؑ کو
اے ذوالجناح، تو ہی بچالے حسینؑ کو

اے ذوالجناحِ سبطِ نبیؐ میں ترے نثار ۴۸ بچپن سے میرے بھائی نے تجھ کو کیا ہے پیار
قاتل ترے سوار کی چھاتی پہ ہے سوار تیرے سوا نہیں کوئی اس وقت غم گسار
میں بنتِ فاطمہؑ ہوں، جو بھائی کو پاؤں گی
تیرے سُموں کو آنکھوں سے اپنے لگاؤں گی

فریاد کر کے رہ گئی، وہ سوختہ جگر ۴۹ یاں تن سے کٹ گیا پسرِ فاطمہؑ کا سر
چلاتی تھی، بتول کہ ہے ہے مرا پسر کہتے تھے مسکرا کے کہ لختِ مرتضیٰ کا گھر
کب دیکھیے کہ لاشِ غریب الوطن اٹھے
شبیرؑ کیا جہاں سے اٹھے، پنجتن اٹھے

ہر دم رہے انیس زباں پر خدا خدا ۱۵۰ بحرِ جہاں میں کون کسی کا ہے آشنا
دل داری محبت و دل جوئی و وفا معدوم ہے بصورتِ عنقا و کیمیا

گستاخ ہو کے عرض کیا ہے معاف ہو
ہم نے تو ایک دل کو نہ دیکھا کہ صاف ہو

جب نوجواں پسر شہ دیں سے جدا ہوا ۔ روشن قمر سپہر بریں سے جدا ہوا
فرخندہ امام مبیں سے جدا ہوا ۔ فرقد سے تاج زیب جبیں سے جدا ہوا

دل دار با موگیب دل و جان حق کا
گھر سے چراغ اٹھ گیا مستحق کا

ہمراہیوں سے ٹکڑے ہو گیا لخت جگر کہاں ۔ خوں باپ سے ہوا ہے جدا دیکھیے کہاں
ہوتا ہے آبگینہ سے نازک بشر کہاں ۔ پتھر کا دل نہیں ہے یہ دل ہے مگر کہاں

ایوب بھی اگر ہوں تو ہو جائیں کانپنے
آنسو تھمیں تو موج بلا جائے کانپنے

پیری میں آفت غم اولاد الاماں ۔ دل ہو نہ خستہ جس سے وہ افتاد الاماں
وہ اضطراب خاطر ناشاد الاماں ۔ وہ تلملانا شور و فغاں داد الاماں

بیٹا نہ ہو تو زیست کا ہے کچھ مزہ نہیں
جب گھر اجڑ گیا تو زمانے میں کیا نہیں

بیٹوں کے لوٹنے کی کسی دل کو کیا خبر ۔ ظاہر میں کون گھٹ گیا منزل کو کیا خبر
کشتی کے ڈوب جانے کی ساحل کو کیا خبر ۔ کس کس کی چھن گئی قتل کو کیا خبر

خاروں سے پوچھیے نہ گلوں کی بہار کو
صدمہ چمن کے لٹنے کا ہے باغبان کو

بچھڑا وہ لال جس کا گوارا نہ تھا فراق ۔ اس کے لئے کہ ٹوٹ پڑے ہے یہ آفاق
اے موت چل کہ بس اب زندگی ہے شاق ۔ بجھ کر آرزو سے ہوئی ہے طبیعت کا شوق

برباد اس طرح کوئی آباد کیا نہ ہو
کیا زندگی کا لطف جب ایسا پسر نہ ہو

۶ بچھڑے پدر سے اکبرِ مہرو، ہزار حیف — اَب رُو ہے سامنے، نہ وہ اَبرو، ہزار حیف
کیا خوش نما تھے، دوش پہ گیسو، ہزار حیف — وہ بھینی بھینی جسم کی خوشبو، ہزار حیف

وہ زلف و رُخ وہ پیار کی باتیں کدھر گئیں؟
وہ دن کہاں ہیں اور وہ راتیں کدھر گئیں؟

۷ سب چاہیں جس کی زیست وہ شیریں مرے — افسوس نیم جاں جیے، جانِ جہاں مرے
پیدا تو کس جگہ ہوئے آکر کہاں مرے — قدرت خدا کی پیر جیے نوجواں مرے

اس عمر میں جہان سے گذرنے کے دن نہ تھے
کہتا ہے خود شباب کہ مرنے کے دن نہ تھے

۸ پھولے پھلے نہ وہ چمن روزگار میں — جھونکا چلا ہوائے خزاں کا بہار میں
دیکھا کبھی نہ ایک گل ایسا ہزار میں — کیا زور ہے امانتِ پروردگار میں

بے بس تھے وہ کہ ساتھ پدر کو نہ لے گئے
جس دم طلب ہوئے تو اکیلے چلے گئے

۹ روتے ہوئے حرم میں گئے قبلۂ انام — تر تھی لہو سے لختِ جگر کے قبا تمام
رُخ زرد، دل میں درد، بدن سرد، تشنہ کام — طاقت نہ قلب میں، نہ بدن میں لہو کا نام

یہ درد تھا بکا میں کہ دل ٹکڑے ہوتے تھے
یہ حال تھا کہ رونے پہ دشمن بھی روتے تھے

۱۰ پیارے نہ تھے حسین علیہ السلام کے — لائی حرم سرا میں، بہن ہاتھ تھام کے
تھرا رہے تھے پاؤں تشنہ کام کے — سر دوش پر تھا زینبِ عالی مقام کے

فرماتے تھے بہن علی اکبر گذر گئے
ہم ایسے سخت جاں ہیں کہ اب تک نہ مر گئے

۱۱ پرسا تمہیں شہیدوں کا دینے کو آئے ہیں — کس کس کے داغ آج جگر پر اٹھائے ہیں
پیٹے ہیں خاک اڑتی ہے آنسو بہائے ہیں — یہ ہم تمہارے لال کے خوں میں نہائے ہیں

سر تھا حسینؑ بے کس و تنہا کی گود میں
بیٹے کی جان نکلی ہے یا با کی گود میں

سر بار دوش بے کفنی رخصت کر دیا ۱ بے قافلہ نیمہ حسینی تنہا
مرے پڑے ہوئے ہیں غریبوں کے بے کفن پامال ہو رہے ہیں شہ زمن و ختن

محبوب حق نے سر سے پدر کی رداء لی
شرمندگی نہ ہو علی اکبر کی روح سے

یہ سن کے بیبیوں کے جگر پر چھری چلی ۲ زینب زمیں پہ گر کے پکاری کہ ہائے علی
ستر خفی جہاں کے ہیں سب آپ پر جلی بے تاب سے سر کھول کے یہ کہتی تھی بی بی

بے کس کو آسرے پہ کہاں تک نباہ ہے
آفت یہی تو وقت ہے مشکل کشا کہاں ہے

صدقے گئی پسر کے بچانے میں کد کرو ۳ اے زندگی تمہاری بلاؤں کو رد کرو
دریا کو چھین لو حق زہرا سند کرو ۴ شے حق ہے متاع مدد سے مدد کرو

یا نیچے یہ جنگ آ گئی سب یہ ذہن میں
حصہ پسر کا گیا نہیں مادر کے ہوش میں

یا مصطفیٰ بلا میں پھنسا ہے تمہارا دیں ۵ اے شیر ذوالجلال دکھ و سختیں اسیں
یا فاطمہ میں لٹتی ہوں بکھرا ہے سر کے بال ۶ اب اٹھ دے آن یہ سب غصہ قتل

پھر کیا کسی سے کام ہے سب سے بدا رہوں
بھائی کو اپنے لے کے میں جنگل میں جا رہوں

فرمایا شہ نے صبر بہن چاہیے تمہیں ۷ خالق کی دیں رضا ہے تمہیں
لب پر رضا رضا کا سخن چاہیے تمہیں جو ماں کا تھا چلن وہ چلن چاہیے تمہیں

ہر بار پوچھتے تھے سبب آہ سرد کا
شکوہ کیا علیؑ سے نہ بھوکے درد کا

ہیں موردِ بلا و مصیبت ازل سے ہم ۱۰ اس غم کدے میں چین سے گذرا نہ ایک دم
غم ہے ہمارے واسطے ہم ہیں برائے غم سب اپنے اپنے عہد میں سہ سہ گئے ستم

اب آخری، بہن یہ سواری ہماری ہے
بعد ان بزرگواروں کے باری ہماری ہے

سچ ہے کہ تم کو مجھ سے محبت ہے اے بہن ۱۸ کیا یہ کہے ناگزیر یہ فرقت ہے اے بہن
پیارے تمہارے بھائی کی رخصت ہے اے بہن دنیا مقامِ رنج و مصیبت ہے اے بہن
بھولے نہ یادِ حق کبھی گو حال غیر ہو
اس کی ظفر ہے خاتمہ جس کا بخیر ہو

کیا کر تیں تم بہن اجل آتی وطن میں گر ۱۹ یکساں ہے مرنے والے کو جنگل ہو یا کہ گھر
درپیش ہے سفر میں ہمیں خلق سے سفر اب آرزو یہ ہے کہ کٹے جلد تن سے سر
ہر دکھ میں خوش ہیں وہ جنہیں اُلفت خدا کی ہے
میرا نہیں یہ سر تو امانت خدا کی ہے

دیکھا یہ کہہ کے بالی سکینہ کو پاس سے ۲۰ لپٹی وہ رو کے شہ کے گلے سے اساس سے
طاقت نہ تھی کلام کی ہر چند پیاس سے بولی وہ تشنہ کام شہِ حق شناس سے
کیا اس بلا کے بن سے تہیہ سفر کا ہے
صدقے گئی بتاؤ ارادہ کدھر کا ہے؟

فرمایا شہ نے ہاں یہ سفر ناگزیر ہے ۲۱ آؤ گلے ملو کہ یہ صحبت اخیر ہے
اب آرزوئے قربِ خدائے قدیر ہے تنہا ہیں ہم سپاہِ مخالف کثیر ہے
طے ہو یہ مرحلہ جو عنایت خدا کرے
جس کا نہ کوئی دوست ہو بی بی وہ کیا کرے؟

سن کر مصیبتِ پدرِ بے کس و حزیں ۲۲ بولی بلائیں باپ کی لے کر وہ مہ جبیں
نکلو بلا کے بن سے کہیں یا امام دیں آقا سوا حضور کے میرا کوئی نہیں
صدقے گئی مدینے چلو یا نجف چلو
اللہ ساتھ لے لو مجھے جس طرف چلو

شہ نے کہا کہ بند ہیں راہیں پدر نثار ۲۳ پھیلی ہوئی ہے چار طرف فوجِ نابکار
پیدل نکلنے پاتا ہے ناکوں سے نہ سوار اس دشتِ کیں میں قید ہے احمدؐ کا یادگار
قاصد جو میرے نام کا خط لے کے آتے ہیں
سر کاٹ کر درختوں میں لٹکائے جاتے ہیں

تم تو تمھارے چھوڑ گئے غم کی بات ہے ۴۴ ہم بھی تو بچ گئے ہیں یہ کم کی بات ہے
تلواریں چل گئیں بڑی ہی آج رات ہے ۴۵ کٹ جائے شب میں جس کی گلا وہ نجات ہے

ملتا ہے ایسا موت کی بھی کائنات ہے
دو تین گھر ہیں جن سے یہ ماتم کی بات ہے

ہر چند صبح دشت سے آئے ہیں بار بار ۴۶ پائی نہ ان کی کوئی خبر ہو کے بیقرار
پایا نہ تم کو جنگل و بستی میں ہر کنار ۴۷ ڈھونڈا کیے تمھیں شب و روز بے شمار

کیا ہو گئے حسین کہ دشت و جبل سے پوچھ
نہ غم ہے پوچھ نہ ہم کو ہے دوست آپ سے

بی بی یہاں سے اہلِ وطن ہیں قریب تر ۴۸ پہنچی ہے بے کسی کی نہیں یہ خبر مگر
بھیجے ہیں دوستانِ یمن نے بھی نامہ بر ۴۹ لیکن حسین تک نہ ہوا ایک کا گذر

قسمت سے بھی مدد کو جو نکلی وہ تھی غریب
لشکر بنی اسد کا قریب آ کے پھر گیا

گنہ اس لیے مجھے اس جہاں میں ہے گناہ ۵۰ تا مجھ تک آ سکے نہ کوئی یہ نہیں روا
سنے دوست نے عزیز نہ غم خوار نہ سپاہ ۵۱ سانحہ تو سب غدر میں وطن دور تھا تباہ

مجھ سا بھی کوئی بے کس و بے پر بشر نہ ہو
مر کر نہ دفن ہوں تو کسی کو خبر نہ ہو

جانا ہے دور شب کو جو آنا نہ ہو ادھر ۵۲ غمگیں کرے نہ روز نہ تنہا ہو کوئی ڈر
پہلے پہل ہے آج شبِ فرقتِ پدر ۵۳ سونے یتیم کی ہے بھلا کیسے بھلے مگر

راحت سے دن گذرتے ہیں فصلِ ابر سے
اب یوں بسر کرو جو یتیموں کا تور ہے

ننھے سے ہاتھ جوڑ کے بولی وہ تشنہ کام ۵۴ بستر بچھا دیا ہے یہ کس کا امام
آنکھوں سے خوں بہا کے یہ کہنے لگے امام ۵۵ کٹ جائے گا یہ روزہ فاطمہ پہ تو ہے شام

بی بی نہ پوچھو کچھ، یہ مصیبت عظیم ہے
مر جائے جس کا باپ وہ بچہ یتیم ہے

بُندے اُتارو طوق بڑھاؤ پدر نثار ۳۰ چمٹا کہیں جو لوٹنے آئیں ستم شعار
چلّائیو نہ اَین اَبی کہہ کے بار بار دشمن ہمارے نام کا ہے شمرِ نابکار

لو الوداع جاتے ہیں اب قتل گاہ میں
سونپا تمھیں خُدا و نبیؐ کی پناہ میں

یہ کہہ کے پیاری بیٹی سے دیکھا اِدھر اُدھر ۳۱ پوچھا کدھر ہیں بانوِ ناشاد و نوحہ گر
فضہ نے عرض کی کہ اُدھر پیٹتی ہیں سر رخصت کی بھی حضورؑ کی اُن کو نہیں خبر

لب پر گھڑی گھڑی علی اکبرؑ کا نام ہے
چلیے ذرا کہ کام اب اُن کا تمام ہے

رکھتی تھی لا کے لاش پہ آپ نے جہاں ۳۲ منھ اس زمیں پہ ملتی ہیں اور ہے لبوں پہ جاں
کرتی ہیں اُٹھ کے آہ تو ہلتا ہے آسماں نعرہ یہ ہے کہ ہائے علی اکبرِ جواں

واری گئے نہ قبر میں اماں کو گاڑ کے
جنگل بسا دیا مری بستی اُجاڑ کے

روتے ہوئے گئے جو وہاں شاہِ خوش خصال ۳۳ دیکھا کہ غش میں خاک پہ بکھرے ہوئے ہیں بال
شبّیر بیٹھ کر یہ پکارے بصد ملال اے شہرِ بانو ہوش میں آؤ یہ کیا ہے حال؟

سچ ہے فلک نے تم کو بڑے دُکھ دکھائے ہیں
صاحب اُٹھو ہم آخری رخصت کو آئے ہیں

سُن کر صدا حُسینؑ کی چونکی وہ نوحہ گر ۳۴ کی عرض سر جھکا کے قدم پر بہ چشمِ تر
تنہا حضور آئے ہیں باندھے ہوئے کمر صاحب کہاں ہے منّتوں والا مرا پسر

ایسے نہیں جو دکھ میں جُدا ہوں وہ باپ سے
اپنے مرادوں والے کو لوں گی میں آپ سے

اے جانِ فاطمہؑ مرا پیارا کدھر گیا؟ ۳۵ اماں کی زندگی کا سہارا، کدھر گیا؟
وہ تین دن کی پیاس کا مارا کدھر گیا؟ سیدانیوں کی آنکھ کا تارا، کدھر گیا؟

مرتی ہوں اپنے سروِ سہی قد کو دیکھ لوں
ایک بار پھر شبیہِ محمدؐ کو دیکھ لوں

وہ گورا گورا چاند سا مکھڑا جدھر ہے ۳۰ لے لوں میں بیسوں کی بلائیں تو جائیں ہے
مجکو تو خیریت سے دکھائی نہ دیتا ہے خوشی میں تن کی سو گھڑیوں ٹل جائیں ہے

ترجمہ کلام کرنے کے بعد غنودگی

نیند تھی میں جب آنکھ لگی تھی ۳۷ جب دیکھتی ہے تو کہ آنکھ نہ تھی نظر
سنبھل جو دل ذرا تو پھڑکنے لگا جگر کب آنکھ کب سے بند ہے حق نہیں خبر

آنے تو پہلے آنکھ سے آنسو بہتے ہوئے
باتیں نہ پیسہ کی تھیں نہ پلکیں بند ہوئے

گر میں خفا تو آپ میں ہوں انتظار میں ۳۸ ان کی خطا نہیں ہے میں تقصیر وار ہوں
دائی ہوں اُن کی آپ کی خدمت گزار ہوں اب رحم کیجیے کہ بہت شرمسار ہوں

تکلیف گرچہ ہوگی شہ مشرقین کو
لے آیئے منا کے مرے ذرِ عین کو

باتیں یہ سُن کے کہنے لگے شاہِ بحر و بر ۳۹ یارب جُدا نہ ہو کسی ماں سے جو ں پسر
بانو کسے بُلاؤں کہاں ہے وہ سیم بر ہم شکل مصطفےٰ تو گئے ذی کرم کے گھر

ہر دُکھ میں صبر کرتے ہیں جو حق شناس ہیں
جس نے تمھیں دیا تھا وہ اب تک پاس ہیں

بھاگے ہوئے تھے رات کے نیند آگئی نہیں ۴۰ جب سے منافقوں کی نظر کھا گئی انھیں
مخنی بہت کیا پہ اجل پا گئی انھیں صحرائے کربلا کی فضا بھا گئی انھیں

زندہ نہ ہوگا لوٹ کر گر کبھی گئے
بانو کوئی گھڑی میں تمھیں بھی نہ پاؤ گی

جاتے ہیں ہم وہیں کہ جہاں ہیں وہ ماہ فام ۴۱ دیدار ہو اپنے ماں کو دیں ہو کچھ پیام
سُن کر یہ ذکر ہوش میں آئی وہ تشنہ کام سمجھی کہ گھر تمام ہوا اب پئے تمام

خنجر سے حلق شاہ کے کٹنے کا طور ہے
بستی اُجڑ کے تخت اُجڑنے کا طور ہے

زمن پڑے کے شاہ کا بولی وہ دل فگار ۴۲ اے ابنِ فاطمہ یہ کنیز آپ کے نثار
جب آپ کے جو لوٹنے آئیں ستم شعار بیٹے کہاں یہ بے کس و غمگین و سوگوار
کچھ حق میں اس کنیز کے فرما کے جائیے
صاحب کسی جگہ مجھے بٹھلا کے جائیے

فرمایا شہ نے حافظ و حامی ہے ذوالجلال ۴۳ زہرا کی بیٹیوں کی رہو تم شریکِ حال
زینب کو دیکھو سر پہ نہ بھائی نہ دو نو لال صاحب تمہارے ساتھ ہے عابد سا خوش خصال
بے وارثوں کا وارث و والی اللہ ہے
دیکھو گئیں نہ پاؤں کہ مشکل کی راہ ہے

لو الوداع لاش پہ اب آ کے روئیو ۴۴ لیکن نہ خاک اڑا کے نہ چلّا کے روئیو
زانو پہ سر کو شرم سے نہ زہرا کے روئیو قبرِ رسولِ پاک پہ ہاں جا کے روئیو
لٹنے میں صبر شکر تباہی میں چاہیے
رونا بشر کو خوفِ الٰہی میں چاہیے

یہ سن کے حشر ہو گیا فریاد آہ سے ۴۵ سیدانیاں لپٹ گئیں زہرا کے ماہ سے
ٹھہرا گیا نہ پیکرِ عالم پناہ سے نکلے حسینؑ روتے ہوئے خیمہ گاہ سے
چوتھا فلک ضیا سے جلو خانہ بن گیا
خورشید شمعِ حسن کا پروانہ بن گیا

مل کر حرم سے در پہ جو شاہِ غیور آئے ۴۶ اک غل ہوا حضورِ کرامت ظہور آئے
لاؤ فرس کو ڈیوڑھی پہ ہندی حضور آئے اعمیٰ بھی ہو تو آنکھ کی پتلی میں نور آئے
پھرتا تھا سر پہ چترِ سلیماں جناب کے
سایہ تھا ایک بیچ میں دو آفتاب کے

نصرت کی تھی صدا کہ زہے حشمت و جلال ۴۰ تاباں رہے یہ تیرِ اقبال بے زوال
شوکت کی یہ دعا ہے کہ اے فاطمہؑ کے لال سرسبز تیرے دوست عدو تیرے پائمال
یارب فسادِ خلق سے امن و اماں رہے
جب تک زمیں رہے یہ امامِ زماں رہے

بیٹا نہ تھا نہ کوئی برادر ادھر اُدھر ۴۹ پرقدسیوں کی صف تھی برابر ادھر
مڑ مڑ کے دیکھتے تھے جو ور، دتر ادھر گرتی تھی برق کوندا چمکتا ادھر
جلوے دکھا رہی تھی خضب ہاتھ پاؤں کی
کُل پانڈنی بچھی ہوئی تھی دھوپ چھاؤں کی

غُل تھا فلک کا رنگ بدلتا ہے دیکھو ۵۰ زرّوں سے آفتاب بھی ہمسر ہے دیکھو
لو جوبن آج دن کا بھی ڈھلتا ہے دیکھو قدموں پہ نور آنکھوں کو ملتا ہے دیکھو
نقشِ ہر قدم کے پانڈے روشن دو چند ہیں
مجمر ہے آفتاب تو تارے سپند ہیں

آمد فرس کی تھی، دُلہن آتی ہے جس طرح ۵۱ سلمہ قمر کے نکہت پیمن آتی ہے جس طرح
تصویرِ آہوئے ختن آتی ہے جس طرح یا شعلۂ سوئے انجمن آتی ہے جس طرح
باہم یلو کہتے تھے کبک دری سے یہ
گھوڑے چراغ پا تھے کہ بیشک پری ہے یہ

آیا عجب شکوہ سے اسپِ قمر رکاب ۵۲ تھامے تھی فتح زین کا دامن ظفر رکاب
چشمک زنی ہلال پہ کرتی تھی ہر رکاب خنجر تھا نور ہر کا یا جلوہ گر رکاب
فتراک تھی کہ کھولے ہوئے تھ عقاب پر
زیں پر تھا گرد پوش کہ ابر آفتاب پر

اختر خجل ہیں زیں جواہر نگار سے ۵۳ ذرّوں نے چن لیے ستارے غبار سے
تھمتا تھا کب سوارِ فراست شعار سے گردن میں ہاتھ باگ سے نرمے ہیں پیار سے
نازاں ہے خود رکاب کے پائے کو دیکھ کر
بل کر رہا ہے خاک پہ سائے کو دیکھ کر

قرباں اُس تگاورِ شیہم شکار کے ۵۴ پامال کر دے شیرِ کوہ پنجوں سے مار کے
شایستگی کو پوچھیو دل سے سوار کے چاہے تو یک خلل چڑھے باگ تار کے
رکھ دے قدم تو رنگ نہ میلا ہو پھول کا
پیارا فرس ہے، مرکبِ دوشِ رسول کا

چاروں سموں سے بدر خجل نعل سے ہلال ۵۴ کھیلیں نشکارِ شیر، یہ آنکھیں ہیں وہ غزال
کہیے نہ یال، حور نے بکھرا دیے ہیں بال پھرنے پہ تھا جو دم جھوم کے صدقے پری کی چال

رستے ہیں یادِ گنبدِ[19] نیلی رواق کے
دلدل کی تیزیاں ہیں طرارے براق کے

سینہ کشادہ، تنگ کمر، چست جوڑ بند ۵۵ گردن میں خم ہلال کا اور اس پہ سر بلند
بسیار بردبار مدد کش ظفر پسند بجلی کسی جگہ کہیں آہو کہیں پرند

سرعت ہے ابر کی تو لطافت ہوا کی ہے
اتنے ہنر فرس میں یہ قدرت خدا کی ہے

تو اب سوار ہوتا ہے زہراؑ کا یادگار ۵۶ تھامے رکاب کون، نہ یاور نہ غم گسار
رو کر فرس سے کہتے ہیں شبیرِ نامدار اے ذوالجناح، دیکھ یہ نیرنگِ روزگار

سب دو پہر تھیں ابنِ علیؑ سے جدا ہوئے
جو تیرے گرد رہتے تھے وہ دوست کیا ہوئے

سب دوست بے مثال تھے رووں کسے کسے ۵۷ خوش رو تھے باکمال تھے رووں کسے کسے
حیدر کے پانچ لال تھے رووں کسے کسے سات آٹھ خرد سال تھے رووں کسے کسے

جب[ف] ذکرِ خیر پیاس میں مرنے کے ہوئیں گے
سب میرے دوست میرے عوض ان کو روئیں گے

مرتا ہے ایک دوست کسی شخص کا اگر ۵۸ وہ شخص اس کے ہجر میں روتا ہے عمر بھر
اک دن میں صاف ہو گیا میرا تو گھر کا گھر کیا دور تھا جو مر کے بھی سیدھی نہ ہو کمر

اس گھر میں جتنے گھر ہیں وہ سب بے چراغ ہیں
میرے تو اک کٹے پہ اکھاڑے داغ ہیں

پیاسے ہیں میرے ساتھ جو میرے یہ تشنہ کام[ع] ۵۹ گھر گھر میں ان کی نذر کے ہوویں گے اہتمام
جاری سبیلیں رکھیں گے رستہ پہ خاص و عام پلائیں گے یہ پانی کے بھر بھر کے سرد جام

بھولو نہ تشنگی کو شہِ تشنہ کام کی
پیاسو[ص] سبیل ہے شہیدوں کے نام کی

ایسے کٹے ہیں فیضِ باوفا ۶۰ پیشِ خدا ہیں سب سے سبک تر جھکے ہوا
ہوتے جہاں میں آج جو پیغمبرِ خدا کرتے بہ کفشِ پا کی برابر نہ التجا

شانہ بتولؑ بانو میں کرتی نہ عمر بھر
چادر سیاہ سر سے اُترتی نہ عمر بھر

یہ سُن کے ذوالجناح تو روتا تھا زار زار ۶۱ چلاتی تھی یہ زوجۂ عباسِ نامدار
صاحب اُٹھو ترائی ہے میں آپ کے نثار آفت سوار ہوتے ہیں آیا سپہ کا ہار

یاں آ کے ساتھ جاؤ امامِ غیور کے
سایہ کرو کہ دھوپ ہے سر پر حضور کے

بانو پکارتی تھی کہ اکبرؑ کدھر ہو تم ۶۲ بیٹا پدر کے کوچ کے دن بے خبر ہو تم
ہمتا مہ و کواکبِ باپ کی پیارے پسر ہو تم اماں کا گھر بتاتے ہو زینب کے گھر ہو تم

بازو کو تھامو ہاتھ میں حضرت کے ہاتھ دو
بیٹا ضعیفی وقت میں حضرت کا ساتھ دو

لکھا ہے یاں نجامِ فرس پر تھا دستِ شاہ ۶۳ فریاد و آہ و نالہ سے تھی قتل گاہ
خیمے سے نکلی اک زنِ بالا بلند آہ رخ پر نقاب پاؤں میں موزے نہ تھے سیاہ

حُسنِ بتولؑ و شانِ علیؑ کا ظہور تھا
گویا لباسِ کعبہ میں خالق کا نور تھا

پردہ سے پرجبکی ہوئی آئی وہ دل کباب ۶۴ تھا می لرزتے ہاتھوں سے رہوار کی رکاب
گھوڑے پہ جلوہ گر ہوئے شاہِ فلک جناب بیت الشرف میں پھر گئی وہ مثلِ آفتاب

جس کا یہ ذکر ہے وہ نواسی نبیؐ کی تھی
زینبؑ بہن حسینؑ کی بیٹی علیؑ کی تھی

زن کو سواریِ شتہ جن و بشر چلی ۶۵ پیچھے تمام فوجِ ملک ننگے سر چلی
گھوڑے کے ساتھ فاطمہؑ تھامے جگر چلی شبدیز کیا چلا کہ نسیمِ سحر چلی

طبقہ تمام، نورِ سواری سے عرش تھا
سونے کی تھی زمیں تو ستاروں کا فرش تھا

زرّوں سے آفتاب کی ضَو آشکار تھی ۶۶ سرسبز تھے درخت، زمیں لالہ زار تھی
ماتم میں ایک سماں تھا، خزاں میں بہار تھی جنگل تھا مُشک[۲۵] بیز ہوا عطر بار تھی

غُل تھا نہ دُور دُور چلو، نہ بہم چلو
ہاں خاز مو ادب سے قدم با قدم چلو

وہ شان وہ شکوہ و شوکت جناب کی ۶۷ اللہ ری ضَو جھپکتی ہے آنکھ آفتاب کی
تصویر ہے جنابِ رسالت مآب کی پیری دکھا رہی ہے لطافت شباب کی

بر میں نبیؐ کا جامہ عنبر شمامہ ہے
رنگت تو پھول سی ہے گلابی عمامہ ہے

غُل تھا فرس پہ سیّدِ والا کو دیکھ لو ۶۸ ہاں برق و شرقِ طورِ تجلّی کو دیکھ لو
پڑھ کر درود صورتِ مولا کو دیکھ لو بالائے رحل مصحفِ زہرا کو دیکھ لو

پایا کسی بشر نے یہ پایا ہے خلق میں؟
قرآں انہیں کے واسطے آیا ہے خلق میں

حوریں ہیں گرد ساغرِ کوثر لیے ہوئے ۶۹ قدسی (ت) بناؤس میں طبقِ زر لیے ہوئے
جبریلؑ ہیں نجات کا دفتر لیے ہوئے جھولی میں ہے نسیمِ گلِ تر لیے ہوئے

لپٹے ہیں پھول وادیِ عنبر سرشت میں
دُولھا برات لے کے چلا ہے بہشت میں

وہ رُوئے دل فروز وہ زلفوں کا پیچ و تاب ۷۰ گویا کہ نصف شب میں نمایاں ہے آفتاب
ابرو کی ذوالفقار سے زہرِ عدو کا آب آنکھیں وہ جن سے نرگسِ فردوس بے حجاب

پُتلی کا رعب سب پہ عیاں ہے خدائی میں
بیٹھا ہے شیر پنجوں کو ٹیکے ترائی میں

پہونچا جو اس شکوہ سے خیبر[۲۶] کا لال ۷۱ کانپے جبل لرزنے لگا عرصۂ قتال
ٹوٹے جو مورچے تو پکارے یہ بدخصال بھاگو کہ آئے (ذ) شیرِ الٰہی پئے جدال

دیکھا جو رعب قبلۂ عالی مقام کو
عَلموں نے جھک کے ہاتھ بڑھائے سلام کو

[illegible]

زہرہ عدو کا آب، کلیجہ لہو رہے

[illegible]

نیزہ زمیں پہ آپ نے گاڑا جو یک بیک
شاید قیامت آئی زمیں پر رفد رفد

[illegible]

یا بوتراب آکے بچالو زمین کو

دب دب کے مورچوں سے اڈھر چھپ رہے تھے
سر کی زمیں، مگر نہ امن مزماں نے

[illegible]

کعبہ کہیں ہٹا ہو تو شاہِ امم ہٹیں

لو گونجتا ہے شیر رجز خواں ہیں شاہ زیں
روشن ہمارے نور سے ہے شام اہ زیں

[illegible]

ہم نے تمہیں بت نہ سمجھے تھے بہشت کے

خالی کیا علیؑ نے بتوں سے خدا کا گھر
نعل ہتا علیؑ ہیں دوش نبیؐ پہ جلوہ گر

[illegible]

شیر خدا کی شان دوبالا ہے دیکھو

زنار گردنوں پہ تمہارے سوار تھی
اسلام کے چمن میں کبھی یہ بہار تھی

[illegible]

یہ شور کب تھا اشہدان لا الٰہ کا

کعبے میں ہم نے پہلے اذاں دی بہ شدومد ۷۸ دریائے رحمت صمدی ہیں ہمارے جد
ہم پر ازل سے ہیں کرم مفضل احد سب ہم پہ منکشف ہے جو کچھ ہوگا تا ابد

تم لوگ جس طریق سے پھرتے ہو فرش پر
ہم یوں پھک جھپکنے میں جاتے ہیں عرش پر

گھر میں ہمارے وحی خدا لائے جبرئیل ۷۹ جب آئے خادموں کی طرح آئے جبرئیل
مشہور ہم ہیں خلق میں آقائے جبرئیل اس گھر کی خادمی ہے تمنائے جبرئیل

شاگردیٔ علیؑ سے سرافراز جب ہوئے
جبریلؑ تب مقرب درگاہ رب ہوئے

کیوں خامۂ رسولؐ کا پیارا نہیں ہوں میں؟ ۸۰ کیوں عرش کبریا کا ستارہ نہیں ہوں میں؟
کیوں مستحق لطف و مدارا نہیں ہوں میں؟ کیوں جاہلو! امام تمہارا نہیں ہوں میں؟

سید پہ ظلم کون سی یہ رسم و راہ ہے؟
کیا میہماں کو پانی کا دینا گناہ ہے؟

وہ نہر جس کو خلق میں جاری کرے اٰلہ ۸۱ روکی ہے تم نے ظلم کی تیغوں سے اس کی راہ
پانی پہ جنگ پیاسوں سے دریا پہ بغض آہ یہ کس ولی کا گھر تھا جسے کر دیا تباہ

سیراب گرگ و شیر ہوں اور اسپ و خر پئیں
اولاد فاطمہؑ نہ پئے جانور پئیں

کہنے کہنے کے بنائے ساری زرعت میں آب نہر ۸۲ محروم ابن ساقی کوثر یہ کیا ہے قہر
اس میں یہ نہر بھی ہے جو ہے فاطمہؑ کا مہر شہرہ ہے تازیوں کی تواضع کا شہر شہر

امت نبیؐ کی آہ یہ سفاک ہو گئی
بس آج آبروئے عرب خاک ہو گئی

کرتا ہے پاسداری مہماں ہر اک بشر ۸۳ ملتے ہیں اس سے جھک کے جو آتا ہے اپنے گھر
حاجز بھی لا کے سامنے رکھتا ہے ماتحضر فاقہ ہے تیسرا ہیں اور تم ہو بے خبر

بستان کربلا میں ہوا یہ بری چلی
پانی طلب کیا تو گلے پر چھری چلی

سُن کر بیانِ شاہ عینوں نے سر جھکائے ۹۴ کتنوں نے پیچ پیچ کے خنجر بھی پی لیے
اکثر صفوں میں شور یہ اٹھا کہ ہائے ہائے کیوں ہم رسولِ حق کے نواسے کو پی لیے

خم کر کے گردنیں عمر و دوشمر مل گئے
فولاد نرم، ہو گیا پتھر پگھل گئے

نوفل سے بڑھ کے پسرِ سعد نے کہا ۹۵ ہاں جلدی حکم دے کہ بجیں طبل جا بجا
ہو سب صفوں میں نالۂ شہنا کا غُل بپا تا فوج میں سُنے نہ کوئی شاہ کی صدا

مظلومیِ حسینؑ پہ دل ٹکڑے ہوتے ہیں
انساں کا ذکر کیا ہے کہ تیور بھی روتے ہیں

ناگہ بجے جلاجل وقرنا و طبل و دف (۳۸) ۹۶ خاموش ہو گئے شہ مظلوم اس طرف
چلّوں میں تیر جوڑ کے بڑھنے لگی جو صف اُدھر سے حملہ آور ہوئے تیغ شہ نجف

بھاگو، ہٹو، بچو یہ صدا دی سپاہ نے
بانبی سے منہ نکالے ہے مار سیاہ نے

تیغِ دوسر کو روک کے حضرت نے یہ کہا ۹۷ بے کس سے کس طرح تمہیں منظور ہے وغا؟
آؤ عرب کی طرح، جو ہے قصد جنگ کا سب مل کے گر پڑو گے تو پھر اس میں دیر کیا

دنیا سے وقتِ عصر گذرنا ہے برملا
حاضر ہوں ہر طرح میں کہ مرنا ہے ہر طرح

سر کو نہ سر، نہ جان کو ہم جان سمجھتے ہیں ۹۸ بس حکمِ کردگار کو ایمان سمجھتے ہیں
مشکل ہزار ہو اُسے آساں سمجھتے ہیں ہم ایک اور لاکھ کو یکساں سمجھتے ہیں

اس معرکے میں کھیت پڑے ہیں اسی طرح
بچے ہمارے تم سے لڑے ہیں اسی طرح

لڑتا نکل کے ایک سے، گر ایک، نامدار ۹۹ برسوں بھی تم سے ختم نہ ہوتی یہ کارزار
نکلا اِدھر سے ایک اُدھر سے بڑھے ہزار اِس پر بھی الاماں کا غُل اٹھتا تھا بار بار

بے دیں کا ساتھ دے کے حمیت کو کھو دیا
تم نے تو آج 'نامِ عرب' کا ڈبو دیا

یہ ذکر تھا کہ تیر چلے اس سپاہ سے ۹۰ گیتی کو زلزلہ ہوا، زہرا کی آہ سے
پھر ضبط ہو سکا، نہ شہِ دیں پناہ سے بجلی گری صفوں پہ، غضب کی نگاہ سے

چمکی علیؑ کی تیغ جو دشتِ مصاف میں
پریاں چھپیں جزیرے میں سیمرغ قاف میں

کاشی سے، اس طرح ہوئی تیغِ دو سر جُدا ۹۱ جیسے سوادِ شب سے، بیاضِ سحر جُدا
ہت کا آئینہ تھا جُدا اور گھر جُدا محمل جُدا تھا، لیلیِ فتح و ظفر جُدا

تیغ کشیدہ دست شہِ بحر و بر میں ہے
طومار ہاتھ میں ہے لفافہ کمر میں ہے

(الف ۱۰)
سیفی چلی کہ تیغِ شہِ لافتیٰ چلی ۹۲ گویا صفوں پہ کھولے ہوئے منھ بلا چلی
بن کے سمومِ قہر و عتابِ خدا چلی جھونکوں سے جس کے اڑتے ہیں مُردہ ہوا چلی

آوازِ الاماں کی سپہرِ بریں پہ تھی
بڑھ کر جو یوں پھری صفِ اوّل زمیں پہ تھی

پہونچے جو مثلِ شیر جھپٹ کر اِدھر اُدھر ۹۳ سر گر پڑے حسامؑ سے کٹ کر اِدھر اُدھر
تیغا فرس جو ہمٹ کر اِدھر اُدھر ڈھالوں کا ابر رہ گیا پھٹ کر اِدھر اُدھر

جاروب تھی کہ سیف میانِ مصاف تھی
دریا کی راہ حملۂ اوّل میں صاف تھی

منتی تھی جائے امن نہ زیرِ فلک کہیں ۹۴ خل تھا کہ مل نہ جائیں سماؤ سمک کہیں
جنّات بے حواس کہیں تھے مَلک کہیں سایہ کہیں تھا، تیغ کہیں تھی چمک کہیں

پانی سے جل بجھا تھا کوئی، کوئی نار سے
گرتی تھیں تین بجلیاں اک ذوالفقار سے

خَل شش جہت میں تھا نہ اس سے دو چار ہو ۹۵ بھاگو کہیں یہ برق نہ پھر شعلہ بار ہو
کون اس کے منھ پہ جا کے اجل کا شکار ہو جو ایک ہے وہ دو ہو، جو دو ہے وہ چار ہو

بھاگیں کہ اِن صفوں کو ہم آراستہ کریں
مہلت جو تیغ دے تو دمِ آراستہ کریں

جب سن سے فوج شاہ پہ شمشیر گر پڑی ۹۷ ہل من کے بھل وقت میں سینہ سپر ہوئی
ٹھہری بڑھی چمکتی ہوئی جا بجا تو پھر آئی کس آب و تاب سے کہ جہاں جل اٹھا

تیزی دم، تیغ زبان سمندر کو پیاسے
پانی سر، دھار کا صاحب جوہر کو پیاسے

اب دم نہ لیجیو یہ اجل کہہ گئی ۹۸ تیزی ہوئی دشت پر آفت تیز کی
کاٹی زرہ، کڑی بھی پڑی ہو وہ بہہ گئی بھاگا کوئی شقی تو ہوا پھر کے رہ گئی

غصے میں مثل برق تھا تیور نے مار لی
لاکھوں میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے اجل مارا دم میں

پھل اس کا نہ سپر پہ نہ جوشن پہ رہ گیا ۹۹ جس پہ پڑی تڑپ کے وہ تن یہ رہ گیا
دو ٹکڑے ہو کے سر نہ فقط تن پہ رہ گیا خود بھی اجل گرفت کی گردن پہ رہ گیا

دم میں نہ وہ غرور نہ وہ خودسری رہی
مجرم وہی رہا یہ خطا سے بری رہی

یکتا برش میں جوہر ذاتی میں قدر میں ۹۹ چمکی اجل میں خیبر و خندق میں بدر میں
تیزی وہی تھی منھ کی اس آشوب ندر میں چل کر پہنچ گئے سر دشمن کے صدر میں

کھنچتے ہوئے سپر سے نیا رنگ ڈھنگ تھا
راکب تھا نہ فرس تھا نہ زین تھا نہ تنگ تھا

مانندِ برق تیغ کا سایہ، جدھر گرا ۱۰۰ بیٹے پہ باپ، باپ پہ بیٹے کا سر گرا
یہ ہاتھ اس طرف تو وہ بازو ادھر گرا پر کاٹ اڑ گئے وہ سپر کے وہ سر گرا

قبضے میں اب ہے تیغ نہ دستانے ہاتھ میں
کیوں دے دیا ہے ہاتھ کو بیگانے ہاتھ میں

سرکش ہوا پہ جو تھے، وہ سب گرد ہو گئے ۱۰۱ سرخی رخوں سے اڑ گئی منھ زرد ہو گئے
دعویِ مردمی تھا، پہ نامرد ہو گئے ہنگام جن سے گرم تھا، وہ سرد ہو گئے

مرنے پہ بھی نصیب کی سوزش نہ جائے گی
لب ناریوں کو آتشِ دوزخ جلائے گی

ہماری تھے تیغِ شاہِ حجازی سے نیزہ باز ۱۰۲ پیہم اُلٹ کے گرتے تھے تازی سے نیزہ باز
روکے تھے ہاتھ، دست درازی سے نیزہ باز باز آئے تھے نہ شعبدہ بازی سے نیزہ باز

یوں چُٹ (رز) سے کھول دیتے تھے نیزے سے بند کو
آتش پہ ڈال دے کوئی جیسے سپند کو

غُل تھا کہ وہ چمکتی ہوئی آئی یہ گری ۱۰۳ برچھی سی اُڑ گئی وہ سناں یہ گرہ گری
ترکش کٹا کمان کیانی سے زہ گری یہ سر (۱۰۴) گرا وہ خود اُڑا یہ زرہ گری

آتی ہے شکروں پہ تباہی اسی طرح
گرتی ہے برقِ قہرِ الٰہی اسی طرح

وہ شام و روم کے قدر انداز بے نظیر ۱۰۴ سہواً نہ چُوکتا تھا نشانوں سے جن کا تیر
ہر صف میں سہم سہم کے ہوتے تھے گوشہ گیر چلّاتے تھے کہ موت کے حلقے میں ہیں اسیر

لیجے قسم اگر کبھی لشکر کشی کریں
سر کاٹ ڈالیے گا جو اب سرکشی کریں

مشّاق ساٹھ برس کے وہ تیز دست ۱۰۵ چلّہ نہ سوجھتا تھا انھیں آنکھ سے نہ شست
بے سر تھے وہ بھی بادۂ نخوت سے جو تھے مست غارت تھے مثلِ تیر ہوائی ہوا پرست

ترکش دو نیم ہو گئے رہ (۱۰۵) گیر کیا کرے
چلّہ نہ ہو کمانوں پہ تو تیر کیا کرے

وہ شہسوارِ دوشِ محمدؐ کی ران باگ ۱۰۶ کیا ٹھہرے دھوپ میں کہ وہ سیماب ہے یہ آگ
تلوار کیا، فرس کو بھی تھی شامیوں سے لاگ ایک ایک کو پکار رہا تھا کہ بھاگ بھاگ

زور اس سے چل سکے گا نہ رستم (۱۰۶) نہ گیو کا
اس پلٹن کی ٹاپ طمانچہ ہے دیو کا

پھرتا ہے کیا صفوں میں فرس جھوم جھوم کے ۱۰۷ سرعت بلائیں لیتی تھی منھ چوم چوم کے
پامال تھے پرے سپہ شام و روم کے غُل تھا یہ غول میں پسرِ سعد شوم کے

بخشی ایسا رُوم و ہے میں نہیں شام میں نہیں
یہ شوخیاں تو آبلۂ (۱۰۷) ایام میں نہیں

چار آئینہ سے یوں نکل آتی تھی ذوالفقار ۱۰۸ ہینگ کے پار ہوتا ہے جیسے نہ کاٹتا
چار آئینے تو کیا تھے کہ ہوتے بھلا دو چار ۔۔۔ تھا دم استزاج عنابہ کو انتظار

اُلٹے جہاں رن ایسا اگر اک گھڑی پڑے
کیا خود زرہ تے خرب جب ایسی کڑی پڑے

خود زرہ وہ دام سے آزاد، یہ اسیر ۱۰۹ تیر و کمان تخت، وہ بے پر یہ گوشہ گیر
شمشیر جاں ستان و کمند و سنان و تیر ۔۔۔ بے آب و سر بریدہ و تڑوانیدہ و دخیر

بے برگ و بار دشمنِ آلِ رسولؐ ہیں
اب برچھیوں میں پھل ہیں نہ ڈھالوں میں پھکل ہیں

اس تیغ کے وقار سے کوہِ گراں سبک ۱۱۰ ڈھالوں کی شامیوں کی گھٹ بڑھ سے تنگ
یہ آگ اور ناریوں کے دست و پا خنک (ل ۱۰) چلنے میں بس یہی دم و دغوی کہ ب نرک

مقتل کے ہر نشیب کو لاشوں سے پاٹ دے
پر جبرئیلؑ کے بھی سپر ہوں تو کاٹ دے

جب اُٹھ کے تیغِ صفدرِ قدسی شرف گری ۱۱۱ گویا کہ برق سطوت شاہِ نجف گری
آیا اُدھر خدا کا غضب جس طرف گری ۔۔۔ کٹ کر گرا پرے پہ پرا صف پہ صف گری

سیفی چلی کہ سیف صف کارزار پر
گھوڑے گرے پیادوں پہ پیدل سوار پر

اللہ ری شان واہ رے تلے جناب کے ۱۱۲ خاک اڑ گئی بندھ رہ گئے گھوڑے کدب کے
دکھلا دیے دغا میں چلن بوتراب کے ۔۔۔ فتراک تھی کہ پر فرس و جواب کے

پُتلی جدھر سوار نے پھیری، یہ مڑ گیا
اُترا براق بن کے، پری ہو کے اڑ گیا

جم کر صفوں سے یوں فرسِ تند خو اُڑا ۱۱۳ گویا ہمائے اوجِ شرف، چار سُو اُڑا
تلوار جب چلی، سرِ نخسِ عدو اُڑا ۔۔۔ نکلا دم اور نہ زخم سے مطلق لہو اُڑا

ہر دم برش بڑھی رہی، گھاٹ اس کا نام ہے
اس کو صفائی کہتے ہیں کاٹ اس کا نام ہے

۱۱۴ باطل کو حق سے خیر سے شر کو، جُدا کیا
ظلمت کو دن سے، شب کو سحر سے جُدا کیا
یوں کفر و دیں کو، تیغِ دو سر سے جُدا کیا
گویا کلف[۴۴] کو رُوئے قمر سے جُدا کیا

ٹکڑے اڑائے دَم میں سپاہِ شریر کے
قُربان، ذوالفقارِ جنابِ امیرؑ کے

۱۱۵ بخشا ہے کبریا نے اصالت[۴۵] کو کیا وقار
تھی سرنگوں، اس اوج پہ وہ تیغ آبدار
با آبرو کا، جوہرِ ذاتی ہے، انکسار
واں مدحِ ذوالفقار کی تھی عرش پر پکار

اس عزّ و اعتلا[۴۶] پہ زباں بھی رُکی رہی
یہ کیا فروتنی ہے کہ گردن جُھکی رہی

۱۱۶ خالص اگر ہے مُشک تو بو آشکار ہے
چمکے گا آپ، وہ جو دُرِ شاہوار ہے
زر گر کی، مدح و قدح کا کیا اعتبار ہے
کہہ دے گی خود محک[۴۷] کہ طلا خوش عیار ہے

بد مغز کو کمال کی دولت خدا نہ دے
خالی ہو جو کہ ظرف وہ کیونکر صدا نہ دے

۱۱۷ اک ذوالفقار خلق میں دو ہاتھ سے چلی
دستِ حُسینؑ و پنجۂ مُشکل کُشا علیؑ
یہ مصطفیٰؐ کی جان، وہ اللہ کا ولی
دونوں کا مرتبہ بھی دو عالم پہ ہے جلی

فخرِ مجاہدیں، پسرِ فاطمہؑ ہُوا
حیدرؑ سے ابتدا ہوئی، یاں خاتمہ ہُوا

۱۱۸ ظلمت سے نُور، نور سے ظلمت جُدا ہوئی
وحدت سے ایک ضرب میں کثرت جُدا ہوئی
دینِ مبیں سے کفر کی بدعت جُدا ہوئی
ایماں کے راستے سے ضلالت جُدا ہوئی

اس دبدبہ سے زیر کیا روم و شام کو
حکمِ جہاد پھر نہ ہُوا تو امام کو

۱۱۹ خود سر جُدو تھے، مثلِ حباب اس کے سامنے
موجِ زرہ تھی، نقش بر آب اس کے سامنے
کیا منہ تھا ذے جو تیغ جواب اس کے سامنے
بڑھنے کی تھی سپر کو نہ تاب اس کے سامنے

اللہ کا غضب تھے یہ جلنے ہوئے تھے سب
لوہے کو ذوالفقار کے مانے ہوئے تھے سب

اللہ رے تشنہ لبی، فواق، روسیاہ ۲۰ گزرتے تیغ پہ تھی نہ تھی بھاگنے کی راہ
خلل تھا، پناہ دے ہمیں اے آسماں پناہ ۲۱ بنت رسول پاک کی ہوتی ہے بے پناہ

بخشوں گی یہ کام مرے ہوں ثواب کا
صدقہ محمد عربی کی جناب کا

اس شور میں سنا جو رسول خدا کا نام ۲۲ پڑھ کر درود آپ نے بس روک دی لگام
فرمایا خیر لے گا خدا تم سے انتقام ۲۳ ظالم نہیں یہ بے کس و مظلوم تشنہ کام

کیا چیز ہے یہ بات پہ جب مر رہے ہیں
دیکھو اس وقت کیا سے کیا ہو رہے ہیں

چرخ و نجوم و شمس و قمر رشک و رشت و در ۲۴ سنگ و معون و صدف و قطرہ و گہر
اشجار و شاخ و برگ گل و غنچہ و ثمر ۲۵ رکن و مقام و باب و منیٰ زمزم و حجر

جن و ملک ہیں نس میں ملک حور ہیں
کہہ دیں گے سب کہ بن علیؑ بے قصور ہیں

میں کیا لڑوں گا غم سے ہوا ہے مرا جگر ۲۲ آنکھوں کے آگے خاک پہ ہے لاشۂ پسر
بازو کے غم میں ٹوٹ گئی ہے مری کمر ۲۳ سر ہے یہ مرنہ جوئے تن سے جدا مگر

حسرت ہے یہ کہ تیغوں سے تن پاش پاش ہو
جب ذبح ہوں تو پہلو آب میں خراش ہو

بھاگو نہ لو نیام میں رکھتا ہوں میں حسام ۲۴ مشتاق شرب حق ہے یہ مظلوم تشنہ کام
دنیا سے اب غرض ہے نہ کچھ زندگی سے کام ۲۵ خاطر ہے سر فقیر کا کب آپ کیا مقام

بیٹھے نہیں زمیں پہ خسر لے کو گاڑ کے
موت آئی اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

پلٹے یہ سن کے بھاگے ہوئے روسیاہ آہ ۲۵ ابر ستم میں گھر گیا زہرا کا مہ آہ
اک تشنہ لب پہ ٹوٹ پڑی سب سپاہ آہ ۲۶ روکھا کہ حرب ایک تن زار آہ آہ

سب کچھ تھا اختیار پہ مجبور ہو گئے
شبیرؑ سر سے تا بہ قدم چور ہو گئے

باندھے تھے چار غول، جفاکار، بہرِ جنگ ۱۲۶ اک صف سے تیغیں چلتی تھیں اور ایک سے خدنگ
نیزوں کے وار ہوتے تھے اک صف سے بے دریغ چلتے تھے ایک صف سے پیاپے کلوخ و سنگ

زہراؑ تڑپ رہی تھیں علیؑ ہاتھ ملتے تھے
یہ وار سب نبیؐ کے کلیجے پہ چلتے تھے

وہ یوں وہ آفتاب کی تابندگی وہ بن ۱۲۷ جھیلوں میں شیر ہانپتے تھے دشت میں ہرن
رونے کی چار سو تھی صدا، بولتا تھا رن غُل تھا خدا پرستوں کے لاشے ہیں بے کفن

آندھی میں خاک اُڑتی تھی گھوڑوں کی گشت سے
آواز ہائے ہائے کی آتی تھی دشت سے

بی بی کوئی پکارتی تھی ہائے میرا ں ۱۲۸ حیدرؑ کا باغ ہوتا ہے جنگل میں پائمال
زہراؑ کی دونوں بیٹیاں کھولے ہوئے تھیں بال ڈیوڑھی سے نکلے پڑتے تھے، بچوں کا تھا یہ حال

جھکتے تھے زیر سے، جب شہ ذیشاں زمین پر
غُل تھا کہ ہائے گرتا ہے قرآں زمین پر

جس روز تھا یہ حشر، یہ ماتم، یہ شور و شر ۱۲۹ آپہونچا اک مسافرِ غربت زدہ اُدھر
نکلا تھا گھر سے شوقِ نجف میں وہ خوش سیر چھوڑے ہوئے وطن، اُسے گذرا تھا سال بھر

بے خانماں کو، عشقِ خدا کے ولی کا تھا
مشتاق وہ زیارتِ قبرِ علیؑ کا تھا

رخ زرد، پاؤں سوجے ہوئے، جسم پر غُبار ۱۳۰ ایمان و اعتقاد قوی، پر بدن نزار
طاعت گزار، نیک عقیدت، وفا شعار نہ زاد، نہ راحلہ، نہ زاد، نہ ہمدم نہ غم گسار

یہ آرزو کہ گوہرِ بحرِ شرف ملے
چھانوں جہاں کی خاک پہ دُرِ نجف ملے

سر کو قدم کیے وہ سعیدِ خجستہ پے ۱۳۱ دو دن کی راہ کرتا تھا ایک ایک دن میں طے
پیاری نہ تھی، جو قطعِ مسافت سے کوئی شے آساں تھی اس کو دُوریِ شام و عراق و رے

ان جنگلوں میں بادیہ پیما تھا دین کا
گزر بن گیا تھا راہ خدا کی زمین کا

دیتی تھی اس کو طاقت رفتار جب جواب ۳۴ اک تک تک کے دونوں پا ہو گئے رکاب
لازم ہے تم کو سعی کہ یہ بے ردا نہ جب ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

کہنے لگا لرز کے، وہ ذی قدر و نیک نام ۳۸ اللہ کس وقت رہے، پُر اشوب یہ مقام
دیدہ خدائے خلق کے بہرِ فیضِ عام مرتا ہے بے اجل یہ ستم کش یہ تشنہ کام

اُن سے بشر ڈرے نہیں، خوفِ خدا نہیں
جلدی نکل چلو یہ ٹھہرنے کی جا نہیں

زور پہ گام آ بڑھ کے یہ سوچا وہ نام ور ۳۹ مظلوم کی دعا میں ہے سب طرح کا اثر
دستہ برگزیدۂ حق ہے یہ خوش سیر کر لیجے التماسِ دعا، ہاتھ باندھ کر

تیغوں میں اس کے پاس چلو، جو خدا کرے
آساں ہوں مشکلیں، جو یہ بے کس دعا کرے

تیس یہ کر کے دل سے بڑھا وہ اسیرِ غم ۴۰ لاشوں کو دیکھ دیکھ کے روتا تھا دم بہ دم
تن نے دی ندا کہ سمجھ کر اٹھا قدم رتبہ میں یہ زمیں بھی نہیں کچھ نجف سے کم

آنکھیں مَلک بچھاتے ہیں اس درسِ پاک پر
یہ سب درج ہیں مصحفِ ناطق کے خاک پر

آیا جو کانپتا ہوا وہ شاہ زیں کے پاس ۴۱ کی عرض السلام علیک اے فلک اساس
دوں جواب دے کے یہ بڑھے بہ درد و یاس آتا ہوا کدھر سے ترا اے خدا شناس

عرض اس نے کی غلام سنہ ذوالفقار ہوں
بے کس ہوں، بے نوا ہوں، غریب الدیار ہوں

تھی کی جب سماں بہر میں پہ ٹوٹ کی نہیں سنے راہ ۴۲ بچے نہیں تباہ ہیں، خادم کہیں تباہ
بے تاب سے بھاگتے دورِ درخیمِ الم مال و متاع لے کے چلا تھا یہ پُر گناہ

غارت نہیں ہوئی ہے بضاعت غلام کی
ٹوٹا ہے رہ میں مجھ سے فوجوں نے شام کی

میں دن بھی فوجِ ستم میں رہا اسیر ۴۳ وہ حق کے نام کے دشمن ہیں یہ شریر
بھاگے رہے کہ آ نہیں سکتا ہے راہ گیر تب قید سے چھٹا ہوں کہ جب ہو گیا فقیر

سر پر یہی کلاہ، یہی آج لباس ہے
پہنوں خفی کہ دولتِ دیں میرے پاس ہے

دونوں بہنوں کے شوق میں مجبور لیتی ہیں خبر
پہلے تو ہوں نجف کی زیارت سے بہرہ ور

جائیں گی دونوں بی بی کربلا و نجف
راستے میں دوست آئیں تو پھر بہشت میں

فرمایا آپ نے کہ مدینے میں کیا ہے کام
اُس سرزمیں پہ ہے مرا آقا امام

حیدر کے بن دنوں میں ہیں شاہ ثقلین بھی
صدقے میں جس کے دونوں ہیں شبیر و حسین

کیا دن سعید ہوگا میں اُس روز کے نثار
چوموں گا دونوں ہاتھ بصد عجز و افتخار

دُنیا ہو اور فاطمہ کا نورِ عین ہو
دیکھوں انھیں یہ حسرت تو پھر کیوں نہ چین ہو

دشمن بہت امام کے ہیں اور دوست کم
اب بختِ میں ہے تو انھیں کاٹ ہے ایک دم

زندہ ہیں گر حسین تو زندہ ہیں ہم رضم
یارب اس ایک دم کو عطا کر ہزار دم

اک میرا شاہزادہ ہے ہم شکل مصطفیٰ
ماں کا مرادوں والا پسر ہے وہ مہ لقا

اُس رشکِ گل سے نورِ خزاں کی ہے
یارب چمن حسین کا پھولا پھلا رہے

یہ سُن کے آپ آئے مسافر کے متصل
ہاں بھائی سچ ہے صدمۂ فرقت ہے جاں گسل

طاقت تو کم کی نہیں پاتا یہ ضعف ہے
چہرا ترا نظر نہیں آتا یہ ضعف ہے

ہے مدتوں سے یہی نیرنگِ روزگار ۱۵۰ ہر گُل پہ ایک دن ہے خزاں ایک دن بہار
ہمدرد ہم بھی ہیں ترے اے یارِ غم گُسار تیری طرح لُٹے ہیں یہیں، چھوڑ کر دیار

شکرِ خُدا مسافرِ راہِ ثواب ہیں
اب دیر کوچ میں نہیں، پا در رکاب ہیں

کس سے کہیں کہ ہم پہ جو صدمہ گذر گیا ۱۵۱ خالی ہُوا عزیزوں سے گھر دشت بھر گیا
دنیا سے دوپہر میں، مرا گھر کا گھر گیا بیٹا جوان قتل ہُوا، بھائی مر گیا

بنتی نہیں جب آتی ہے قسمت بگاڑ پر
ٹکڑے ہو، گر پڑے یہ مصیبت پہاڑ پر

میں ہوں اب یہ حال کہ زخموں سے چُور ہوں ۱۵۲ جنگل میں موت آئی ہے بستی سے دُور ہوں
کہ خاکسار بندۂ ربِّ غفُور ہوں عالم ہے اس کی ذات کہ میں بے قصُور ہوں
کہنے میں بات آتی ہے، یہ کچھ گلا نہیں
دن تیسرا ہے آج، کہ پانی ملا نہیں

تو ہے ہاتھ جوڑ کے بولا وہ دل کباب ۱۵۳ لے آؤں دوڑ کر مرے شربے میں ہے کچھ آب
کیجیے زبانِ خشک کو تر بہرِ بوتراب بولے بلا کے سر کو شۂ آسمان جناب
اب انتظارِ موت کا ہے، کیا جیوں گا میں
سب پیاسے مر گئے ہیں نہ پانی پیوں گا میں

زر کار بند تجھے ہو، وہ لے بہرِ کردگار ۱۵۴ پیدل اگر ہے تُو، تو یہ حاضر ہے راہوار
نعت بھی ہے ترا تو ہے آقا وہ نامدار سائل کو جس نے ردی کے اُونٹوں کی دی قطار
حاتم ہے جاں و مال کہ ہے میہمان تُو
بھائی ہمارے گھر کو بھی گھر اپنا جان تُو

سب کچھ بھی ہے مال بھی ہے سیم و زر بھی ہے ۱۵۵ موجود راحلہ بھی ہے زادِ سفر بھی ہے
مقدور بھی ہے زور بھی ہے تیغ و سپر بھی ہے گر تیرے کام آئے تو، حاضر یہ سر بھی ہے
بے کس ہوں گو کہ آج پہ عالی مقام ہوں
شہزادہ تو کہیں بھی علیؑ کا غلام ہوں

آقا ترا جو ہے وہی آقا مرا بھی ہے ۱۵۶ تیرا طبیب جو، وہ مسیحا مرا بھی ہے
جو ہے ولی حق، وہی مولا مرا بھی ہے بھائی علی کے تجھ سے تو رتبہ مرا بھی ہے

ہاں مالِ غیر کفو میں تصرف نہ چاہیے
آپس میں دوستوں کو تکلف نہ چاہیے

دیکھی جو یہ عنایتِ سلطانِ بحر و بر ۱۵۸ رونے لگا وہ مردِ مسافر بھکا کے سر
دل سے کہا خدا کا ولی ہے یہ خوش خبر اس میں نہیں غریب نوازی ہے کس قدر

دیکھی نہ باپ میں یہ محبت نہ بھائی میں
اب تک ہیں اس گھرانے کے سب بندے خدا کی میں

عرض اُس نے کی حضور سے بس ہے یہ التجا ۱۵۹ کیجے عطا کے ہاتھ مرے حق میں یہ دعا
پہونچا دے مجھ کو قبرِ علیؑ پر مرا خدا مولا نے سمت کی طرف دیکھ کر کہا

جس کو نہیں زوال وہ دولت نصیب ہو
یارب اسے علیؑ کی زیارت نصیب ہو

تسلیم اُس نے کی تو یہ بولے شہِ انام ۱۶۰ قبرِ علیؑ پہ جا کے یہ کہنا مرے پیام
آتے ہیں آپ دردِ وصیت میں سب کے کام میں بے کس و غریب ہوں آپ کا غلام

تنہا ہوں دشمنوں میں خبر آ کے لیجیے
ہنگامِ نزع گود میں سر آ کے لیجیے

سُن کر بیانِ شاہ رہی ضبط کی نہ تاب ۱۶۱ آنسو بہا کے سر کو جھکایا بصد حجاب
دل سے کہا کہ اب ہے لبِ بام آفتاب بے کس کے کام آؤ کہ اس میں بھی ہے ثواب

احسان کا یہ عوض ہے کہ احسان کیجیے
اب سر علیؑ کے نام پہ قربان کیجیے

حضرت سے عرض کی کہ نہ جائے گا اب غلام ۱۶۲ بس جی چکے بہت یہی مرنے کا ہے مقام
اب دیجیے رضا، کہ بڑھوں کھینچ کر حسام وہ کام چاہیے، کہ رہے تا بہ حشر نام

دیندار ہوں، نہ ترکِ رفاقت کروں گا میں
اب مر کے شہرِ حق کی زیارت کروں گا میں

۱۶۲ زوّار جن کا ہوں میں اُنھیں کی مجھے قسم — سر بھی کٹے گا اب تو نہ چھوڑوں گا یہ قدم
جلوے دکھا رہا ہے مجھے گلشنِ ارم — حوریں پکارتی ہیں کہ آ منتظر ہیں ہم
پردے اُٹھے ہوئے ہیں نظر دُور جاتی ہے
گردوں سے مرحبا کی صدا مجھکو آتی ہے

۱۶۳ گھبرا کے بولے شاہ کہ ہاں ہاں! قسم نہ کھا — رستہ ہے یاں سے رات بسے کا نجف کو جا
بچنا مرا محال ہے، گر جان دی تو کیا — اے بھائی تو نہ صاحبِ دختر، نہ لے رضا
دامن کو آنسوؤں سے بھگوتی ہے رات دن
بیٹی تری ترے لیے روتی ہے رات دن

۱۶۴ رخصت کے وقت وہ جو بلکتی تھی دم بہ دم — وعدہ کیا تھا تُو نے کہ آئیں گے جلد ہم
روتی ہے انتظار میں وہ صاحبِ الم — آلودہ اس الم میں ہوں، میں بھی اسیرِ غم
آجکل کشیدہ رنج بلا و محن میں ہے
بیمار ایک میری بھی بیٹی وطن میں ہے

۱۶۵ بیٹی کا ذکر سن کے یہ بولا وہ خوش خصال — فرمائیے جناب سے کس نے کہا یہ حال؟
آگاہ اس سے کوئی نہیں غیر ذوالجلال — شاید بنے، علمِ غیب میں بھی آپ کو کمال
ہر شے کا علم آپ کو اس بے کسی میں ہے
یہ تو صفت امام میں ہے یا نبی میں ہے

۱۶۶ بتلائیے برائے خدا مجھ کو اپنا نام — فرمایا بے نوا، وطن آوارہ تشنہ کام
بے کس، عزیز مردہ، اسیرِ سیاہِ شام — عاجز، بلا رسیدہ، ستم دیدہ، مستہام
درد و غم و الم مرے حصّے میں آئے ہیں
یہ سب خطاب میں نے یہاں آکے پائے ہیں

۱۶۷ قدموں پہ لوٹ کر یہ پکارا وہ دردناک — اظہارِ اسمِ اقدسِ اعلیٰ میں کیا ہے باک
بتلائیے کہ غم سے مرا دل ہے چاک چاک — چپ ہو گئے تڑپ کے اس کے امام پاک
یہ تو نہیں کہا کہ شہ مشرقین ہوں
مولا نے مرحبا کے کہا میں حسینؑ ہوں

سر اپنا پیٹ کر دونوں کرا بشور و شین ۹۱ سب نے یہ کیا زباں سے کہا دل نے آہ کی
آئی ندا فلک سے کہ زہرا کا در حسین جنت علی کا سب ہے یہاں پنجتن کے بیچ

فاطمہ کا لال ہے سب سے بڑا حسین
بس کہہ دیا حسین نے سب کہہ دیا حسین

بیٹی ہے تو نے جس کے یہ زینت فزا ۹۲ سب نے خوب یہ کیا ہے کہ دونوں کو بر دیا
ویران ہے یہ شب و نجف اے مہ خوش لقا شب ہے یہاں بھی وہی وہی ہے وہاں بھی

زینت ہے یہ جو ذوالفقار حیدری پہ جاں پنی کھوئی ہے
زہرا و مرتضیٰ سے اسی بن میں ہوئی ہے

اُس بے وطن نے جبکہ مفصل سنا یہ حال ۹۳ غش کھا کے پائے شاہ پہ گرنا تھا کہ سنبھال
اُٹھا تڑپ کے جب تو پکارا بصد ملال یہ کیا قیامت آئی ہے اے فاطمہ کے لال

کیا تھی خبر کہ آپ اس آفت کے بن میں ہیں
میں تو یہ جانتا تھی کہ حضرت وطن میں ہیں

مدت سے تھی مجھے تو زیارت کی آرزو ۹۴ خوبی مرے نصیب کی یہ شاہ نیک خو
اب دیجیے رخصت کہ جگر غم سے ہے لہو مرجاؤں تیرے فوج سے حضرت کے روبرو

للہ چشمہ پاک کو اب نم نہ کیجیے
اب اس غلام زادے کا کچھ غم نہ کیجیے

شہزادیاں غلام کی ہوتی ہیں بے پدر ۹۵ کچھ غم نہیں یتیم وہ دنیا میں گر گئے
میں کیا مکان کیا مرا یا شاہ بحر و بر جب سب جہاں میں سے فی نمرہ گئے

گیتی ہو آج زیر و زبر ہم تو خوب ہے
اُلٹے تمام دفتر عالم تو خوب ہے

روکا بہت مگر کہیں رکتا تھا وہ دلیر ۹۶ تلوار لے کے فوج پہ جھپٹا مثال شیر
شیر جناں کے شوق میں تھا زندگی سے سیر بیتاب کر کے رن میں ہوئے زخموں سے وہ دلیر

دم بھر رہا تھا عشق شہ مشرقین کے
نعرہ تھا دم بہ دم کہ تصدق حسین کے

۱۷۴ بدر الدجیٰ حسینؑ و شمس الضحیٰ علیؑ
لگتا تھا زخم جب تو وہ کہتا تھا یا علیؑ
مرشد علیؑ امام علیؑ رہنما علیؑ
کشتی علیؑ جہاز علیؑ ناخدا علیؑ
عازم ہوں سیرِ گلشنِ دارالسلام کا
دریائے غم سے پار ہے بیڑا غلام کا

۱۷۵ ریتی پہ ٹکڑے ہو کے گرا وہ فلک مقام
اُس بے وطن پہ ٹوٹ پڑی جب سپاہِ شام
زخمی تھے خود پہ اُس کے سرہانے گئے امام
گودی میں لے کے زانو پہ رکھا سرِ غلام
رو کر پکارتے تھے یہ اُس خوش نصیب کو
اے بھائی جان چھوڑ چلے اس غریب کو

۱۷۶ اے تشنہ لب حسینؑ کے غم خوار الوداع
اے بے وطن کے یارِ وفادار الوداع
اے شیرِ ذوالجلال کے زوّار الوداع
جو خوش نصیب ہیں یوں ہی جنت میں جاتے ہیں
گھبرائیو نہ ہم بھی ترے بعد آتے ہیں

۱۷۷ ہنستا تھا، دونوں آنکھوں کو کھولے وہ ذی وقار
فرما کے یہ حسینؑ تو روتے تھے زار زار
پوچھا سبب خوشی کا، تو بولا وہ دل فگار
اے نورِ چشمِ احمدِ مرسل ترے نثار
جلوہ خدا کے نور کا ہے میرے سامنے
مشتاق جن کا تھا، انھیں دیکھا غلام نے

۱۷۸ فرزند کہہ کے لیتے ہیں شفقت سے میرا نام
بالائے سر کھڑے ہیں رسولِ فلک مقام
فرماتے ہیں کہ پی اسے گر تو ہے تشنہ کام
دستِ علیؑ میں چشمۂ کوثر کے دو بدو جام
باقی ہے دوست دار مرے نورِ عین کا
حصہ ترا یہ ہے تو وہ حصہ حسینؑ کا

۱۷۹ نام ان کو قلم نے لکھا عرش پر ترا
حق نے کہا تھا فخر کا وسیلہ ہنر ترا
اب جنتِ نعیم میں ہوگا گذر ترا
ہمسایۂ رسولِ خدا میں ہے گھر ترا
حوریں ہیں باغِ خلد میں خدمت کے واسطے
آیا ہوں خود میں تیری زیارت کے واسطے

رونے لگا یہ شاہ سے کہہ کر وہ تشنہ لب ۱۸۰ فرمایا آپ نے یہ رونا ہے کیا سبب
کی عرض اُس نے اے خلف سیدالعرب تنہائی حضور کا صدمہ ہے دل پہ سب

رخصت ہو تن سے روح کی ہے بے قرار ہوں
مہلت ہو دے اجل تو پھر اُٹھ کر نثار ہوں

مجھ کو ہے غم حضور کا، حضرت کو غم مرا ۱۸۵ اب کون جلد بنے گا، گیا وقت اب مرا
منہ ڈھانپ دیجیے، شہ عالی ہمم مرا پڑھیے کوئی درد کہ نکلے دم مرا

کیا وقت ہے کسی سے ہمارے حضور پہ
کس سے کہوں کہ شہ کو ہے رنج غرور پہ

یہ کہتے کہتے آہ، وہ زوّار، مر گیا ۱۹۰ بے کس کا بے وطن کا مددگار مر گیا
شیدائے نام حیدرِ کرّار، مر گیا شبیر روتے رہ گئے غمخوار مر گیا

لاشے سے اُٹھ کے جانے کے خیمہ گاہ میں
پھر گھر گئے حسینؑ عدو کی سپاہ میں

اب کیا کہوں انیس کہ سید پہ کیا ہوا ۱۹۵ تڑپے حسینؑ شورِ قیامت بپا ہوا
برباد خاندانِ رسولِ خدا ہوا سجدے میں تن سے فرق مبارک جدا ہوا

پُرخوں قبائے سیدِ لولاک لٹ گئی
عریاں حسینؑ رہ گئے پوشاک لٹ گئی

۱۱

۱ جب خیمے میں رخصت کو شہِ بحر و بر آئے
چلّائی سکینہ مرے بابا کس پر آئے
حضرت کو جو ناموسِ پیمبر نظر آئے
رو کر کہا ہم قبر میں اصغر کو دھر آئے

لو بیبیو شبیر جہاں سے سفری ہے
اب فاطمہ کا لال چراغِ سحری ہے

۲ تنہا ہوئے کس طرح نہ ہم مرنے کو جائیں
تو تڑپیں کہ عمو کے عوض خوں میں نہائیں
عباس ہیں تو نہر پہ ہاتھ اپنا کٹائیں
اکبر ہیں جو بابا کی عوض برچھیاں کھائیں

یاور کوئی جز بے کسی و یاس نہیں ہے
اصغر بھی موئے اب تو کوئی پاس نہیں ہے

۳ تقدیر میں جو داغ اٹھانے تھے اٹھائے
ان آنکھوں سے فرزندوں کے لاشے نظر آئے
کبریٰ سا پسر مر گیا ہم مر نہ پائے
خالق مجھے اس قید سے جلد ملائے

کس سے کہوں جو ہجر عزیزاں کا قلق ہے
دن مرنے سے بدتر ہے جو یہ رنج کا شق ہے

۴ تم سب کو کیا خالقِ کبریٰ کے حوالے
زہرا کے حوالے کیا حیدر کے حوالے
سب گھر ہے مرا حضرتِ شبر کے حوالے
ہے میری سکینہ مری خواہر کے حوالے

ماتم میں رہے نام و نشاں یاد رہے گی
ہاں نیزہ و سر دوشِ سناں یاد رہے گی

۵ تھرائے گی دنیا تہِ گردوں جو یہ تیغ
ہو جائے گی دنیا سے کہ مارے گئے اصغر
بے ماں کی بلا آئے ستمگر پہ یہ کہہ کر
غربت یہ ترے طفل جیے گی مری دختر

کون اس کے جنازے کو اٹھائے گا ہمارے بعد
چھاتی پہ تڑپ کون سلائے گا ہمارے بعد

افسوس میں پیارے یہ سب ہو نہ سکے
چھلنے کی لگے کام میں آنسو نہ سکے

بیمار کے بانہے جب تم سرہن میں
بیٹھو نہ بغل کے تم جب ہو نہ سکے

کہہ کر یہ سخن رونے لگے سید کرد
تم سے تو ہمیں باپ ہو ایسے نہ سکے

ہے پیٹ کے زینب کا بہت حال تباہ
کچھ کھانے کی لے لے کے کہیں ہو نہ سکے

بیمار کی بانہے جب تم سرہن میں
بیٹھو نہ بغل کے تم جب ہو نہ سکے

جاتے ہو تو ہمرہ بہن کو لیتے جاؤ
میں تیرے تصدق تو یہاں رہ نہ سکے

جب غش میں سر پاک کو تربت پہ جھکاؤ
میں تھامے ہوں تا تم سے پٹکا نہ سکے

تب تم میں تشفی و تسلی نہ دوں گی
مر جاؤں گی پر آپ کو مرنے نہ دوں گی

بابا نہیں اماں نہیں بیٹے بھی نہیں پاس
پردیس میں سے کون بجز تم کے ہیں میرا

اس خواہر غمگیں کو فقط آپ کی ہے آس
بعد آپ کے کرنے کو نہیں کوئی مرا پاس

ہر شب میں سرہانے میں دل خستہ بچھاؤں گی
صدقے گئی در در میں رن بستہ بچھاؤں گی

رونے لگی زینب سے یہ سن کر شہ ابرار
چھاتی سے لگایا تھا بدیدہ خوں بار

فرمایا کہ دے صبر تجھے یزد غفار
وقت یہی ہے صبر کا اے ہمشیرہ زار

کس طرح نہ مرنے کا ارادہ کرے زینب
بے مرضی خالق تو یہی کیا کرے زینب

جانے دو بہن خالق اکبر کی قسم ہے
روکو نہ ہمیں تم کو پیمبر کی قسم ہے

زہرا کی تمہیں روح مطہر کی قسم ہے
بس صبر کرو تم کو مرے سر کی قسم ہے

تنہائی سے دم سینے میں گھبراتا ہے بھیا
اب ٹھہروں تو دھڑکے میں نکلا جاتا ہے بھیا

یہ سن کے گری زینبِ دلگیر زمیں پر ۱۲ چلائی کہ دنیا سے چلے ہائے برادر
پہنچی نے کہا دیکھ کے بانو کو کھلے سر صاحب کہو کیا حال ہے کیوں پھینک دی چادر؟

لب پر کبھی نالہ ہے، کبھی سینہ زنی ہے
ہم تو ابھی جیتے ہیں، یہ کیا شکل بنی ہے

رو کر کہا بانو نے کہ یا سبطِ پیمبر ۱۳ کچھ ہوش نہیں جب سے موئے ہیں علی اکبر
کس طرح میں چھاتی کو نہ پیٹوں مرے سرور اکبر ہی کو روتی تھی، کہ مارے گئے اصغر

جینے کی نہیں، دل پہ بڑا رنج و تعب ہے
آقا نے بھی لونڈی کو جو چھوڑا تو غضب ہے

شہ نے کہا بانو یہی قسمت میں لکھا ہے ۱۴ تقدیر سے کچھ زور نہیں، صبر کی جا ہے
آیا ہے جو دنیا میں، وہ اک روز فنا ہے گھبراؤ نہ ہر دکھ میں، مددگار خدا ہے

دو بیٹے فدا کر چکی ہو راہِ خدا میں
شوہر کو بھی قربان کرو راہِ خدا میں

پیغام رنڈاپے کا سنا شاہ سے جس دم ۱۵ یہ روئی کہ بے ہوش ہوئی بانوئے پُرغم
عابدؑ کے سرہانے گئے روتے شہِ عالم بازو کو ہلا کر کہا با دیدۂ پُرنم

کیا غش میں ہو رخصت کو پدر آیا ہے بیٹا
اٹھو کہ وصیت کو پدر آیا ہے بیٹا

ہا ہا کہ مدت کے اُسے ہوش جو آیا ۱۶ اُٹھا نہ گیا، سر قدمِ شہ پہ جھکایا
سر بیٹھ گئے اور اُسے آہستہ اٹھایا منھ دیکھ کے عابد نے یہ حضرت کو سنایا

روشن ہوئیں آنکھیں شہِ والا نظر آئے
بس اب ہوئی صحت کہ مسیحا نظر آئے

شہ نے کہا دے تجھ کو شفا ایزدِ غفار ۱۷ جاتا ہے پدر مرنے کو اے عابدِ بیمار
خیمے کے جلانے کو اب آئیں گے جفا کار رہنا حرمِ پاک سے بلوے میں خبردار

اس گھر کے بس اب مالک و مختار تمھیں ہو
بے وارثِ رانڈوں کے مددگار تمھیں ہو

سمجھاتا ہوں جو کچھ وہی کرنا مرے دلدار ۰ ہی بندے کروں میں تو مستوجبِ آزار
نہ ڈرائیو سر دیکھتے ہی خوف کرے بار ۰ کہ دیکھو تم مرے بیٹے ہیں نہ ہو شرمسار

فرزند ہو تم بنتِ شہ عترتِ شاہ
پابند رہو سلسلۂ صبر و رضا کے

اور اک یہ وصیت ہے یاد اے مرے جانی ۰ کیجو نہ فراموش یہ کی تشنہ دہانی
چوبیس پہر گذرے ہیں پایا نہیں پانی ۰ دیں پانی کو بدلے مرے لشکر کے پانی

تم فاقہ بابا کا نہ دیکھو بیٹا
اور پیاسی سکینہ کو نہ دیکھو بیٹا

اور سوئے وطن جانیو جب قید سے چھوٹ کر ۰ عترت سے یہ کہیو میں جب تھا ستمگر
بی بی تجھے بھولا نہیں میں بے کس و مضطر ۰ تھی یاد تری دل میں مرے تا تہِ خنجر

تقدیر نے زندہ ہمیں پھیرا نہ سفر سے
اب حشر میں ہو روئے نبی ملاقات پدر سے

سجادؑ نے حضرت سے کہا تھام کے رقت ۰ کیا بندے کو مولیٰ نہ دیتا یہ اجازت
اس قیدِ مصیبت سے تو بہتر ہے شہادت ۰ بن آپ کے ہے زیست مرے حق میں قیامت

یہ شدتِ تپ اور یہ تنہائی ہماری
گر آپ نے چھوڑا تو اجل آئی ہماری

شہ نے کہا صدقے ترے مظلومی کے تیئں ۲۲ اے عابدِ بے کس نہ ہو یہ تجھ سے مری جاں
کس طرح سے تو حلق دھرے گا تہِ شمشیر ۰ پیاسے ترے بھائی میں تو ہے خوف کا تیر

تا زیست تجھے باپ کے ماتم میں ہے رونا
چالیس برس تجھ کو مرے غم میں ہے رونا

ہر چند کہ ہے تم پہ فراقِ پدری جبر ۲۳ جب تم نہ ہوئے کون بناوے گا مری قبر
آجائے گا غش روؤ نہ بیٹا صفتِ ابر ۰ ہے گھر میں نہ ہم آئیں گے بابا کو کریو خبر

ناموس رسولِ دوسرا کو تمہیں سونپا
سونپا تمہیں گھر اور خدا کو تمہیں سونپا

غش ہو گئے سجّادِ حزیں سن کے یہ تقریر ۲۴ روتے ہوئے میداں کو چلے تھامے ہوئے شبیر
صدمے سے ہوا زرد رخِ زینبِ دل گیر بھتیجے کے کہا بانو نے' جب سے مری تقدیر
اٹھتے ہے مرے شاہ کا سایا مرے سر سے
لوگو! میں چھٹی جاتی ہوں زہرا کے پسر سے

سمجھاتے تھے ایک ایک کو شہ بادلِ ناشاد ۲۵ اے بیبیو. بے فائدہ ہے نالہ و فریاد
بھولو ہمیں اب خالقِ اکبر کو کرو یاد شاکر رہو ہر دکھ میں کہ حق کا ہے یہ ارشاد
یہ سن کے ہر اک تھامتی تھی شبیہِ کی صورت
شہ دیکھتے تھے رو رو کے ہمشیہ کی صورت

خیمے سے برآمد ہوئے آخر شہِ صفدر ۲۶ سب بیبیاں ڈیوڑھی پہ ردائیں کھولے ہوئے سر
کیا کیجئے بیاں بے کسیِ سبطِ پیمبر بیٹا' نہ بھتیجا' نہ علم دار' نہ لشکر
تھا اک جو رکاب آپ کی اتنا نہ کوئی تھا
رہوار تھا' یا اکبرِ دلشادِ نبوی تھا

کس یاس سے ہر چار طرف تکتے تھے سرور ۲۷ دکھلائی نہ دیتا تھا کوئی مونس و یاور
رو کر کبھی چلاتے تھے آؤ علی اکبر دن تھام کے کہتے تھے کبھی ہائے برادر
لو جلد خبر بے کس و بے یار ہیں عباس
تم تھے مرے رکاب آ کے تو اسوار ہوں عباس

رو رو کے یہ کہتے تھے شہنشاہِ دو عالم ۲۸ مظلومیِ شبیر پہ تھا خیمہ بدر تم
ہر گز نہ زینب کو قرار آیا نہ اس دم چھٹتی تھی ڈیوڑھی سے نکلی وہ بسد غم
اے بھائی دکھ وں کے تنہائی تمہاری
تھامے گی رکاب آج یہ ماں جائی تمہاری

شہ نے کہا زینب تری الفت کے میں قربان ۲۹ بھائی کے لیے پردے تھا تم کو نہ یاد آیا
پہ گھوڑے کے نزدیک گئے سرورِ ذیشان رو رو کے کہا' بوبہن! اللہ نگہباں
زینب نے رکھا ہاتھ رکابِ شہ دیں پر
شبیر ہوئے جلوہ نما خانہ زیں پر

میدان کو چلے سید ابرار کی نورس ۲۰ زینب کی نہ تھمتی تھی کسی طرح دلاسی
جنگاہ میں پہونچا اسد یزداں کا برادر ۔۔۔ تن خیمہ سے دیکھ کئے اپنا نہ پرایا

کیا رعب تھا کیا دبدبہ تھا ابن علیؑ کا
تنہا کئی دن پہ تھا بہت سی کا

بچپن کا تھا مرکب تہ رن بانکی تتن ۔۔۔ وہ وقت تھا کہ تھا نہ کوئی ان کا ہمسر
کہتے تھے ستم گار زہے قوت و تمکیں ۔۔۔ دیکھو نہ ذرا شوکت شیر نر خونخوار

سب تشنہ کئی دن سے تھے مضطر و شکیبا
پر شیر تھے میدان میں خیمے تھے جو زیبا

دن ہوگیا بھوکے پیاسے تھے جناب ۔۔۔ ہر چند حریم شہ والا تھے مضطر
ہیں نرگسی آنکھیں تو ہے چہرہ گل شاداب ۔۔۔ سب غیرت یوسف تھے ولیکن زر خوش آب

آئینہ ہے گردن تو صراحی سا گلا ہے
حضرت کا بدن نور کے سانچے میں ڈھلا ہے

اتنے میں ہوئے بڑھ کے رجز خواں شہ صفدر ۲۲ پہنچے نہ مرے رتبے کو اے قوم ستمگر
نانا ہے پیمبر مری ماں بنت پیمبر ۔۔۔ بھائی حسن سبط نبی اور علی زور

میں سرورِ ان چمن شیر خدا ہوں
واللہ ڈرو مجھ سے میں شمشیر خدا ہوں

تم وہ ہو کہ لکھ لکھ کے خط شوق بلایا ۲۴ میں وہ ہوں کہ گھبرا کے گئی موت بھی آہ
تم وہ ہو کہ بے جرم و خطا مجھ کو ستایا ۔۔۔ میں وہ ہوں کہ شکوے کو سخن تب نہ ملا یہ

تم وہ ہو کہ تصویر پیمبر کی مٹا دی
میں وہ ہوں کہ جس نے تمہیں بخشش کی دعا دی

بے جان کیے تم نے مرے یاور و ہمدم ۲۵ میں رہ گیا سب جانب فردوس سدھارے
تم جنس وفا رہتے ہو دریا کے کنارے ۔۔۔ بچے ہوئے ہیں مرے پیاس کے مارے

مہماں کو بھی ایذا کہیں دنیا میں کئی ہے؟
پانی نہیں دیتے ہو یہ کیا بے ادبی ہے؟

کچھ بولے نہ حضرت کے سخن سُن کے ستمگار ۲۶ اک بار بے ہل، ہوئی تیروں کی بوچھار
کی سبطِ پیمبرؐ نے علم تیغِ شرر بار بجلی کی طرح، جا ہی پڑا فوج میں رہوار
دم بند ہوئے تیغ سے بیدادگروں کے
ہر چار طرف چھا گئے بادل سپروں کے

کس سے ہو بیاں تیزیِ تیغِ شہِ عالم ۲۷ ہنگامِ رقم حرف کٹے جاتے ہیں باہم
کہیے اسے برقِ غضبِ خالقِ اکرم خونریز، وجفا کار، وسر انداز، شرر دم
جس غول پہ بجلی سی وہ جا پڑتی تھی تھم کے
سر گرتے تھے مانندِ تگرگ اہلِ ستم کے

میداں میں زبس خون کے دریا کا ہوا جوش ۲۸ مچھلی کی طرح لوٹتے پھرتے تھے زرہ پوش
نامی جو بہادر تھے، نہ تھا ان میں ذرا ہوش تھا شور کہ بس شمعِ حیات اب ہوئی خاموش
کیا جاتے بھلا سبطِ پیمبرؐ کے برابر
اک برق نکل جاتی ہے دو کر کے برابر

کیا تیغ تھی کیا ضرب تھی العظمۃ للہ ۲۹ یاں کوہ جو ہووے تو کٹے مثلِ پرِ کاہ
دم لینے نہ دیتے تھے کسی کو شہِ ذی جاہ دوزخ کی طرف رن سے چلے جاتے تھے گمراہ
سو جان سے فدا ضربتِ دستِ شہِ دیں پر
کتنے ہی تڑپتے نظر آتے تھے زمیں پر

کرتا ہے علم سیفِ زباں رادیِ پُرغم ۳۰ لڑتے ہوئے دریا پہ جو پہنچے شہِ عالم
تھے گھاٹ جو روکے ہوئے واں سیکڑوں ظالم اک حملے میں ان سب کو کیا درہم و برہم
آئی جو ہوا، اسپِ شہِ تشنہ دہاں کو
لٹکا دیا پانی پہ نظر کر کے زباں کو

حضرت نے جو دیکھا کہ بہت تشنہ ہے رہوار ۳۱ ٹھہرا کے اسے ڈال دیا نہر میں اک بار
فرمایا کہ یہ اب ہو اسپِ وفادار پر چھا ہے ابھی گھیر نہ لیں پھر کہیں کفار
اور میں تو کبھی پانی سے لب تر نہ کروں گا
پیاسے ہوئے عباس میں پیاسا ہی مروں گا

بے تاب ہوئے بن پانی تڑپے کربلا کے شیر ۔۔ ہاتھوں پہ سے تشنہ دہن رکھے ہوئے
دم توڑتی ہے خیمے میں پیاسی دلہن بشیر ۔۔ کہتی ہے تو نہ جا کہ نہیں پانی پیو کے گھر

اب دل کو ہے ملال و کدورت کی ہوس نہ ہے
اور حلق کو آب و طعام و نعمت کی ہوس نہ ہے

راکب کی جو تقریر یہ گھوڑے نے سنی ۔۔ اک نہر کی ہونی تھی آنسوؤں کی جھڑی لگی
رو رو کے یہ کی عرض کہ اے شاہِ دیں پناہ ۔۔ سب بچے ہیں بے آب نہ بچے ہیں نہ پانی

حیرت کی ہے یہ بات کہ ہیں سب سے بے خبر
میں بھی نہ پیوں گا آپ نہ پیویں اگر نہ ہوں

رونے لگے یہ سن کے شہِ تشنہ لب پہ ۔۔ آنسو تھے کہ پانی کے چھلکتے تھے نہر پر
چاہا جو ہیں شہ نے کہ لبِ خشک کریں تر ۔۔ چلا کے یہ تب کہنے لگا یک بیک مضطر

پانی سے ابھی حلق نہ تر کیجیے حضرت
گھر لٹتا ہے ہاں جلد خبر لیجیے حضرت

تاراج ہوا اہلِ حرم کا زر و زیور ۔۔ سیدانیاں خیمے سے نکل آئی ہیں باہر
یہ سنتے ہی شاہِ دو جہاں ہو گئے مضطر ۔۔ اس پانی کو بس پھینک دیا مشک کے اندر

لے تیغ دو دم ہاتھ میں گھوڑے پہ سنبھل کر
خیمے کو گئے دیکھنے دریا سے نکل کر

گھر سیدِ مظلوم کو سونا نظر آیا ۔۔ مضطر تھے کہ زینب کی طرف کان نہ دیا
غربت کے لٹنے کو جو دیکھا تو سنایا ۔۔ اے جانی خواہر ذرا آنسو تو پونچھ لو

گھر ہو گیا ویران علی اکبر گئے سارے
آنچل کو ہے پھیلائے ہوئے زینب بیچارے

رو رو کے یہ کہتے تھے یہ سجاد پیمبر ۔۔ بس بس یہ ہے خونِ ستمگار سے بہتر
تیرا یہ پڑے پھن کہیں سارا تنِ انور ۔۔ ہے ہے یہ بنے برچھیوں کا ورنہ ہو پنجر

ٹکڑے ہوا تیغوں سے عمامہ سر دیں کا
آوندہ خوں ہو گیا جامہ شہِ دیں کا

زخمی جو بہ شدت ہوا زہرا کا وہ جانی ۴۸ طاقت تو گھٹی اور بڑھی تشنہ دہانی
تلواریں لگاتے تھے کھڑے ظلم کے بانی ہونٹوں پہ زباں پھیر کے شہ کہتے تھے پانی
کرتا تھا کوئی رحم نہ اس تشنہ دہن پر
پانی کے عوض تیر برستے تھے بدن پر

فرماتے تھے افسوس نہ رتبہ مرا جانا ۴۹ اے ظالمو! اچھا نہیں زہرا کا ستانا
سمجھے ہو گناہ پیاسے کو پانی کا پلانا ملبوسِ نبی کرتے ہو، تیروں کا نشانا
تلواریں یہ سب چلتی ہیں حیدر کے جگر پر
پڑتے ہیں یہ سب تیر پیمبر کے جگر پر

سنتے تھے نہ مظلوم کی فریاد ستمگر ۵۰ اک پیاسے پہ ٹوٹا ہوا تھا شام کا لشکر
بہہ کے لہو زخموں سے گرتا تھا زمیں پر رہوار بھی مجروح تھا، تیغوں سے برابر
لگتے تھے جو پیکانِ ستم چہرے پہ آکر
ہر مرتبہ خوں جھاڑتا تھا، سر کو پھرا کر

اتنے میں چھدا تیر سے حلقِ شہِ ابرار ۵۱ پیکانِ ستم گردنِ انور سے ہوا پار
حلقوم سے کھینچا جو ہیں، وہ ناوک خونخوار فوارے کے مانند چھٹی خون کی اک دھار
صدمہ تھا عجب دوشِ محمد کے مکیں پر
گرتا تھا گریبان سے لہو دامنِ زیں پر

پیشانی پہ اک تیر لگا اور بھی کاری ۵۲ آلودہ خوں ریشِ مبارک ہوئی ساری
مل مل کے لہو چہرے پہ وہ عاشقِ باری کہتا تھا کچھ امت نے نہ کی قدر ہماری
فردوس میں جا کر یونہی بابا سے ملوں گا
جنت میں اسی طرح میں مانا سے ملوں گا

ناگاہ بن وہب نے اک برچھی لگائی ۵۲ تھی زہر میں ظالم نے سناں اس کی بجھائی
وہ دلبرِ زہرا کے کلیجے میں در آئی گردن شہِ مظلوم نے ہرنے پہ جھکائی
سنبھلا نہ گیا دوشِ محمد کے مکیں سے
یا شیرِ خدا کب کے گرے خانہ زیں سے

سب زخم بدن پیٹ کے رہ جاتے ہیں جس پر ۴۴ اتنی کی تمر بدن کو نہیں آتے ہیں جس پر
آلودہ ہوئے خاک سے گیسو مژہ تر ۴۵ تھرائیں نہ کیوں خاک پہ زینب کے جگر پر

تھی خشک زبان بند نہ کھلتے تھے لب خشک
منھ سوکھ کے کانٹا ہوا جلتے تھے لب خشک

چلاتی تھی ڈیوڑھی پہ کھڑی ہو ہر شیون ۴۶ ہر بین سے تھی خیموں کے جلتے ہوئے روغن
دم توڑتے ہو پانی پلاتے نہیں بے پیر ۴۷ بچوں کی تڑپ کا نہیں کرتے ہیں کچھ اب فکر

تلوار لیے پہرے پہ تھا ہر ظالم کے
ہیں آپ کے خیمے میں سکینہ و علی کے

ریتی پہ تڑپتے ہو تمھیں کون سنبھالے ۴۸ بے بس ہے کہ آنسو بھی نہ پونچھے ہیں تمھارے
ہے ہے کہوں کس سے کہ تمھیں پانی پلائے ۴۹ بے تاب ہے ماں جان تڑپ کر نہ سکھائے

یا حیدر و عباس تمھیں صدقے کو پہونچو
بھائی کا گلا کٹتے ہے فریاد کو پہونچو

فریاد سنی زینب ناشاد کی جس دم ۵۰ خیمے کی طرف تکنے لگے سید کرم
دیکھا کہ یہ ہے خواہر غم دیدہ کا عالم ۵۱ سینہ پہ طمانچوں سے ہے رونے کا یہ ماتم

تھامے ہیں کئی بیبیاں اس خستہ جگر کو
اس صدمے سے غش آ گیا زہرا کے پسر کو

لشکر سے بڑھا شمر لعیں کھینچ کے خنجر ۵۲ فریاد ہے چھاتی پہ چڑھا شہ کی ستمگر
زانو سے دبا سینہ مجروح جو سرور ۵۳ اس وقت ہوا منھ سے نکلنے لگا کافر

خنجر کو رکھا شہ کے گلے پر جو لعیں نے
تکبیر کہی کھول کے سر شہ زمیں نے

ظالم کو زباں سوکھی دکھائی کئی بار کی ۵۵ پانی نہ دیا ذبح کیا کرنے وہ ناری
جب تک کہ نہ گردن کی رگیں کٹ چکیں ساری ۵۶ تکبیر رہی شہ کے لب خشک پہ جاری

جس وقت جدا ہو گیا سر تیغ سے کٹ کر
خم ہو گیا قبلے کی طرف جسم الٹ کر

غُل بڑ گیا بے سر ہُوا سردارِ دو عالم ۶۰ خنجر سے دل و جان نبیؐ ہو گیا بے دم
خاموش انیسؔ اب کہ پڑا بزم میں ماتم اب خالقِ اکبر سے دعا مانگ یہ اس دم

غیر از غمِ شبیرؑ کوئی غم نہ ذرا دے
یارب مجھے تو قیدِ تفکر سے چھڑا دے

نکلی جو رن میں تیغ حسینی غلاف سے
بجلی بڑھی چمک کے جو دشت قاف سے
طبقے فلک کے صورت ہفت بال سے
ذب کر پہاڑ نکلے دمن سے جلال سے

۳ لرزہ تھا تحت و فوق و جنوب و شمال میں
مضطر تھے شش جہت کے مکیں ایک حال میں
شہ کا غضب نمونۂ قہر الٰہ تھا
تلوار کیا تھی شعلۂ برق سیاہ تھا

۴ راحت میں جن و انس و ملک کی خلل پڑے
کھا کھا کے جوش خاک سے چشمے ابل پڑے
اُلٹی زمیں سجوں کے دلوں پر یہ بن گئی
پریوں کے ہوش اُڑ گئے جب ذبح پہ ٹھن گئی

۴ اٹھا جو الحفیظ کا روحانیوں میں شور
چلّائے گرگ و شیر و غزالاں و مور و مور
اُلٹے ہیں مثلِ شیرِ خدا آستین کو
اے کردگار عرش بچا لے زمین کو

۵ جنگل میں تھی علم، جو وہ تیغِ شرر فشاں
غار، اژدروں سے چھٹ گئے شیروں سے نیستاں
مانندِ موج، مچھلیوں میں اضطراب تھا
زہرا ہر ایک سنگ کا، پانی میں آب تھا

۶ تاریک تھا چکاروں کی آنکھوں میں سب جہاں — مضطر تھے شیر و گرگ نکالے ہوئے زباں
بن سے سیاہ گوش بھی بھاگے دبا کے کاں — غُل تھا یہ دام و دد میں کہ کیوں نکر بچے گی جاں
تیغِ علیؑ عَلم تھی، جو دشتِ قتال میں
چیتوں نے منہ چھپائے تھے گینڈوں کی ڈھال میں

۷ گھڑیال زیرِ آب تھے مضطر اِدھر اُدھر — جاگہ پناہ کی کہیں ملتی نہ تھی مگر
تھی مچھلیوں کے چہروں پہ گرداب کی سپر — بڑی میاں بحر تھے بحری میان بر
گھر چھُٹ گئے تھے، جانوروں کے یہ رنگ تھے
خشکی میں تھے نہنگ تری میں پلنگ تھے

۸ غُل تھا کہ ضربِ تیغِ علیؑ سے خدا بچائے — یہ برق دیکھیے کسے پھونکے، کسے جلائے
قہرِ خدا سے بچ کے کوئی کس طرف کو جائے — بچ جائے آج جو وہ دوبارہ حیات پائے
فولاد ہو کہ سنگ، یہ منہ موڑتی نہیں
بے دو کیے کسی کو کبھی چھوڑتی نہیں

۹ اعدا پہ جبکہ تیغِ شہ لافتا چلی — بچتی ہوئی بُرش سے جلو میں قضا چلی
غُل پڑ گیا کہ صرصرِ قہرِ خدا چلی — اک دم میں سرتنوں سے اُڑے یہ ہوا چلی
غُل تھا غضب حُسینؑ کا قہرِ الٰہ ہے
بادِ فنا سے گلشنِ ہستی تباہ ہے

۱۰ تھرا رہے تھے شیر زنے ہیبتِ حُسینؑ — گیتی کو زلزلہ تھا زہے شوکتِ حُسینؑ
فاقوں میں کم ہوئی تھی نہ کچھ طاقتِ حُسینؑ — اِک قدرتِ خدا تھی خوشا قدرتِ حُسینؑ
سوکھی ہوئی زباں پہ کسی کا گِلا نہ تھا
سولہ پہر ہوئے تھے کہ پانی ملا نہ تھا

۱۱ فاقوں سے رنگ زرد تو لب پیاس سے کبود — چہرے سے تھا جلالِ جہاں آفریں نمود
کرتا تھا نورِ حق جو سوئے آسماں صعود — تسبیح پڑھ رہے تھے ملک، اور بشر درود
تھم جاتے تھے حسینؑ جو تلوار تول کر
حوریں بلائیں لیتی تھیں عرفوں کو کھول کر

وہ ماہ رخ پہ ہالہ گیسو نے تاب دار ۱۲ خوشبو پہ جس کی نکہتِ باد بہشت نثار
تھا فاطمہ کا رشتۂ جاں اُن کا تار تار قرباں ہر ایک تار پہ سو نافۂ تتار

گیسو نہ تھے رُخِ نجف بوتراب پر
تھی جذبِ سایہ ورق آفتاب پر

سر لوحِ مصحفِ رُخِ پُرنور ہے جبیں ۱۳ آئینہ کی طرح سے نہ جس میں شکن نہ چیں
مرآتِ نورِ حق، قمرِ آسمانِ دیں قطرے عرق کے رشک وہ گوہر میں

چھڑکاؤ تھا گلاب کا اس سرزمین پر
گرتے تھے ٹوٹ ٹوٹ کے اختر زمین پر

وہ اوجِ ذوالفقار، وہ جُنبشِ بھوؤں کا بل ۱۴ کہ نخلِ قد دکھاتا تھا تیغوں کے تین پھل
ہلتے تھے غیظ سے، جو وہ ابروئے پُرخم گویا پروں کو توڑ تھا طائرِ اجل

پلکوں کے تیر سب کے کلیجوں کے پار تھے
کھینچی تھی یاں کماں، اُدھر اہداف نگار تھے

آنکھیں وہ نرگسی کہ غزال آنکھ کو چُرائے ۱۵ ہنگامِ غیظ شیر پہ چتون کہاں سے لائے
پنجے سے اس ہژہ کے، وغا میں خدا بچائے زہرہ ہے آب آب جگر یوں نہ تھے تھے

سمجھو نہ دُور آنکھ ملانے کی دیر ہے
پتلی ہے چشم میں کہ ترائی میں شیر ہے

ابرو ہیں نونِ حسن تو چشمِ حسیں ہے صاد ۱۶ محرابِ کعبہ وہ ہے، تو یہ قبلۂ مراد
گو یہ جدا جدا ہیں، پہ ہے عین اتحاد دیکھے عدو جو کور نہ ہو چشمِ اعتقاد

لاریب نورِ چشمِ نبیؐ و علیؑ یہ ہے
نقشِ جلی ہوا کہ خدا کا دین یہ ہے

رخسار ہیں وہ گل، جنھیں خوفِ خزاں نہیں ۱۷ ٹکڑے ہیں لعل کے، لبِ شیریں بیاں نہیں
ہے ماہیِ محیط، فصاحت زباں نہیں یہ شرطِ نازکی ہے کہ گویا دہاں نہیں

باتوں میں بند ہیں فصحا کائنات کے
صدقے ہیں بات بات پہ کوزے نبات کے

سو کہے لبوں پہ لعلِ بدخشاں نثار ہیں ۱۸ دانتوں کے نُور پر دُرِ غلطاں نثار ہیں
تابندگی پہ اخترِ تاباں نثار ہیں یہ آب ہے کہ قطرۂ نیساں نثار ہیں

ایسے گہر نہیں کہیں بحرِ عمیق میں
گویا چمک رہے ستارے عقیق میں

وہ لعلِ لب، وہ روئے مطہّر، وہ ریشِ شاہ ۱۹ ہیں ایک جا، ہلال و شبِ قدر و نورِ ماہ
کیا خوشنما ہے، گردِ قمر ہالۂ سیاہ ہے صبح و شام ایک جگہ کیجیے نگاہ

ہے رتبہ رخِ شہِ ذیشاں، کھُلا ہُوا
دیکھو دھرا ہے رحل پہ قرآں، کھُلا ہُوا

مدح گلوئے پاک کوئی کیا کرے بھلا ۲۰ محبوبِ کبریائے سُرا جس پہ منھ ملا
حیرت ہے کیوں الٹ نہ گیا دشتِ کربلا خنجر سے کٹ گئیں وہ رگیں اور وہ گلا

بخشا فروغ جس نے یہ ایماں کے طُور کو
سر کاٹ کر بجھا دیا اُس شمعِ نُور کو

وہ دوشِ پاکِ بادشۂ آسماں وقار ۲۱ ہے کُل کی عاصیوں کی شفاعت کا جس پہ بار
بازو وہ ہیں کہ بازوئے دیں جن سے اُستوار ساعد سے زور، دست یدِاللہ، آشکار

سب پر کھُلی ہے عقدہ کُشائی حضور کی
روشن ہے انگلیوں سے کہ ہیں شمع نور کی

ہر دم اُٹھا کے ہاتھ یہ فرماتے ہیں سخن ۲۲ عالم میں خمسہ نجبا ہیں شۂ زمن
کیوں جانتے ہو کون ہیں دنیا میں پنجتن میں اور نبیؐ و فاطمہؑ و حیدرؑ و حسنؑ

وہ رکن جب سے اُٹھ گئے، رنج و بلا میں ہوں
اب میں فقط، مخمسِ آلِ عبا میں ہوں

اعضا میں کیوں نہ ہاتھ کا ہو مرتبہ بلند ۲۳ دستِ کرم وہ ہے کہ خدا کو بھی ہے پسند
ہے پنجتن کی ذات سے سب خلق بہرہ مند پانچ انگلیوں میں ہاتھ کے ہیں چار دہ جو بند

عقدے یہ ان سے کھُلتے ہیں جو ذی شعور ہیں
چودہ بزرگ، خلق میں خالق کے نُور ہیں

ہے نُورِ نُورِ ذاتِ خُدا عینِ حُسنِ حق — صاف آئینے ہے، گو دلِ بے آئینہ حسین
اسرارِ حق ہے، گو دلِ گنجینہ حسین — روشن ہے آئینے سے، دلِ دیدہ حسین

سینہ نہیں سفینہ طوفانِ نُور ہے
ایماں کی بحر و بر ہے قرآں کی بُوم ہے

آئینۂ حلب سے فزوں تر ضیا میں ہے — یہ خُورشید بدر سے نہ شمسِ الضحیٰ میں ہے
یاں دل میں ہے وہ نُور کہ جو انبیا میں ہے — وہ آل نہ بنی میں ہے نہ کعبہ میں ہے نہ طٰہٰ میں ہے

کیا تھا ہے کسی سے نہ پاسکے گا سب کبھی
زاہد اسی پہ شیخ نے کیا غضب کیا

سینے پہ وہ پسینے کے قطروں کی آب و تاب — عارض پہ وہ تبسمِ شرم کے ماہتاب گلاب
ہے گو کہ تین روز کے فاقے سے وہ جناب — پُرنور ہے شکم صفتِ قرصِ آفتاب

پھولوں کی بوئے خوش سے ہیں کپڑے بسے ہوئے
اُمت کی مغفرت پہ کمر ہیں کسے ہوئے

بازو ہے تیرِ ظلم سے زخمی، کمر ہے خم — طاقت جواب دیتی ہے موزوں کو دیکھ کر
پروا رہے ثبات کہ اُٹھتے نہیں قدم — تیغِ شہ نجف ہے، اسی باتمیں ہم

آنکھیں ہیں سُرخ، بحرِ شجاعت سے جوش پر
شملہ چھٹا ہوا ہے عمامے کا دوش پر

اللہ رے نبیؐ کی عبا و قبا کا نُور — پرتو میں جس کے جلوہ نما ہے خدا کا نور
زہرا و حیدر و حسنِ مجتبیٰؐ کا نُور — ہے شش جہت میں خامسِ آلِ عبا کا نُور

حیراں لباسِ نُور پہ سب حلہ پوش ہیں
ادریس ہیں نہ موسیٰ نہ موسیٰ میں ہوش ہیں

بالائے دوش حضرتِ حمزہ کی ہے وہ ڈھال — زیبا ہے کہیے گرزِ فتح و ظفر کا مال
پھول اُس کے وہ کہ تیغ کا پھل جس سے پائمال — شب میں عیاں ہیں چاند ستارے تو کیا مجال

اُس کو عروج کیوں نہ ملے قتل گاہ میں
پشتِ پناہِ خلق ہے جس کی پناہ میں

وہ آہنی کلہ، وہ زرہ جامۂ حضور ۲۰ جس کی ہر اک کڑی سے نکلتا تھا چین کے نور
حلقے وہ جن کو دیکھ کے شرمائے چشمِ حور قندیلِ آہنی میں فروزاں ہے شمعِ طور
جوشن نہ تھا تنِ شہِ گردوں وقار میں
تارے چمکتے تھے شبِ تاریک و تار میں

شانے پہ کس شکوہ سے ہے حلقۂ کماں ۲۱ ہے جس کے ڈر سے قوسِ قزح چرخ پر نہاں
پیغامِ موت کا ہے، ہر اک تیرِ جاں ستاں ہر دم صدا یہ ہے، لبِ سوفار سے کہاں
سرکش کہاں ہیں، شکرِ کج، عقل و فہم کے
گوشوں میں چھپتے پھرتے ہیں کیوں ہم سہم کے

دستانہ ہے کہ قبضۂ سیفِ قضا ہے یہ ۲۰ شمشیر ہے زبانِ دہن اژدہا ہے یہ
ہم دستِ آستینِ شہِ دلربا ہے یہ ثابت ہوا کہ پنجۂ شیرِ خدا ہے یہ
دستِ خدا کے نال جری ہیں، دلیر ہیں
اس ہاتھ سے جہان کے زبردست زیر ہیں

زیبندۂ سنانِ شکن افگنِ گیسوئے دلستاں ۲۲ سینے کو جس کے ڈر سے چراتا تھا آسماں
کانوں تک اس کی کھنچ رہی ہوئی سنان غُل تھا کہ اژدہا ہے نکالے ہوئے زباں
لشکر جو دیو کا ہو تو دم میں ہلاک ہو
اس کی ہوا لگے تو بدن جل کے خاک ہو

اس شان سے نبرد میں کیلے اماں دیا ۲۴ اور واں پرے جمائے ہیں میداں میں اہلِ کیں
خنجر کہیں ہیں، تیر کہیں، برچھیاں کہیں اللہ ری کشش کہ نظر آتی نہیں زمیں
شکر بشست ہیں شہ پیزوں شامِ دردم کے
آتی ہے جس حسرت سے گھٹا ہجوم جھوم کے

تیغوں کی اس کمان میں چمکتی ہیں بجلیاں ۲۵ بانوں کے زور شور میں ہے رعد کی فغاں
چمکائے جو سنان شہِ زرہ پوش سب جواں لوہے کی ہے زمیں تو ڈھالوں کا آسماں
چاروں طرف سے نرغۂ فوجِ کشید ہے
ابرِ کرم پہ بارشِ باراں تیر ہے

ٹھہری ہے صف جمائے ہوئے مرنے پر فوج ۱۸ تولوں میں جوش کھا کے لڑی ٹوٹ ٹوٹ کر فوج
ہر مرد کی کمر میں ہیں تلواریں زوج زوج ڈھالوں کا ہو رہے ہیں زوج زوج فوج

آفت جناب فاطمہ کے گھر پہ آتی ہے
ٹاپوں سے گھوڑوں کی زمیں تھرتھراتی ہے

ہر صف میں برچھیاں بھی ہزاروں چمکتی ہیں ۲۰ وہ تیز وہ سنانیں کہ دونوں میں تیز ہیں
نیزے تلے ہوئے ہیں سنانیں چمکتی ہیں آتش کدے ہوئے ہیں کمانیں کڑکتی ہیں

سنگین دلوں نے ہاتھوں میں تھاما ہے
تیغوں کے ساتھ گز گز سر اٹھایا ہے

گھوڑوں سے گونجتا ہے وہ سب وادیٔ نبرد ۲۸ گردوں میں مثل شیر ہے ہر تیغ آبدار
ہے چرخ چار میں پہ رخ آفتاب زرد ڈرتے ہیں رہرو ان پہ نہ میں سے نہ تو ہے وار

گرمی ہجوم فوج سے دوچند ہو گئی
خاک اس قدر اڑی کہ ہوا بند ہو گئی

دستے وہ مصر رنگ کے وہ فوج روم و شام ۲۹ دن دوپہر وہ دشت کی گرمی وہ تشنہ کام
تیغیں برہنہ ہو گئی تھیں چھوڑ کر نیام ماننده شمع جل رہے تھے بیبیوں کے بام

تلواریں منہ چھپائے تھیں سائے میں ڈھال کے
خنجر بھی رہ گئے تھے زباں نکال کے

لو چل رہی تھی رن میں کہ اللہ کی پناہ ۳۰ ڈھالوں کے رنگ ہو گئے تھے دھوپ میں سیاہ
برچھی کے پھل پہ ہوتا تھا شعلے کا اشتباہ کیفیت بنی ہوئی تھی ہر اک آہنی کلاہ

گویا کہ توس بہ تھا گذر آفتاب کا
عالم تھا ہر خدنگ پہ تیر شہاب کا

سر پر لگائے تھا پسر سعد چتر زر ۳۱ تھے دو علم دو توجہ بنہ ابن سر ور
تنہا تھا دھوپ میں اسد اللہ کا پسر نے سایۂ علم تھا نہ مظلوم نامور

لگتی تھی کچھ بدن کو ہوا آہ سرد سے
گیسو اڑے ہوئے تھے بیاباں کی گرد سے

جنگل سے آرہی تھی یہ آواز بار بار ۴۲ کیا آج تجھ پہ بن گئی اے میرے گل عذار
تو زیرِ چوب میں کھڑا ہے مرا دل ہے بے قرار سایہ تو کر لے رخ پہ عبا کا یہ ماں نثار
عالم سیاہ ہے، میری چشمِ پُر آب میں
سونا لگا گیا ہے چاند مرا، آفتاب میں

مڑ کے سے رد کے کہتے ہیں، سلطانِ کربلا ۴۳ کافی ہے آج سر پر مرے، سایۂ خدا
منصف ہوں آپ، فرق پہ سایہ کروں میں کیا سوتے ہیں آفتاب میں، سب میرے مہ لقا
پڑتی ہے خاک اُڑ کے، تنِ پاش پاش پر
اماں! ردا نہیں علیؑ اکبر کی لاش پر

کرتے ہیں ماں کی روح سے حضرت تو یہ کلام ۴۴ ہر سمت سے بڑھی چلی آتی ہے فوجِ شام
کہتے ہیں مسکرا کے، امامِ فلک مقام کس سے لڑیں گے کیوں ہے یہ کوشش یہ اہتمام؟
فاقوں سے حال غیر ہے، محتاجِ آب ہوں
میں آپ ہی مسافرِ پا در رکاب ہوں

اللہ کیا ہجوم ہے کیا شور گیر و دار ۴۵ اک جسمِ زار اور یہ نیزے کئی ہزار
اک سینہ اور یہ ناوکِ بے دار و بے شمار میرے لیے تو پیاس ہے، خود تیغِ آبدار
ان برچھیوں سے کس کو زمیں پر گرائیں گے
سو خنجر اک گلے پہ، یہ کیونکر پھرائیں گے؟

لشکر یہ ہے کہ قہر کا دریا ہے موجزن ۴۶ میں اک ضعیف و تشنہ و مظلوم و بے وطن
اکبرؑ نہ ہیں جلو میں، نہ اختِ دلِ حسنؑ واحسرتا کہ مر گئے، عباسؑ صف شکن
دیکھیں پسر پہ زخمۂ فوجِ کثیر کو
لاؤں کہاں سے آج جنابِ امیرؑ کو

آئی قریب سے یہ صدائے شہِ نجف ۴۷ تجھ سا پسر دیا مجھے حق نے، ہے یہ شرف
مدحت ہے ثنا میں تری قدسیوں کی صف لاکھوں ہیں گو اُدھر، پہ خدا ہے تری طرف
دیں ہے بلند، کفر کی بنیاد پست ہے
ہر طرح تیری فتح ہے اُن کی شکست ہے

پیاسا ہو تین روز رہا تو کنار ہو ۴۸ دین نبی کی رہ فنی دنیا میں آ کے دیں
مقبول کردگار ہے نور خدا ہے تو ناجی نہیں ہے دوست تو ناری ہے تب ہے تو

جائیں گے یہ کہاں جو نہیں تجھ سے بچے ہوئے
ہیں سب کے سب خدا کے غضب میں لکھے ہوئے

ایوبؑ تیرے صبر کے ہیں آج مدح خواں ۴۹ سب پر فضیلت کے ہے ترے علم کا بیاں
یعقوبؑ و نوحؑ آدمؑ و عیسیٰؑ ہیں اک زباں ہے کل کا فخر دیں پیغمبر زماں

عیسیٰ پکارتے ہیں کہ حق کا ظہور ہے
موسیٰ کا ہے یہ قول کہ خالق کا نور ہے

عباسؑ جب سے قتل ہوا ہے فرات پر ۵۰ حاضر ہے کربلا میں کسی وقت تے پدر
نانا ہیں بے حواس حسنؑ ہیں برہنہ سر ماں بے قرار پھٹتی ہے چھاتی ہوئے ہیں تر

تجھ پر نثار ہونے کی کس کو ہوس نہیں
تقدیر سے کسی کا مری جان بس نہیں

کی عرض شاہ دیں نے پدر سے بہ انکسار ۵۱ مولا میں اس عنایت و اشفاق کے نثار
یہ پروریش، یہ غور، زہے عز و افتخار کیا سرفراز ہو گیا اس دم یہ خاکسار

بیٹے پہ چاہئیں، یوں ہی اشفاق باپ کے
جان آ گئی غلام میں آنے سے آپ کے

بندہ تو قابل اس کے نہیں، یاشۂ زماں ۵۲ ہو ہوں قربان فدا میرے مدح خواں
کیا میرا صبر اور مری ہمت کا کیا بیاں اک بندۂ حقیر و گنہگار و ناتواں

لب پر جو وہ بزرگ مرا ذکر لائے ہیں
یہ سب شرف حضور کے صدقے میں پائے ہیں

اب کچھ نہیں ہراس، اگر لاکھ ہوں ستم ۵۳ ہاں ایک ہے تب ہی زینب کا بھتیجا غم
جب ذبح ہو حسینؑ، تہہ خنجر دو دم اس کی ردا بچائے گا کون اے شہ امم؟

سب گھر لٹے مگر وہ اسیر بلا نہ ہو
میں بے کفن رہوں، پہ بہن بے ردا نہ ہو

فرما کے یہ فرس سے اشارہ کیا کہ ہاں ۵۴ کوندا مثال برق، کُمیتِ سبک عناں
وہ غیظ وہ رجز وہ جلال و شکوہ و شاں تھی دم بدم وہ سیف زبانی کہ الاماں

دونوں زبانیں تیغ کی بھی شعلہ ریز تھیں
بیتیں رجز کی تیغِ دو دم سے بھی تیز تھیں

نعرہ یہ تھا کہ دلبرِ مشکل کُشا ہوں میں ۵۵ جوہر کشائے تیغ شتہ لافتا ہوں میں
شمس الضحیٰ علی ہیں تو بدر الدجیٰ ہوں میں قرآن گواہ ہے کہ زبانِ خدا ہوں میں

کس آیۂ کریم میں ذکرِ علی نہیں
قرآں میں کیا خفی ہے کہ ہم پر جلی نہیں

ہم تو ہیں اس کلام میں، اور ہم میں وہ کلام ۵۶ جس طرح لام میں ہے الف اور الف میں لام
لاریب فیہ گر ہے وہ ہادی، تو ہم امام امت کو فرضِ عین ہے، دونوں کا احترام

جو منحرف ہُوا، وہ مطیعِ خُدا نہیں
قرآن و اہلبیت ازل سے جُدا نہیں

کچھ یاد ہے وصیتِ محبوبِ ذوالجلال ۵۰ فرما گئے تھے خلق سے کیا وقتِ انتقال
بھولے کلامِ حق کو بھی اے قومِ بدخصال ہم اہلِ بیت ہیں تو، ہمارا کیا یہ حال

کیوں منہ پھیر لیا ہے حدیث و کتاب سے
محشر میں کیا کہو گے رسالت مآب سے

تم یہ نہ جانیو کہ مجھے کچھ ہے خوفِ جاں ۵۸ لازم ہے یہ سخن کہ میں ہوں ہادیِ جہاں
قبضے میں ہے حسینؑ کے تیغِ شرر فشاں دشمن کو جس کی ضرب سے ملتی نہیں اماں

لاکھوں سے منہ پھیرے نہ کبھی وہ دلیر ہوں
میں بیشۂ شجاعت و ہمت کا شیر ہوں

بخشا ہے مجھ کو حق نے شہ لافتا کا زور ۵۹ اس دستِ مرتضیٰ میں ہے دستِ خدا کا زور
ہے انگلیوں کے بند میں غیبہ کُشا کا زور پانی ہے میرے زور کے آگے ہوا کا زور

آنسو نکل کے نہ یوں جو ہو قصدِ انقلاب کا
جس طرح ٹوٹ جاتا ہے ساغر حباب کا

آگے بڑھوں جو تیر کو پھینکے میں جھٹک کے ۶۰ بھاگیں خطا شکار کمیں چھوڑ چھاڑ کے
بیکار کر دوں شیہ کا پنجہ مروڑ کے پٹکوں زمین پر ذنب کو توڑ توڑ کے
اٹھوں طبق زمین کے یوں جھک کے زین سے
جس غرت بھاڑ دیتے ہیں گرز آستین سے

اعلیٰ ہے عرش سے بھی مری ہمتِ بلند ۶۱ بجلی بھی گر پڑے جو بڑھوں پھیر کر کمند
رستم ہے ذوالفقار کی دہشت سے دردمند طاقت نہیں سپر سے جو لے لیں یہ ہاتھ بند
یہ تیغ شق کے سینے سے گذرا ہوا فوت ہے
اس کی سنانِ تیز سے انگشتِ موت ہے

دنیا ہو اک طرف تو لڑائی کو سر کروں ۶۲ آئے غضب خدا کا جو دھاوا جدھر کروں
بے جبرئیل کارِ قضا و قدر کروں انگلی کے اک شارے میں شق القمر کروں
طاقت اگر دکھاؤں رسالت مآب کی
رکھ دوں زمین پہ چیر کے ڈھال آفتاب کی

یہ تیغ سر پہ گر کے ٹھہرتی ہے زین پر ۶۳ جب ہاتھ اٹھائے برق گری ہے زمین پر
نیزہ میں کیا گذر گئی روح الامین پر کاٹے ہیں کس کی تیغ نے پیکر تین پر
جس وقت غربے شیر خدا یاد آتی ہے
ماہی سمیت گاؤ زمیں تھرتھراتی ہے

میں شیر ہوں پچھتر لاکھ گر ہو تو کیا ہو تم ۶۴ ہمت جو میرا ہاتھ تو دم میں فنا ہو تم
واللہ میرے سامنے بے دست و پا ہو تم پرکیف کروں کہ اشتِ شیر دغا ہو تم
لو واسطہ رسولِ خدا کا پناہ دو
اب بھی کسی طرح مجھے جانے کی راہ دو

یہ کہہ کے چپ ہوئے جو امامِ فلک سریر ۶۵ اس فوجِ قاہرہ سے اٹھا شورِ دار و گیر
کھولے ہوئے نشانوں کو آگے بڑھے شریر فرزندِ فاطمہ پہ چلے دس ہزار تیر
دہشت سے عافیت نے منھ اپنا چھپا لیا
کالی گھٹا نے ڈھالوں کی جنگل کو چھا لیا

وہ شور کوسِ حرب کا وہ بوق کا عزیو ۶۶ شرمندہ برچھیوں کی چمک ہے سنان گیو
تیرِ دراز، صورتِ خنجر زبان ریو وہ صورتیں کہ دیکھ کے ڈر جائے جن کو دیو

سب فوج یوں بڑھی تھی وِغا کو امام سے
آندھی سیاہ آتی ہے جس دھوم دھام سے

برسے اُدھر سے تیر، تو کوندی اِدھر سے برق ۶۷ وہ برق چھپتی پھرتی تھی خود جس کے ڈر سے برق
چمکی وہ یوں کہ گر گئی سب کی نظر سے برق رکھیں کٹے رکی ہے کسی کی سپر سے برق

جل تھل بہمرے لہو کے نہ دیر اک گھڑی لگی
کیا ابرِ تیغ تھا کہ سروں کی جھڑی لگی

معجز نما تھی شاہ کی شمشیرِ آبدار ۶۸ دکھلائی ماہِ صیف میں برسات کی بہار
یاں برق، واں ہوا تو اِدھر ابرِ زور بار بہتا کہیں لہو کی کہیں خوں کی آبشار

یوں سر برس گئے یہ روانی تھی باڑھ میں
پڑتا ہے ڈونگڑا کبھی جیسے اساڑھ میں

بہتے تھے خون میں چار طرف سر کٹے ہوئے ۶۹ بڑھتے تھے جو بہت وہ کنڑے تھے ہٹے ہوئے
جو گھاٹ پر تھے زور تھے اُن کے گھٹے ہوئے تھے جا بجا سے ڈھالوں کے بادل پھٹے ہوئے

لڑنے میں اوج، تیغ کا وہ چند ہو گیا
نکلی کمان، تیروں کا منہ بند ہو گیا

بازو ہر ایک کمان کا کمزور ہو گیا ۷۰ تیروں کے مینھ برسنے کا اِک شور ہو گیا
ڈھالوں کا ابر، خوں میں شرابور ہو گیا جو تھا کنارِ نہر، لبِ گور ہو گیا

مشقِ شناوری تھی قیامت بڑھی ہوئی
اُتری وہ تیغِ خون کی ندی چڑھی ہوئی

کیا کیا چمک دکھاتی تھی ہر کاٹ کاٹ کے ۷۱ تنتی تھی کیا تنوں سے زمیں پاٹ پاٹ کے
پانی وہ خود پیے ہوئے تھی گھاٹ گھاٹ کے دم اور بڑھ گیا تھا لہو چاٹ چاٹ کے

کیا جانیے ملا تھا مزا کیا زبان کو
کھا جاتی تھی ہما کی طرح استخوان کو

ہر ہاتھ میں اُڑا کے کلائی نکل گئی ۷۴ کوندی اِدھر سے تیغ اُدھر میں سمائی نکل گئی
کاٹی زرہ دکھا کے صفائی نکل گئی پھسلی تھی گھس کے رہ گئی اور آئی نکل گئی

چمکا آئینے کے پار تھی اس آب و تاب سے
جس طرح برق گر کے نکل جائے آب سے

کٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتے تھے خاک پر ۷۳ پہونچوں سے ہاتھ شانوں سے بازو کٹوں سے سر
قبضے سے تیغ، بر سے زرہ، ہاتھ سے سپر ہر چھٹی سے بیچ، کمر سے زرہ، زین سے بشر

ترکش کہیں پڑے تھے، خدنگِ زری کہیں
پیکاں کہیں تھے، شستیں کہیں تھی، سری کہیں

مقتل میں ہر طرف فوجِ عمر کے اُڑا دیے ۷۴ ٹکڑے تھے ایک کے تن و سر سے اُڑ دیے
پرزے ستمگروں کے جگر کے اُڑا دیے پرکالے یک زمین و سپہ کے اُڑ دیے

جب ڈھال پر چمک کے وہ آتی تھی خود میں
سر کٹ کے آن پڑتا تھا سرکش کی گود میں

وقتِ وغا، عصا تھی کبھی، اژدھا کبھی ۷۵ تلوار بن گئی وہ کبھی، اور قضا کبھی
بجلی کبھی تھی، ابر کبھی اور ہوا کبھی بنتی تھی خنجر کفر کی خاتمہ بنا کبھی

پھرتے تھے جب حسینؑ پیادوں کو روں کر
کھا لیتی تھی سروں کو دہن کھول کھول کر

اللہ کے غضب کی نشانی دکھا گئی ۷۶ دریائے قہرِ حق کی روانی دکھا گئی
جل جل گئے، وہ شعلہ فشانی دکھا گئی کٹ کٹ گئے وہ تیغ زبانی دکھا گئی

لب صورتِ شگاف، قلم بند کر دیے
فقروں نے ذوالفقار کے دم بند کر دیے

پہونچی سمِ فرس پہ جو بالائے سرگری ،، چمکی اِدھر زمیں سے نکل کر اُدھر گری
ناری جلے اُدھر، وہ جدھر کو ند کر گری جس صف سے لگ چلی یہ وہ صف خاک پر گری

دکھلا کے اوج جاتی تھی یوں ہر سوار پر
جنگل میں باز گرتا ہے جیسے شکار پر

۷۸ ذم میں گئی فلک پر اور آئی ہزار بار — معراج دست شاہ میں پائی ہزار بار
دکھلائی صفوں کو صفائی ہزار بار — گرمی یہ تھی کہ خوں میں نہائی ہزار بار

جب تک چلی وہ زرد سپاہ خدو رہی
اس دن کے معرکے میں وہی سرخرو رہی

۷۹ غُل تھا خطِ سیہ نہ سمجھو یہ ناگ ہے — جو دشمن علی ہے اُن سے لاگ ہے
جنتا ہے دشت چار طرف بھاگ بھاگ ہے — جو نیں بچاؤ تیغ کے پانی میں آگ ہے

پھونکے نہ یہ دم اس سے ہمارے نکلتے ہیں
اژدر کی طرح منھ سے شرارے نکلتے ہیں

۸۰ باگیں وہ ان مغوں کی وہ گھوڑے کی جست و خیز — تھے ترک و تاز میں کہیں صرصر سے تند و تیز
صدقے گندھی ایال پہ گیسوئے مشک بیز — گرد و دری میں ابر تو بجلی دمِ ستیز

ذرے قدم کے فیض سے سارے چمک گئے
جب پتلیاں انھیں تو ستارے چمک گئے

۸۱ جرأت میں رشکِ شیر تو بیکل میں پیلِ تن — پولی کے وقت کبکِ دری جست میں ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابر قطرہ زن — بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن

سیماب تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا
دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

۸۲ آنکھیں وہ جن کو دیکھ کے حیران ہے غزال — گردن وہ جس کی شرم سے سرنگوں ہلال
آہو کی جست شیر کی چتون پری کی چال — دل اس کے دست و پائے حنائی سے پائمال

ہر فعل پاکی حسن یہ تھا اس جلوس میں
آئینہ جس طرح سے ہو دست عروس میں

۸۳ کیوں اعتقاد و ہیں نہ کماکے یہ آئے فرق — اشراقی اس سے بحرِ تفکر میں سب ہیں غرق
راکب گر اس کو غرب سے دوڑائے تو شرق — اور آسماں سے ساتھ ہی چمکے فلک کے برق

بجلی کی واں چمک نہ فلک پر تمام ہو
یاں آب سے غرب میں فرس تیز گام ہو

دیکھی نہیں کسی نے یہ نرمی شتاب میں ۹۰ شبنم کے زیر صاف پہ نکھل کی خوب تھی
سُرعت کا اس کی وصف لکھیں گر کتاب میں سطریں رہیں پہ صورت اوّل اضطراب میں

اس کی ثنا کو کوئی نہ پہنچے زبان پر
سا آن جو حرف ہو وہ اڑے زبان پر

روئیں سوار ہاتھ سے قابو اگر گرائے ۹۵ اور یہ فرس جنوب سے شمال جائے
وہ تازیانہ یاں نہ زمیں تک پہونچنے پائے ان مدت یک دم میں وہ صد دیکھ کر آئے

تنگی سے آسماں کی فضا یہ سمند ہے
کیونکر اڑے نہ پری کہ شیشے میں بند ہے

گل کی طرح اشارے میں سو بار پھیر دو ۱۰۰ بجلی نے جس کو دم پہ کیا پھیرا دے
کاوے میں شکل گنبد دوّار پھیر دو نقطے کے گرد صورت پرکار پھیر دو

دوڑے بروئے آب تو پیاسی کبھی نہ ہو
آنکھوں میں یوں پھرے کہ مژہ کو خبر نہ ہو

طاؤس ساجد ہو گیا دُم کو چنور کیے ۱۰۷ دُم میں پرے سپاہ کے زیر و زبر کیے
کچلے کبھی بدن کبھی پامال سر کیے کشتوں کو روندے سُم خوں میں تر کیے

میدان میں تھا کسی کو نہ یارا ستیز کا
عالم ہر ایک نعل میں تھا تیغ تیز کا

زیبا ہے گر کہیں شعرا باوپا اُسے ۱۱۸ بہتر گر چلے تو نہ پائے ہوا اُسے
طائر جہاں کے جانتے ہیں سب ہُما اُسے ہمیز و تازیانے کی حاجت ہے کیا اُسے

فتراک گر ہوا سے کبھی اک ذری اُڑی
یوں اڑ گیا کہ سب نے یہ جانا پری اُڑی

مصروف جنگِ تیغ سے تھے سرور حجاز ۱۲۹ چمکا کے سب دلوں سے بڑھا کر یہ دو باز
نامرد نے کیا جونہی دستِ ستم دراز نیزہ اٹھا کے کہنے لگے شاہ سرفراز

ہاں اے اجل گرفت کمر استوار کر
نیزے کا ہے غرور تو آ کوئی وار کر

کس لنتنے سے شاہ پہ آیا وہ خود پسند ۹۰ کل کی طرح سے پھرنے لگا ہر طرف سمند
نیزے سے اس کے آپ کو پہونچی نہ کچھ گزند مشکل کشا کے لال نے کھولے تمام بند

ہتا گو کہ نیزہ بازی پہ ظالم تُلا ہُوا
یاں تھا سبب اس کے عزم کا عقدہ کُھلا ہُوا

نیزے کی اس لعین سے لڑائی جو آپڑی ۹۱ دونوں طرف سے جنگ میں کوشش ہوئی بڑی
اُنیوں سے اڑ رہے تھے شرارے گھڑی گھڑی تھی چوب سے تو چوب سناں سے سناں لڑی

اک معرکہ تھا پیچ میں دشتِ قتال کے
دو مار گُتھ گئے تھے زبانیں نکال کے

پیہم ہوتیں تکاں پہ تکانیں جو یک دگر ۹۲ ظالم کبھی اِدھر تھا تو حضرت کبھی اُدھر
کس نوک جھوک سے وہیں نیزے کو پھیر کر فرزندِ شیرِ حق نے دکھایا عجب ہنر

ظالم پہ آسماں سے بنا ناگہاں گری
دو تین نیزے اُڑ کے زمیں پر سناں گری

تھرا گیا بدن نہ رہی طاقتِ قرار ۹۳ گھوڑے کی باگ پھیر کے بھاگا وہ نابکار
پیٹھ کر نکل چلا تھا کہ چمکا کے راہوار نیزے کا اک کمر پہ کیا شاہِ دیں نے وار

موذی تھا وہ لعین پہ اک فتنہ کوب تھی
سر میں سناں تھی پشت کے مہروں میں چوب تھی

قربان زورِ بازوئے سلطانِ ارجمند ۹۴ زیں سے اٹھائے اس کو سناں پر کیا بلند
پہونچا سقر میں دارِ جہاں سے وہ خود پسند پٹکا زمیں پہ جب تو ہُوا چور بند بند

اپنے ہنر پہ ناز تھا اس نیزہ باز کو
دکھلا دیا جہاں کے نشیب و فراز کو

ہر اس خطا شعار کا جب ہو گیا خیر ۹۵ نکلا پرے سے اک قدر اندازِ بے نظیر
بخشش دگ نہاد و خطا پیشہ و شریر پٹے سے توڑ جاتا تھا، جوشن کو جس کا تیر

کیا کوئی بس کے آگے بھلا سر اٹھا سکے
تم بھی بس کمان کی نہ سنیں سر اٹھا سکے

قبضے میں تیغ نے کے پکارا یہ شہ زماں ۵۶ ہاں نوک فکر تیز کہ تو سے ہو
ہاں نکلی جائے یاں کہ کھنچی ان طرف کماں کھچنا کمان کا تھا کہ پیکاں سے مل گیا

تھا ادھر کمان کا خم ہو کے رہ گیا
یاں تیغ شست تیز قلم ہو کے رہ گیا

خالی اسی روش سے ہوا ترکش تمام ۵۷ تڑکے کماں کے ہٹ کے جو تیر آتے تھے
چاہا تھا کش مکش میں نہ ہو جائے وہ خراب چلّہ شکن ہوا نہ ترے کشتوں کے تیں

پیچھے ہٹے نہ پاؤں مرے بھی جنگ کا
تو بھی تو توڑ دیکھ لے یہ عہد ننگ کا

یاں دوش سے کماں کو اتارا جناب نے ۵۸ قبضے میں مہ تو کوکبہ آفتاب نے
بیٹے کے ہاتھ چوم لیے بوتراب نے تا کاخ کوتیہ رنگ سے خوب نے

ترکش بھی تھا وہ سادہ کہ کھونے لگا
نکلا عقاب تیر تو پر توڑنے لگا

چلّے میں رکھ کے تیر برستے نہ دم ۵۹ یک بارگی رہائی سے دیتے تھے دم
کچھ کہہ کے گوش شہ میں پھر تیر تیز دم تو زہ کمان نے نہ تھا شہ پر ستم

چلّہ تو شست شہ سے نہ جس سے نکل گیا
واں تیر دل کو توڑ کے سن سے نکل گیا

گرز و سنان و تیغ و تبر کانپنے لگے ۶۰ نیزے مثال شاخ شجر کانپنے لگے
ڈر سے کماں کشوں کے جگر کانپنے لگے ترکش میں تیر تھے پر کانپنے لگے

پیچھے ہٹے کھڑے تھے جو نام ور بڑھے ہوئے
گوشوں سے خود اتر گئے چلّے چڑھے ہوئے

اللہ ری زد، گذرتا تھا ہنگام دار و گیر ۶۱ سو دل سے مثل رشتۂ تسبیح یک تیر
کرتے تھے واہ واہ صفوں میں جوان و پیر بازو کو چومتے تھے سر فلک سریر

روح علی یہ کہتی تھی پاس آن آن کے
صدقے ہر ایک تیر کے قربان کمان کے

شہ کے غضب سے چاہتی تھی ہر کماں پناہ ۱۰۲ مضطر زمیں تھی مانگتی تھا آسماں اماں
دیتے نہ تھے کسی کو امامِ زماں اماں ہر صف میں تھا یہ شور کہ مولا اماں اماں

جب شاہ حملہ کرتے تھے شیرِ خدا کی طرح
دانتوں میں خس پکڑتے تھے سب ہیبتِ خدا

کہتا تھا ہاتھ جوڑ کے یوں کوئی پُرغرور ۱۰۳ اس وقت تم اپنے غلاموں پہ ہے ضرور
موقوف کر جلال ذرا اے کبریا کے زور صدقہ علیؑ کی روح کا اب بخش دے قصور

آنکھیں ہم اپنی دور سے قدموں پہ ملتے ہیں
تلوار روکیے کہ بس اب دم نکلتے ہیں

اے نورِ چشمِ احمدِ مختار رحم کر! ۱۰۴ اے یادگارِ حیدرِ کرار رحم کر!
اے امتِ نبیؐ کے مددگار رحم کر! اے جرعۂ حضرتِ قہار رحم کر!

اے نوحِ غم ہمت نہ تو منقطع کرے
امت کی زود بنتی ہوئی کشتی کو تھام لے

اے افتخارِ حضرتِ آدمؑ پناہ دے ۱۰۵ اے زیبِ بخشِ عرشِ معظمؐ پناہ دے
اے فخرِ نوحؑ و عیسیٰؑ مریمؑ پناہ دے اے باعثِ پناہ دو عالم پناہ دے

مولا تجھے قسم ہے رسولِ کبیر کی
چمکا نہ ذوالفقار جنابِ امیر کی

اس غیظ میں سنا جو بزرگوں کا شہ نے نام ۱۰۶ صدمہ ہوا یہ دل کو کہ رونے لگے امام
گردن پھرا کے یاس سے دیکھا سوئے خیام تھاما جگر کو ہاتھوں سے اور چھوڑ دی لگام

آنکھوں کو بند کر کے فرس ہانپنے لگا
رو کی جو ذوالفقار بدن کانپنے لگا

لڑنے میں تھا نہ آپ کو کچھ پیاس کا خیال ۱۰۷ رکھ دی جو تیغ ہاتھ سے جی ہو گیا نڈھال
آئی صدائے حضرتِ محبوبِ ذوالجلال تو صابروں کا فخر ہے اے فاطمہؑ کے لال

سمجھا تھا میں کہ اب مری امت تمام ہے
یہ سب انتظار پہ تیرا ہی کام ہے

صبر و رضا و حمد کا کرتب دکھا دیا ۰۰ دنیا میں ہر حسن کو تجھ سے دکھا دیا
نانا کا خُلق، زہد پدر کا دکھا دیا ۰۰ حق سے تجھ کو قرب کا رتبہ دکھا دیا

باطل شقاوت و حسد و کینہ ہو گیا
ایسی جلا ہوئی کہ حق آئینہ ہو گیا

شبّیر! وہ یقیں نہ ہو جس کا پسند تُو ۰۰ ہے حق کہ تجھ میں شانِ خلیلی کا ہے تو
کھولا ہے جس کو حق نے وہ رحمت کا در ہے تُو ۰۰ بس اک تجھی میں شانِ خلیلی کا ہے تو

اُمت کے واسطے تجھے ہونا پڑا ذبیح
کیا اُن کو ایسے کام کا ہونا پڑا ذبیح

کیسی ہوا جہان کی بے مثل سب ہوئی ۰۰ سب سب ہیں بار بار پہ یہ بار اب ہوئی
سایے سے جس نہال کے ہوتی نہاں ہوئی ۰۰ وہ دھوپ سے تمام کا یہ حال اب ہوئی

میں جن کی فکر میں کبھی سویا نہ چین سے
پانی انھیں عزیز ہے میرے حسین سے

فاقوں میں جن کے واسطے باندھا شکم پہ سنگ ۰۰ ان دشمنوں سے ہاں کا میرے کیا یہ رنگ
کیونکر نہ ہو یہ غنچہ دہن زیست سے بہ تنگ ۰۰ کب فاقہ کش نحیف سے یہ صف کشی یہ جنگ

بچپن سے میں نثار ہوں اس نورِ عین کے
میرا گلا بھی سوکھتے ہے گا حسین کے

رو کر کہا حسینؑ نے یا سیّدِ عرب ۰۰ لڑتا کبھی نہ تھا یہ غلام تشنہ لب
فریاد ہے کہ مجھ کو ستایا ہے بے سبب ۰۰ ستر سے پیچھے مجھ کو سخن پے ہے اب

دشمن ہوئے ہیں سارے امامِ زمانہ کا
اُمت میں اب نہیں ہے ٹھکانا خدا کا

جس دن سے آپ روٹھ گئے پایۂ مبین ۰۰ سب گھر تباہ ہو گیا یا شاہِ مشرقین
پیری میں چھوٹ گیا علی اکبر سا نورِ عین ۰۰ کب تک جہاں میں کرتبِ کھایا کرے حسین

پہیلے کے پاؤں خاک پہ ہونا نصیب ہو
راحت میں جو قبر کا کونا نصیب ہو

یہ کہتے تھے کہ فوجِ ستم گر پھر آگئی ۱۱۴ خیرالنسا کے چاند پہ بدلی سی چھاگئی
بھائی جو گھر گیا تو بہن بلبلا گئی فریادِ فاطمہ کی فلک تک صدا گئی

یاں گھر نبیؐ کی آن کا بے نور ہو گیا
زخموں سے واں تن شہ دیں چور ہو گیا

یاں ایک تن ضعیف، اُدھر لاکھ نابکار ۱۱۵ تیروں کے زخم تیغوں کے بل برچھیوں کے وار
سینہ شکستہ، پسلیاں مجروح، مرفگار کیا درد کا حساب، جراحت کا کیا شمار

یوں تو دل و جگر کے بھی جانکاہ زخم تھے
تن پر ہزار و نو صد و پنجاہ زخم تھے

حربے ہزار ہا، کسے روکے کسے بچائے ۶ بے یار و آشنا کسے ڈھونڈھے کسے بلائے
دکھ میں سپر ہو کون، حمایت کو کون آئے کیا وقت ہے نبیؐ کے نواسے پہ ہائے ہائے

جھکتے ہیں زیں پہ منھ سے لہو ڈال ڈال کے
گھوڑے سے غش میں کون اتارے سنبھال کے

گھوڑے تے گاہ غش میں اِدھر گر اُدھر جھکے ۱۰ تیغیں چلیں جدھر کو شہ بحر و بر جھکے
سیدھے کبھی ہوئے کبھی پگڑے بگڑ جھکے تھامی کبھی ایال، کبھی زین پر جھکے

صدمہ جو تھا بہن کے نکلنے کا شاہ کو
گردان پھیرا کے دیکھتے تھے خیمہ گاہ کو

بنگام عصر تھا رہ نیک خو گرے ۱۰۸ زخموں سے اڑ کے قطرۂ خوں چار سو گرے
کیا سنبھلے جس کے زخموں سے یوں لہو گرے سجدے کا اشتیاق جو تھا، قبلہ رو گرے

آنکھیں تھیں بند جلوۂ حق تھا نگاہ میں
گرتے ہی محو ہو گئے یادِ الٰہ میں

اعدا میں غل ہوا کہ ہماری خطا ہوئی ۱۰۹ گھوڑے سے حسینؑ گرے جنگ سر ہوئی
زینب ردا کو پیٹ کے عریاں سر ہوئی چلائی یوں سکینہ کہ میں بے پدر ہوئی

ہے ہے کوئی نہیں شہ والا کی لاش پر
تم بس اب چلو مرے بابا کی لاش پر

مسند پہ شہ کے غُل تھی کہ کوئی سوار ۲۰ سب نے کہا شور تھا کہ قیامت تھی آشکار
چلاتی تھی کوئی مرے سید ترے نثار ڈیوڑھی پہ آ کے گر پڑے سجاد دل فگار

غُل تھا فلک نے دفترِ دنیا اُلٹ دیا
فقہ نے خیمہ گاہ کا پردا اُٹھ دیا

دیکھا یہ ذوالجناح کا لیدائیوں نے حال ۲۱ خالی ہے زین اور ہے ماتھا لہولہان
گردن پہ اس طرح سے ہے بکھری ہوئی ایال جس طرح کھولتی ہے زنِ سوگوار بال

روتا ہے یوں وہ غم میں شہِ نامدار کے
جیسے پسر کو روتے ہے ماں دائیں مار کے

دنیا نظر میں بیبیوں کے ہوگئی سیاہ ۲۲ سمجھے یہ سب کہ قتل ہوا فاطمہ کا ماہ
عابد پکارے ہائے غضب گھر ہوا تباہ چلائی بنت فاطمہ اے ذوالجناح شاہ

بتلا سوارِ دوشِ پیمبر کو کیا کیا
ہے ہے مرے غریب برادر کو کیا کیا

زیں سے ترے رسول کا پیارا کہاں گرا؟ ۲۳ دو دن کی بھوک پیاس کا مارا کہاں گرا؟
وہ عرشِ کبریا کا ستارا کہاں گرا؟ آقا ترا امام ہمارا کہاں گرا؟

سایہ ہے کچھ کہ لاش ہے جلتی زمین پر
لختے یہ کس کے خون کے ہیں تیرے زین پر

سر خاک پر پٹک کے پکارا وہ راہوار ۲۴ سیدانیو! بچھڑ گیا مجھ سے مرا سوار
جلدی اتارو یہ تبرک، یہ ذوالفقار کٹتا ہے واں گلوئے شہِ تشنہ نامدار

زہرا قریبِ لاشِ پسر خاک اڑاتی ہے
خیمے میں جاؤ، لوٹنے کو فوج آتی ہے

راوی رقم یہ کرتا ہے، احوالِ رزم گاہ ۲۵ دن ہوگا تین چار گھڑی، وقتِ قتلِ شاہ
خنجر ادھر تو شمر نے رکھا گلے پہ آہ آندھی اُٹھی کہ سارا جہاں ہوگیا تباہ

زانو دھرا جو سینے پہ ایذا رسا ہوئی
غُل تھا کہ لو قیامتِ کبرا بپا ہوئی

تھا عرش میں قبلہ رُو وہ دو عالم کا مقتدا ۱۲۶ سجدہ بھی اس ولی کو نہ کرنے دیا ادا
گردن پہ تیغ اور لبوں پر یہ تھی دعا واجعفرا ' وابتا ' وامحمدا

صدمے ہوئے رگوں پہ جو خنجر کی دھار کے
چُپ ہو گئے نبیؐ و علیؑ کو پکار کے

اُس حشر میں خیام کی جانب جو کی نظر ۱۲۷ دیکھا وہ سانحہ کہ نہ دیکھے کوئی بشر
نکلی حرم سے ایک ضعیفہ برہنہ سر چہرہ تو آفتاب سا اور کان میں گہر

چادر نہ اضطراب میں تھی جسمِ پاک پر
تھا اک سرا تو دوش پہ اور ایک خاک پر

چلاتی تھی ارے کوئی رستہ مجھے بتائے ۱۲۸ کچھ سوجھتا نہیں یہ ضعیفہ کدھر کو جائے
اکبرؑ کہاں ہے ہاتھ مرا تھامنے کو آئے بھائی سے چھوٹتی ہے بہن ہائے ہائے ہائے

مہماں کیا تھا ' بادشۂ مشرقین کو
اے کربلا ' تجھی سے میں لوں گی حسینؑ کو

اے نہر ' پیاس سے مرا بھائی ہے بے قرار ۱۲۹ اے دشت گرد میں نہ بھرے شہ کا جسمِ زار
اے نینوا ! حسینؑ کے لاشے سے ہوشیار اے خاکِ پاک حرمتِ مہماں نگاہ دار

اے طائرو نہ دھوپ ہو بھائی کی لاش پر
سایہ کرو پروں کا تنِ پاشں پاشں پر

طے کر چکی تھی نصف مسافت وہ سوگوار ۱۳۰ آئی صدائے حضرتِ خاتونِ روزگار
بیٹی ملے گا اب نہ محمدؐ کا یادگار پھر جا خدا کے واسطے پھر جائے نثار

تن سے جدا سرِ پسرِ فاطمہؑ ہوا
اب آ کے کیا کرے گی یہاں خاتمہ ہوا

گھبرا کے اُس نے جانبِ مقتل جو کی نظر ۱۳۱ دیکھا اک آفتاب کو ' نیزے پہ جلوہ گر
لڑکی جو ساتھ تھی وہ پکاری یہ پیٹ کر میں لُٹ گئی پھوپھی ! مرے بابا کا ہے یہ سر

زلفیں لہو بھری ہوئی رخ پر لٹکتی ہیں
ہے ہے رگوں سے خون کی بوندیں ٹپکتی ہیں

خاموش اے اسیرِ جگر ہو گیا دونیم ۔۔۔ کام آئے گی یہ مدح، رہو ناامید و بیم
غربت کا غم نہ کھا کہ ہے آقا ترا کریم ۔۔۔ اب جا یہاں سے روضۂ پُر نور پر چلو

حاصل حضوری شہ گردوں سریر ہو
ہے وہ غلام خاص جو آقا کے پاس ہو

۱۳

جب تیغِ یدُ اللہ کھنچی دشتِ وغا میں ۱ اک برقِ غضب کوند گئی ارض و سما میں
چمکے جو شرر چار طرف اُڑ کے ہوا میں اعدا میں ہُوا غُل کہ گھرے قہرِ خدا میں
سایہ جو پڑا تیغِ دو پیکر کا زمیں پر
جبریل امیں کانپ گئے عرشِ بریں پر

خورشید کو رعشہ ہُوا کانپا فلکِ پیر ۲ رنگِ رُخِ جلّاد فلک ہو گیا تغیر
آنکھوں کے تلے پھرنے لگی موت کی تصویر تھرّا کے عطارد نے صدا دی کہ چلا تیر
غُل تھا کہ اُلٹتا ہے زمانہ کوئی دم میں
چھپتا تھا قلم لوح میں اور لوح قلم میں

جبریل کو چلّانے لگے عرش کے حامل ۳ کرسی کو سنبھالو کہ قیامت ہوئی نازل
کہتے تھے سرافیل کہ قابو میں نہیں دل ہے قہرِ الٰہی غضبِ سرورِ عادل
کونین پہ ضربِ شۂ عالم نہ رُکے گی
یہ تیغ وہ بجلی ہے کہ اک دم نہ رُکے گی

برہم ہے جو طبعِ پسرِ سیّدِ لولاک ۴ سیاروں پہ ثابت تھا کہ اب گرتے ہیں افلاک
گبرا کے نظر کرتے تھے عیسیٰ طرفِ خاک ڈر تھا سپرِ مہر نہ ہو جائے کہیں چاک
سر چرخ پہ آ کھینچا ہے شمشیر دوسر کا
شق ہوئے نہ سینہ کہیں پھر آج قمر کا

سکّانِ سمٰوت میں برپا تھا اُدھر غُل ۵ رو رو کے اِدھر ہوتا تھا گیتی کو تزلزل
معشوق کو تھا صبر نہ عاشق کو تحمّل گلشن پہ اداسی تھی جُدا تھے گُل و بُلبل
تاریک تھا دل تب کسی دل کو نہیں تھی
پروانہ کہیں جلتا تھا اور شمع کہیں تھی

تھا خوف کے غار میں ہر اک بندۂ آزاد ۔ شمشیر کی قسمت کی کوئی روح نہ تھی یاد
پنجوں کے چٹکنے میں نکلتی تھی یہ فریاد ۔ ہے ہے تہ و بالا کہ ہوئی ہیچ نہ بنیاد

ناحق گل زہرا پہ جفا ہوتی ہے کل سے
باقی نہیں بر آنے کے اس تیغ کے پھل سے

اڑنے سے پرندوں کے جہاں ہو گیا اندھیر ۔ تھا عام وحشت یہ جہاں ہوتے تھے شیر
چیتوں میں یہ خل تھا کہ قیامت میں نہیں زیر ۔ بکرا گویا تھی یہ تیغ کی شمشیر

پھر جان کہاں آ کے سمائے تن زن سے
ہستی کو جلا دیویں گے دم میں شرر تن سے

لرزاں تھا ہر اک خوف شہ جن و بشر سے ۔ فریاد کی آتی تھی صدا سقف و حجر سے
ہیبت تھی کہ اژدر بھی نکل آتے تھے ڈر سے ۔ جنات کی جانوں پہ بنی جان کے ڈر سے

شمشیر شرر بار سے منھ سب کے مڑے تھے
اڑ سکتی نہ تھیں ہوش یہ پریوں کے اڑے تھے

ہر بحر میں طوفاں تھا تو ہر بر میں تلاطم ۔ تھا شور جزیروں میں سمندر میں تلاطم
جنت میں تزلزل تھا تو کوثر میں تلاطم ۔ برپا تھا بنی جان کے لشکر میں تلاطم

جو خاک نشین تھا وہ ہر اک سن سے تھا
آب دم شمشیر سے طوفان اٹھا تھا

سب ساکن افلاک و زمیں کانپ رہے تھے ۔ لرزہ تھا مکانوں کو مکیں کانپ رہے تھے
ہلتا تھا نجف کشور کیں کانپ رہے تھے ۔ تھے من میں پر روح تیں کانپ رہے تھے

اللہ رے ذوالفقار حیدر کا
غل فرش سے تھا عرش تک زلزلہ سا تھا

کس شان سے تو نے ہوئے شمشیر شرر بار ۔ میدان شہادت میں کھڑے ہیں شہ ابرار
ہے چہرۂ نورانی مولا سے نمودار ۔ اجداد محمد غضب حیدر کرار

عالم شب معراج کا دکھلاتی ہیں زلفیں
غیظ آتا ہے سرور کو تو بل کھاتی ہیں زلفیں

شمشیر کی تابیں ہیں کہ ماتھے پہ شکن ہے ۱۲ ابرو جو کماں ہے تو مژہ تیر فگن ہے
وہ چشمِ سیہ آہوئے صحرائے ختن ہے غصّے سے جو ہو سرخ تو پھر شیرِ ہژبر ہے
گر شامِ مصیبت ہے گھڑی صبحِ طرب ہے
رحمت ہے سپیدی میں، سیاہی میں غضب ہے

کچھ دھوپ سے کچھ غیظ سے تھے سرخ جو رخسار ۱۳ تھا صاف شفق سے گلِ خورشید نمودار
دیتے تھے جو دانتوں سے تلے لعل گہربار تھے پرچہ یاقوت میں گویا دُرِ شہوار
مختارِ دو عالم کے، جہاں زیرِ نگیں تھا
یہ نقشِ سلیماں کی بھی خاتم پہ نہیں تھا

وہ ریشِ مطہر کی سپیدی، وہ سیاہی ۱۴ دیتی تھی زمانے کی دو رنگی پہ گواہی
یہ آئینۂ جسم پہ تھی گردِ تباہی تھیں بازوؤں میں مچھلیاں، یا ریگ میں ماہی
مانندِ اسد لڑائی پہ تلے تھے
سو عقدۂ مشکل انھیں ہاتھوں سے کھلے تھے

لو قبضے پہ ہے دستِ زبردستِ شہنشاہ ۱۵ جن کی رگ و پے میں ہے بھرا زورِ یداللہ
غیر از یدِ قدرت کوئی اس سے نہیں آگاہ گر کوہِ گراں ہو، تو اکھاڑیں صفتِ کاہ
بھاری ہو یہ گرز، سارا جہاں جنگ پہ تُل جائے
زور اس کا ہو گر، قلعۂ خیبر پہ تو کھُل جائے

اعدا بھی ہیں چپ شمعِ رسالت بھی ہے خاموش ۱۶ سینے میں تلاطم ہے، شجاعت کا ہے یہ جوش
تیغِ نگہِ شہ سے جوانوں میں نہیں ہوش چھپ جاتے ہیں ڈھالوں کی سیاہی میں زرہ پوش
جوہر نظر آتے ہیں جو اس تیغِ دو دم کے
پانی ہوئے جاتے ہیں جگر اہلِ ستم کے

تولے ہوئے شمشیر کو پڑھتے ہیں یہ اشعار ۱۷ دنیا بھی ہے بے مہر زمانہ بھی ہے غدار
تف تجھ پہ ہے اے دہرِ ستمگار و جفاکار بد دل تری اس سفلہ پرستی سے ہیں دیں دار
زہرا سے محمدؐ سے علیؑ سے نہ وفا کی
شاکی رہے سب تو نے کسی سے نہ وفا کی

تُو نے غمِ فرزند میں آدمؑ کو رُلایا ۱۸ بیٹے نے جب میں کوئی پہچان نہ پایا
خنجر نے لہو حضرتِ یحییٰؑ کا بہایا کس چین میں یوسفؑ سے برادر کو ملایا

وہ کون سے دکھ تھے جو دکھائے نہیں تُو نے
کیا کیا کنوئیں پیری میں جھکائے نہیں تُو نے

توڑے دُر دندانِ نبیؐ سنگ جفا سے ۱۹ مسجد ہوئی تر خون سے سر شیہ فدا سے
فرصت نہ ملی فاطمہؑ کو رنج و بلا سے ٹکڑے ہوا شبیرؑ کا جگر زہر جفا سے

باقی تھا فقط میں، سو عزیزوں سے چھٹا ہوں
پانی کو ترستا ہوں غریبی میں لٹا ہوں

فرما کے یہ اعدا کو پکارے شہ ذی جاہ ۲۰ اب جنگ میں کیا دیر ہے اے فوجِ گمراہ
شاید مری قوّت سے ابھی تم نہیں آگاہ رستم تو یہاں زال ہے اور شیر ہے روباہ

تلوار کا مالک ہوں ولی ابنِ ولی ہوں
جرأت مرا حصّہ ہے کہ فرزندِ علیؑ ہوں

عاقل ہو تو مکّار کی باتوں پہ نہ جاؤ ۲۱ صابر ہوں میں صابر کو نہ تم غیظ میں لاؤ
دم میں غضب آجائے گا دیکھو نہ ستاؤ جینا ہو تو ہٹ جاؤ جو مرنا ہو تو آؤ

خیر اپنے سروں کی جو ہو منظور، تو سر کو
دیکھو ابھی روکے ہوئے ہوں تیغ دُو سر کو

مجھ سا کوئی گر اور ہو تم لوگوں کا رہبر ۲۲ بہتر ہے پھاندو مرے اس حلق پہ خنجر
اُمّت کے جو کام آئے تو حاضر ہے مرا سر پر میرے سوا کوئی نہیں سبطِ پیمبرؐ

کھو کر مجھے ڈھونڈو گے تو فریاد کرو گے
جب میں نہ ملوں گا تو بہت یاد کرو گے

جو زندہ ہے قدر اس کی کسی کو نہیں زنہار ۲۳ زندوں سے کچھ اور مُردہ پسندوں کو نہیں کار
عبرت کی ہے جا، فاعتبروا یا اولی الابصار سو جاتا ہے جب وہ تو یہ سب ہوتے ہیں بیدار

روئے تو اُسے کیا، جوش کی تو اُسے کیا
تعریف اگر بعدِ فنا کی تو اُسے کیا

گر زیست میں فاقہ ہو تو غم کوئی نہ کھائے ۲۴ اور وقتِ مصیبت کے کوئی پاس نہ آئے
یوں پیاس میں لاکر کوئی پانی نہ پلائے اور بعدِ فنا فاتحہ شربت پہ دلائے

پروا نہیں پیوند ہو گر رختِ بدن میں
مرتے ہیں بس اس پر کہ تکلف ہو کفن میں

یوں ہاتھ نہ تھامیں جو گرے بندۂ معبود ۲۵ تابوت کو دینا ہو جو کاندھا تو ہیں موجود
یوں جانتے ہیں قرضِ حسن دینے کو بے سود زر صرف ہو میت کے جو ماتم میں تو خوشنود

یوں بھول کے بھی ذکر نہیں کرتے ہیں اس کا
مرجاتا ہے جب کوئی تو دم بھرتے ہیں اس کا

ہوشیار رہو اے قوم کہ دنیا ہے گذرگاہ ۲۶ رہتا ہے گدا اس میں، ہمیشہ نہ شہنشاہ
کیا مرحلۂ صعب ہے العظمۃ للہ تھراتے ہیں رہبر بھی، وہ پُرخوف ہے یہ راہ

بے خوف ہیں وہ جن کو تولّائے علیؑ ہے
ہاں زادِ سفر دوستی آلِ نبیؐ ہے

کچھ دن بشر اس خانۂ دنیا میں ہے مہماں ۲۷ دستِ ملک الموت میں ہے سب کا گریباں
زندوں میں ہے گر آج تو کل ہوویں گے بیجاں پہلے سے ہے لازم سفرِ مرگ کا ساماں

ایماں و عقائد میں نہ ہرگز خلل آئے
کیا جانیے کس وقت پیامِ اجل آئے

کچھ وقت معیّن نہیں انساں کی اجل کا ۲۸ آج اُٹھ گئے وہ کرتے تھے سامان جو کل کا
بندہ وہ ہے پابند رہے نیک عمل کا پلّہ وہی بھاری ہے جو ہو جُرم سے ہلکا

کیا خاک کا بوجھ اس کے لیے قبر میں کم ہے
ہو اور گناہوں کی گرانی تو ستم ہے

لو پند بھی آخر ہے نصیحت بھی ہوئی ختم ۲۹ جنّتؔ مجھے منظور تھی جنّت بھی ہوئی ختم
امّت بھی، مروّت بھی، محبّت بھی ہوئی ختم لو باب ترحّم کی، عبارت بھی ہوئی ختم

دل رکھتے ہو فولاد، یہ جوہر ہیں تمھارے
اب تیغِ یدِ اللہ ہے اور سر ہیں تمھارے

بے قتل مجھے چین کب آتا ہے نہ
فتح و ظفر اس تیغ کا خاصہ ہے نہ

فوجوں کی طنابیں زمیں کٹتی ہیں آ کے
دیکھوں تو کہاں ہاتھ ہو پہنچے قضا کے

خالق نے مرے قوتِ حیدر مجھے دی ہے
فتح اس نے تو قسمت میں لکھی دی ہے

مختار نے مختاری کوثر مجھے دی ہے
کر دے نہ شفیع دو جہاں کر دی ہے

کھل جائے گی دم میں بُرشِ تیغ دوسری
کھنچی تو مرے ہاتھ میں ہے فتح و ظفر کی

غصے میں مرے طور ہیں سب قہرِ خدا کے
نکلت ہو نظر اس پہ کروں فاتحہ پڑھ کے

بچتا نہیں تلوار ہماری کوئی کھا کے
ہاتھ میں ہمارے ہیں جہاں فتح و ظفر کے

کس معرکے میں تیغ کرو تو نہیں چمکی
بھلا کوئی سردار بچ کر نہیں نکلا

تم نار ہو میں نورِ خدائے دو جہاں ہوں
تم ابر ہو جس میں ہو شفق میں وہ رواں ہوں

تم جنگ میں روباہ ہو میں شیرِ ژیاں ہوں
تم کاہ ہو میں کوہِ گراں ہوں

لاکھوں ہوں تو ہے فتح ہر کیف ہماری
کرتی ہے صفیں صاف سدا تیغ ہماری

اس تیغ سے رستم سا دلاور نہیں بچتا
سن لے جو یہ چمکی تو سکندر نہیں بچتا

معفر نہ رہا فرق پہ جب سر نہیں بچتا
یہ کب ہے کہ کھنچ کر میں یہ کمر نہیں بچتا

بجلی ہے یہ رکتے کبھی دیکھا نہیں جاتے
گر ہوں پہ جھپٹے تو پھر اوپر نہیں آتے

لاثیف اسی حجت فاتح کی ثنا ہے
تیغ ہے کیا سب سے پرے کا خانہ ہے

یہ شکرِ باغی کے لیے دارِ فنا ہے
سایے میں جو اس تیغ کے آیا غنا ہے

جوہر میں جو ہے فتح تو قبضے میں ظفر ہے
دشمن کے لیے تیغ ہے مومن کی سپر ہے

فخرِ عرب و ردم و عجم کی ہے یہ تلوار ۳۶ کاٹے ہیں نشاں جس نے علم کی ہے یہ تلوار
کاٹ اس میں غضب کاہے ستم کی ہے یہ تلوار مثلِ مہ نو بدر میں چمکی ہے یہ تلوار

ہلتی تھی زمیں ہاتھ جو قبضے پہ دھرا تھا
خندق کو اسی تیغ نے لاشوں سے بھرا تھا

پائی نہ امدں لشکرِ صفین و جمل نے ۳۷ غنتر کو جلایا ہے اسی تیغِ اجل نے
نے لات نے مرحب کو بچایا نہ ہبل نے کاٹا شجرِ کفر کو اس تیغ کے پھل نے

گر پاس نہ ہوتا پرِ جبریلِ امیں کا
ملتا نہ پتا زیرِ زمیں گاوِ زمیں کا

جس وقت سرِ چاہ علیؑ کے قدم آئے ۳۸ جنات ہزاروں تہ تیغ دو دم آئے
فریاد کناں ساکنِ بیرالحرم آئے یا شیرِ خدا دینِ محمد میں ہم آئے

دیجیے گا سزا پھر اگر اس راہ سے نکلیں
یوسف کی قسم لو جو کبھی چاہ سے نکلیں

اک ہاتھ میں دو ہوں گی سنانوں کو بچاؤ ۳۹ ڈھونڈھو نہ کہیں گاہ کمانوں کو بچاؤ
مٹ جائے گی یہ شان نشانوں کو بچاؤ جب جانیں کہ اس تیغ سے جانوں کو بچاؤ

رکتی ہے نہ جوشن پہ نہ تھمتی ہے کمر پر
یہ مرگِ مفاجات ہے بلدآتی ہے سر پر

بے جان کیے خانۂ تن سے نہیں پھرتی ۴۰ بے صاف کیے فوج کو رن سے نہیں پھرتی
کچھ ہو یہ شجاعت کے چلن سے نہیں پھرتی بے سیرِ گلِ زخمِ بدن سے نہیں پھرتی

منھ موڑ کے زہرے کبھی موڑا نہیں اس نے
دشمن کو کبھی جنگ میں چھوڑا نہیں اس نے

بیٹھی ہے تو سر تن سے جدا کر کے اٹھی ہے ۴۱ دشمن کو اثاثے میں فنا کر کے اٹھی ہے
کافر کے مہ اپا کو دوتا کر کے اٹھی ہے ہر معرکے میں حشر بپا کر کے اٹھی ہے

چمکی ہے یہ جس دم تو صفیں پاٹ گئی ہے
اک ہاتھ میں سو سو کے گلے کاٹ گئی ہے

پڑھ کر یہ جزر شام کے بادل نہیں درآئے ۴۰ پھیلے فلک کو وصف میں پر آئے
بے دیوں کے دل ہل گئے جن دن نہیں دئے گھبرائے تیوروں کے بل نہیں پڑے

خفتہ گیب میدان کہ ہنگام حرب آہ
شکر میں پڑا شور کہ بھاگو کہ اسد آیا

اعدا کے سروں پر جو دو تیغ دوسر آئی ۴۳ آئے تہ چتر تھی کہ کیلوں میں در آئی
بجلی سی چمک کر ادھر آئی ادھر آئی دو ہو گئی جب تیغ کے نیچے سپر آئی

دستانے میں یوں کاٹ گئی دست ستمگر
جس طرح سے کاٹے کوئی جلدی میں تلوک کو

بے دست ہر اک صف تھی تو بے سر تھی ہر اک ۴۴ ٹوٹے تھے ہوئے خاک پہ تھے صورت کتکوں
شمشیر دوستی نے نکالی تھی کہ توں سر کٹتے تھے زمین پہ نہ یت تھی کہ توں

اس تیغ سے فولاد کا دل نرم ہوا تھا
تن سرد تھے بازار جہاں گرم ہوا تھا

چار آئینہ والوں کو نہ تھا تیغ سے چارا ۴۵ پھوٹک تھے سینے تو کلیجے تھے دو پارا
کہتے تھے زرہ پوش نہیں جنگ کا یارا پک جائیں تو جانیں کہ ملی جان دوبارا

جوشن کو سنا تھا کہ حفاظت کا محل ہے
اس کی نہ خبر تھی کہ یہی دام اجل ہے

بدکیش لڑائی کا چلن بھول گئے تھے ۴۶ ناوک فگنی تیر فگن بھول گئے تھے
سب چلہ کشی، عہد شکن بھول گئے تھے بے ہوشی میں ترکش کا دہن بھول گئے تھے

معلوم نہ تھا جسم میں جاں ہے کہ نہیں ہے
چلاتے تھے قبضے میں کماں ہے کہ نہیں ہے

تولے ہوئے بھالوں کو جفاکار تھے ہر چند ۴۷ تھی عقدہ کشا تیغ، نہ بند تھا کوئی بند
کیا روکتے تیروں کو جوانانِ تنومند تھا شیر نیستان اسد اللہ کا فرزند

برق تھے نہ بھالے تھے نہ پرچم نہ علم تھا
اک ہاتھ میں یاں ہاتھ بھی نیزہ بھی قلم تھا

دم کی تھی دعا شاہ نے کیا تیغ دو دم پر ۴۸ نے خود نہ پہ دکتی تھی نہ تھمتی تھی جھلم پر
گردن سے جو سینے پہ تو سینے سے شکم پر تو سن سے رکابوں پہ رکابوں سے قدم پر
جوشن میں نہ خفتان میں نہ بکتر میں نہ زیر پہ
دم کاٹ کے گھوڑے کے جو دیکھا تو زمیں پر

غل تھا کہ زمانے میں نہیں صف شکن ایسا ۴۹ تلوار ہو ایسی ہو تو ہو تیغ زن ایسا
دنیا میں نڑا ہے کوئی تشنہ دہن ایسا کچھ حرف شکایت میں نہ آئے چلن ایسا
سکہ نہ ہو کیوں ضرب تبار ازلی کا
نوبت میں ہے نام حسینؑ ابن علیؑ کا

نیزوں کو بلاتے تھے جو ہواروں پہ تن کے ۵۰ ٹکڑے بھی زمیں پر نہ ملے ان کے بدن کے
جنگل میں چھپے آئے وہاں شیر جو بن کے بھاگے وہ ہرن ہو کے بہادر تھے جو ن کے
صفدر نے جواں مردوں کے دل توڑ دیے تھے
نیزوں کے دم تیغ نے منھ موڑ دیے تھے

انبار تن و سر کے سراسر تھے زمیں پر ۵۱ تن تھے کسی جا اور کہیں سر تھے زمیں پر
کاٹے ہوئے ہتھیار برابر تھے زمیں پر جوشن کہیں ٹکڑے کہیں مغفر تھے زمیں پر
بے جان کہیں دو اہل ستم ساتھ پڑے تھے
ریتی پہ کہیں پاؤں، کہیں ہاتھ پڑے تھے

کس سر پہ پڑی تیغ کہ تو سن سے نہ اتر دی ۵۲ وہ کون سا تو سن تھا کہ یہ سن سے نہ اتری
سب جان لیے جسم تہمتن سے نہ اتری اتری جو نہ وہ موت کبھی گردن سے نہ اتری
دشمن کو نہ زندہ کسی جا موت نے چھوڑا
تیغ اتری نہ تھی تو کہ موت نے چھوڑا

پیاسی تھی چپ و راس بد اندیش زمانی ۵۳ ریتی پہ تڑپتی تھی دو رستہ صف ناری
خنجر تھے گلوں پر تو کلیجوں پہ کٹاری کٹ کٹ گئیں تیغیں ستم آرا ہوئے عاری
نوکیں جو پڑیں دل پہ کسی بانکۂ شر کے
دو ہو گئے پہلو پار ہوئے اپک جگر کے

نہ کی طرح منہ سے نکالے کبھی زبان تیغ
تڑپتی تھی چمک کر کبھی یہاں وہاں تیغ

قبضے میں جو سب فوج کی ان تیغ زنوں کے
پانی تھا گلے کا نہ دھن ان دشمن جاں کے

ظل تھا کہ نہ ڈھب ان سے تھا ہونا کسی وار کا
سر بار گرے گی پہ نہ اک بار کسی کی

انگشت قضا کہتے ہیں ان تیغ زنوں کو
سر پر کبھی آتے نہیں زیبا ہے جنوں کو

تاب[۵] ایسی کہ لشکر کو پریشان کیا جس نے
دم ایسا کہ سب فوج کو بے جان کیا جس نے

سر سیکڑوں کاٹے تھے پہ رنگ ان کا نہ آیا
ہر ناب میں ناگن کی طرح زہر سمایا تھا

قبضہ وہ جسے رکھتے تھے قبضے میں یداللہ
جوہر وہ کہ ہر فرد بشر جس سے ہو آگاہ

باڑھ ایسی مقابل کبھی دیکھی نہیں جس سے
گھاٹ ایسا کہ جیتا کوئی اترا نہیں جس سے

مومن کے لیے نور ہے کافر کے لیے نار
اعجاز تو دیکھو کہیں راحت کہیں آزار

دم بند تھے دہشت سے تجاعان جہاں کے
مسدود تھے سب رستے وہاں امن و اماں کے

ناری کو سقر تک کبھی پہونچا کے پھر آئی
ناگن کی طرح سن سے کبھی جا کے پھر آئی

ظل تھا کبھی یوں تیغ کو چلتے نہیں دیکھا
افعی کو بھی یہ زہر اگلتے نہیں دیکھا

خوں ناریوں کا چاٹ کے گرمائی ہوئی تھی ۶۰ بجھتی جو نہ تھی پیاس تو جھنجھلائی ہوئی تھی
دریا کی طرف جانے پہ لہرائی ہوئی تھی سب فوج پہ اک برقِ غضب چھائی ہوئی تھی
منھ کیا تھا کہ اک قہر تھا، خم تھا کہ غضب تھا
لشکر کا لہو پی گئی، دم تھا کہ غضب تھا

دو کر کے سر و صدر و شکم، ناف سے نکلی ۶۱ تعریف دلِ صاحبِ انصاف سے نکلی
بجلی سی جو چار آئینۂ صاف سے نکلی یا فاتحِ خیبر کی صدا، قاف سے نکلی
چل جاتا تھا جب وار امامِ مدنی کا
غُل ہوتا تھا افلاک پہ، اللہ و غنی کا

جب تن کے چلی، حالِ عدو غیر کر آئی ۶۲ جس صف پہ گری، خاتمہ بالخیر کرائی
کشتوں کے تڑپنے کی کبھی سیر کر آئی دریا کی طرف خوں میں کبھی پیر کرائی
سب گھاٹ سے دنیائے فدک خون میں تر تھی
تیوار نہ تھی ماہیِ دریائے ظفر تھی

وہ سیل جدھر آئی، تلاطم نظر آیا ۶۳ آنکھوں سے نہاں، مجمعِ مردم نظر آیا
ہل چل میں سواروں کا پرا گم نظر آیا جو تھا بہ سرِ زیں، وہ تہِ سُم نظر آیا
منھ کھول کے اژدر نے نوالہ کیا سب کو
بجلی کی تڑپ نے تہ و بالا کیا سب کو

دو شخصوں نے کک غول سے ہوار نکالے ۶۴ اک ہاتھ میں نیزہ لیے، اک بیع سنبھالے
خود آئینہ بر میں، سپر یں کاندھوں پہ ڈالے امداد کو پہونچے کئی سو برچھیوں والے
کس دھوم سے وارد سرِ میداں ہوئے دونوں
پڑھ پڑھ کے رجز، جنگ کے خواہاں ہوئے دونوں

ایک ایک ستم پیشہ و سر پنگ و جفا جو ۶۵ مغرور و سیہ کار و سیہ رنگ و سیہ رو
بدصورت و بدہیبت و بدسیرت و بدخو سینے جو کشادہ، تو قوی ساعد و بازو
پیاسے تھے لعیں خونِ امامِ ازلی کے
دونوں کو عداوت تھی گھرانے بتولیؑ کے

بچوں کو بلاتے ہوئے آئے جو وہ سرکار ۶۸ بگڑت میں پچاتے تھے فلک توڑ کے تلوار
شبدیز کو چمکا کے پکارے کہ بڑھو یار کٹی نے جس سے پنجہ شیر نر خونخوار

حافظ ہے خدا کھنچے ہوئے تیر و کماں ہو
یہ بھی ہے شگوں نیک کہ پیشی ہے تو ہو

یوں کہنے لگے طعن سے دونوں ستمایجاد ۶۹ حضرت کی بلائیں جنہیں پیتے ہیں خدا داد
فرمایا پکاروں کسے میں بے کس و ناشاد بے تو نہ بچانے سے نہ جانے سے نہ امداد

سب مر گئے تنہا ہمیں رکھوں میں کہاں تک
یہ خاک پہ نہ تھے انہیں پیروں کے تلے ہیں

گو کوئی نہ بھائی نہ پسر ساتھ ہے میرے ۷۰ ہاں یک نہ تھا یہ ساتھ ہے میرے
ہمدم کی طرح تیغ دوسر ساتھ ہے میرے میں یہ بھی ہوں خوش تیغ ہے میرے

تم دونوں ہو کیا فتح کبھی پا نہیں سکتے
لاکھوں ہو تو قبضے سے مرے جا نہیں سکتے

ناگاہ بڑھے تول کے نیزوں کو وہ خونریز ۷۱ تھرا گئی برق مجسم ہوئے شبدیز
تاپوں سے ہلا دور تلک دشت بلاخیز فولاد میں در آئیں سنانیں تگ و تیز

آمد میں یہ دعوی تھا کہ برگ باغ شکوہ
نوکوں پہ اٹھا لیتے ہیں زرہ کے پرکوہ

مکاروں نے دکھلائی بہت شعبدہ بازی ۷۲ دیکھا کیے ہنس ہنس کے شہنشاہ حجازی
تھے عقل کے کوتاہ جو کی دست درازی ہاتھ آئے سب ابن زیاد سفلہ و غازی

جو منہ چڑھا خاک کا پیوند ہوا ہے
نیزوں سے کہیں عقدہ کشا بند ہوا ہے

وار آپ نے جب رد کیے اُن کے کئی باری ۷۳ تھرانے لگے ہاتھ یہ دہشت ہوئی طاری
تھی تیغ شہ دیں غضب ایزد باری کانپا جو کیا سب دو دلے ہو گئے ناری

نیزوں کی سناں کو دم شمشیر نے کاٹا
غل تھا کہ سر شمع کو گل گیر نے کاٹا

اک ضرب میں دونوں کے جو نیزے ہوئے بیکار ۷۲ تلواریں علم کر کے پھر آئے وہ ستمگار
تیغیں جو چپ و راس سے چلنے لگیں اک بار روکے سپر حضرتِ حمزہؓ پہ وہ سب وار

دونوں کو ڈرایا بھی نہ شمشیرِ دو سر سے
پسپا ہوئے وہ خود تو بڑھے آپ اِدھر سے

اس ضرب میں ہاتھ اُس کا اُڑا اور سپر اُس کی ۷۳ دو تھا جو سر اُس کا تو جدا تھی کمر اس کی
اس کو خبر اس کی تھی نہ اُس کو خبر اُس کی کی موت نے دعوت اِدھر اس کی اُدھر اس کی

گرمی میں لڑے تھے شہ دل گیر سے دونوں،
ٹھنڈے ہوئے، آبِ دمِ شمشیر سے دونوں

اک ہاتھ میں بے جاں ہوئے دونوں جو ستمگر ۷۴ حضرت نے کہا اور بھی ہے کوئی دلاور
دعویٰ ہو تو دیکھے مری تلوار کے جوہر پھر تاب کسے تھی، کہ مقابل ہو جو آکر

دونوں کو اجل لائی تھی شمشیر کے منھ پر
صید آپ سے جاتا ہے کوئی شیر کے منھ پر

ہاتھ ایسا جسے دستِ خدا کہیے تو حق ہے ۷۵ ضرب ایسی کہ جس ضرب سے دل کفر کا شق ہے
جب چاہیں اُلٹ دیں کہ زمیں ایک ورق ہے یہ سب ہے، مگر آپ کو اُمت کا قلق ہے

دیتے تھے دُہائی جو پرے اہلِ جفا کے
آنسو نکل آتے تھے، امامِ دوسرا کے

ہر چند کہ بیٹوں کے تھے قاتل وہ ستمگار ۷۶ مانگی جو اماں سب نے تو، خود روک لی تلوار
بدعہد تھی کیا اُمتِ غدار و جفا کار یاں ہاتھ رکا، واں سے ہوئی تیروں کی بوچھار

یاں رحم تھا اور اُمتِ عاصی کی دعا تھی
واں ظلم و ستم تھے، اِدھر انصاف و مُدارا ۷۷ باطل پہ وہ تھے، حق پہ یداللہ کا پیارا
وہ خاک کے ذرّے تھے، یہ تھا عرش کا تارا واں لاکھ ستمگر، اِدھر اک پیاس کا مارا

واں قتل کا غُل فوجِ مخالف میں اُٹھا تھا
سُوکھے ہوئے ہونٹوں پہ اِدھر شکرِ خدا تھا

سب سے پسر معدیہ کہتا تھا کہ بابو ۷۰ ہمدرد سے فرزند نہیں ہاتھ سے جاتے
لینا ہے نہ سر تن سے تو خوں شک کا بہا دو نخوت سے تشنج کی یہ تدبیر ہے ہوتے

طوفاں سے کہیں کشتی تن پار اتر جائے
سر تن سے جدا ہو تو یہ بار اتر جائے

نقصان مرا کیا ہے؟ اگر تم نے دغا کی ۷۱ پایہ شہ دیں سے نہ ٹلے ثابت و راسخ
اللہ سے وعدہ کیا جو اس پہ وفا کی یہ بیعت سرمایہ نازش ہے ہمارا

سر دینے میں جنت نہیں تکرار نہیں ہے
ہم لوگوں کے قبضہ میں یہ بازار نہیں ہے

فرما کے یہ قبضے سے رکھا تن پہ سر کو ۷۲ شانہ یہ ہلا ہونٹ پہ لرزش سے نہ آئی
پایا تھا جو تنہا شہ مرداں کے پسر کو بس کھیر ہے شاہ شہیداں نے تو کی تھی

لشکر کی طرف تیغ جو کی بہر خدا تھی
سب فوج کی تیغوں کے تلے آنکھ جھکی تھی

اک نور کو گھیرے ہوئے ظلمت نظر آئی ۷۳ دن کو شب تیرہ کی صورت نہ دکھائی
خود شافع محشر پہ قیامت نظر آئی قرآن کے بچنے کی نہ صورت نظر آئی

کٹتی تھیں گریں لشکر کافر کی جو زد سے
اجزائے تن پاک کے شیرازہ تھا سر سے

بت گرد تھے اور بیچ میں وہ کعبۂ ایماں ۷۴ تھا نوح پہ خشکی میں عجب قہر کا پانی
وہ لاکھ دل آزار اور اک عیسیٰ دوراں کب مورچہ بندی تھی پہ قتل یہاں کی

فرعونیوں کا حضرت موسیٰ پہ تھا حملہ
سب فوج کی تیغیں تھیں اور اک ان کا تھا سینہ

بے کس پہ ہزاروں جو چلے تیر سے پہلو ۷۵ قرباں ہوا سینہ شہ بندۂ خوش خو
نیزے جو برابر سے لگاتے تھے جفا جو چھد جاتے تھے دونوں کی سناں بانہ

بند آنکھیں کیے جھوٹے تھے گھوڑے پہ سوار
تلواروں کے پھل لگتے تھے اور پیچھوں سے تن پار

پھولے ہیں گل زخم، کوئی جا نہیں خالی ۸۴ شرماتی ہے جن سے گلِ صد برگ کی لالی
یوں کٹ کے ٹنک آئے تھے، دستِ شہِ عالی جیسے کوئی کرتا ہے قلم، پھول کی ڈالی
جا کر جو پھر آنے کے نہیں باغِ جہاں میں
عالم کو دکھاتے ہیں بہار اپنی خزاں میں

جب مارتا تھا سنگ دہن پر کوئی غدار ۸۵ فرماتے تھے فریاد ہے یا احمدِ مختار
پڑتی تھی قفا سے جو کوئی فرق پہ تلوار سر تھام کے چلاتے تھے یا حیدرِ کرار
چھدتا تھا جو تیروں سے جگر شاہِ زمن کا
نعرہ لبِ خشکیدہ پہ تھا ہائے حسنؑ کا

تھا خوں کا دریا جو ہر اک زخم سے جاری ۸۶ منھ زرد تھا اور تن کی قبا، سرخ تھی ساری
پہلو پہ جو لگ جاتا تھا بھالا کوئی بھاری (۱) جھک جھک کے سنبھل جاتا تھا وہ عاشقِ باری
مجروح سراپا، جو امامِ دو جہاں تھے
دو خون کے پرنالے رکابوں سے رواں تھے

یاں اک تنِ زار، اُدھر سیکڑوں خونخوار ۸۷ کھایا کبھی نیزہ، کبھی برچھی کبھی تلوار
طاقت جو نہیں، ہر نے پہ جھک جاتے ہیں ہر بار نکلے ہیں رکابوں سے قدم، ہاتھ ہیں بے کار
سینے سے کوئی تیر نکالا نہیں جاتا
اب تو دلِ مجروح سنبھالا نہیں جاتا

غش سے کبھی چونکے کبھی جھومے کبھی تھرائے ۸۸ کی آہ کبھی اور کبھی اشک آنکھوں میں بھر لائے
تلواروں سے جو چور ہو بچ کر وہ کدھر جائے دم ہونٹوں پہ تھا، اور کوئی ہمدم بھی نہ تھا ہائے
یوں نیزوں کی بوچھار کسی تن پہ نہ ہوئے
جو شاہ پہ گذری کسی دشمن پہ نہ ہوئے

رہوار سے ناگاہ گرے قبلۂ کونین ۸۹ تڑپا جو نواسا تو نبی ہو گئے بے چین
ماتم کا ہوا غل فلک وارض کے مابین اعدا میں ہوا فتح کا غل، بیبیوں میں بین
تھرا گئے چودہ طبقے، ارض و سما کے
نعروں کی صدا آنے لگی، شیرِ خدا کے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کیا خوب کٹے آٹھ دن، اور دو یہ مہینے ۹۶ نیلے رہے، ماتم سے عزاداروں کے سینے
کوتاہ کیا ہاتھ نہ ماتم سے کسی نے ہر روز دعائیں تمہیں دیں، روحِ نبیؐ نے

دل روتا ہے صدمہ ہے عجب طرح کا جاں پر
دیکھو تو کہ کیا آج اُداسی ہے مکاں پر

تُو ترے قربان، خدا حافظ و ناصر ۹۷ اے شیعوں کے مہمان، خدا حافظ و ناصر
اے فاطمہ کی جان، خدا حافظ و ناصر اے دین کے سلطان، خدا حافظ و ناصر

مجبور ہیں گر قبر میں ہم موئیں گے مولا
جیتے ہیں تو پھر اگلے برس روئیں گے مولا

خاموش نہیں اب کہ ہے سینے میں جگر چاک ۹۸ حق ہے ترا، مدّاحی سبطِ شہ لولاک
حاسد سے نہ کچھ خوف نہ دشمن سے ہے کچھ باک ناہم ہے، وہ چاند پہ ڈالے جو کوئی خاک

سب مدح کریں نظم کی یہ نظم و نسق ہے
باطل ہے سو باطل ہے جو حق ہے سو وہ حق ہے

۱۴

جب آخری رخصت کو تینوں نے حضرت
سب بیبیاں بیٹیاں تھیں رو رو کے رخصت

حضرت نے کہا قطع محبت کرو بہتر
بیٹے کے نہیں مر کے بھی ماں باپ کے مرنے

بابا سے نہ جب تک وہ کل نہ ہونے گا
تب تک نہ ہمیں قبر میں آرام ملے گا

سب مر چکے اب کس کے لیے رنج کریں ہم
کیا ہیں جو کوئی بیٹھ کے کنبہ کو پلے ہم

کس طرح سے اس یوسفِ گم گشتہ کو پائیں
ہے فرقِ بصارت میں کہاں ڈھونڈنے جائیں

ہے ان کے نہ کھانے کا نہ پینے کا مزہ ہے
فرزند سلامت ہو تو جینے کا مزہ ہے

اک جانِ حزیں تا بہ کجا رنج اٹھائے ۳ راحت ہے اسی میں کہ ہماری چل بسے
زخمِ جگر و دل کہے شپیر دکھائے ستر ہے یہ کسی گھر پہ نہ آئے

تا رات نہ اس طرح سے ہو باغ کسی کا
اب مجھ کو دکھائے نہ خدا داغ کسی کا

آگے مرے مارے گئے دو بھانجے پیارے ۴ قاسم نے دیا ساتھ نہ عباس سدھارے
عباسؑ کا غم پوچھے کوئی دل سے ہمارے اکبر کے تو منے سے ہوئے نور کے تارے

اب پاس نہ بھائی نہ بھتیجا نہ پسر ہے
نتو داغ اور اک دل یہ ہمارا ہی جگر ہے

اک عمر میں سو آرزوؤں سے جنھیں پایا ۵ یاں تین پہر میں انھیں ہاتھوں سے گنوایا
پچھتاتا ہوں کیوں ساتھ وطن سے انھیں لایا تقدیر نے کس کس کا مجھے داغ دکھایا

کیا جانتا تھا خاک میں غم خوار نہ ہیں گے
تا حشر اب ایسے نہ وفادار ملیں گے

میں کہتا تھا کٹ جائے گا جب تن سے مرا سر ۶ سب لادیں گے اور غسل و کفن دیویں گے مل کر
بابا کا اُٹھا لائیں گے جب نعشِ علیؑ اکبر سو مر گئے وہ، زندہ ہے فرزندِ پیمبر
روحِ علیؑ اکبر سے ہمیں شرم بڑی ہے
میدان میں بے گور و کفن لاش پڑی ہے

جس طرح سے رو پیٹ چکے ان کے الم میں ۷ ہم کو بھی اسی طرح سے، رونا کوئی دم میں
اب جاتے ہیں گھر جانے کو ہم، فوجِ ستم میں پھر آنے کو یاں حوصلہ باقی نہیں ہم میں
جب جاتے تھے سب گھیر کے لے آتے تھے ہم کو
وہ مر گئے جو پیر کے لے آتے تھے ہم کو

اب کون ہے جو دوڑ کے روکے گا مری راہ ۸ پہ پاؤں پہ گرتے تھے کوئی ان میں نہیں آہ
صدمے جو ہیں مجھ پر کوئی ان سے نہیں آگاہ واللہ نہیں جینے کا ابنِ اسد اللہ
وہ سمجھے کلیجے پہ چھری جس کے چلی ہو
اکبرؑ نہ ہو دنیا میں حسینؑ ابنِ علیؑ ہو

اللہ کو سونپا تمہیں اے زینبؑ و کلثومؑ ۹ لگ جاؤ گلے تم سے بچھڑتا ہے یہ مظلوم
اب جاتے ہی خنجر سے کٹے گا مرا حلقوم ہے صبر کا اماں کے، طریقہ تمہیں معلوم
مجبور ہیں، ناچار ہیں، مرضیٔ خدا سے
بھائیؑ نہیں جی اُٹھنے کا فریاد و بکا سے

جس وقت مجھے ذبح کرے فرقۂ ناری ۱۰ رونا نہ سُنے کوئی نہ آواز تمہاری
سب بہنوں کا تیموں سے بہت گریہ و زاری جو کرتے ہیں صبر ان کی خدا کرتا ہے یاری
ہوں لاکھ ستم، رکھیو نظر اپنی خدا پر
اس ظلم کا انصاف ہے اب روزِ جزا پر

یہ سُن کے حسنؑ شاہ کے آنسو ہوئے جاری ۱۱ چھاتی سے لپٹ بھائیؑ کے زینبؑ یہ پکاری
اے سیدِ مظلوم، میں ہو گئی واری میں جانے نہیں دینے کی حضرت کی سواری
تب جائیو جب جی سے گذر جائے گی زینبؑ
حضرت نے کمر باندھی تو مر جائے گی زینبؑ

دکھیاری ہوں، بھیا نہ دی آس کو توڑ
برگشتہ زمانہ ہوا، منہ تم نہ موڑ

مشکل بھی کڑی ہو تو نہ گھبرانا تم
ہمت نہ کبھی ہار کے کھونا تم

نانا ہیں، نہ بابا ہیں، نہ ماں تم کو ہماری
فرماتے تھے سب بہنوں میں تم مجھ کو ہو پیاری

دنیا میں رہیں گے بس آپ سب کے
بس جائیں گے ہم تو پردیس اب کے

اک باقی بزرگوں میں تمہارے شہ دیں ہو
حضرت کی قسم مجھ کو جو بیٹوں کا بھی غم ہو

بچپن سے کبھی شہر میں پردیس نہ جانا
تم مرنے کو تنہا کبھی جنگل میں نہ جانا

اے بھائی جہاں جاؤ گے میں ساتھ چلوں گی
تلواروں میں بھی پاس سے ہرگز نہ ٹلوں گی

خدا کی قسم ساتھ نہ چھوڑے گی زینب
تمہارے لہو سے نہ منہ موڑے گی زینب

ان باتوں سے زینب کی دل شاد بہت آیا
رو رو کے گلے بہن کے اس کو لگایا

ہم خلق پہ ہیں تیغ ستم دشت بلا میں
تم رنج اسیری کا سہو راہ خدا میں

میں اور تم اک دودھ سے بچپن میں پلے ہوں
تقدیر جدا کرتی ہے کیوں کر نہ جدا ہوں

ماں باپ سخی کیسے تھے، ہمت کرو تم بھی
بہت کی شفاعت میں شرکت کرو تم بھی

۱۸ ماں صابرہ ہے، صبر تو ہے کام تمہارا — دکھیاری ہو، بے چین ہے، آرام تمہارا
مذکور گیا، ہر ایک گل اندام تمہارا — بھائی کو کرو صبر، تو ہے نام تمہارا
جو کہتے ہیں ہم، اس کو گوارا کرو زینبؑ
شبیرؑ کو اُمت سے نہ پیارا کرو زینبؑ

۱۹ اس راہ میں، گھر لٹنے کا کچھ دھیان نہ لانا — چھن جائے ردا سر سے تو سر ننگے ہی جانا
پردا جو نہ ہو بالوں سے چہرے کو چھپانا — بازو جو بندھے ہیں بہر دعا ہاتھ اٹھانا
مقبول، بہن عجز ہے، درگاہِ خدا میں
بندھوا ئے ہے حیدرؑ نے گلا راہِ خدا میں

۲۰ زینبؑ نے کہا جب یہ سنی بھائی کی تقریر — مرضی جو یہی ہے، تو رضامند ہے ہمشیر
پر آپ کی گردن پہ چلے جس گھڑی شمشیر — بھیجا نہ کہیں کی رہی، ہے ہے مری تقدیر
در در پھروں گی قید میں بھی جاؤں گی بھائی
سب ہوگا مگر تم کو کہاں پاؤں گی بھائی؟

۲۱ یہ کہتی تھی زینبؑ کہ صدا رونے کی آئی — زینبؑ نے کہا، بانوؑ کی آواز ہے بھائی
کچھ سوچ کے گردن شہ بے کس نے جھکائی — فرمایا کہ، جاں کاہ، پُر اندوہ جُدائی
اک داغ اُٹھایا ہے، جواں بیٹے کے غم کا
اور دوسرا گرتا ہے پہاڑ اس پہ ستم کا

۲۲ پاس اس کے گئے روتے ہوئے سیدِ ابرار — فرمایا کہ کیا حال ہے؟ اے یارِ وفادار
پیشانی پہ مجروح ہے آنکھیں بھی ہیں خونبار — ان باتوں سے اکبرؑ نہیں جی اُٹھنے کے زنہار
پیغام یہ دینا ہو سو دو، وقتِ سفر ہے
ہم بھی وہیں جاتے ہیں جہاں تیرا پسر ہے

۲۳ بانوؑ نے کہا رو کے کہ اے سرورِ والا — ثابت ہوا اُلفت مری، گم ہو گئی آقا
کیا وجہ جو اس وقت میں لونڈی کو نہ پوچھا — قسمت کا گلہ ہے، نہیں کچھ آپ کا شکوا
بہنوں سے تو رخصت ہوئے آئے بھی نہ ہم تک
تھی فکر ہماری بھی اکبرؑ ہی کے دم تک

تنہا نہیں بانو سے جدا ہو گئے اکبرؑ

اے بانو میں شرمندۂ احساں ہوں تمہارا ۳۰ مجھ پر فلکِ اکبر سے جواں بیٹے کو وارا
کی فاقہ کشی تم نے مرے ساتھ گوارا شبیرؑ کی الفت سے کیا، پر نہ کنارا

دکھ درد سہے، رنج اُٹھایا مرے گھر میں
تم نے کبھی آرام نہ پایا مرے گھر میں

میکے میں تو سب کچھ تمھیں دولت تھی مہیا ۳۱ رہتا تھا سدا بر میں لباسِ خز و دیبا
گھر فاطمہؑ کے آ کے کیا فاقے پہ فاقا پیوند پہ پیوند ہیں، چادر میں ہر اک جا

اک دولتِ اولاد، جو خالق نے عطا کی
سو وہ بھی بڑے وقت میں شوہر پہ فدا کی

رو کر کہا بانو نے، یہ فرماؤ نہ حضرت ۳۲ کونین کی دولت ملی، حضرت کی بدولت
اس فاقہ کشی سے کوئی افضل نہیں دولت اقبال تھا میرا کہ ہوئی آپ سے وصلت

کسریٰ کی جو پوتی ہوں، تو کچھ فخر نہیں ہے
سر تاج مرا دوشِ محمدؐ کا مکیں ہے

شہرا کے آفاق میں حیدرؑ سا ملا ہے ۳۳ گھر کس کو بھلا فاطمہؑ کے گھر سا ملا ہے
کس بی بی کو بیٹا علی اکبرؑ سا ملا ہے شوہر کسے فرزندِ پیمبرؐ سا ملا ہے

ہاتھ آئی یہ دولت مجھے قدرت سے خدا کی
میں اور بہو بنتِ رسولِ دوسرا کی

ملنا خز و دیبا کا تو مشکل نہیں زنہار ۳۴ ملتا ہے انہیں جن کو ہے دنیا سے سروکار
یہ حلّۂ فردوس کا ہاتھ آتا ہے دشوار سو آپ کے صدقے میں ملے یا شہِ ابرار

کیونکر نہ شرف ہو مجھے اس کہنہ ردا سے
اللہ نے پیوند کیا آلِ عبا سے

دنیا میں کسی نے بھی ہے یہ رتبہ پایا ۳۵ خاتونِ قیامت نے دلہن کو بنایا!
سر گوندھ کے سُرمہ مری آنکھوں میں لگایا پوشاک پہنا کر، مجھے مسند پہ بٹھایا!

اب یاد بہو ہوتی ہے زہراؑ و علیؑ کی
لختا ہے مرا راج، دُہائی ہے نبیؐ کی

[illegible]

بازوؤں رسن نکلے باندھیں سے ہاتھ [illegible]

زنداں میں جو ہو نعرہ [illegible]

دربار میں جب گونجے [illegible]

یٰسین کے بہتر روشے [illegible]

سب لازم فردوس مدینے کے مسافر [illegible]

جس وقت گئے [illegible]

لانا نہ کوئی حرف شکایت کا زباں پر

کہہ کر یہ سخن شاہ چلانے لگے [illegible]

چلا کے کوئی کہتی تھی [illegible]

ماں کو قسمیں دے کے روتی تھی سکینہ

سر پیٹتی پیچھے چلی جاتی تھی سکینہ

چلاتی تھی قربان ہو بیٹی چلے آؤ ۲۵ مرجاؤں گی بابا مجھے تم چھوڑ نہ جاؤ

صدقہ گئی ننھا سا مرا دل نہ کڑھاؤ بے تاب ہوں مر کر مجھے صورت تو دکھاؤ

شہ کہتے تھے میں پاس رہو نکلو نہ گھر سے

اب حشر میں ہوئے گی ملاقات پدر سے

یہ کہہ کے قریب فرس آئے شہ ابرار ۴۰ گردن کو جھکائے ہوئے روتی تھی وہ زار

پچکار کے حضرت نے کیا اس کو بہت پیار فرمایا کہ تو دیکھ تو اے اسپ وفادار

فرزند نہیں بھائی بھتیجی نہیں کوئی

تھامے جو رکاب آن کے اتنی نہیں کوئی

زہرا کی صدا آئی یہ با گریہ و زاری ۴۵ کب بھول گئے پالنے والی کو میری

پہلو میں تو حاضر ہے یہ ماں درد کی ماری لے ہاں میں تھاموں گی رکاب آج تمہاری

نقش سم رہوار سے آنکھوں کو ملوں گی

سر کھولے جو میں تیرے گھوڑے کے چلوں گی

گھوڑے پہ جو اک شہ کا ہوا گرم عنان تو ۴۲ جھکنے لگے برفاب سے شمشیر کے پانک
جنبش نے کیا جب تہمی فتراک قضا تک تھرانے لگے چوب سے تا شہ قدم پاک

تھا شور کہ مرنے کو حسین آن چلے ہیں
قرآن کو یا صاحب قرآن چلے ہیں

تازی پہ عجب شان سے تھے باگ کف تنگ ۴۳ گویا کہ محبت سے وفا شاہ نجف تھے
زانو پہ سمک نور کے باندھے ہوئے تھے تنگ سر تھے چپ و راست رسولان سلف تھے

ہر گام پہ آتی تھی صدا روح امیں کی
بس آخری ہے آن سواری شہ دیں کی

اے اہل جہاں آج کے دن کر لو زیارت ۴۴ دنیا سے تمہارے کو ہے رحلت
پھر شکل نہ آئے گی نظر پھر کسی صورت سمجھو پسر فاطمہ زہرا کو غنیمت

ڈھونڈھو گے تو شبیہ سا آقا نہ ملے گا
پھر تم کو محمد کا نواسا نہ ملے گا

تھا حسن و زہرا و علی کی یہ نشانی ۴۵ افسوس نہ پہچانا تم نے مگر قدر نہ جانی
سیراب ہوئے تم نہ پلایا اسے پانی کیا شکل نہیں ساقی کوثر کو دکھانی

دشمن کا مدا نہیں گہ خاک میں کوئی
باقی نہ رکھا پنجتن پاک میں کوئی

اس شان سے وہ فاطمہ کا زینت آغوش ۴۶ میداں میں جو پہونچا تو نقیبوں کے اڑے ہوش
مثل لب سوفار کمان در تھے خاموش اعدا کو ہوا جنگ کا انداز فراموش

بڑھنے سے قدم رکنے لگے فوج لعیں کے
مجرے کو علم جھکنے لگے فوج عدیں کے

تنہا تھے پہ اندیشہ شکوہ نہ تھا ذرق ۴۷ دشمن بھی ہوئے حسن کے نظارے کے مشتاق
حسن تھا کہ نثار قدرت خلق ہوتی ہے یہاں طاقت ذہن بشری طاق

کس حسن سے شکل شہ دیں گیہ کھنچی ہے
گویا ورق نور پہ تصویر کھنچی ہے

پیش صفِ مژگاں کوئی کیا سینہ سپر ہے

کیا دیدۂ تر ہے

کیا شانِ شجاعت کو رقم کرسکے خامہ ۵۴ برسوں ہو لکھے ختم نہ ہو مدح نہ نامہ
ہے خود کی جا سر پہ محمد کا عمامہ اور بدلے زرہ کے فقط اک کہنہ ہے جامہ

محتاجِ سپر وہ ہیں جنھیں جان کا ڈر ہے
یاں سامنے تلوار کے سینہ بھی سپر ہے

پہنا نہیں چار آئینہ بر میں سمجھ کر ۵۵ تا پردے میں رہ جائیں شجاعت کے نہ جوہر
آنکھوں کے تلے پھرتا ہے آئینۂ خنجر جراک بنِ مہ شارقِ پیکاں ہے بدن پر

ان ہاتھوں کو دستانے کی حاجت کہو کیا ہے
فرزندِ یداللہ تو خود دستِ خدا ہے

ہے قبضے میں حضرت کے سبک تیغ دو پیکر ۵۶ ہے موت کا تمغہ ہے شجاعت کا ہے جوہر
کاٹے ہیں تو تیغ نے جبریل کے شہپر شمشیرِ یداللہ پہ دم دیتے ہیں سر ور

فتحِ در نہیں بس سے حفاظت تن و سر کی
تیغ اس لیے باندھی کہ نشانی ہے پدر کی

جس دم یہ تیغِ دم میں جہاں زیر و زبر ہے ۵۷ ہاتھ اس پہ رکھا جب تو سرِ دست ظفر ہے
خود نیستِ خدا فتح نیہ کہ پسر ہے شمشیر کا محتاج نہ پابندِ سپر ہے

ہاتھ اٹھے جو یہ تیغ شتِ کون و مکاں کا
ہیں کام دو انگشت سے تیغ دو زباں کا

کیا ہمت و تن کو تمام کرتے ارشاد ۵۸ صحرائے وسیع دو جہاں جس کا ہے اک گام
کوندے پہ جو پہنچے اسے دیکھے تو وشام گردش کو فرامش کرے ابلق ایام

اس تیزی سے صرصر کو گذرتے نہیں دیکھا
جولاں برق بھی اس کو ٹھہرتے نہیں دیکھا

ہیں زیر کماں ایسے کہ شہ مندِ ہو سنبل ۵۹ ہمسر نہ ہو کاکل سے کبھی حور کی کاکل
ہے رشک اس کا پسر ہا صاحب دلدل کیسے جو ملک اس کو نہیں جائے تامل

ہے دوش محمد کا مکیں خانہ زیں پر
اس ناز سے رکھتا ہی نہیں پائے زمیں پر

یہ کہہ کے ہوئے سرد وہیں مارِ پیکار ۶۶ جو شور ہُوا بیبیوں کے رونے کا اِک بار
گھبرا کے لگے ڈیوڑھی کو تکنے شہِ ابرار دیکھا کہ چلی آتی ہے فضّہ جگر افگار

عریاں ہے سرِ چاک گریبان کیے ہے
مُردے کی طرح ہاتھوں پہ اصغر کو لیے ہے

پستانِ دُکھی پر ہے یہ بانو کا دلارا ۶۷ فضّہ مرے بچے کے ہے غمخوار خبردار
کہتی تھی یہ رو رو کے شہِ ابرار اس لال کو چھاتی سے جدا کیجو نہ زنہار

پانی کو نہ شمرِ ستم ایجاد سے کہنا
حال اس کا کسی صاحبِ اولاد سے کہنا

فضّہ کو جو گھبرا کے پکارے شہِ والا ۶۸ خیموں میں خیمے سے نکلی یہ کیا کیا
وہ بول کہ پردے کا کسے ہوش تھا اصلا دم توڑتا تھا پیاس سے جھولے میں یہ بچّا

میں لے کے جو اس کو نہ کھلے سر نکل آتی
زہرا کی بہو پردے سے باہر نکل آتی

سُن کر یہ سخن رونے لگے شاہِ خوش اوقات ۶۹ نزدیک گئے، دُور سے پھیلائے ہوئے ہات
فرزند کو آغوش میں لے کر یہ کہی بات ماں تج مری جاں، تم بھی جدا ہو گئے بیہات

بانو کے بھی جینے کی، مجھے آس نہیں ہے
سب کوئی سکینہ کے سوا پاس نہیں ہے

فضّہ کو جو گھبرا کے پکارے شہِ والا ۷۰ آنسو تھے کہا، بچّے کو ہاتھوں پہ اُٹھا کر
مقسوم ہے، مقسوم سے پیدا ہے یہ زہرا فرزند میسّر ہے، نہ پانی ہے میسّر

آ، تجھ میں تجھے دودھ سے بہتر میں پلا دوں
پر توڑ کے پانی سے زرہ تجھ کو جلا دوں

ہے آبِ بقا تیغ پہ مقدور ہے یارو ۷۱ بیٹا ترے ہر دم سے حیات آتی ہے یارو
مقدور پہ اپنے بھی ترس کھاتے ہیں یارو بچّہ مرا ہاتھوں سے مرے جاتا ہے یارو

پانی کے نہ دینے کا سزاوار تو میں ہوں
تشنہ ہے کیا اس کی گنہگار تو میں ہوں

راضی ہوں میں قیمت سے جو منظور تو زر لو ۴ تر پانی کے قطرے کو ترستے ہیں جگر دو
اک پیالے میں خالی ہو اگر نہر تو بھر دو پانی دو سے اور پیتی ہے سکینہ تڑپ کر

احساں کو نہ بھولے گا یہ بچہ کبھی ہرگز
فرزند ہے ساقی کوثر کا ہمارے

بچوں نے ترس کھا کے کہا دو اسے پانی ۴۲ آنکھوں میں بچے ایک تو شبیر کا جانی
کہنے لگے ان سے یہ کئی نہر کے بانی ہم کو تو ہے سادات کی سنیو شاق

مارو اسے آغوش دل و چشم نبی میں
بچے بھی نہ باقی رہے اولاد علی میں

ہے دھیان کدھر شیر کا بچہ ہے یہ کیا ۴۳ شیطان کا ہے قتل کو لی ہاتھ میں شمشیر
قابو میں پھر آتے ہی نہیں ہیں کسی تدبیر ہے صاف خطا گر نہ کمر توڑ دے چل تیر

فرزند ہے یہ شیر الٰہی کے پسر کا
لیوے گا جواں ہو کے عوض خون پدر کا

یہ کہہ کے ہوئے مستعد قتل کماندار ۴۵ ضعف باندھ کے پتوں سے ملائے لب سوفار
پڑنے لگی معصوم پہ تیروں کی جو بوچھار تھم ہو کے بچاتے تھے اسے سید ابرار

چلاتے تھے پیہم کہ یہ کیا کرتے ہو یارو
بچے کو جو تاکا تو خطا کرتے ہو یارو

ناگاہ ابن کاہل کی کماں سے جو چلا تیر ۴۶ بچے کا گلا چھد گیا اور بازوئے شبیر
زہ بند ہوا درد سے حالت ہوئی تغییر منہ کھول کے ہاتھوں پہ تڑپنے لگا بے شیر

زخمی تھا پدر شکل پسر خوں میں بھری تھی
بازو میں تو پیکان تھا گردن میں چھری تھی

بیٹے کے لہو سے تو بھرے تھے شہ والا ۴۷ تر خون سے تھا باپ کے دامن لیوں والا
تیر اس کے گلے سے جو شہ دیں نے نکالا منہ سے غوں شیہ ہو بچے نے ڈالا

شہ رونے لگے چہرے سے چہرے کو ملا کر
وہ سرد ہوا نزع کی آنکھوں کو پھرا کر

لاشہ، اس کی دکھ اگر شہ مظلوم پکارے ۷۸ فقہ تو بس اب جا علی اصغر بھی سدھارے
کہہ دیجیو بانو سے کہ پیاسے گئے مارے ہم ساتھ ہیں اب ان کے یہ ہیں ساتھ ہمارے
تا حشر نہ چونکیں گے نہ اب روئیں گے اصغر
آرام سے پہلو میں مرے سوئیں گے اصغر

فقہ گئی سر پیٹتی، باحالتِ تغییر ۷۹ یاں دفن کی، فرزند کے کی شاہ نے تدبیر
تہوار سے کھودی لحدِ اصغرِ بے شیر جس وقت رکھی قبر میں وہ چاند سی تصویر
صابر تھے، پہ اشکِ شہ والا نکل آئے
نزدیک یہ تھا، منہ سے کلیجہ نکل آئے

فرماتے تھے کیوں کر علی اصغر تجھے پاؤں ۸۰ اے چاند، تجھے خاک میں کس طرح ملاؤں
ماں تیری جو مانگے تو کہاں ڈھونڈھنے جاؤں اس وقت کلیجہ کا کسے حال سناؤں
ہاتھوں سے مرے خاک گرائی نہیں جاتی
صورت تری مٹی میں چھپائی نہیں جاتی

خط تو نے قیامت کی صدا آئی کہ شبیر ۸۱ صدقے تری مظلومی کے میں بیکس و دلگیر
اے ماں مری گود میں ہے اصغرِ بے شیر اب بند کرو قبر کو، جو خواہشِ تقدیر
محسن کو اور اصغر کو تو ہاتھوں پہ دھروں گی
یوں حشر میں اللہ سے فریاد کروں گی

سن کر یہ بیاں خاک جو اس چاند پہ ڈالی ۸۲ فرمایا کہ مر جائے گی ماں پالنے والی
روتے ہوئے تربت سے اٹھے سرورِ عالی خون بہتا تھا بازو سے، پہ تلوار سنبھالی
پڑتی تھی نظر فوج پہ شمشیر کی صورت
رخ پر تھے غضب میں بھرے شیر کی صورت

کہتے ہیں کہ جوں فوجِ ستم گر میں صف آرا ۸۳ اور تھا تنِ تنہا اسد اللہ کا پیارا
تلوار جو کھینچی تو ندا آئی قطار را بچے کے لیے غیظ میں ہے شیرِ ہمارا
ہے زور علی ہاتھ میں اس سرورِ دیں کے
ہاں روح امیں تھام لے طبقوں کو زمیں کے

طاقت تھی علیؑ نے جو مرحب سے ہاتھ پائی ۸۴ قوت ہے دست ہی کی وہ حق میں ہے آئی
سردارِ دو عالم نے زباں اپنی چسائی قوت نے تھی بھی رکھ لی تلوار تھی نہ پائی

سب زورِ نبوت بھی وصیت بھی ہے تن میں
اور فاطمہؑ کے دودھ کی طاقت بھی ہے تن میں

یاں لشکرِ اعدا میں در آئے شتر عافی ۸۵ ہاتھوں سے ہوا دشت حنین بدتیں خالی
تلوار پڑی جس پہ نظر شیر نے ڈالی بر چھی کا نشانہ تھا کہاں اس نے سنبھالی

نیزے کے بلانے میں جو رستم سے نہ کم تھی
اک ہاتھ میں بس ہاتھ بھی نیزہ بھی قلم تھی

ہر ضرب میں چو رنگ تھے سو سو ستم ایجاد ۸۶ کتنے تھے فن جنگ سے مخترع فولاد
چار آئینوں میں بھی نہ رہے امن سے اجساد تھی سیل فنا خانہ تن کر دیے برباد

ضرب اس کی کسی سے نہ رکی فوج کے دل میں
اتری جو زرہ کوٹ کے پر سا تھ دم اجسام میں

اس معرکہ میں تیغ بہادر کو ملا اوج ۸۷ ہر فرد کو تھا صاحب جوہر نے کیا فوج
تھا قلزم خوں جوش پہ ڈوبی ہوئی تھی فوج آتے تھے نظر دست بریدہ صفت موج

خوں میں تو بدن غرق تھے بے دزدگروں کے
بہتے تھے حبابوں کی طرح خود سروں کے

وار اس کا کوئی روک نہ سکتا تھا سپر پر ۸۸ چمکی تو چھری پھر گئی دشمن کے جگر پر
گر فرق پہ، گر سینے پہ، اور گاہ کمر پر بس قتل یہ تمام تھا اسی تیغ دو سر پر

جس پر گئی بے دو کیے پھرتے نہیں دیکھا
بجلی کو بھی اس طرح سے گرتے نہیں دیکھا

کس طرح قلم لکھ سکے اس تیغ کے اوصاف ۸۹ مشہور ہے وہ برقِ غضب قاف سے تا قاف
ملعونوں میں تھا اپنی شجاعت کا جنھیں لاف پہلے انھیں سفاکوں پہ ہاتھ اس نے کیا صاف

غل تھا نہیں لڑتا کوئی تشنہ دہن ایسا
تیغ ایسی نہ دیکھی، نہ کبھی تیغ زن ایسا

کیا رحم تھا مولا کہ میں اس رحم کے قربان ۹۰ اس غیظ میں بھی روکتے تھے تیغ کو ہر آن
حضرت سے جو بہتی تھی، وہ تیغِ شہِ مردان کیوں روکے جاتے ہو مجھے اے شہ ذیشان

میدان ستم لاشوں سے بھر دینے دو مجھ کو
خونِ علیؑ اصغر کا عوض لینے دو مجھ کو

مارا ہے ابھی ہاتھوں پہ بچے کو تمہارے ۹۱ اصغر سے بھی کیا زیادہ ہیں تم کو یہ پیارے
دم لیجے نہ حضرت انھیں بے جان سے مارے اک دم میں یہ مقہور، فنا ہوتے ہیں سارے

دل کھول کر جوہر مرے دکھلائیے مولا
اب کام رحیمی کو نہ فرمائیے مولا

مشہور ہے جنگ احد و خیبر و خندق ۹۲ لاکھوں تھے ادھر اور تن تنہا اسدِ حق
کھینچا جو مجھے، رنگ شجاعوں کے ہوئے فق جاں بر نہ ہوا کاٹ کے، میرے کوئی مطلق

روکے مجھے طاقت ہے، یہ اس فوج لعیں کی
میں کاٹنے والی ہوں، پرِ روح امیں کی

اِک دم نہ کبھی مجھ کو جدا کرتے تھے حیدر ۹۳ بستر پہ بھی رکھتے تھے مجھے اپنے برابر
ہوتی تھی اِدھر میں تو اُدھر بنتِ پیمبر مخدومِ عالم سے یہ فرماتے تھے اکثر

یہ تیغ عنایاتِ خدائے دو جہاں ہے
تم راحتِ دل ہو مری یہ راحتِ جاں ہے

مولا مرے جب ہونے لگے عازمِ جنت ۹۴ تب مجھ کو کیا آپ کو حضرت نے عنایت
فرمایا تھا مجھ سے کہ ہو جب وقتِ مصیبت کیجو مرے شبیرؑ کی اُس روز حفاظت

اعدا کو ذبح کرنے کو تیار ہوں مولا
پر رحمت حضرت کے میں ناچار ہوں مولا

نیزے بنے قاسمؑ نے بھی کھائے، مرے ہوتے ۹۵ عباسؑ نے بھی ہاتھ کٹائے، مرے ہوتے
ہم شکل نبیؐ خوں میں نہائے، مرے ہوتے تیر آپ کو اعدا نے لگائے، مرے ہوتے

چور نگ نہ گر آج کیا اہلِ جفا کو
کس طرح میں دکھلاؤں گی منھ شیرِ خدا کو

اب بھی نہ مجھے روکو تو غارت نہ کروں ۵۰ بیکس نہ پکے سیف کی ہو کیونکر میں
اک دم میں یہ میدان ستم زاروں سے بھر دوں سو سو قیامت سے نہیں ہوتے ہیں

غارت ابھی ہو جائیں یہ سب کوفی و شامی
رہ جائیں وہی باقی جو ہیں دین کے حامی

گر عذر یہ اس دم ہے کہ مجبور ہیں بازو ۵۰ بھاری ہے تو لے آپ کہا تم نے
گر چھوڑ دو قبضے کو مرے لے شہ خوش خو کر دیتی ہوں اب ان کو تہ و بالا ہو

تیغ اسد اللہ کی قدرت بھی دکھا دو
بے دینوں کو اعجاز امامت بھی دکھا دو

لڑنے میں جو آجاتا تھا ہنگام عبادت ۵۸ بے خوف فریضے کو ادا کرتے تھے حضرت
میں گرد علیؑ پھرتی تھی پروانہ کی صورت تسکیں نہ تھی پاس کوئی بن شقاوت

روکوں گی بھی اور کاٹوں گی ملعونوں کے سر بھی
میں آج ہوں تلوار بھی حضرت کے پسر بھی

حضرت نے کہا سن کے یہ اس تیغ کی تقریر ۵۹ بازو تو شکستہ ہے پہ عاجز نہیں شبیرؑ
بے تیغ اگر چاہوں تو غارت ہوں یہ بے پیر پر کس سے نہ روں اے اسد اللہ کی شمشیر

اصغرؑ کے نہ بازو کے جراحت کا مزہ ہے
مارا ہے جنہیں میں نے انہیں کا مجھے غم ہے

مجھ سے یہ نہ ہوئے گا کہ امت کو مٹا دوں .. اللہ سزا دے گا میں کیا ان کو سزا دوں
اب بھی یہ اگر سمجھیں تو دوزخ سے بچا دوں ان کا مجھے پاس ہے ایذا انہیں کیا دوں

امت کا سفینہ تو ڈبویا نہیں جاتا
فرزندوں کو کھویا نہیں کھویا نہیں جاتا

ہر معرکہ میں دیکھے ہیں جوہر ترے اکثر ۱۰۱ رتبہ ترا پہچانتا ہے نائب حیدرؑ
نہ ہے کوئی دنیا میں نہ ہوگا ترا ہمسر پر تو بھی تو دیکھ آج مرے صبر کے جوہر

وعدے کو لڑکپن کے وفا کرتا ہے شبیرؑ
سجدہ بہ شمشیر ادا کرتا ہے شبیرؑ

کہہ کر یہ سخن شاہ نے کی میان میں تلوار ۱۰۲ اور رو رو کے بوسے لیے قدمنے کے کئی بار
فرمایا بہ صد درد کہ اے ہم دم و غم خوار لے ہوتا ہے رخصت پسرِ حیدرِ کرار

جنت کو چلے تشنہ دہن، ہم تو جہاں سے
اب مہدیؑ ہادی، تجھے کھینچیں گے میاں سے

فرما کے یہ گھوڑے سے اُتر بیٹھے زمیں پر ۱۰۳ سب ٹوٹ پڑے دوشِ محمدؐ کے مکیں پر
پڑنے لگیں تلواریں سرِ سرورِ دیں پر چھاتی پہ لگیں برچھیاں، اور تیر جبیں پر

سجدے کو سرِ پاک جھکا، طاعتِ حق میں
خورشید زمیں ڈوب گیا، خوں کی شفق میں

پھٹتا ہے جگر، حال کہوں ذبح کا کیوں کر ۱۰۴ حلقِ پسرِ فاطمہؑ اور شمر کا خنجر
وہ سینہ جو تھا رتبہ میں، قرآں کے برابر ہے قہر کی جا پاؤں دھرے اُس پہ ستمگر

جس حلق کے بوسے لیے زہراؑ و علیؑ نے
فریاد ہے کاٹا اسے خنجر سے شقی نے

سب جانتے ہیں شرع میں ہے حکمِ پیمبر ۱۰۵ حیواں کو کرو ذبح، نہ حیواں کو دکھا کر
یاں در پہ کھڑی بیٹھی تھی زینبِ مضطر دکھلا کے اسے، شمر نے کاٹا سرِ انور

شہ ذبح ہوئے، زینبِ دلگیر کے آگے
بھائی کا گلا کٹ گیا شمشیر کے آگے

خاموش انیس اب کہ یہ ہنگامِ ادب ہے ۱۰۶ اس حلق کا اور تیغ کا احوال غضب ہے
یہ رونا رُلانا تری بخشش کا سبب ہے آقا سے طلب کر تجھے جس شے کی طلب ہے

کیا کچھ نہیں حضرت کے تصدق سے ملا ہے
تصنیف کا تیرے گہرِ اشک صلا ہے

۱۵

اے شمعِ قلم روشنیِ طور دکھا دے — اے نورِ تجلّی ذرا مستور دکھا دے
اے بحرِ طبیعت گہرِ شہوار دکھا دے — اے شاہدِ معنی ذرا مستور دکھا دے

بزمِ غزل شبیہ میں وہ جلوہ گری ہو
خورشیدِ جہاں تاب پرِ طاؤسی ہو

اے طبعِ رسا خلد کا گلزار دکھا دے — اے باغِ سخن گلشنِ بے خار دکھا دے
اے شمعِ زباں لمعۂ انوار دکھا دے — اے حسنِ بیاں خوبیِ گفتار دکھا دے

لرزاں ہے قدم نامۂ اعجازِ رسا کا
ہاں تیغِ زباں آج تو کر کام قلم کا

مانی کو بھی حیرت ہو وہ نقشہ نظر آئے — بہتوں کو ہو کیا کیا نظر آئے
نسّاخ کی قدرت کا تماشا نظر آئے — سب بزمِ کو خیمہ کا سا پرتو نظر آئے

مہتاب تو کیا ہے رخِ خورشید بھی فق ہو
جو بند ہو تصویرِ تجلّی کا ورق ہو

سبزے رتبہ مدحِ چمن فاطمہ عالی — ہے باندھا ہو گلدستہ مضمونِ خیالی
ہر مصرعِ شاداب ہو اک پھولوں کی ڈالی — غنچوں کے بھی غنچہ ہوں نزاکت سے نہالی

لبریزِ لطافت سے ہو رنگینیِ سخن ایسی
رضواں بھی پکارے نہیں دیکھی چمن ایسی

خاموشیِ زباں دعویِ بے جا نہیں اچھا — ہو جس میں تکبّر سخن ایسا نہیں اچھا
بس بس یہ غرور دیدۂ گویا نہیں اچھا — آپ اپنی ثنا خود یہ شیوہ نہیں اچھا

کم مایہ کمال اپنا جتاتے ہیں زیادہ
جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے اکثر

۶ خورشید کو کچھ حاجتِ زیور نہیں زنہار — پھولوں پہ کوئی عطر لگائے تو ہے بیکار
اصلاً ہے اگر جنس، تو کیا حاجتِ اظہار — خود مشک ہو خوشبو، نہ کہ خوشبو کہے عطار

جو بدنے سو بدنے، جو نکو سہے وہ نکو سہے
چپنے کی نہیں آپ اگر عود میں بُو سہے

۷ انساں کے لیے عجز ہی لازم ہے بہر کیف — ہے خانۂ دنیا میں ہر اک پیر و جواں ضیف
گر صاحبِ جوہر نہ چلے جھک کے تو صد حیف — خارج ہے اصالت سے وہ کستی نہیں بر سیف

آفاق میں یوں فیض نگیں، عام نہ ہوتا
ہوتا نہ فروتن، تو کبھی نام نہ ہوتا

۸ یارب مری فریاد میں تاثیر عطا کر — مصرعِ دوم بلبل بھی پھڑک جائے وہ تقریر عطا کر
دوست کے عوض فقر کی جاگیر عطا کر — توفیقِ ثنا خوانیٔ شبیرؑ عطا کر

دعویٰ نہ سخن کا ہے نہ اعجاز بیاں ہوں
تو عالم و دانا ہے کہ میں ہیچمداں ہوں

۹ اے باعثِ ایجادِ جہاں وقتِ مدد ہے — اے منتظمِ کون و مکاں وقتِ مدد ہے
اے خضرِ رہ گم شدگاں وقتِ مدد ہے — اے دادرسِ پیر و جواں وقتِ مدد ہے

چلتا ہے دمِ تیغ دو دم پر، کوئی دم کو
یوں ہاتھ پکڑ لے کہ نہ لغزش ہو قدم کو

۱۰ اے قبلۂ کونین اعانت کی طلب ہے — اے ہادیٔ دارین ہدایت کی طلب ہے
اے بحرِ عطا ہمت و رحمت کی طلب ہے — اے نورِ خدا (الف) نورِ بصیرت کی طلب ہے

مقبول ہے وہ، تو جسے منظور کرے گا
اک ذرہ کو خورشید ترا نور کرے گا

۱۱ اے ساقیٔ کوثر مجھے فردوس عطا کر — اے عیسیٰؑ دوراں، مرضِ دل کی دوا کر
اے دستِ خدا قلبِ مکدر کی صفا کر — اے نورِ حق آئینۂ خاطر کی جلا کر

مستی میں نہ لنکر خرد و ہوش کروں میں
کیفیت زینب کو فراموش کروں میں

اندیشۂ توصیف شہنشاہ امم سے ۔۔۔ زنہار سے زنہار سے زنہار نہ کرنے
یہ رات شبِ تار کہ آغوش میں قدرت ۔۔۔ دے دست بزد دست خدا وقت نہ کرنے

تمام ہے نہ کچھ جمع شمار سے ہوگا
یہ مرسلے آپ کی مدار سے ہوگا

بلبل سے کبھی وصفِ گل تر نہیں ممکن ۔۔۔ آئینے سے وصفِ رخِ دلبر نہیں ممکن
ذرہ سے ثنائے شہِ خاور نہیں ممکن ۔۔۔ جبریل سے توصیفِ پیمبر نہیں ممکن

مقدور کسے شہ کی ثنا کا ہو
ہو سکتا ہے بندے سے کہیں بندہ کا

ہے عرش جہاں فرش یہ کاشانہ ہے جس کا ۔۔۔ ہر سو ہے تجلی یہ جگمگانہ ہے جس کا
جلتا ہے دلِ شمع یہ افسانہ ہے جس کا ۔۔۔ سرشتہ ہے تہ بہ یہ فروزانہ ہے جس کا

روشن ہے جہاں جلوۂ نور ازلی ہے
ہاں بزمِ معلّائے حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

مجلس کا زہے شور خوشا محفلِ غا ۔۔۔ ہیہات کے ہوں سے کوئی جا نہیں خالی
عاشق ہیں سب اس کے جو ہے کونین کا والی ۔۔۔ شہ عشق کی پھرتی ہے شہ دیدہ و دل

شش در نہ ہوں کیوں چار طرف جلوہ گری ہے
یہ بزمِ عزا آج ستاروں سے بھری ہے

اللہ رے رتبہ یہ فلک ہے کہ زمیں ہے ۔۔۔ ہے عرش جہاں جس کا وہ ایوان یہیں ہے
جو دل ہے سو وابستۂ لطفِ شہ دیں ہے ۔۔۔ مجلس ہے گلستانِ فردوس بریں ہے

یہ اوج یہ رتبہ کسی محفل کو ملا ہے
ان پھولوں کے قرباں مجھے باغ خدا ہے

فرماتے ہیں شیعوں کے یہ حق میں شہِ اکرمؐ ۔۔۔ یہ بزمِ عزا ہوتی ہے جس گھر میں فراہم
بن جاتے ہیں اشک ان کے مرے زخموں کے مرہم ۔۔۔ یہ لوگ ہیں سب میرے عزادار مرے ہمدم

مرجاتا ہے کوئی تو بکا کرتا ہوں میں بھی
ان کے لیے بخشش کی دعا کرتا ہوں میں بھی

کیسا ہی گنہگار مرے میرا عزادار ۱۸ ہے اُس کے گناہوں سے فزوں رحمتِ غفّار
فرماتے ہیں بخشش کی دعا احمدِ مختار اللہ سے میں ہوتا ہوں بخشش کا طلب گار

گر نزع میں سختی ہو تو زہرا و نبیؐ ہیں
ور قبر کی مشکل میں شریک اس کے علیؑ ہیں

کیوں مومنو کیا فیض ہے کیا لطف و عنا ہے ۱۹ کیا مرتبہ اشک ہے کیا اجر بکا ہے
گوہر ہیں یہ وہ جن کا خریدار خدا ہے جو کچھ ہے سو بس، دوستیٔ آلِ عبا ہے

دنیا پہ نہ دولت پہ توجہ ہے نہ زر پر
زہرا کی نظر پڑتی ہے اشکوں کے گہر پر

کیا اشک عزادار کا رتبہ کوئی جانے ۲۰ یہ گنج گہر بخشا ہے مرحوم کو خدا نے
کی ہے نثار عین عنایت شہدا نے دکھلائیں گے کیا کیا ثمر ان اشکوں کے دانے

یہ کس کا نہ عقدہ دلِ مضطر پہ کھلے گا
یا قبر پہ یا چشمۂ کوثر پہ کھلے گا

یاں اشک کا دانہ ہے تو واں درِ ثمیں ہے ۲۱ یاں آب ہے واں غازہ کش چہرۂ دیں ہے
یاں آنسوؤں کا تار ہے واں حبلِ متیں ہے یاں قطرہ ہے واں خاتمِ رحمت کا نگیں ہے

قطرہ ہے مگر بحر کو بھی گرد کرے گا
دوزخ کے شراروں کو بھی سرد کرے گا

جو روتے ہیں باکی انہیں دوزخ سے نہیں باک ۲۲ منہ اشکوں سے دھویا تو گناہوں سے ہوئے پاک
ہے دولت ایماں غمِ سبطِ شہِ لولاک ہو جاتی ہے کیا بعدِ بکا، طبعِ فرحناک

آنکھوں کی ضیا، دل کی صفا، دل کی جلا ہے
سب ایک طرف گلشنِ فردوس ملا ہے

مہلت جو اجل دے تو غنیمت اسے جانو ۲۳ آمادہ ہو رونے پہ سعادت اُسے جانو
آنسو نہ نکل آئیں تو مصیبت اسے جانو ایذا بھی ہو مجلس میں تو راحت اُسے جانو

فاقے کیے ہیں دھوپ میں سب تشنہ رہے ہیں
آقا نے قدم سینے پہ یا سر پہ سہے ہیں

تلوین کچھ ایسی نہیں سایہ نہ ہونے ۔۔ پانی نہ تنک و خنکش بادیہ نہ ہونے
کچھ گرمیٔ خورشید کا بھی حال سنانے ۔۔ سینے کا وہ تپنا تپِ فرقت کی جلانے

گذری ہے بیاباں میں وہ گرمی سرِ دشت و دیں پر
جلتا تھا زمیں پر جو نہ بھی ہو گرتا تھا زمیں پر

وہ گرم ہوا آہ وہ آندھی وہ بگولے ۔۔ وہ ریگِ رواں جس سے تو مرشے کا پھولے
دو گام چلے گر تو ہرن چوکڑی بھولے ۔۔ کیا تاب جو اُن کی ذرا بھی سنگ کو چھولے

خاک اُڑ کے بھی جب تن پہ تھی زخموں پہ قبا تھی
اس دھوپ میں سایہ بھی نہ سر پر نہ ردا تھی

حدت تو یہ خورشید کی اور پیاس کا وہ حال ۲۶ ۔۔ سب خشک تھے سوکھے تھے لبِ تشنہ و دہن لال
سایہ نہ علم کا تھا نہ عباسِ خوش اقبال ۔۔ گرمی پہ سپر روکتے تھے اور کبھی رومال

تھی دھوپ کڑی فاطمہ کے رشکِ چمن پر
تھی گرم زرہ جگمگاتے تھے ہتھیار بدن پر

زینب وہ جنہیں سونگھتی تھی، فاطمہ ہر شب ۲۰ ۔۔ خیبر وہ مشکِ ختن و عنبہ شہب
کہتے تھے جنہیں فاطمہ کا رشتہ جاں سب ۔۔ کیوں دل نہ پریشاں ہو وہ زینب میں سب

آہوں کا دھواں کیوں نہ اٹھے کون و مکاں سے
فریاد کہ باندھے انہیں نخوتی نے سناں سے

وہ چاند سی پیشانیِ نورانیِ شبیر ۲۸ ۔۔ اندھیر ہے جس پر شعاعِ مہ کامل تیر
سجدے کریں محرابِ حرم کی ہے یہ توقیر ۔۔ ان بردوں پہ ہاتے چلی ظلم کی شمشیر

آہو کو ستاتے نہیں دیندار حرم میں
آنکھیں وہ ہو روتی تھیں فرزندوں کے غم میں

وہ ریش جو ہالہ تھی تو چہرہ مہ انور ۲۹ ۔۔ فرقوں سے یہ تھا زرد وہ تھی آنسوؤں سے تر
وہ پھول سے رخسار، وہ لعلِ لبِ اطہر ۔۔ اس کے لیے تلواریں تھیں اس کے لیے پتھر

دنداں دہنِ پاک میں سب رشکِ گہر تھے
گذرے تھے کئی روز کہ دنداں بہ جگر تھے

وہ حسن جسے چوستے تھے امۂ مختار ۲۰ تیز اس کے لیے ہوتے تھے واں خنجرِ خونخوار
وہ دوش جو اُمت کا اٹھائے ہوئے تھا بار لگتا تھا ستم اُس پہ کبھی اور کبھی تلوار

لڑنے کی نہ طاقت تھی، شہ تشنہ گلو میں
ڈوبی ہوئی تھیں مچھلیاں، بازو کی لہو میں

وہ شمعِ سرِ ہر بزمِ نبی پرتو کُن فکاں ۲۱ اُس پر خطِ شمشیر دُہائی ہے دُہائی
منہ دیکھیو ذرا اس تجلی میں خفائی ہے سب پہ کملی، انگلیوں کی عقدہ کشائی

نسبت نہیں ناخن سے کبھی بدر کی خو کو
بخشا ہے مہ نو کو

وہ تیغِ رواں کہ جوہرِ آئینۂ زور ۲۲ گنجینۂ علمِ احدی، مخزنِ اسرار
تا اَور کہیں ہاتھ پہ جو ہیں ذیِ دور کیا قہر ہے واں پاؤں دھرے شہرِ ستمگار

سینے پہ نہ تھا اس کا قدم حشر بپا تھا
ہر بات میں دو دن کا تھا اور بالا تو بجا تھا

جانبر تھے جو بچنے کا نہ تھا صدمۂ جاں کاہ ۲۳ ٹکڑے تھا جگر ٹوٹ گئی تھی کمرِ شاہ
اس خوف میں غش سے نہ وہ پاؤں تھے آگاہ پایا تھا ثباتِ قدمِ پاک یداللہ

سب فکر پہ کرتے تھے تو بچے کے پڑے تھے
رکھوں سے لڑی تھی، پہ بشاشت کے کڑے تھے

منہ کر کے ہوئے چرخ یہ فرماتے تھے ہر بار ۲۴ حامی مری نیت ہے تو اے میرے مختار
ہمت نہ حریفوں نہ بچوں سے مرو کار ہر حال میں ہوں تجھ سے اعانت کا طلب گار

گو شاہِ زمن ہوں، پہ ترے در کا گدا ہوں
ہر چند ہوں بے کس، ہوں غریب، غربا ہوں

کس کس ترے احساں کا مگر شکر بجا لائے ۲۵ بے تاتے عاجز کہ زیادہ ہے بیاں سے
واقف نہیں کوئی ترے اسرار و نہاں سے دشوار ہے خامہ کی صفت ہیچمداں سے

پیاس آج کے دن کی ہے بہت خوب ہے مولا
جو تیری مشیت ہے وہی خوب ہے مولا

ہر دم ہے ترا لطف مرے حال کے شامل ۳۶ پیدا کیا وہ ساز وہ وقتی جہاں ہوتی ہے نازل
بخشا وہ مکاں رتبہ کو اے خالق عادل بے جن ملک جس میں نہ ہوتے تھے نزول

یہ لطف و عنایت ہے تری کون سے گھر پر
جبریل و سرافیل کھڑے رہتے تھے در پر

نانا تو دیا اشرفِ ذریتِ آدم ۳۷ بابا شہِ مرداں سا دیا فخرِ دو عالم
ماں سیدۂ کون و مکاں ثانیِ مریم بھائی وہ تو جس کی بزرگی سے ہے محرم

دنیا میں کسی اور کا رتبہ ہے کب ایسا
نانا ایسا گھر ایسا نسب ایسا حسب ایسا

ماں طاہرۂ جد طیب و پاکیزہ پدر پاک ۳۸ رحمت ہے تری کیوں نہ بنوں کاپسہ پاک
گلشن کی زمیں پاک، شجر پاک، ثمر پاک گھر پاک، جگر پاک، صدف پاک، گہر پاک

چھوئے وہ شجر جس کو ثمر در کرے تو
جس قطرے کو چاہے دُرِ شہوار کرے تو

بچپن میں محمدؐ نے زباں اپنی چوسائی ۳۹ اب تک کسی نعمت میں وہ لذت نہیں پائی
قربان رہی احمدِ مختارؐ کی جائی جب دودھ چھٹا نعمتِ فردوس بھی کھائی

افلاک سے دن میں کئی بار آتے تھے جبریلؑ
ڈوری مرے جھولے کی ہلاتے تھے جبریلؑ

دم بھر کبھی تنہا نہ رہا آٹھ پہر میں ۴۰ گہوارۂ نبی پرے گئے آغوشِ پدر میں
ماں ساتھ مرے ہوتی تھیں پھرتا تھا جو گھر میں پستی کی طرف رکھتے تھے سب بخت و ظفر میں

اس رتبۂ اعلیٰ کا سزاوار میں کب تھا
مولا یہ تری چشمِ عنایت کا سبب تھا

تھا عید کو عریاں کہ عنایت ہوئی پوشاک ۴۱ عمامہ و پیراہن و پاجامہ و دُرّہ پاک
مرکب جو نہ تھا اونٹ بنے سیدِ لولاک بنا رہا سب سے مرا رتبہ تہ افلاک

یہ تخت سلیماں کو نہ یہ تاج ملا تھا
بچپن میں مجھے رتبہ معراج ملا تھا

۴۲ رجعت ہوئی خورشیدِ فلک کو پے حیدر — یعنی نہ قضا ہوئے نمازِ سحر و عصر
روزہ جو رکھا میں نے تو اے خالقِ اکبر — دن تھا پہ ہوئی رات، چھپا مہرِ منوّر

منظور تھی خسروی میں بزرگی مرے سن کی
دن ہو گیا وان شب کا، تو یاں شب ہوئی دن کی

۴۳ کیا عمر تھی، جب سر سے اُٹھا باپ کا سایا — دو بھائی تھے، دو بہنیں تھیں اور دیس پرایا
تھا تو جو نگہباں، تو نہ اعدا نے ستایا — ماں باپ کا مرنا، تری شفقت نے بھلایا

رحمت سے تری خلق کے مختار ہوئے ہم
دیکھی جو یتیمی، دُرِ شہوار ہوئے ہم

۴۴ دولت مجھے دی، گوہرِ عزت مجھے بخشا — بابا کی طرح اوجِ شرافت مجھے بخشا
مسند مجھے دی، تختِ امامت مجھے بخشا — ان سب کے سوا، تاجِ شفاعت مجھے بخشا

اختر کو قمر، قطرے کو گوہر کیا تُو نے
ذرّہ تھا، سو خورشید منوّر کیا تُو نے

۴۵ انصار دیے وہ جو پیمبر نے نہ پائے — اصحاب وہ بخشے، کہ جو حیدر نے نہ پائے
احباب وہ یک رنگ جو شبّر نے نہ پائے — لوگ ایسے کسی صاحبِ لشکر نے نہ پائے

تیروں سے نہ تلواروں سے منہ پھرتا تھا اُن کا
خادم کے پسینے پہ لہو گرتا تھا اُن کا

۴۶ فرزند وہ امداد کیا، حور شمائل — تھی جس کی زیارت کے سبب روشنیِ دل
خورشیدِ زمیں، برجِ شرف کاملۂ کامل — یہ بھی تری امداد تھی، اے خالقِ عادل

دولت یہ نہ ملتی جو خداوند نہ دیتا
کیا کرتا اگر تو مجھے فرزند نہ دیتا

۴۷ اکثر ترے بندے ہیں کہ جن کے نہیں اولاد — نے فاتحہ خواں کوئی نہ فرزند نہ احفاد[۲۰]
کہتے ہیں کہ غمگیں ہیں کبھی اور کبھی شاد — بچّے ہوئے اور مر گئے اور گھر ہوا برباد

مرتے ہوئے دیکھا ہے، برابر کے پسر کو
اس داغ کی قدرت آج ہوئی میرے جگر کو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہر چند کہ ہے سخت بہت ذبح کی منزل ۵۴ تو چاہے تو ہو جائے گی آسان یہ مشکل
زانو جو رکھے سینۂ مجروح پہ قاتل وہ صبر عطا کیجیو کہ تڑپے نہ مرا دِل

سجدہ تہ شمشیر یہ ناشاد نہ بھولے
سب محو ہوں دل سے پہ تری یاد نہ بھولے

حضرت تو یہ کرتے تھے سخن صبر و رضا کے ۵۵ بندھتے تھے اُدھر زن میں پرے اہلِ جفا کے
چرچا تھا یوں شہ کے کماندار دں میں آ کے تا کے رہو سینہ کو امام دوسرا کے

یاں تک خنثِ شاہِ نجف آنے نہ پائے
یہ شیر ترائی کی طرف آنے نہ پائے

برچھے لیے ہاتھوں میں سوارانِ جفا کار ۵۶ بڑھ بڑھ کے صفِ جنگ میں چمکاتے تھے راہوار
آلودۂ خوں برچھیاں تولے ہوئے خونخوار تھی ڈھال پہ ڈھال اور تھی تلوار پہ تلوار

شکر کے جواں گرز گراں تولے ہوئے تھے
ہر صف میں علمدار نشاں کھولے ہوئے تھے

وہ غُل عربی باجوں کا وہ بوق کے نالے ۵۷ وہ شور دُہل سر پہ جو گردوں کو اُٹھالے
رستم کی نہ طاقت تھی جو واں دل کو سنبھالے دب جائے اگر دیو بھی آواز نکالے

پیدا تھی جلا جل سے اک افسوس کی آواز
جاتی تھی کئی کوس تلک کوس کی آواز

رو رو کے یہ پُر درد صدا دیتی تھی شہنا ۵۸ اچھا نہیں سیّد کا لہو خاک پہ بہنا
فانی ہے زمیں اس پہ ہمیشہ نہیں رہنا در پے ہو مظلوم کے مانو مرا کہنا

دو روز کے پیاسے شہ مظلوم کھڑے ہیں
اس غم سے یہ کُبڑ میں مرے پیر پڑے ہیں

پتے سے بدیش نہ نے سونے کا ۵۹ خود چیرے کے گھوڑے کو بڑھے سید ابرار
فرمایا قسم ہے تین سے تو ستر گا کس شخص کا زیبند ہوں میں بیکس و ناچار

انصاف سے کہہ دو کہ غلط گار ہوں جس کا
بد کس سے ہے قرب کلمہ پڑھتے ہو کس کا

ہے کون گلِ تر سبدِ گلشنِ اسلام ۶۰ بدر کون کعب حق کا شہِ خیر انام
آتی تھی کسے وحی الٰہی سحر و شام ہو نام خدا سے ہے جو کس کا ہے وہ نام

جبریلِ امیں ہمدم و ہمراز ہے کس کا
قرآں جسے کہتے ہو وہ اعجاز ہے کس کا

بر پا علم نظم و نسق کر دیا کس نے ۶۱ عالم کو سوئے کعب حق کر دیا کس نے
رنگِ رخِ کفار کو فق کر دیا کس نے بال بدر کو خشت سے ثق کر دیا کس نے

لب ہل گئے جب نخلِ وفا میں ثمر آیا
انگشتِ شہادت کو اٹھا کر شجر آیا

بخشا کسے اللہ نے معراج کا پایہ ۶۲ سوئے دوں کو عیسیٰ کی طرح کس نے جلایا
پڑتا تھا نہ اس خاک پر کس شخص کا سایا جد کس کا وہ سورۂ کوثر جسے آیا

کس رخ کو تجلی صفت بدر علیٰ کی
دنیا میں کہے حق نے شبِ قدر علیٰ کی

سب بولے کہ اس بات سے واقف ہے زمانا ۶۳ لاریب ہیں محبوبِ خدا آپ کے نانا
روشن ہے شبِ ماہ سے معراج کا جانا کافر ہے وہ اس بات کو جس نے نہیں مانا

وہ قبلۂ دیں باعثِ ایجادِ فدک ہے
آپ ان کے نواسے ہیں کچھ اس میں نہیں شک ہے

شپیئر نے فرمایا کہ وہ کس کی ہے مادر ۶۴ قرآں میں جسے حق نے کہا طاہر و اطہر
دنیا کا شرف زینتِ دیں عرش کا زیور خاتونِ جہاں نورِ خدا بنتِ پیمبر

بھیجی ہے انھیں چادرِ تطہیر خدا نے
امت کے گنہ ڈھانپ دیے جن کی ردا نے

کہنے لگے بے شرم کہ اے خاصۂ قیوم ۶۵ وہ آپ کی مادر ہیں یہ کس کو نہیں معلوم
سب جانتے ہیں ساکنِ شام و عرب و روم وہ سیدہ معصوم ہے اور آپ بھی معصوم

زہراؑ کا پدرؐ فخرِ رسولانِ سلف ہے
حوّاؑ کا نہ رتبہ ہے نہ مریمؑ کا شرف ہے

اُس حجت باری نے یہ فرمایا پھر اک بار ۶۶ من بعد نبی کون ہے کونین کا سردار
کس کا ہے لقب شہ خدا حیدرِ کرار؟ اللہ نے بھی ہے کہے عرش سے تلوار؟

ہر جنگ میں کفار پہ در کون رہا ہے؟
محبوبِ الٰہی کی سپر کون رہا ہے؟

آباد ہوئی کس کی رعایت سے رعایا؟ ۶۷ کس شاہ نے دین داروں کی بستی کو دکھایا؟
کس کے لیے اکملتُ لکم دینکم آیا؟ اتممتُ علیکم کا ملا ہے کسے پایا؟

یکتائے جہاں کون ہے جرأت میں سخا میں؟
دو حصے ہے ثنا آنِ خدا کس کی ثنا میں

وہ کون ہے اللہ و نبی کو جو ہے پیارا؟ ۶۸ جو عرش کی زینت ہے وہ ہے کون ستارا؟
ہے انفسنا انفسکم کس سے اشارا؟ اللہ نے کس گھر میں ستارے کو اتارا؟

اعنی کہے فرمایا علیؑ کس کو کہا ہے؟
اللہ نے قرآن میں ولی کس کو کہا ہے؟

طاعت سے جو افضل ہے عبادت ہے وہ کس کی؟ ۶۹ پوچھے گا خدا جس کو محبت ہے وہ کس کی؟
پہنچا دے جو کوثر پہ رفاقت ہے وہ کس کی؟ جو اجرِ رسالت ہے مودت ہے وہ کس کی؟

انصاف کا اس وقت سبب گار ہوں تم سے
ہے کون مراد آیۂ لا اسئلکم سے

جو والیٔ کونین ہے وہ کون ولی ہے؟ ۷۰ قرآن میں کس کے لیے وہ نسِ جلی ہے؟
وہ کون ہے جو شانِ انا ارسلنٰی ہے؟ سب نے کہا برحق وہ علیؑ ہے وہ علیؑ ہے

برحق ہیں یہ سب لوگ وہی بات کہی ہے
سب پر ہے یہ آئینہ کہ آپ ان کے پسر ہیں

گردوں کی تمنا کے بڑھے شوق کے بولے ۷۱ کافی ہے شہادت کو تری ذاتِ مقدس
یا رب ہمیں کوثر کا کوئی گھونٹ ہی بخشے یہ کرتے ہیں ستم دیدہ و دانستہ یہ ناکس

کہتے کہ کون سا اور کون سی ایذا نہیں دیتے
بہتان ہوں اور پانی کا تقاضا نہیں دیتے

ٹکڑے ہو بدن یا تہ شمشیر گلا ہو

تھیں تیغ کی دونوں جو زبانیں شرر افشاں ۷۸ موسیٰ کا عصا کہتا تھا کوئی، کوئی ثعباں[۲۲]
حل پار عرف تھا کہ زہے قدرتِ یزداں ہیں ایک جگہ دوم نو، دست و گریباں

شہبازِ اجل بازوؤں کو تولے ہوئے ہے
پر اوجِ سعادت کے ہما کھولے ہوئے ہے

نعرہ کیا ہاں اے پسرِ سعد جفا کار ۷۹ لے دیکھ تُو، اِن کانپتے ہاتھوں کا کوئی وار
ہر چند کہ ہے عجز ہی بندے کو مزاوار مجبور نہیں، لختِ دلِ احمدِ مختار

شاید مرا رُتبہ تجھے معلوم نہیں ہے
وہ کون سی شے ہے کہ جو محکوم نہیں ہے

حاکم ہوں میں سب خلقِ خدا ہے مرے تابع ۸۰ میں بابِ اجابت ہوں، دُعا ہے مرے تابع
مختار قدر ہوں میں، قضا ہے مرے تابع آتش مری محکوم، ہوا ہے مرے تابع

قبضہ ہے مرا خاک کے ہر گنجِ نہاں پر
جاری ہے مرا حکم رواں، آبِ رواں پر

آتش کو جو دوں حکم ابھی سب کو جلا دے ۸۱ ہستی کے چراغوں کو ہوا دم میں بجھا دے
پانی کا یہ طوفاں ہو کہ عالم کو ڈبا دے ہل ہل کے زمیں خاک زمانے کی اُڑا دے

ہستی ہو نہ پستی نہ مکیں ہوں نہ مکاں ہوں
آثارِ اِذا زُلزِلَتِ الارضُ عیاں ہوں

سے رنج سے کچھ بیم نہ دہشت ہے بلا سے ۸۲ مضطر ہوں نہ دکھ سے نہ ستم سے نہ بلا سے
خائف ہوں نہ جن سے نہ بشر سے نہ قضا سے ہاں ایک جو ڈرتا ہوں تو ڈرتا ہوں خدا سے

کیا غم ہے اگر لاکھ سواروں کے پرے ہیں
روباہ کے لشکر سے کہیں شیر ڈرے ہیں

تو کیا ہے ترا رعب ہے کیا، اوسگِ ناپاک ۸۳ میں بیشۂ حیدر کا ہوں اک شیرِ غضبناک
اُف کر دوں تو جل کر ترا لشکر ہو یہ سب خاک مشتاقِ اجل ہوں مجھے مرنے سے نہیں باک

باتوں میں کروں بند فصیحانِ جہاں کو
یہ پیاس سے کمنت ہے مری خشک زباں کو

نازاں نہ ہو اے بانیٔ بزم و بساط تو ۸۴ ہے تجھ سے بزم ہستی کو ننگ و نام تو
تو آج جو حاکم ہے تو کل ہوگا کوئی اور ۔۔۔ کیا یہ بھی ایک دورِ فلک میں ہے دور تو

مسرور نہیں حشمتِ فغفور نہیں ہے
ڈھونڈھو جو خزانے میں تو اب ٹنکا نہیں ہے

قیصر کا وہ افسر ہے نہ وہ تاجِ کیانی ہے ۸۵ نے قیصر و فرخ کا نگیں ہے نہ کلاہ ہے
آئینہ پہ روئے سکندر نگراں ہے ۔۔۔ ہیں کس کی صدا ہے کہ فغفور کہاں ہے

ٹھکرا کے جو چلتا ہے ہر اک راہ گزر میں
ہو بال شکستوں سے یہ دل کاش نہ میں

جامِ سرِ جمشید تہ خاک ہے دن کو ۸۶ کاوس کی دولت ہے نہ کیخسرو کی
نے تاج قباد آج ہے نے تختِ فریدوں ۔۔۔ دارا ہے نہ پرویز نہ خسرو ہے نہ شیریں

دانا تجھے پہچان چلن چلنے والا اس میں
گھر وحشیوں کے بن گئے کسری کے محل میں

مشہور ہے فرعونیوں کے غرق کا احوال ۸۷ شداد کو کس طرح کیا موت نے پامال
وہ باغ کہ زر جس پہ کیا صرف مہ و سال ۔۔۔ دیکھا بھی نہ کس نے کہ جب آئی خزاں حال

ٹوٹا ہے وہ گلشن کہ نہ پھر پائے گا موسم
اب تو بھی جہنم میں یونہی جائے گا ظالم

کیا غم مجھے عباسؑ علمدار نہیں گر ۸۸ ہاتوں تو مدد کرنے کو آئیں بھی حیدرؑ
بہتر ہوا اس راہ میں گر مر گئے اکبرؑ ۔۔۔ خود سینہ سپر ہونے کو حاضر ہیں پیمبرؐ

جعفرؑ بھی شریکِ افد و یاس ہیں میرے
تو دور نہ جا ان کو یہ سب پاس ہیں میرے

پہچان تو میں کون ہوں او جاہلِ مطلق ۸۹ انگلی سے قمر کو مرے نانا نے کیا شق
نعرے کروں میں گر تو اڑے خلق سے رونق ۔۔۔ تھپکے سے زمیں کی یہ بدعت سلب کرے حق

فریاد جو میرے دلِ صد چاک سے نکلے
تا حشر نہ دانہ کبھی اس خاک سے نکلے

۹۰ ف ہا کہ یہ جبارہ و با تیغ و زباں کو — حیرت ہوئی بجلی کے چمکنے پہ جہاں کو
ہر نیزے نے اونچا کیا انگشت اماں کو — خود چھوڑ دیا سجدہ کے تیروں نے کماں کو

پڑ سکتے نہ دنیا میں کبھی شیروں کے منہ پر
تیزی نہ رہی خوف سے شمشیروں کے منہ پر

۹۱ اس شان سے لشکر پہ امام امم آئے — جیسے صف آہو پہ ہزبر اجم آئے
اتنے تو پکارے کہ خبردار ہم آئے — اک دم میں ستمگر تہ تیغ دو دم آئے

پل بند رہ گئے لاشوں کے نہ اک پل ہوئی آخر
ثابت نہ ہوا کب صف اول ہوئی آخر

۹۲ جب تیغ علی قبضۂ عالم سے چمکی — اک برق سی میدان بلا خیز میں چمکی
ہر ضربت شمشیر شہنشاہ امم کی — اعدا کو نظر آنے لگی راہ عدم کی

گلرنگ لہو سے جو ہر اک جسم شفق تھا
تھی دوپہر اور دامن صحرا شفقی تھا

۹۳ شمشیر یدالله نے جب جاں دکھائی — سرداروں کی صف فوج کو پامال دکھائی
ہر بار چمک برق کی تمثال دکھائی — سب خون سے مقتل کی زمیں لال دکھائی

جس جل کے بدن ناریوں کے سرد ہوئے تھے
ڈر ڈر کے سیہ کاروں کے منہ زرد ہوئے تھے

۹۴ کٹ کٹ کے جنھیں خاک پہ بے جان نہ آئیں — جو برچھیاں یاں جمع تھیں وہ واں نظر آئیں
بے پیکر کماں سر میدان نہ آئیں — ساری سیہ خون سے افشاں نظر آئیں

چلتے تھے وہ بوچھن نہ تھا خوف سے جن کو
نہ رہ گئی شب خون گر اوق پہ دن کو

۹۵ تن میں نہ کوئی رہ گیا تیغ دوسر کا — ہاتھ آڑ گئے گر پاؤں بچا کر کوئی سر کا
یہ جوہر شمشیر تھی یا شاہ کا — تھی عقدہ کشا کھول دیا بند کمر کا

تیغ اس نے جو اٹھائی نہ زہرا اس نے چھوڑی
دو انگلیوں میں ایک گرہ اس نے نہ چھوڑی

اس وقت بھی توشہ ہاتھ سے کرتے تھے اشارا ۱۰۲ ہٹ جاؤ بہن، گھر سے نکلیو نہ خدارا
رتبہ ہے فزوں، مریمؑ و حوا سے تمہارا دم تن میں ہے جب تک نہیں یہ مجھ کو گوارا
للّٰلہ نہ اس دم تنِ صد پاش پہ آنا
سر تن سے اُترلے تو مری لاش پہ آنا

تھی رانڈوں میں ڈیوڑھی پہ عجب گریہ و زاری ۱۰۳ سر کھولے ہوئے روتی تھیں واں بیبیاں ساری
کہتی تھی سکینہؑ کہ پھوپھی جان میں واری مجھ کو تو دکھا دو مرے بابا کی سواری
ہاں چھوڑ کے ہم سب کو چلے جائیں گے بابا
کیوں روتی ہو کیا گھر میں نہ اب آئیں گے بابا

ڈیوڑھی سے بہو تن سے نکلتا ہے مرا دم ۱۰۴ میں جاؤں وہاں رن میں جہاں ہیں شہ عالم
کہتی تھی اَسے تھامے ہوئے زینبِ پُرغم اصغرؑ کی طرح تیر نہ ماریں تمھیں اظلم
واں چلتی ہے تلوار، کہاں جاؤ گی بی بی
بابا کو بس اب حشر کے دن پاؤ گی بی بی

ناموسِ نبیؐ میں تو قیامت یہ تھی برپا ۱۰۵ سر کھولے ہوئے پیٹتی تھی دخترِ زہراؑ
راوی نے یہ لکھا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کیا روتا ہُوا اِک طفلِ حسینؑ خیمے سے نکلا
آنکھیں کہیں آہو کی بھی آنکھوں سے بڑی تھیں
منہ چاند سا تھا ہنسلیاں گردن میں پڑی تھیں

چہرے پہ جبھی لگتی تھی کیا زلفِ مسلسل ۱۰۶ ظاہر تھا کہ گھیرے ہوئے ہے چاند کو بادل
تھا طوقِ گلو شکلِ ہلالِ شبِ اوّل ہاتھوں میں کڑے کان میں دُر سینے پہ ہیکل
کرتے کا عجب رنگ تھا اُس گل سے بدن پر
معلوم یہ ہوتا تھا کہ شبنم ہے چمن پر

ماں ڈیوڑھی کے پردے کو اٹھا کر یہ پکاری ۱۰۷ میں بھی نکل آتی ہوں کہاں جاتے ہو واری
پھر آؤ کہ بے تاب ہوں میں درد کی ماری بیوہ ہوں، کرو رحم غریبی پہ ہماری
کہنا مرا مانو، نہ ارادہ کرو رن کا
میں واسطہ دیتی ہوں تمھیں روحِ حسنؑ کا

وہ کہتا تھا اماں ہمیں قید میں نہ دو ۱۰۸ ہم کچھ نہیں نہ سب آپ کے قدموں کے تصدق ہیں
قاسم کی طرح داغ ہمارا بھی اٹھاؤ ماں کہتی تھی کہ بات تو سن کر ادھر آؤ

لاکھوں میں کہاں جاتے ہو اس رن میں اکیلے
وہ کہتا تھا میں میسنے پیچ بان اکیلے

میداں میں چچا قتل ہوئے ہم خیمے میں آئیں ۱۰۹ جیتے رہیں بعد ان کے تو منہ کس کو دکھائیں
ہم سایہ میں ہوں دھوپ میں وہ برچھیاں کھائیں تیغوں میں نہ ہوں کیسے ہوئے کو جا ئیں

بس صبر کرو قید ہوں کیا خیمے میں آ کے
فردوس میں اب جاویں گے ہمراہ چچا کے

چلاتی تھی رو رو کے یہ بیوہ جگر افگار ۱۱۰ صدقے میں ارد کے تیرے مرے بردبار
کس طرح لڑو گے نہ سپر پاس نہ تلوار پھر آ، ترا سن جنگ کے قابل نہیں زنہار

وہ کہتا تھا قربان شہنشاہ امم ہیں
کیا ہم علی اصغرؑ سے بھی کچھ عمر میں کم ہیں

دروازے پہ خیمے کے تڑپتی رہی مادر ۱۱۱ جنگاہ میں جا پہونچی وہ غلطاں شہ دیں پر
بند آنکھیں تھیں اور جھومتے تھے سبط پیمبرؐ پٹ پر سر فاطمہؑ زہرا سے وہ دلبر

کہتا تھا کہ سب خوں سے بدن لال ہوا ہے
اے میرے چچا جان یہ کیا حال ہوا ہے؟

میں تھامے ہوں یا شاہ ذرا غش سے سنبھلیے ۱۱۲ کیوں آپ جھکے جاتے ہیں زانو کو بدلیے
زخموں کا لہو چہرۂ انور پہ نہ ملیے سر ننگے نکلتی ہیں پھوپھی خیمے میں چلیے

سب روتے ہیں اس وقت نہیں ہوش کسی کو
پیٹی ہیں یہ سینہ کہ غش آیا ہے چچی کو

فرمانے لگے کھول کے آنکھیں شہ ذی جاہ ۱۱۳ کیوں گھر سے نکل آئے یہ کیا تم نے کیا آہ
ان تیغوں سے اے لال بچائے تمھیں اللہ لو خیمے میں اب جاؤ کہ عمو ہے سر راہ

کٹتا ہے گلا تیغ ستم سے کوئی دم میں
گھر میں تمھیں لے چلنے کی طاقت نہیں ہم میں

یہ کہتے تھے حضرت کہ بڑھا ایک جفا کار ۱۰۴ چاہا کہ قریب آن کے حضرت پہ کرے وار
ہاتھ اُس نے سرِ شہ پہ سپر کر دیے یکبار بچّے کے کہاں ہاتھ، کہاں ظالم کی تلوار
ریتی پہ وہ ننھے سے گرے، ہاتھ جو کٹ کر
غش ہو گیا، شبّیر کی گردن سے لپٹ کر

گودی میں اُسے لے کے پکارے، شہِ دیگر ۱۱۵ صدقے ترے، اِن دونوں کٹے ہاتھوں کے شبّیر
گودی میں تڑپتا تھا کہ گردن میں لگا تیر چلّایا کہ قربانِ علی اصغرِ بے شیر
لپٹا جو تڑپ کر وہ شہ تشنہ گلو سے
تر ہو گئیں سب ہنسلیاں گردن کے لہو سے

منہ زرد ہوا جان نکلنے لگی تن سے ۱۰۶ ہچکی کے ساتھ، اگلتا تھا دہن سے
جس وقت سفر کر گیا ہستی کے چمن سے رونے کی صدا آنے لگی، قبرِ حسن سے
فردوس سے زہراؑ بصد افغاں نکل آئی
خیمے سے اِدھر خاک بسر ماں نکل آئی

بیٹھے تھے سوئے قبلہ دو زانو شہِ بے پر ۱۰۷ جھکتے تھے کبھی غش میں، اُٹھاتے تھے کبھی سر
تھے ذکرِ خدا میں کہ لگا تیر دہن پر یاقوت بنے ڈوب کے خوں میں لبِ اطہر
یہ آیا ہوا تا بہ زنخدانِ مبارک
ٹھنڈے ہوئے وہ گوہرِ دندانِ مبارک

نیزے کا بن وہب نے پہلو پہ کیا وار ۱۱۸ کاندھے پہ چلی ساتھ زرآرہ کی بھی تلوار
ناوک بن کاہل کا گلے کے ہوا پار بازو میں در آیا تبر خولی خونخوار
تلوار سے وقفہ نہ ملا چند نفس کا
دم رُک گیا نیزہ جو لگا ابنِ اُنس کا

لکھتا ہے کہ جب مر گیا لختِ دلِ شبّیر ۱۰۹ بارہ ستم ایجاد بڑھے کھینچ کے خنجر
کے سیدہ نکلی درِ خیمے سے کھلے سر مقنع تھا، نہ بُرقع تھا، نہ موزے تھے نہ چادر
چلّائے لعیں خوف سے ہاتھ آنکھوں پہ دھر کے
جو فاطمہؑ آتی ہیں بچانے کو پسر کے

اُس جگہ میں آکر وہ خستہ یہ پکاری ۱۲۰ اے سب سے بڑی ابنِ علیؑ، عاشقِ باری
گھوڑا تو ہے کوتل کی طرف اترنے کو تیار بھیا بن آئی ہے زیارت کو تمہاری
مر جاؤں گی خدمت کو بجا لانے کی نہیں میں
بے آپ کے دیکھے ہوئے جانے کی نہیں میں

اُس وقت شہِ دیں نے سُنی ناریٔ خواہر ۱۲۱ جس وقت کہ تھا خلق بہ تاب و تبِ محشر
فرمایا اشارے سے کہ اے شمر ستمگر زینبؑ نکل آئی ہے، ٹھہرا جا ذرا دم بھر
آخر تو مسافر ہوتا ہے، اِس دارِ محن سے
دو باتیں تو کر لینے دے بھائی کو بہن سے

منہ پھیر لیا شمر نے، خنجر کو ہٹا کے ۱۲۲ دی شہ نے یہ زینبؑ کو صدا، تھک کے، ہٹا کے
تڑپا تی ہو بھائی کو بہن، بوسے میں آ کے دیکھو گے، ہم تو ہیں پسِ پشت میں تم کے
اُٹھ سکتے نہیں، جسم پہ تلواریں پڑی ہیں
گھبراؤ نہ اماں، مرے پہلو میں کھڑی ہیں

دوڑی یہ صدا سُن کے یدُاللہ کی جائی ۱۲۳ پہنچی کہ دیدہ تو نہیں دیکھو وں بھائی
پر ہائے بہن، بھائی تلک آنے نہ پائی یاں ہو گئی سیدؑ کے سرِ تن میں جدائی
قاتل کو، نہ گردن کو، نہ شمشیر کو دیکھا
پہونچی تو سناں پر سرِ شبیرؑ کو دیکھا

سر دیکھ کے بھائی کا وہ بے کس یہ پکاری ۱۲۴ دیکھا پائی بہن آپ کی مظلومی کے واری
خنجر سے یہ گردن کی رگیں کٹ گئیں ساری تم مر گئے پوچھے گا خبر کون ہماری
آفت میں پھنسی آل، رسولِ عربی کی
اب جائیں کہاں بیٹیاں زہراؑ و علیؑ کی

بھیا مرا کوئی نہیں، تم خوب ہو آگاہ ۱۲۵ احمد ہیں نہ زہراؑ نہ حسنؑ ہیں نہ یدُاللہ
ڈھارس تھی بڑی آپ کی، اے سرورِ ذی جاہ چھوڑا مجھے جنگل میں یہ کیا قہر کیا آہ
چلتے ہوئے کچھ مجھ سے نہ فرما گئے بھائی
بھینا کو نجف تک بھی نہ پہونچا گئے بھائی

۱۲۶ اے میرے شہید، اے مرے ماں جائے، برادر — کس سے ترا لاشہ بہن اٹھوائے، برادر
کس طرح مرے دل کو قرار آئے، برادر — پانی بھی نہ قاتل نے دیا، ہائے برادر
انساں پہ ستم یوں کبھی انساں نہیں کرتا
حیواں کو بھی پیاسا، کوئی بے جاں نہیں کرتا

۱۲۷ خاموش انیسؔ اب کہ ہے دل سینے میں بے چین — لکھے نہیں جاتے ہیں جو زینبؑ نے کیے بین
اب حق سے دعا مانگ کہ اے خالقِ کونین — حاسد ہیں بہت، دل کو عطا کر مرے توچین
ناحق ہے عداوت انھیں اس ہیچمداں سے
بے تیغ کٹے جاتے ہیں شمشیرِ زباں سے

جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے
جلوہ کیا سحر کے رخِ بے حجاب نے
دیکھا سوئے فلک شہِ گردوں رکاب نے
مُڑ کر ہر رفیق کو دی اُس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنا کو نہ کم کرو
اُٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

۱ ہاں غازیو! یہ دن ہے جلال و قتال کا
یاں خوں بہے گا آلِ محمدؐ کی آل کا
چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہراؑ کے لال کا
گذری شبِ فراق دن آیا وصال کا
ہم وہ ہیں غم کریں گے ملک جن کے واسطے
راتیں تڑپ کے کاٹی ہیں اس دن کے واسطے

۲ یہ صبح ہے وہ صبحِ مبارک ہے جس کی شام
یاں سے ہو جو کوچ تو ہے خلد میں مقام
کوثر پہ آبرو سے پہونچ جائیں تشنہ کام
لکھے خدا نجات گنہگاروں میں سب کے نام
سب ہیں وحیدِ عصر یہ غل چار سُو اُٹھے
دنیا سے جو شہید اُٹھے سرخرو اُٹھے

۳ یہ سُن کے بستروں سے اٹھے وہ خدا شناس
کی کی نے زیبِ جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنوں میں کیے سب نے بے ہراس
باندھے عمامہ آئے امامِ زماں کے پاس
رنگیں عبائیں دوش پہ کمریں کسے ہوئے
مشک و زباد و عطر میں کپڑے بسے ہوئے

۴ سوکھے لبوں پہ حمدِ الٰہی رخوں پہ نور
خوف و ہراس رنج و کدورت دلوں سے دُور
فیاض، حق شناس، اولوالعزم، ذی شعور
خوش فکر و بذلہ سنج و ہنر پرور و غیور
کانوں کو حُسنِ صوت سے حظ بر ملا ملے
باتوں میں وہ نمک کہ دلوں کو مزا ملے

۶ سادات بُردبار فلک مرتبت دلیر — عالی منش شجاعت و دانائی میں شیر
گردانِ دہر اُن کی زبردستیوں سے زیر — فاقے سے تین دن کے مگر زندگی سے سیر

دنیا کو ہیچ پوچ سراپا سمجھتے ہیں
دریا دلی سے بحر کو قطرا سمجھتے ہیں

۷ تقریر میں وہ رمزِ کنایہ کہ لاجواب — نکتہ بھی منہ سے گر کوئی نکلا تو انتخاب
گویا دہن کتابِ بلاغت کا ایک باب — سو کس زبان میں شہد فصاحت سے کامیاب

لہجوں پہ شاعرانِ عرب تھے مرے ہوئے
پستے لبوں کے وہ کہ نمک سے بھرے ہوئے

۸ لب پر ہنسی گلوں سے زیادہ شگفتہ رو — پیدا تنوں سے پیرہنِ یوسفی کی بُو
غلماں کے دل میں جن کی غلامی کی آرزو — پرہیزگار و زاہد ابرار و نیک خُو

پتھر میں ایسے اصل صدف میں گہر نہیں
حوروں کا قول تھا کہ ملک ہیں بشر نہیں

۹ پانی نہ تھا وضو جو کریں وہ فلک رآب — پرتھی رخوں پہ خاکِ تیمم سے طرفہ آب
باریک ابر میں نظر آتے تھے آفتاب — ہوتے ہیں خاکسار غلامِ ابوتراب

مہتاب سے رخوں کی، صفا اور ہو گئی
مٹی سے آہتوں میں جِلا اور ہو گئی

۱۰ خیمے سے نکلے شہ کے عزیزانِ خوش خصال — جن میں کئی تھے حضرتِ خیرالنسا کے لال
قاسمؑ سا گلبدن، علی اکبرؑ سا خوش جمال — اک جا عقیلؑ و مسلمؑ و جعفرؑ کے نونہال

سب کے رخوں کا نور سپہرِ بریں پہ تھا
اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمیں پہ تھا

۱۱ وہ صبح اور وہ چھاؤں ستاروں کی اور وہ نور — دیکھے تو غش کرے ارنی گوئے اوجِ طور
پیدا گلوں سے قدرتِ اللہ کا ظہور — وہ جا بجا درختوں پہ تسبیح خواں طیور

گلشن خجل تھے وادیِ مینوؑ اساس سے
جنگل تھا سب بسا ہوا پھولوں کی باس سے

ٹھنڈی ہوا میں سبزہ سے نمی وہ ہے ۔ شبنم سے آبشار کے دامن کی نمی وہ ہے
وہ جھومنا درختوں کا پھولوں کی وہ مہک ۔ ہر سو گل و شگوفہ و سبزہ کی تازگی

ہیرے جڑے ہوئے کوہ یکلخت اٹھ رہے
چپکے سے آفتاب کے پرتو نکل رہے

قرباں صنعتِ قادرِ آفریدگار ۲ ۔ صدقے ہر ایک شے پہ صنعت تازہ کا نثار
عاجز ہے فکرت شعرائے ہنر شعار ۔ ان صنعتوں کو پائے کہاں تک رسائی کار

عالم تھا موت و زیست کا عجب نہ پوچھ
میٹھی تھی سانس اور دمِ عیسیٰ سنو نہ پوچھ

وہ نور اور وہ دشت سہانا وہ خنک ۔ ذرے کو آفتاب کی وسعت عطا کی تھی
وہ جوشِ گل وہ زمزمۂ خوش نوا ۔ ہر سو بہشتِ عدن کی ہوا کی تھی

پیڑوں سے سبز سبز ثمر پوش تھے
تھالے بھی نخل کے سبد گل فروش تھے

وہ دشت وہ نسیم کے جھونکے وہ سبزہ زار ۵ ۔ پھولوں پہ جا بجا وہ گہر ہائے آبدار
اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بار بار ۔ بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل ہزار

خوابیں تھے زیرِ گلشن زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے ہجوم ۱۳ ۔ کوکو کا شور نالۂ حق سرہ کی دھوم
سبحانَ ربنا کی صدا تھی علی الدوام ۔ جاری تھے وہ جنوں کی عبادت کے تھے رسوم

کچھ گل فقط نہ کرتے تھے رتبِ عدد کی تمد
ہر خار کو بھی نوکِ زباں تھی خرد کی تمد

چیونٹی بھی ہاتھ اٹھا کے یہ کہتی تھی بار بار ۱۵ ۔ اے دانہ کش ضعیفوں کے رزق تو نثار
یا حیّ یا قدیر کی تھی ہر طرف پکار ۔ تہلیل تھی کہیں کہیں تسبیحِ روزگار

طائر ہوا میں مخمرِ سبزہ زار میں
جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

کانٹوں میں اِک طرف تھے ریاضِ نبیؐ کے پھول ۱۸ خوشبو سے جن کی خُلد تھا جنگل کا عرض و طول
دنیا کی زیب و زینتِ کاشانۂ بتول وہ باغ تھا لگا گئے تھے خود جسے رسُولؐ

ماہِ عزا کے عشرۂ اوّل میں کٹ[۲۷] گیا
وہ باغیوں کے ہاتھ سے جنگل میں کٹ گیا

اللہ رے خزاں کے دن اُس باغ کی بہار ۱۹ پھولے سماتے تھے نہ محمدؐ کے گل عذار
دولھا بنے ہوئے تھے اجل تھی گلوں کا ہار جاگے وہ ساری رات کے، وہ نیند کا خُمار

راتیں تمام جسم کی خوشبو سے بس گئیں
جب مُسکرا کے پھولوں کی کلیاں بکس[۲۸] گئیں

وہ دشت اور خیمۂ زنگار گوں کی شان ۲۰ گویا زمیں پہ نصب تھا اک تازہ آسمان
بے چوبہ سپہر بریں جس کا سائبان بیت[۲۹] العتیق، دین کا مدفن[۳۰] جہاں کی جان

اللہ کے حبیبؐ کے پیارے اسی میں تھے
سب عرشِ کبریا کے ستارے اسی میں تھے

گردوں پہ ناز کرتی تھی اُس دشت کی زمیں ۲۱ کہتا تھا آسمانِ دہم چرخ[۳۱] ہفتمیں
پردے تھے رشک پردۂ چشمانِ حور عیں تاروں سے تھا فلک اسی خرمن کا خوشہ چیں

دیکھا جو نورِ شمسۂ کیواں[۳۲] جناب پر
کیا کیا ہنسی ہے صبحِ گلِ آفتاب[۳۳] پر

ناگاہ چرخ پر خطِ ابیض ہوا عیاں ۲۲ تشریف جانماز پہ لائے شہِ زماں
سجادے بچھ گئے عقبِ شاہِ انس و جاں صوتِ حسن سے اکبرِ مہر نے دی اذاں

ہر اِک کی چشم آنسوؤں سے ڈبڈبا گئی
گویا صدا رسولؐ کی کانوں میں آ گئی

چُپ تھے طیور جھومتے تھے وجد میں شجر ۲۳ تسبیح خواں تھے برگ و گل و غنچہ و ثمر
محوِ ثنا کلوخ و نباتات و دشت و در پانی سے منہ نکالے تھے دریا کے جانور

اعجاز تھا کہ دلبرِ شبّیر کی صدا
ہر خشک و تر سے آتی تھی تکبیر کی صدا

ناموسِ شاہ روتے تھے خیمے میں زار زار ۲۴ چپکی کھڑی تھی صحن میں بانوئے نامدار
زینبؑ بلائیں لے کے یہ کہتی تھی بار بار صدقے نمازیوں کے مؤذن کے میں نثار

کرتے ہیں یوں ثنا و صفت ذوالجلال کی
لوگوں کو اذاں سنوری ہے یوسف جمال کی

یہ حسنِ صوت اور یہ قرأت یہ شد و مد ۲۵ حق کا کہ فیض افضی ہے تجھ کو اسد
گویا ہے لحن حضرتِ داؤدؑ باخرد یارب رکھ اس صدا کو زمانے میں تا ابد

شعلے صدا میں پنکھڑیاں جیسے پھول میں
بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسولؐ میں

میری طرف سے کوئی بلائیں تو لینے جائے ۲۶ عینِ اکمل سے تجھ کو بچائے خدا بچائے
وہ لوذعی کہ جس کی طلاقت دلوں کو بھائے دو دو دن ایک بوند بھی پانی کی نہ پائے

غربت میں پڑ گئی ہے مصیبت حسینؑ پر
فاقہ یہ تیسرا ہے مرے نورِ عین پر

صف میں ہوا جو نعرۂ قد قامتِ الصلوٰۃ ۲۷ قائم ہوئی نماز اٹھے شہِ کائنات
وہ نور کی صفیں وہ مصلّی ملک صفات قدموں سے جن کے ملتی تھی آنکھیں رہِ نجات

جلوہ تھا تا بہ عرشِ معلّیٰ حسینؑ کا
مصحف کی لوح تھی کہ مصلّیٰ حسینؑ کا

قرآں کھلا ہوا کہ جماعت کی تھی نماز ۲۸ بسم اللہ جیسے کر گئے ہویوں تھے شہ مجاز
سطریں تھیں یا صفیں عقبِ شاہ سرفراز کرتی تھی خود نماز بھی ان کی ادا پہ ناز

صدقے سحر بیاض پہ بہرِ السطور کی
سب آیتیں تھیں مصحفِ ناطق کے نور کی

باہم مکبّروں کی صدائیں وہ دل پسند ۲۹ کرّو بیان عرش تھے سب جس سے بہرہ مند
ایماں کا نور چہروں پہ تھا چاند سے دوچند خوفِ خدا سے کانپتے تھے سب کے بند بند

خم گردنیں تھیں سب کی خضوع اور خشوع میں
سجدوں میں چاند تھے مہ نو تھے رکوع میں

اک صف میں سب محمدؐ و حیدرؑ کے رشتہ دار ۲۰ اٹھارہ نوجواں تھے اگر کیجیے شمار
پر سب جگر فگار حق آگاہ خاکسار پیرو امام پاک کے دانائے روزگار

تسبیح ہر طرف تہ افلاک انہیں کی ہے
جس پر درود پڑھتے ہیں یہ خاک انہیں کی ہے

دنیا سے اٹھ گیا وہ قیام اور وہ قعود ۲۱ ان کے لیے تھی بندگیِ واجب الوجود
وہ عجز وہ طویل رکوع اور وہ سجود طاعت میں نیست جانتے تھے اپنی ہست و بود

طاقت نہ چلنے پھرنے کی تھی ہاتھ پاؤں میں
گر گر کے سجدے کر گئے تیروں کی چھاؤں میں

ہاتھ اُن کے جب قنوت میں اُٹھے وہ خدا ۲۲ خود ہو گئے فلک پہ اجابت کے باب وا
تھرّائے آسماں بلا عرش کبریا شہ پر تھے دونوں ہاتھ پہ طائر دعا

وہ خاکسار محوِ تضرّع تھے فرش پر
روح القدس کی طرح دعائیں تھیں عرش پر

فارغ ہوئے نماز سے جب قبلۂ انام ۲۳ آئے معانقے کو جوانان تشنہ کام
چومے کسی نے دستِ شہنشاہ خاص و عام آنکھیں ملیں قدم پہ کسی نے باحترام

کیا دن تھے کیا سپاہِ رشید و سعید تھی
باہم معانقے تھے کہ مرنے کی عید تھی

سجدے میں شکر کے کوئی تھا مردِ باخدا ۲۴ پڑھتا تھا کوئی حزن سے قرآں کوئی دعا
نعت نبیؐ کہیں تھی کہیں حمدِ کبریا مولا اٹھا کے ہاتھ یہ کرتے تھے التجا

فاقوں پہ تشنہ کامی و غربت پہ رحم کر
یا ربّ مسافروں کی جماعت پہ رحم کر

زاری تھی التجا تھی مناجات تھی اُدھر ۲۵ واں صف کشی و ظلم و تعدّی و شور و شر
کہتا تھا ابنِ سعدؔ یہ جا جا کے نہر پر گھاٹوں سے ہوشیار، ترائی سے باخبر

دو روز سے ہے تشنہ دہانی حسینؑ کو
ہاں مرتے دم بھی دیجو نہ پانی حسینؑ کو

روکی سپر حضور کرامت ظہور پر

شوکت میں رشکِ تاجِ سلیماں تھا خود سر ۴۲ کلغی پہ لاکھ بار تصدق ہما کے پر
دستک نے دونوں فتح کا مسکن ظفر کا گھر وہ رُعب الاماں وہ تہور کہ الحذر

جب ایسا بھائی ظلم کی تیغوں میں آڑ ہو
پھر کس طرح نہ بھائی کی چھاتی پہاڑ ہو

خیمے میں جا کے شہ نے یہ دیکھا حرم کا حال ۴۳ چہرے تو فق ہیں اور کھلے ہیں سروں کے بال
زینبؑ کی یہ دعا ہے کہ اے ربِّ ذوالجلال بچ جائے اس فساد سے خیر النسا کا لال

بانوئے نیک نام کی کھیتی ہری رہے
صندل سے مانگ بچوں سے گودی بھری رہے

آفت میں ہے مسافرِ صحرائے کربلا ۴۴ بے کس پہ یہ چڑھائی ہے سید پہ یہ جفا
غربت میں ٹھن گئی جو لڑائی تو ہوگا کیا ان ننھے ننھے بچوں پہ کر رحم اے خدا

فاقوں سے جاں بلب ہیں عطش سے ہلاک ہیں
یارب ترے رسولؐ کی ہم آلِ پاک ہیں

سر پر نہ اب علیؑ نہ رسولِ فلک وقار ۴۵ گھر لُٹ گیا گذر گئیں خاتونِ روزگار
اماں کے بعد روئی حسنؑ کو میں سوگوار دنیا میں اب حسینؑ ہے ان سب کا یادگار

تو داد دے مری، کہ عدالت پناہ ہے
کچھ اُس پہ بن گئی تو یہ مجمع تباہ ہے

بولے قریب جا کے شہِ آسماں جناب ۴۶ مضطر نہ ہو دعائیں ہیں تم سب کی مستجاب
مضطر ہیں خطا پہ ہیں یہ خانماں خراب خود جا کے میں دکھاتا ہوں اُن کو رہِ صواب

موقع یہ بہن نہیں ابھی فریاد و آہ کا
لاؤ تبرکات رسالت پناہ کا

معراج میں رسولؐ نے پہنا تھا جو لباس ۴۷ کشتی میں لائیں زینبؑ اُسے شاہِ دیں کے پاس
سر پہ رکھا عمامۂ سردارِ حق شناس پہنی قبائے پاکِ رسولِ فلک اساس

بر میں درست و چست تھا جامہ رسولؐ کا
رومال فاطمہؑ کا عمامہ رسولؐ کا

شکے کے دوسرے جو پہنچے بند تک ۴۰ ڈبیا تھی دوشالہ پیچھوڑا پان کا
بل کھا رہا تھا زلف سے بن کا تار تار جن کے جب آئے تو پھٹ دامن نشار

مشک و عبیر و عود و گلاب و زبیب میں
سنبل پہ کیا کھلے ہے یہ سوسے پیچ میں

کپڑوں سے آرہی تھی رسول زمن کی بو ۴۱ روحانے سونگھی ہوئی نہ یقین کی بو
حیدر کی فاطمہ کی حسین و حسن کی بو پھیلی ہوئی تھی چار طرف پیرہن کی بو

لٹتا تھا عطر و دی عنبر شمیم میں
گل ہوتے تھے باغ میں رضوان بہشت میں

پوشاک سب پہن چکے جس دم شہ زمن ۴۲ یکبار بلبلیں ہوئیں گویا کہ رو سے بین
چلائی ہائے آج نہیں حیدر و حسن ہم کہہ رہے تھے ہائے کہیں سب یہ ہو نہ بن

زینت سے سب رفیقوں کے دوست ہاں کی
مرتے گئی بلائیں تو اپنے واں کی

صندوق اسلحہ کے جو کھلوائے شاہ نے ۴۳ پیٹی منگا پہن زینب عصمت پناہ نے
پہنی زرہ امام فلک بارگاہ نے بازو پہ جوشنین پڑھ حرز جاہ نے

جوہر بدن کے حسن سے سارے چمک گئے
حلقے تھے جتنے تن کے ستارے چمک گئے

یاد آگئے علیؑ نظر آئی جو ذوالفقار ۴۴ قبضے کو چوم کر شہ دیں رو سے زار زار
تولی جو لے کے ہاتھ میں شمشیر آبدار شوکت نے دی صدا کہ تری شان کے نثار

فتح و ظفر قریب ہو نصرت قریب ہو
زیب اس کی تجھ کو غلبہ اعدا نصیب ہو

باندھی کمر سے تیغ جو زہرا کے لال نے ۴۵ پھاڑا فدک پہ اپنا گریباں ہلال نے
دستانے پہنے سرو قدی خصاں نے معراج پائی دوش پہ حمزہ کی ڈھال نے

رتبہ بلند تھا کہ سعادت نشان تھی
ساری سپر میں مہر نبوت کی شان تھی

ہتھیار اِدھر لگا چکے آقائے خاص و عام ۵۴ تیار اُدھر ہوا علمِ سیّدِ انام
کھولے سروں کو گرد تھیں سیدانیاں تمام روتی تھی تھامے چوبِ علم خواہرِ امام

تیغیں کمر میں دوش پہ ترکش پڑے ہوئے
زینب کے لال زیرِ علم آ کھڑے ہوئے

گردانے دامنوں کو تبسّم کے وہ گل عذار ۵۵ مرفق تک آستینوں کو الٹے بصد وقار
جنگ کا رعب، دبدبۂ شیرِ کردگار بوٹے سے ان کے قد پہ نمودار ذوالفقار

آنکھیں ملیں علم کے چمکیرے کو چوم کے
رایت کے گرد پھرنے لگے جھوم جھوم کے

گر ماں کو دیکھتے تھے گہ جانبِ علم ۵۶ نظرہ کبھی یہ تھا کہ نثارِ شہِ اُمم
کرتے تھے دونوں بھائی کبھی مشورے بہم آہستہ پوچھتے کبھی ماں سے وہ ذی حشم

کیا قصد ہے نبیؐ ولی کے نشان کا
اماں کسے ملے گا علم نانا جان کا

کچھ مشورہ کریں جو شہنشاہِ خوش خصال ۵۷ ہم بھی محق ہیں آپ کو اس کار سے خیال
پاسِ ادب سے عرض کی ہم کو نہیں مجال اس کا بھی خوف ہے کہ نہ ہو آپ کو ملال

آقا کے ہم غلام ہیں اور جانثار ہیں
عزت طلب ہیں، نام کے اُمیدوار ہیں

بے مثل تھے رسولؐ کے لشکر کے سب جواں ۵۸ لیکن ہمارے جد کو نبیؐ نے دیا نشاں
خیبر میں دیکھتا رہا لشکر گراں پایا علم علیؑ نے مگر وقتِ امتحاں

حضرت کی آنکھ کی نہیں گو ہوکے پیاسے ہیں
پوتے انہیں کے ہم ہیں انہیں کے نواسے ہیں

زینب نے تب کہا تمہیں کس سے کیا ہے کام ۵۹ کیا دخل مجھ کو، مالک و مختار ہیں امام
دیکھو نہ کیجیو بے ادبانہ کوئی کلام بگڑوں گی میں جو دوگے علم کا زباں سے نام

لو جاؤ بس کھڑے ہو الگ ہاتھ جوڑ کے
کیوں آئے ہو یہاں علی اکبرؑ کو چھوڑ کے

سر کو ہتھیلی پر لیے ہوئے گھر سے چلے تھے ہم ۶۰ ایسا نہ ہو کہ دیں تمہیں شاہ سے ہم
کہتے ہوا اور آئے ہوئے تم سے ہم تو ہیں بس قول ہی سنے ہیں تمہارے
روتے ہوئے تو جو بڑا یا ہنسا کریں
اس خندہ کو پھینکنے کے سوا اور کیا کریں

عمریں قلیل اور ہوس منصب جلیل ۶۱ چھ ماہ کا وقت ہے کہ بڑھے فوج کیل
ماں صدقے جائے گرچہ یہ ہمت کی ہے دلیل ہاں اپنے ہر سخن میں تحمل نہیں ہے
لازم ہے سوچ غور کرے پیش و پس کرے
جو ہو سکے نہ کیوں بشر اس کی ہوس کرے

ان ننھے ننھے ہاتھوں سے آٹے گا یہ علم ۶۲ چھوٹے قدم ہیں سب سے سخن میں بڑے ہیں ہم
نکلیں تنوں سے سبط نبیؐ کے قدم بہ دم عہدہ ہیں سب یہ بس یہی منصب ہے ان کا کم
رخصت عجب اگر ہو تو یہ میرے نام سے
ماں صدقے جائے آج تو مر سنوں نہ آج سے

پھر تم کو کیا بزرگ تھے گر فخر روزگار ۶۳ زیبا نہیں ہے وصف خلق پہ افتخار
جوہر وہ ہیں جو تیغ کرے آپ آشکار دکھلاؤ آج حیدر و جعفر کی کار زار
تم کیوں کہو کہ لال خدا کے ولی کے ہیں
فوجیں پکاریں خود کہ نواسے علیؑ کے ہیں

کیا کچھ علم سے جعفر طیارؑ کا تھا نام ۶۴ یہ بھی تھی کہ عطائے رسولِ فدک مقام
بگڑی لڑائیوں میں بن آئے انہیں سے کام جب کھینچتے تھے تیغ تو ہلتا تھا روم و شام
بے جاں ہوئے تو نخل وفا نے ثمر دیے
ہاتھوں کے بدلے حق نے جواہر کے پر دیے

لشکر نے تین روز ہزیمت اٹھائی جب ۶۵ بخشا علم زوالِ خدا نے علیؑ کو تب
مرحب کو قتل کر کے بڑھا جب وہ شیر رب در بند کر کے قلعہ کا بھاگی سپاہ سب
اکھڑا وہ یوں گراں تھا جو در سنگِ سخت سے
جس طرح توڑ لے کوئی پیشانی بخت سے

نرغے میں تین دن سے ہے مشکل کشا کا لال ۶۶ اماں کا باغ ہوتا ہے جنگل میں پائمال
پوچھا نہ یہ کہ کھولے ہیں کیوں تم نے سر کے بال میں لُٹ رہی ہوں اور تمہیں منصب کا ہے خیال
غم خور تم مرے ہو نہ عاشق امام کے
معلوم ہو گیا مجھے طالب ہو نام کے

ہاتھوں کو جوڑ جوڑ کے بولے وہ لالہ فام ۶۷ غصّے کو آپ تھام لیں اے خواہرِ امام
واللہ کیا مجال، جواب لیں علم کا نام کُھل جائے گا لڑیں گے جو یہ بادفا غلام
فوجیں بھگا کے گنجِ شہیداں میں سوئیں گے
تب قدر ہو گی آپ کو جب ہم نہ ہوئیں گے

یہ کہہ کے بس بڑھے جو سعادت نشاں پسر (ف) ۶۸ چھاتی بھر آئی ماں نے کہا تھام کر جگر
دیتے ہو اپنے مرنے کی پیارو مجھے خبر ٹھہرو ذرا بلائیں تو لے لے یہ نوحہ گر
کیا صدقے جاؤں ماں کی نصیحت بُری لگی
بچّو یہ کیا کہا کہ جگر پر چھُری لگی

زینب نے پاس آ کے یہ بولے شہِ زمن ۶۹ کیوں تم نے دونوں بیٹوں کی باتیں سُنیں بہن
شیروں کے شیرِ عاقل و جرار وصف شکن زینبؑ وحیدِ عصر ہیں دونوں یہ گل بدن
یوں دیکھنے کو سب میں بزرگوں کے طور ہیں
تیور ہی ان کے اور ارادے ہی اور ہیں

نو دس برس کے سن یہ جرأت یہ ولولے ۷۰ بچّے کسی نے دیکھے ہیں ایسے بھی من چلے
اقبال کیونکر ان کے نہ قدموں سے مُنھ ملے کس گود میں بڑے ہوئے کس دودھ سے پلے
بے شک یہ وارثِ درِ جنابِ امیر ہیں
پر کیا کہوں کہ دونوں کی عمریں صغیر ہیں

بولے تم جسے کہو اسے دیں فوج کا علم ۷۱ کی عرض جو صلاح شہِ آسماں حشم
فرمایا جب سے اُٹھ گئیں زہراؑ سے باکرم اُس دن سے تم کو ماں کی جگہ جانتے ہیں ہم
مالک ہو تم بزرگ کوئی ہو کہ خُرد ہو
جس کو کہو اسی کو یہ عہدہ سپرد ہو

بولیں بہن کہ آپ بھی تو لیں کس کا نام ۷۲ لے کس طرف توجہ سے رخصت ہوئے امام
گر مجھ سے پوچھتے ہیں شہ آسماں مقام فرمائیے کہ بعد میں آپ کا ہے کام

شوکت میں قد میں شان میں ہم سا کوئی نہیں
عباسؑ نام دار سے بہتر کوئی نہیں

عاشق غلام خادم دیرینہ جاں نثار ۷۳ فرزند بھائی زینت پہلوئے شہریار
جرار یادگار پدر فخر روزگار راحت رساں ممیز نوواز نامدار

صفدر ہے شیر دل ہے بہادر ہے نیک ہے
بے مثل سیکڑوں میں ہزاروں میں ایک ہے

آنکھوں میں اشک بھر کے یہ بولے شہ زمن ۷۴ ہاں تھی یہی علیؑ کی وصیت بھی اے بہن
اچھا بلائیں آپ کدھر ہے وہ صف شکن اکبر چچا کے پاس گئے سن کے یہ سخن

کی عرض انتظار ہے شاہ غیور کو
چلیے پھوپھی نے یاد کیا ہے حضور کو

عباسؑ آئے ہاتھوں کو جوڑے حضور شاہ ۷۵ بھاؤ بہن کے پاس یہ بولا وہ دیں پناہ
زینبؑ وہیں علم لیے آئیں بہ عز و جاہ بولے نشان دلے کے شہ عرش بارگاہ

ان کی خوشی وہ ہے جو رضا پنجتن کی ہے
لو بھائی لو علم یہ عنایت بہن کی ہے

رکھ کر علم پہ ہاتھ جھکا وہ فلک وقار ۷۶ ہمشیر کے قدم پہ ملا منھ بہ افتخار
زینبؑ بلائیں لے کے یہ بولیں کہ میں نثار عباسؑ فاطمہؑ کی کمائی سے ہوشیار

ہو جائے آج صلح کی صورت تو کل چلو
ان آفتوں سے بھائی کو لے کر نکل چلو

کی عرض میرے سم پہ جس وقت تک ہے سر ۷۷ ممکن نہیں ہے یہ کہ بڑھے فوج بدگہر
تیغیں کھنچیں جو لاکھ تو سینہ کروں سپر دیکھیں اٹھا کے آنکھ یہ کیا تاب کیا جگر

سادات ہیں پسر اسد ذوالجلال کے
گر شیر ہو تو پھینک دیں آنکھیں نکال کے

مُنہ کر کے سُوئے قبرِ علیؑ پھر کیا خطاب ۷۸ ذرّے کو آج کر دیا مولا نے آفتاب
یہ عرضِ خاکسار کی ہے یا ابو ترابؑ آقاؑ کے آگے میں ہوں شہادت سے کامیاب
سر تن سے ابنِ فاطمہ کے رو برو گرے
شبیرؑ کے پسینے پہ میرا لہو گرے

یہ سُن کے آئی زوجۂ عباسِ نامور ۷۹ شوہر کی سمت پہلے کنکھیوں سے کی نظر
لیں سبطِ مصطفیٰ کی بلائیں بچشمِ تر زینبؑ کے گرد پھر کے یہ بولی وہ نوحہ گر
فیض آپؑ کا ہے اور تصدّق امام کا
عزّت بڑھی کنیز کی رُتبہ غلام کا

سر کو لگا کے چھاتی سے زینبؑ نے یہ کہا ۸۰ تو اپنی مانگ کو کھے ٹھنڈی رہے سدا
کی عرض مجھ سی لاکھ کنیزیں تو ہوں فدا بانوئے نامور کو سُہاگن رکھے خدا
بچّے جئیں ترقّی اقبال و جاہ ہو
سائے میں آپ کے علی اکبرؑ کا بیاہ ہو

قسمت وطن میں خیر سے پھر شہ کو لے کے جائے ۸۱ یثرب میں شور ہو کہ سفر سے حسینؑ آئے
اُمِّ البنین جاہ و حشم سے پسر کو پائے جلدی شبِ عروسیِ اکبرؑ خدا دکھائے
مہندی تمہارا لال ملے ہاتھ پاؤں میں
لاؤ دُلہن کو بیاہ کے تاروں کی چھاؤں میں

ناگاہ آ کے بانی سکینہ نے یہ کہا ۸۲ کیسا ہے یہ ہجوم کدھر ہیں مرے چچا
عہدہ علم کا اُن کو مبارک کرے خدا لوگو مجھے بلائیں تو لینے دو اک ذرا
شوکت خدا بڑھائے مرے عمّو جان کی
میں بھی تو دیکھوں شان علیؑ کے نشان کی

عباسؑ مسکرا کے پکارے کہ آؤ آؤ ۸۳ عمّو نثار پیاس سے کیا حال ہے بتاؤ
بولی لپٹ کے وہ کہ مری مشک لیتے جاؤ اب تو علَم ملا تمھیں پانی مجھے پلاؤ
تحفہ کوئی نہ دیجیے نہ انعام دیجیے
قربان جاؤں پانی کا اِک جام دیجیے

فرمایا آپ نے کہ نہیں فکر کچھ مقام ۸۰ باقی ہے جس کی ولی تمیں سب تمام ہے
کی عرض آگے ابنِ حسنؑ نے کہ یا امام انوار سے ہے جس کی فضا شام شام ہے

غنچا کہ سن کے سب یہ ہوئے محو گل کھلے
بھولے وہ بن سے مل کے گلے ہم بھی چل بسے

(ش)
ناگہ پڑھے علم لیے عباسؑ باوفا ۸۱ دوڑے سب اہلِ بیت کہ ہے ہے یہ کیا ہوا
حضرت نے ہاتھ اٹھا کے یہ اک ایک سے کہا واں دوڑ کے نہ آئے کوئی یاں رہے سو رہے

صبحِ شبِ فراق ہے پیروں کو دیکھ لو
سب مل کے ڈوبتے ہوئے تاروں کو دیکھ لو

شہ کے قدم پہ زینبِ زار و حزیں گری ۸۲ بانو بچھڑ کے بھائی سے غش کھا کے یوں گری
کلثومؑ تھرتھرا کے بروئے زمیں گری بانو کہیں گری تو سکینہ کہیں گری

اجڑا چمن، ہر اک گل تازہ نکل گیا
نکلا علم کہ گھر سے جنازہ نکل گیا

دیکھی جو شانِ حضرتِ عباس عرش جاہ ۸۷ آگے بڑھی علم کے پس از تحیت و سجدہ
نکلا حرم سرائے دو عالم کا بادشاہ گشتہ بدل تھی جنت علیؑ کی فغان و آہ

رہ رہ کے اشک بہتے تھے روئے جناب سے
شبنم ٹپک رہی تھی گلِ آفتاب سے

مولا چڑھے فرس پہ محمدؐ کی شان سے ۸۸ تڑکش لگا یا ہونے پہ کس آن بان سے
نکلا یہ جن و انس و ملک کی زبان سے اترا ہے پھر زمیں پہ بُراق آسمان سے

سارا چلن خرام میں کبک دری کا ہے
گھونگھٹ نئی دلہن کا ہے چہرہ پری کا ہے

غصے میں ہڈیوں کے اُبلنے کو دیکھیے ۸۹ جوبن میں تجھ سے جھوم کے چلنے کو دیکھیے
سانچے میں جوڑ بند کے ڈھلنے کو دیکھیے تھم کر کنوتیوں سے بدلنے کو دیکھیے

گردن میں ڈالیں ہاتھ یہ پریوں کو شوق ہے
بالا دوی میں اس کو ہما پر بھی فوق ہے

تھم کر ہوا چلی فرسِ خوش قدم بڑھا ۹۰ جوں جوں وہ سوئے دشت بڑھا اور دم بڑھا
گھوڑوں کی لیں سواروں نے باگیں، علم بڑھا رایت بڑھا کہ سروِ ریاضِ ارم بڑھا

پھولوں کو لے کے بادِ بہاری پہونچ گئی
بستانِ کربلا میں سواری پہونچ گئی

پنجہ اِدھر چمکتا تھا اور آفتاب اُدھر ۹۱ اُس کی ضیا تھی خاک پہ ضو اس کی عرش پر
زرّیزیِ علم پہ ٹھہرتی نہ تھی نظر دولھا کا رُخ تھا سونے کے سہرے میں جلوہ گر

تھے دو طرف جو دو علم اس ارتفاع کے
اُلجھے ہوئے تھے تار خطوطِ شعاع کے

اللہ ری سپاہ خدا کی شکوہ و شاں ۹۲ جھکنے لگے جنوں ضلالت کے بھی نشاں
کمریں کسے علم کے تلے ہاشمی جواں دنیا کی زیب دین کی عزت جہاں کی جاں

ایک ایک دو دو ماں علیؑ کا چراغ تھا
جس کو بہشت پر تھا تفوق وہ باغ تھا

رُکے وہ سات آٹھ، سہی قد سمن عذار ۹۳ گیسو کسی کے چہرے پہ دو اور کسی کے چار
حیدر کا رعب، نرگسی آنکھوں سے آشکار کھیلیں جو نیچوں سے کریں شیر کا شکار

نیزوں کے سمت چاند سے سینے تنے ہوئے
آئے تھے عید گاہ میں دولھا بنے ہوئے

غرفوں سے حوریں دیکھ کے کرتی تھیں یہ کلام ۹۴ دنیا کا باغ بھی ہے عجب پُرفضا مقام
دیکھو درود پڑھ کے سوئے لشکرِ امام ہم شکلِ مصطفیٰ ہے یہی عرش احتشام

رایت لیے وہ لال خدا کے ولی کا ہے
اب تک جہاں میں ساتھ نبیؐ و علیؑ کا ہے

دنیا سے اُٹھ گئے تھے جو پیغمبرِ زماں ۹۵ ہم جانتے تھے حسن سے خالی ہے اب جہاں (شہ)
کیونکر تو ئے زمیں نہ جھکے پیرِ آسماں پیدا کیا ہے حق نے عجب حسن کا جواں

سب خوبیوں کا خاتمہ بس اس حسیں پہ ہے
محبوبِ حق ہیں عرش پہ سایہ زمیں پہ ہے

ناگاہ تیر ادھر سے چلے جانب امام ۹۸ گھوڑا بڑھا کے آپ نے تابوت کی طرف
نکلے ادھر سے شہ کے رفیقان تشنہ کام سب کے ہوئے پرزے تن سے جدا شاد کام

بالا کبھی تھی تیغ کبھی زیر تنگ تھی
ایک سمت کی جنگ وہ اک سمت کی جنگ تھی

نکلے پئے جہاد عزیزان شاہ دیں ۹۸ غصے سے کانپتے تھے کہ خوف سے پٹے تھے زمیں
روباہ (خ) کی صفوں پہ چلے شیر خشمگیں کھینچی ہوئی تھیں بھوؤں کے صف شکن جبیں

بجلی گری پروں پہ شمال و جنوب کے
کیا کیا لڑے ہیں شام کے بادل میں ڈوب کے

اللہ رے علیؑ کے نواسوں کی کارزار ۹۸ دونوں کے نیچے تھے کہ چلتی تھی ذوالفقار
شانہ کٹا، کسی نے جو روکا سپر پہ وار کٹتی تھی زخمیوں کی نہ گشتوں کا کچھ شمار

اتنے سوار قتل کیے تھوڑی دیر میں
دونوں کے گھوڑے چھپ گئے لاشوں کے ڈھیر میں

وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ وہ گوری کلائیاں ۹۹ آفت کی پھرتیاں تھیں غضب کی صفائیاں
ڈر ڈر کے کاٹتے تھے کماں کش کٹائیاں فوجوں میں تھیں نبیؐ و علیؑ کی دہائیاں

شوکت ہوئی تھی جانب لشکر یزید کی
طاقت دکھا دی شیروں نے زینبؑ کے شید کی

کس حسن سے حسنؑ کا جوانِ حسیں لڑا ۱۰۰ گھبرا گھبرا کے صورت اسد خشمگیں لڑا
دو دن کی بھوک پیاس میں وہ مہ جبیں لڑا سہرا لٹ کے یوں کوئی دولھا نہیں لڑا

حملے دکھا دیے اسد کردگار کے
مقتل میں ہوئے رزق شامی کو مار کے

چمکی جو تیغ حضرت عباسؑ عرش جاہ روح امیںؑ پکارے کہ اللہ کی پناہ
ڈھالوں میں چھپ گیا پسر سعد روسیاہ کشتوں سے بند ہو گئی امن و اماں کی راہ

چھٹا جو شیر شوق میں دریا کی سیر کے
لے لی ترائی تیغوں کی موجوں میں تیر کے

بے سر ہوئے موکّلِ سرچشمۂ فرات ۱۰۲ ہل چل میں مثلِ موج صفوں کو نہ تھا ثبات
دریا میں گر کے فوت ہوئے کتنے بدصفات گویا حباب ہو گئے تھے نقطۂ نبات
عباسؑ بھر کے مشک کو یاں تشنہ لب لڑے
جس طرح نہروں میں امیرِ عرب لڑے

آفت تھی حرب و ضرب علی اکبرِ دلیر ۱۰۳ غصّے میں جھپٹے صید پہ جیسے گرسنہ شیر
سب سر بلند پست، زبردست سب تھے زیر جنگل میں چار سمت ہوئے زخمیوں کے ڈھیر
سر اُن کے اُترے تن سے جو تھے رن چڑھے ہوئے
عباسؑ سے بھی جنگ میں کچھ تھے بڑھے ہوئے

تلواریں برسیں صبح سے نصف النہار تک ۱۰۴ ہلتی رہی زمین لرزتے رہے فلک
کانپا کیے پروں کو سمیٹے ہوئے ملک نعرے نہ پھر وہ تھے، نہ وہ تیغوں کی تھی چمک
ڈھالوں کا دور، برچھیوں کا اوج ہو گیا
ہنگامِ ظہر خاتمۂ فوج ہو گیا

لاشے بھتیجوں کے سبطِ نبیؐ خود اٹھا کے لائے ۱۰۵ قاتل کسی شہید کا سر کاٹنے نہ پائے
دشمن کو بھی نہ دوست کی فرقت خدا دکھائے فرماتے تھے، بچھڑ گئے سب ہم سے ہائے ہائے
اتنے پہاڑ گر پڑیں جس پر وہ خم نہ ہو
گر سو برس جیوں تو یہ مجمع بہم نہ ہو

لاشے تو سب کے گرد تھے اور بیچ میں امامؑ ۱۰۶ ڈوبی ہوئی تھی خوں میں نبیؐ کی قبا تمام
افسردہ و حزیں و پریشان و تشنہ کام برچھی تھی دل کو فتح کے باجوں کی دھوم دھام
اعدا کسی شہید کا جب نام لیتے تھے
تھرّا کے دونوں ہاتھوں سے دل تھام لیتے تھے

پوچھا جو اس سے جس کے بدن پر ہوں اتنے داغ ۱۰۷ اک عمر کا ریاض تھا جس پر لٹا دیا باغ
زحمت نہ اب بکا سے نہ ماتم سے ہے فراغ جو گھر کی روشنی تھے وہ گل ہو گئے چراغ
پڑتی تھی دھوپ سب کے تنِ پاش پاش پر
چادر بھی اک نہ تھی علی اکبرؑ کی لاش پر

مقتل سے آگے نہر کے وہ پاسبان ۱۰ پہرہ شقاوت دل سے نہ اٹھا سکا وہاں
پہرہ سے ہاتھ رکھ کے پکارے بصد فغاں ۱۰ نعرہ کیا جو اس نے تو لرزے زمین و آسماں
پھر ایک بار اس نے انور کو دیکھ لیں
آبِ بقا کے شیفتہ نور برادر کو دیکھ لیں

خیمے سے دوڑے آل پیمبر برہنہ سر ۹ مضطر کہ تھیں ہاتھوں پہ بالے وہ سر
بچے کو لے کے بیٹھ گئے آپ خاک پر ۹ مخدوم نے جو اٹھ کے پھوپھی سے کہا ادھر
غم کی چھری چلی جگر چاک چاک پر
بھلا لیا حسین نے ننھے کو خاک پر

بچے سے ملتفت تھے شہ آسماں سریر ۸ تھا اس طرف کمیں میں بن کا بل شریر
مارا جو تین پھال کا اس بے حیا نے تیر ۸ بس دفعتہً نشانہ ہوئی گردن صغیر
تڑپا جو شیر خوار تو حضرت نے آہ کی
معصوم ذبح ہو گیا گودی میں شاہ کی

جس دم تڑپ کے مر گیا وہ طفلِ شیر خوار ۱۱ پھوٹی سی قبر تیغ سے کھودی بحال زار
بچے کو دفن کر کے پکارا وہ زی وقار ۱۱ اے خاک پاک ترمت بہن نگاہ دار
دامن میں رکھ اُسے جو محبت علی کی ہے
دولت ہے فاطمہ کی امانت علی کی ہے

یہ کہہ کے آئے فوج پہ تولے ہوئے حسام ۱۲ آنکھیں ہوئیں لہو سے تہِ تیغ لال فام
زیب بدن کیے تھے بصد عز و احتشام ۱۲ پیارا ابن مطہر پیغمبر انام
حمزہ کی ڈھال تیغ شہ لافتیٰ کی تھی
بر میں زرہ جناب رسولِ خدا کی تھی

رستم تھا درع پوش کہ پاکھر میں راہوار ۱۳ جرار بردبار سبک رو وفا شعار
کیا خوشنما تھا زیں طلا کار و نقرہ کار ۱۳ اکسیر تھا قدم کا جسے مل گیا غبار
خوش خو تھا خانہ زاد تھا دلدل نژاد تھا
شبیر بھی سخی تھے فرس بھی جواد تھا

گرمی کا روزِ جنگ کی کیونکر کروں بیاں ۱۱۴ ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لُوں کہ الحذر، وہ حرارت کہ الاماں رن کی زمیں تو سُرخ تھی، اور زرد آسماں

آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہُوا سے آگ برستی تھی خاک پر

وہ لوں وہ آفتاب کی حدّت وہ تاب و تب ۱۱۵ کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب خیمے تھے جو حبابوں کے تپتے تھے سب کے سب

اُڑتی تھی خاک خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہُوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

جھیلوں سے چارپائے نہ اُٹھتے تھے تا بہ شام ۱۱۶ مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام[96]
آہو جو کالے تھے، تو چیتے سیاہ فام پتھر پگھل کے رہ گئے تھے، مثلِ مومِ خام

سُرخی اُڑی تھی پھولوں سے سبزہ گیاہ سے
پانی کنوؤں میں اُترا تھا سائے کی چاہ سے

(صفحہ ۱۰۰)

کوسوں کسی شجر میں نہ گُل تھے نہ برگ و بار ۱۱۷ ایک ایک نخل جل رہا تھا صورتِ چنار[98]
ہنستا تھا کوئی گُل نہ مہکتا تھا سبزہ زار کانٹا ہوئی تھی پھول کی ہر شاخ باردار

گرمی یہ تھی کہ زیست سے دل سب کے سرد تھے
پتے بھی مثلِ چہرۂ مدقوق زرد تھے

آبِ رواں سے منھ نہ اُٹھاتے تھے جانور ۱۱۸ جنگل میں چھپتے پھرتے طائر اِدھر اُدھر
مردم تھی سات پردوں کے اندر عرق میں تر خمخانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر

گر چشم سے نکل کے ٹھہر جائے راہ میں
پڑ جائیں لاکھوں آبلے پائے نگاہ میں

شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے ۱۱۹ آہو نہ منھ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے[99] گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے

گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھُن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

گرداب پر تھا شعلہ ہوا کا مگس ۱۰ تارے تھے جب تو پانی شرر بار تھا
منھ سے نکل پڑی تھی کہ لب تشنہ کام کی تکبیر تھے جب نقارۂ ناقوس بان تھا

پانی تھا جب کہ آبِ رخِ آفتاب تھا
پانی جو تھا تو چشمۂ حیوان کا آب تھا

آئینۂ فلک کو نہ تھی تاب و تب کبھی ۱۱ پہنے کوئی ورق پہ نہ تھی دھان سی سبب
سب سے سوا تھا گرمیِ مجنوں کو خشک لب ہاتھ آتے تھے ثریا کے خوشۂ پروین سا عنب

بجھڑی تھی ایک تشنہ لبی سے زمین میں
بادل پھٹے تھے سب کرۂ زمہریر میں

اس دھوپ میں کھڑے تھے اکیلے شہ زمن ۱۲ سایہ نہ تھا زمین پہ نہ سر پر تھا سائبان
شعلے جگر سے آہ کے اٹھتے تھے دمبدم دودے تھے سب زبان میں کانٹے کمیں نہ

بے آب تیسرا تھا جو دن میہمان کو
ہوتی تھی بات بات میں لکنت زبان کو

گھوڑوں کو اپنے کرتے تھے سیراب سب کہ ۱۳ آتے تھے ونٹ گھاٹ پہ بھرتے ہوئے فشار
پیتے تھے آبِ نہر پرند آکے بے شمار سوتے زمیں پہ آتے تھے چھڑکاؤ بار بار

پانی کا دام و دد کو پلانا ثواب تھا
اک ابنِ فاطمہ کے لیے قحطِ آب تھا

سر پر لگائے تھا پسرِ سعد چتر زر ۱۴ خدام کی تھے مروحہ بنواں ادھر ادھر
کرتے تھے آب پاش مکرر زمیں کو تر فرزندِ فاطمہ پہ نہ تھی سایہ شجر

وہ دھوپ دشت کی وہ بلا آفتاب کا
سونلا گیا تھا رنگ مبارک جناب کا

کہتا تھا ابنِ سعد کہ اے آسماں جناب ۱۵ ہیہات ہو گیا سب بھی تو خانہ خراب
فرماتے تھے حسینؑ کہ او خانماں خراب دریا کو خاک جانتے ہیں بن کے تو تراب

فاسق ہے پاس کچھ تجھے اسلام ہی نہیں
آبِ بقا ہے یہ تو ترے کام کا نہیں

کہہ دوں تو خوان لے کے خود آئیں ابھی خلیلؑ ۱۲۶ چاہوں تو سلسبیل کو دم میں کروں سبیل
کیا جام آب کا، تو مجھے دے گا او ذلیل بے آبرو، خسیس، ستمگر دنی، بخیل

جس پھول پر پڑے ترا سایہ وہ بو نہ دے
کھلوائے فصد تو تو کبھی رگ لہو نہ دے

گر جم کا نام لوں تو ابھی جام لے کے آئے ۱۲۷ کوثر یہیں رسولؐ کا احکام لے کے آئے
روح الامینؑ زمیں پہ مرا نام لے کے آئے لشکر ملک کا فتح کا پیغام لے کے آئے

چاہوں جو انقلاب تو دنیا تمام ہو
الٹے زمین یوں کہ نہ کوفہ نہ شام ہو

فرماکے یہ نگاہ جو کی سوئے ذوالفقار ۱۲۸ تترا کے پچھلے پانوں ہٹا وہ ستم شعار
مظلوم پر صفوں سے چلے تیر بے شمار آواز کوسِ حرب ہوئی آسماں کے پار

نیزے اٹھا کے جنگ پہ اسوار چل گئے
کالے نشان فوجِ سیہ رو کے کھل گئے

وہ دھوم طبلِ جنگ کی وہ بوق کا خروش ۱۲۹ گرد ہو گئے تھے شور سے کروبیوں کے گوش
تھراؤں یوں زمیں کہ اڑے آسماں کے ہوش نیزے بلا کے نکلے سواران درع پوش

ڈھالیں تھیں یوں سروں پہ سواران شوم کے
صحرا میں جیسے آئے گھٹا جھوم جھوم کے

لو پڑھ کے چند شعرِ رجز شاہ دیں بڑھے (۱۰۰) ۱۳۰ گیتی کے اختتام لینے کو روح الامینؑ بڑھے
مانندِ شیرِ زیں کہیں ٹھہرے کہیں بڑھے گویا خلیؑ الٹے ہوئے آستیں بڑھے

جلوہ دیا جری نے وہ کس مہ لقا کو تو
مشکل کشا کی تیغ نے چھوڑا خلاف کو

کوندی تھی اس طرح ہوئی وہ شعلہ خو جدا ۱۳۱ جیسے کنارِ شوق سے ہو خوب رو جدا
مہتاب سے شعاع جدا، گل سے بو جدا سینے سے دم جدا رگِ جاں سے لہو جدا

گرجا جو رعد، ابر سے بجلی نکل پڑی
محمل میں دم جو گھٹ گیا لیلیٰ نکل پڑی

آئے حسینؑ یوں کہ غضب آنے جس طرح ۳۱ آندھی چلی شرارہ و تاب آنے جس طرح
تابندہ برق سونے سے آنے جس طرح دوڑے فرس نشیب میں آب آنے جس طرح

یوں تیغ تیز زندگی سے روبرو پڑی
بجلی تڑپ کے برق سے جس طرح گر پڑی

گرمی میں تیغ برق جو چمکی شرر اڑے ۳۲ جھونکا چلا جو کاہوسن سے تو وہ اڑے
پرکالۂ سپر جو ادھر اور ادھر اڑے روئے زمین سے صاف یہ بادل بکھر اڑے

ظاہر نشان سعد و بریت اثر ہوئے
جن پر پڑے نگاہ سعادت سپر ہوئے

جس پر چلی وہ تیغ دو پارا کیے اسے ۳۳ چھینٹے بھی پر نہ دے دوبارا کیے اسے
واں تھمی جدھر اجل نے اشارا کیے اسے سنتی بھی کچھ پڑی تو پکارا کیے اسے

بے زین تھا فرس، پہ نہ اسوار زین پر
کڑیاں زرہ کی بکھری ہوئی تھیں زمین پر

آئی چمک کے غول پہ جب سر پر آگئی ۳۴ دم میں بھی صفوں کو برابر کر آگئی
ایک ایک قصر تن کو زمین پر گرا گئی سیل آئی زور شور سے جب گھر گرا گئی

آپہونچا اس کے گھاٹ پہ جو مر کے رہ گیا
دریا لہو کا تیغ کے پانی سے بہ گیا

یہ آبرو یہ شعلہ فشانی خدا کی شان ۳۵ پانی میں آگ آگ میں پانی خدا کی شان
خاموش اور تیز زبانی خدا کی شان استادہ آب میں یہ روانی خدا کی شان

لہرا نی جب رکی گیا دریا بڑھا ہوا
تیغوں سے ذوالفقار کا پانی چڑھا ہوا

قلب و جناح میمنہ و میسرا تباہ ۳۶ گردن کشانِ اُمت خیر الورا تباہ
جنباں زمین صفیں تہ و بالا پرا تباہ بے جان جسم روح مسافر سرا تباہ

بازار بند ہو گئے جھنڈے اکھڑ گئے
فوجیں ہوئیں تباہ محلے اُجڑ گئے

اللہ رے تیزی و برّش اُس شعلہ رنگ کی ۱۳۸ چمکی سوار پر، تو خبر لائی تنگ کی
پیاسی فقط لہو کی، طلب گار جنگ کی حاجت نہ سان کی تھی اُسے اور نہ سنگ کی
خوں سے فلک کو لاشوں سے مقتل کو بھرتی تھی
سو بار دم (۱۰۱) میں چرخ پہ چڑھتی اُترتی تھی

تیغِ خزاں تھی، گلشنِ ہستی سے کیا اُسے ۱۳۹ گھر جس کا خود اُجڑ گیا، بستی سے کیا اُسے
وہ حق نما تھی، کفر پرستی سے کیا اُسے جو آپ سر بلند ہو، پستی سے کیا اُسے
کہتے ہیں راستی جسے وہ خم کے ساتھ ہے
تیزی زبان کے ساتھ برّش دم کے ساتھ ہے

سینے پہ چل گئی تو کلیجہ لہو ہُوا ۱۴۰ گویا جگر میں موت کا ناخن فرو ہُوا
چمکی تو الامان کا، غل چار سو ہُوا تو اُس کے مُنہ پہ آگیا، بے آبرو ہُوا
رُکتا تھا ایک وار نہ دس سے نہ پانچ سے
چہرے سیاہ ہو گئے تھے اُس کی آنچ سے

بچھ بچھ گئیں صفوں پہ صفیں وہ جہاں چلی ۱۴۱ چمکی تو اس طرف اِدھر آئی وہاں چلی
دونوں طرف کی فوج پکاری کہاں چلی اس نے کہا یہاں وہ پکارا وہاں چلی
منہ کس طرف ہے تیغ زنوں کو خبر نہ تھی
سر گرم رہے تھے اور تنوں کو خبر نہ تھی

دشمن جو گھاٹ پر تھے وہ دھوتے تھے جاں سے ہاتھ ۱۴۲ گردن سے سر الگ تھا جدا تھے نشاں سے ہاتھ
توڑا کبھی جگر کبھی چھیدا سناں سے ہاتھ جب کٹ کے گر پڑیں تو پھر آئیں کہاں سے ہاتھ
اب ہاتھ دستیاب (۱۰۲) نہیں منہ چھپانے کو
ہاں پاؤں رہ گئے ہیں فقط بھاگ جانے کو

اللہ رے خوفِ تیغ شکستہ کائنات کا ۱۴۳ زہرہ تھا آب خوف کے مارے فرات کا
دریا پہ حال یہ تھا ہر اک بدصفات کا چارہ فرار کا تھا نہ یارا ثبات کا
غل تھا کہ برق گرتی ہے ہر درع پوش پر
بھاگو خدا کے قہر کا دریا ہے جوش پر

ہ بند پیلیاں تھیں زرد پوش سر بسر ۴۴ خوف سے چہرے پہ تھی پھٹی ہوئی
بھاگی تھی موج چھوڑ کے گرداب کی پہ گھبرائی تھی نشیں سے ہوا آب سے بار

دیدہ نہ تھمتا خوف سے تھا برق تاب سے
لیکن پڑے تھے پاؤں میں چھالے حباب سے

آیا خدا کا قہر جدھر سے آگئی دھم ۴۵ کانوں میں ہاتھوں کی صدا سے آگئی
دوڑے کہ خود، زین پہ جوشن سے آگئی چیخ ہوئی زمین پہ، توسن سے آگئی

بجلی گری جو خاک پہ تیغ جناب کی
آئی صدا زمین سے یا بوتراب کی

پس پس کے کش مکش سے کماندار مر گئے ۴۶ چلے تو سب پڑے رہے بازو اتر گئے
ٹوٹے کئے کمانوں کے تیر و لگے پر گئے بستی میں ہو سکا نہ گزارا گندر گئے

دہشت سے ہوش اڑ گئے تھے مرغ و بر کے
سوفار کھول دیتے تھے منہ سب ظفر کے

تیر افگنی کا جن کی ہر اک شہر میں تھا شور ۴۷ گوشہ نہیں نہ مت تھی نہ سوئے ظفر کور
تاریک شب میں جن کا نشانہ تھا پائے مور شکر میں خوف جاں سے نہیں کرتے تھے کور

ہوش اڑ گئے تھے فوج خصومت نشان کے
پیکاں میں زہ کو رکھتے تھے سوفار جان کے

صف پر صفیں پروں پر پرے پیش و پس گرے ۴۸ اسپ پر سوار فرس پر فرس گرے
اٹھ کر زمیں سے پانچ جو بھاگے تو دس گرے خنجر پہ پیک پیک پہ مرکش گرے

ٹوٹے پرے شکست بنائے ستم ہوئی
دنیا میں اس طرح کی بھی افتاد کم ہوئی

تھا تھا شیر شہ زۂ صحرائے کربلا ۴۹ چھوڑے تھا رگ منزل و ماوائے کربلا
تیغ عمل تھی معرکہ آرائے کربلا خالی نہ تھی سروں سے کہیں جائے کربلا

بستی بسی تھی مردوں کے قریے اجڑ گئے
لاشوں کی تھی زمین سروں کے پہاڑ تھے

غازی نے رکھ لیا تھا جو شمشیر کے تلے ۱۵۰ تھی طرفہ کشمکش، فلک پیر کے تلے
چلتے سمٹ کے جاتے تھے، زرگر کے تلے چھدتی تھی سر جھکائے، کماں تیر کے تلے
اس تیغِ بے دریغ کا، بلوہ کہاں نہ تھا؟
سہمے تھے سب پہ گوشۂ امن و اماں نہ تھا

چاروں طرف کمانِ کیانی کی وہ ترنگ[۱۲۵] ۱۵۱ رہ رہ کے ابرِ شام سے تھی بارشِ خدنگ
وہ شور و صیحہ[۱۲۶] فرس[۱۲۷] ابلق و سرنگ[۱۲۸] وہ یوں وہ آفتاب کی تابندگی وہ جنگ
پھنکتا تھا دشتِ کیں کوئی دل تھا نہ چین سے
اس دن کی تاب و تب کوئی پوچھے حسینؑ سے

سقے پکارتے تھے یہ مشکیں لیے اُدھر ۱۵۲ بازارِ جنگ گرم ہے، ڈھلتی ہے دوپہر
پیاسا جو ہو، وہ پانی سے ٹھنڈا کرے جگر مشکوں پہ دوڑ دوڑ کے گرتے تھے اہلِ شر
کیا آگ لگ گئی تھی جہانِ خراب کو
پیتے تھے سب، حسینؑ تڑپتے تھے آب کو

گرمی میں پیاس تھی کہ پگھلتا جاتا تھا جگر ۱۵۳ اُف اُف کبھی کیا کبھی چہرے پہ لی سپر
آنکھوں میں تیرنے لگی، جو پڑی دھوپ پر نظر جھپٹے کبھی اِدھر کبھی حملہ کیا اُدھر
کثرتِ عرق کے قطروں کی تھی روئے پاک پر
موتی برستے جاتے تھے مقتل کی خاک پر

سیماب چھپتے پھرتے تھے پیاسے کی جنگ سے ۱۵۴ چلتی تھی ایک تیغِ علیؑ لاکھ رنگ سے
چمکی جو فرق پر تو نکل آئی تنگ سے رکتی تھی نے سپر سے نہ آہن نہ سنگ سے
خالق نے منہ دیا تھا عجب آب و تاب کا
خود اس[۱۲۹] کے سامنے تھا، پھپھولا حباب کا

سہمے ہوئے تھے یوں کہ کسی کو نہ تھی خبر ۱۵۵ پیکاں کدھر ہے تیر کا سنّاٹا ہے کدھر
موم کی کش مکش سے کمانوں کو تھا یہ ڈر گوشوں کو ڈھونڈھتی تھیں زمیں پر جھکا کے سر
ترکش سے کھینچے تیر کوئی یہ جگر نہ تھا
سیسر[۱۳۰] پہ جس نے ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا

گھوڑوں کی وہ تڑپ وہ چمک تیغ تیز کی ۵۷ وہ فوج میں پکار کہ جب جست و خیز کی
آنکھوں میں تھی نہ ایک کو طاقت ستیز کی تھی پشت دست و پنجۂ مژگاں ریز کی
آئی جو ہوش تھیں وہ سب فوج تھی فرار
تنہا حسینؑ رہ گئے کاری زخم کھا کر

گھوڑوں کی جست و خیز سے اٹھا غبار رد ۵۸ رستم تھیں تیغ و خنجر و شمشیر جوہر دار
تھا ابر کا نہ چرخ پہ نام و نشان قرار کرتی تھی شب سیاہ تھی شب کی وہی نہ رد
پنہاں نظر سے نیر گیتی فروز تھا
دھوکا تھی دوپہر کے نہ شب تھی نہ روز تھا

اللہ ری لڑائی میں شوکت جناب کی ۵۹ وہ رن کہ رنگ میں تھی خجل آفتاب کی
سوکھے وہ لب کہ پپڑیاں تھیں گلاب کی تصویر تھی عطش کی طراوت شباب کی
ہوتا تھا غل جو کرتے تھے نعرے رجز میں
بس گویا شیر گونج رہے تھے ترنی میں

پھر تو یہ غل ہوا کہ دہائی حسینؑ کی ۶۰ تھا کانپتا فلک تھی تڑپتی زمین کی
دریا حسینؑ کا ہے ترائی حسینؑ کی دنیا حسینؑ کی ہے خدائی حسینؑ کی
بیڑا بچایئے آپ نے طوفان موج کا
اب رحم واسطہ علی اکبرؑ کی روح کا

اکبرؑ کا نام سن کے جلد پر لگی سنان ۶۱ آنسو بھر آئے روک فی رونے کی عنان
مژگاں پکارے لاش پسر کو شہ زمان تم نے نہ دیکھی جنگ پدر اے پدر کی جان
قسمیں تمہاری روح کی یہ وقت دیتے ہیں
لو اب تو ذوالفقار کو ہم روک لیتے ہیں

چلایا ہاتھ مار کے زانو پہ ابن سعد ۶۲ وہ فصیحتا یہ ہزیمت ظفر کے بعد
زیبا دلاوروں کو نہیں ہے خلاف وعد اک پہر دن یہ سنتے ہی گرجا شباب رعد
نعرہ کیا کہ کرتا ہوں حملہ امام پر
اے ابن سعد لکھ لے ظفر میرے نام پر

بال قدو کافت[۱۳۳] و تنومند و خیرہ سر ۱۶۲ روئیں تن و سیاہ دروں، آہنی کمر
ترکش پیام مرگ کے، جس کا گھر تیغیں ہزار ٹوٹ گئیں جس پہ وہ سپر

دل میں بدی طبیعتِ بد میں بگاڑ تھا
گھوڑے پہ تھا شفق کہ ہوا پر پہاڑ تھا

ساتھ اس کے اور اسی قد و قامت کا ایک یل ۱۶۳ آنکھیں کبود، رنگ سیہ، ابروؤں پہ بل
بدکار و بدشعار ستم گار و پُر دُغل جنگ آزما بھگائے ہوئے لشکروں کے دل

بھالے لیے کھنچے ہوئے کمریں ستیز پر
نازاں وہ ضربِ گرز پہ، یہ تیغ تیز پر

کھنچ جائے شکلِ حرب، وہ تدبیر چاہیے ۱۶۴ دشمن بھی سب مقر ہوں وہ تقریر چاہیے
تیزی زباں میں صورتِ شمشیر چاہیے فولاد کا قلم، دمِ تحریر چاہیے

نقشہ کھنچے گا صاف صفِ کارزار کا
پانی دوات چاہیے، ذوالفقار کا

لشکر میں اضطراب تھا فوجوں میں کھلبلی ۱۶۵ ساونت بے حواس، ہراساں دھنی بلی[۱۳۵]
ڈر تھا کہ لو حسینؑ بڑھے تیغ اب چلی غل تھا ادھر ہیں مرحب و عنتر، اُدھر علیؑ

کون آج سربلند ہو اور کون پست ہو؟
کس کی ظفر ہو دیکھئے کس کی شکست ہو؟

آوازِ غیب نے یہ بآوازِ غیب سنی ۱۶۶ بسم اللہ اے امیرِ عرب کے سرورِ زماں
آگے علیؑ کی تیغ دودم چاٹ کر زباں بیٹھے درست ہو کے فرس پہ شہِ زماں

دل سے وہ شورِ بخت بڑھا نعرہ مار کے
پانی بھر آیا منہ میں ادھر ذوالفقار کے

رشکِ سب جوں کے ڈاڑھی میں جی ڑاے ۱۶۷ وہ بدنظر تھا آنکھوں میں آنکھیں ادھر گڑائے
ڈھالیں پڑیں سپاہ کی یا ابر گڑگڑائے غصے میں آئے گھوڑے نے بھی دانت کڑکڑائے

ہری جو ٹاپ ڈر کے ہٹے ہر لعیں کے پاؤں
رن پہ ڈھہ گئے گاؤ زمیں کے پاؤں

[illegible]

وہ تیر کٹ گئے جو ورا تے تھے سنگ میں
گرتے نہ تھے نشان میں [illegible]

[illegible]

[illegible]

بد ہاتھ میں شکست، ظفر نیک ہاتھ میں
ہاتھ اڑے ہے [illegible]

[illegible]

قرباں تیغِ تیز شہ نامدار کے
دو ٹکڑے تھے سوار کے دو رہوار کے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آئی صدائے غیب کہ شبیرؑ مرحبا ۱۷۴ اس ہاتھ کے لیے تھی یہ شمشیر مرحبا
یہ آبرو یہ جنگ یہ توقیر مرحبا دکھلادی ماں کے دودھ کی تاثیر مرحبا
غالب کیا خدا نے تجھے کائنات پر
بس خاتمہ جہاد کا ہے تیری ذات پر

بس اب نہ کر وِغا کی ہوس اے حسینؑ بس ۱۷۵ دم لے ہوا میں چند نفس اے حسینؑ بس
گرمی سے ہانپتا ہے فرس اے حسینؑ بس وقتِ نمازِ عصر ہے، بس، اے حسینؑ بس
پیاسا لڑا نہیں کوئی یوں اژدھام میں
اب اہتمام چاہیے اُمّت کے کام میں

لبیک کہہ کے تیغ رکھی شہؑ نے میان میں ۱۷۶ پلٹی سپاہ آئی قیامت جہان میں
پھر سرکشوں نے تیر ملائے کمان میں پھر کھل گئے لپٹ کے پھریرے نشان میں
بیکس حسینؑ ظلم شعاروں میں گھر گئے
مولا تمہارے لاکھ سواروں میں گھر گئے

سینے پہ سامنے سے چلے دس ہزار تیر ۱۷۷ چھاتی پہ لگ گئے کئی سو ایک بار تیر
پہلو کے پار برچھیاں، سینے کے پار تیر پڑتے تھے دس، جو کھینچتے تھے، تن سے چار تیر
یوں تھے خدنگ، ظلِ الٰہی کے جسم پر
جس طرح خار ہوتے ہیں ساہی کے جسم پر

چلتے تھے چار سمت سے بھالے حسینؑ پر ۱۷۸ ٹوٹے ہوئے تھے برچھیوں والے حسینؑ پر
قاتل تھے خنجروں کو نکالے حسینؑ پر یہ دکھ نبی کے گود کے پالے حسینؑ پر
تیرِ ستم نکالنے والا کوئی نہ تھا
گرتے تھے اور سنبھالنے والا کوئی نہ تھا

لاکھوں میں ایک بیکس و دلگیر ہائے ہائے ۱۷۹ فرزندِ فاطمہؑ کی یہ توقیر ہائے ہائے
بھالے وہ اور وہ پہلوئے شبیرؑ ہائے ہائے وہ زہر میں بجھائے ہوئے تیر ہائے ہائے
غصّے میں تھے جو فوج کے سرکش بھرے ہوئے
خالی کیے حسینؑ پہ ترکش بھرے ہوئے

وہ گرد تھے جو سبا گئے چھا گئے تھے وقت بگڑ ۱۸۰ کہ ٹھوکروں سے پہاڑ تھے ہو گئے ریگ
مدت سے زرد تھا کیا سو بھی کالا ہو گیا ماتھے پہ ہاتھ تھا کہ گلے پر گیا خدنگ

ہمت نے کل جناب سے ماتھے پہ جھوڑ کے
نکلا وہ تیر خلق مبارک کو توڑ کے

نکلا ہے تین پھال کا تھا جو کہ ساتھ ۱۸۱ منہ کھل گیا، اُلٹ گئی گردن، گرا جو دم
کھینچی سری گلے کی طرف سے بچشم نم بہنے لگیں نکالیں پشت کی جانب سے ہو کے خم

اُبلا جو خون نکلت بُو دم بخود رہ گیا
چپو رکھے جو زخم کے نیچے تو بھر گیا

دشمن تھا شہ کا اعور سلمیٰ عدو دیں ۱۸۲ سر پر لگائی تیغ کہ شق ہو گئی جبیں
ماری جگر پہ ابنِ انس نے سنان کیں بھالا گڑا ہے وہ کہ ہیں ہر چھنی کو رگ میں

گھوڑے پہ ڈگمگائے جو حضرت نے آہ کی
کھنچ آئی صف یہ رسالت پناہ کی

گرتے ہیں اب حسینؑ فرس پر ہے بے غضب ۱۸۳ نکلی رکاب پائے مطہر سے بے غضب
پہلو شگافتہ ہوا خنجر سے بے غضب غش میں جھکے، عمامہ گرا سر سے بے غضب

قد آں رحل زین سے سرِ فرش گر پڑا
دیوارِ کعبہ بیٹھ گئی عرش گر پڑا

جنگل سے آئی فاطمہؑ زہرا کی یہ صدا ۱۸۴ اُمت نے مجھ کو لوٹ لیا وا محمداؐ
اس وقت کون حقِ محبت کرے ادا ہے ہے یہ ظلم اور دو عالم کا مقتدا

اُنیس سو ہیں زخم تن چاک چاک پر
زینبؑ نکل حسینؑ تڑپتا ہے خاک پر

پردہ اُلٹ کے، بنتِ علیؑ نکلی ننگے سر ۱۸۵ لرزاں قدم، خمیدہ کمر، غرقِ خون جگر
چاروں طرف پکارتی تھی سر کو پیٹ کر اے کربلا بتا، ترا مہمان ہے کدھر

اماں قدم اب اُٹھتے نہیں تشنہ کام کے
پہونچا دو لاش پر مرے بازو کو تھام کے

۱۸۶ اس وقت سب جہاں مری آنکھوں میں ہے سیاہ — لوگو! خدا کے واسطے مجھ کو بتاؤ راہ
سیدؑ کدھر تڑپتا ہے، اماں کدھر ہیں آہ؟ — کس سمت ہے نبیؐ کے نواسے کی قتل گاہ؟

شعلے دل و جگر سے، نکلتے ہیں آہ کے
یہ کون نام لیتا ہے میرا کراہ کے

۱۸۷ کس نے صدا یہ دی کہ بہن اس طرف نہ آؤ — بس اب سفر قریب ہے، للہ گھر میں جاؤ
اب ڈوبتی ہے، آلِ رسولِ خدا کی ناؤ — یا مرتضیٰؑ غریبوں کے بیڑے کو تم بچاؤ

اب چھوڑیو نہ دشتِ بلا میں حسینؑ کو
یا فاطمہؑ چھپا لو ردا میں حسینؑ کو

۱۸۸ بنتِ علیؑ تو پیٹتی پھرتی تھی ننگے سر — کٹتا تھا نورِ چشمِ علیؑ کا گلا ادھر
زینبؑ کو منع کرتے تھے ہر چند اہلِ شر — لیکن وہ دوڑی جاتی تھی تھامے ہوئے جگر (ص-۱)

پہونچی جو قتل گاہ میں اس روک ٹوک پر
دیکھا سرِ حسینؑ کو نیزے کی نوک پر

۱۸۹ نیزے کے نیچے جا کے پکاری وہ سوگوار — سیدؑ تری لہو بھری صورت کے میں نثار
ہے ہے گلے پہ چل گئی بھیا چھری کی دھار — بھولے بہن کو اے اسدِ حق کے یادگار

صدمے گئی لٹا گئے گھر وعدہ گاہ میں (۱۴۶)
جنبش لبوں کو ہے ابھی یاد آلہ میں

۱۹۰ بھیا سلام کرتی ہے خواہر جواب دو — چلا رہی ہے دخترِ حیدرؑ جواب دو
سوکھی زبان سے، بہرِ پیمبرؐ جواب دو — کیونکر جیے گی زینبِ مضطر جواب دو

جز مرگ، دردِ ہجر کا چارا نہیں کوئی
میرا تو اب جہاں میں سہارا نہیں کوئی

۱۹۱ بھیا میں اب کہاں سے تمہیں لاؤں، کیا کروں — کیا کہہ کے اپنے دل کو میں سمجھاؤں، کیا کروں؟
کس کی دہائی دوں کسے چلاؤں، کیا کروں؟ — بستی پرائی ہے، میں کدھر جاؤں کیا کروں؟

دنیا تمام اجڑ گئی، ویرانہ ہو گیا
بیٹھوں کہاں؟ کہ گھر تو عزا خانہ ہو گیا

بے بے تمہارے آئے نہ خود ہر گذر گئی ۱۵۰ جیتا بتاؤ کیسے تم نے شب گذر گئی؟
تن صدا نہ پوچھو جو ہم پہ گذر گئی صد شکر جو گذرنی بہت گذر گئی

سر کٹ گیا ہمیں تو مرے فخر غاب
گر ہے تو بس تمہاری عبدنی کا داغ ہے

گھر لوٹنے کو آئے لی، اب فوج نابکار ۱۵۳ کہیو نہ کچھ زبان سے، بچے شکر گذار
خیمہ میں جب کہ آگ لگا دیں ستم شعار رانڈوں کی یتیم سکینہ سے ہوشیار

بے زار ہے وہ خستہ جگر اپنی جان سے
باندھے نہ کوئی اس کا تکیہ ریسمان سے

بس اے انیس ضعف سے لرزاں ہے بند بند ۱۵۴ عالم کو یادگار رہیں گے یہ چند بند
نکلے قلم سے ضعف میں کیا کیا بلند بند عالم پسند بند ہیں، سلطان پسند بند

یہ فصل اور یہ بزم عزا یادگار ہے
پیری کے ولولے ہیں خزاں کی بہار ہے

۱۷

آج شبّیر پہ کیا عالمِ تنہائی ہے ۱ ظلم کی چاند پہ، زہرا کی گھٹا چھائی ہے
اُس طرف لشکرِ اعدا میں صف آرائی ہے یاں نہ بیٹا، نہ بھتیجا، نہ کوئی بھائی ہے

برچھیاں کھاتے چلے جاتے ہیں تلواروں میں
مار لو پیاسے کو، ہے شور ستم گاروں میں

زخمی بازو ہیں، کمر خم ہے، بدن میں نہیں تاب ۲ ڈگمگاتے ہیں نکل جاتی ہے قدموں سے رکاب
پیاس کا غلبہ ہے، لب خشک ہیں، آنکھیں ہیں پُرآب تیغ سے دیتے ہیں ہر وار کا، اعدا کو جواب

شدّتِ ضعف میں جس جا پہ ٹھہر جاتے ہیں
سیکڑوں تیرِ ستم تن سے گذر جاتے ہیں

گیسو آلودۂ خوں پٹے ہیں رخساروں سے ۳ شانے کٹ کٹ کے تنک آئے ہیں تلواروں سے
تیر پیوست ہیں، خوں بہتا ہے سو فگاروں سے لاکھ آفت میں ہے اک جان، دل آزاروں سے

فکر ہے سجدۂ معبود میں سر دینے کی
وار سے تیغوں کے فرصت نہیں، دم لینے کی

خون سے تر پیچ عمامے کے ہیں، سر زخمی ہے ۴ ہے جبیں چاند سی پُرنور، مگر زخمی ہے
سینہ سب برچھیوں سے تا بہ کمر زخمی ہے تیرِ بیداد سے دل زخمی، جگر زخمی ہے

ضربِ شمشیر سے بے کار ہیں، بازو دونوں
ظلم کے تیروں سے مجروح ہیں، پہلو دونوں

برچھی آکر کوئی پہلو میں لگا جاتا ہے ۵ مارتا ہے کوئی نیزہ تو غش آجاتا ہے
بڑھتے ہیں زخمِ بدن، زور گھٹا جاتا ہے بند آنکھیں ہیں، سرِ پاک جھکا جاتا ہے

گرد زہرا و علیؑ، گریہ کناں پھرتے ہیں
ظلّ ہے گھوڑے سے امام دوجہاں گرتے ہیں

گرتے ہیں قطرۂ خوں زخمِ جبیں سے پیہم ۶ دستِ مجنوں سے کہیں لے نہیں تیغ ستم
فکرِ بخشش امت کی ہے کچھ اپنا نہیں غم کرتے ہیں شکرِ خدا، شکوۂ زخماں سے ہیں کم

سب عبا تیروں سے غربال و قبا گلگوں ہے
ہونٹ یاقوت سے زخمی ہیں زباں پرخوں ہے

زین سے ہوتا ہے جدا، دوشِ محمدؐ کا مکیں ۷ پیرہن فاطمہؑ کا سروسے ہے داماں یارب
ہر چھپیاں گرد ہیں، اور بیچ میں ہیں سرورِ دیں ہے یہ زینبؑ سے شہِ خوباں کی امانت کا یقیں

پاؤں ہے بارِ رکابوں سے نکل جاتے ہیں
یا علیؑ کہتی ہے زینبؑ تو سنبھل جاتے ہیں

لاکھ تلواریں ہیں اور ایک تن اطہر ہے ۸ یہ مظلوم ہے اور ظالموں کا لشکر ہے
سینکڑوں خنجرِ فولاد ہیں، اور اک سر ہے نہ کوئی یار، نہ ہمدرد، نہ کوئی یاور ہے

باگ گھوڑے کی تکتی ہے، تنی جاتے نہیں
سامنے اہلِ حرم روتے ہیں، جا سکتے نہیں

کوئی سیّد کا نہیں آہ، بچانے والا ۹ ترے لاکھوں ہیں، پر اک زخم اٹھانے والا
پیاس میں کوئی نہیں پانی پلانے والا سنئے کس منہ سے بھلا بچیاں کہہ جائے وا

چرخ سے آگ برستی ہے زمیں جلتی ہے
مارے گرمی کے زباں خشک ہے لو چلتی ہے

کہیں دم لینے کو سایہ نہیں، ہے وقتِ زوال ۱۰ تپتی جاتی ہے زباں، پیاس کی شدت ہے کمال
کبھی زینبؑ کا ہے غم، گاہ سکینہؑ کا خیال دن جو ڈھلتا ہے تو غربت کے ہو جاتے ہیں سال

مثلِ خورشید، بدن نصف سے ستر آبے
نیزۂ برجِ امامت پہ زوال آتا ہے

کہتے ہیں ظالموں سے، خشک زباں دکھلا کر ۱۱ بہرِ حق پانی کا اک جام پلا دو لا کر
اہلِ کیں کہتے ہیں یہ تیغِ ستم چمکا کر آبِ شمشیر پیو، برچھیوں کے سیل کو کر

یہ سخن سن کے بھی، غصہ نہیں فرماتے ہیں
یاس سے سوئے فلک دیکھ کے رہ جاتے ہیں

عرض کرتے ہیں یہ خالق سے کہ اے ربِّ غفور! ۲ تُو ہے عالم کا نہیں کچھ ترے بندے کا قصور
کرتے ہیں یہ مجھے بے جرم و خطا، تینوں سے چُور ہاتھ اُمّت پہ اٹھانا نہیں مجھ کو منظور

جانتے ہیں کہ محمدؐ کا نواسا ہوں میں
پانی دیتے نہیں، دو روز کا پیاسا ہوں میں

تُو نے بچپن سے مرے ناز اٹھائے یارب ۱۳ وہ عنایت کیا جو تجھ سے کیا میں نے طلب
تیرا محبوب بنا عید کو میرا مرکب روزہ رکھا تو چھپا مہر نمایاں ہوئی شب

بھوک میں خلد کا کھانا مجھے امداد کیا
بھیج کر ہرنی کا بچہ مرا دل شاد کیا

اب اگر ہے یہ تری مصلحت اے ربِّ قدیر ۱۴ ہو رواں حلق پہ، اس پیاسے کے آبِ شمشیر
میرے مولا بہ سر و چشم ہے حاضر شبیرؑ حکمِ حاکم میں یہ طاقت ہے کروں میں تاخیر

جبکہ گردن پہ رواں خنجرِ براں ہووے
اے خوشا وہ، جو تری راہ میں قرباں ہووے

غم نہیں کچھ جو نہیں کوئی مددگار مرے ۱۵ زیرِ شمشیر اگر رکھنے کو تیار ہوں میں
تو مددگار ہے، مختار ہے لاچار ہوں میں وقتِ مشکل ہے، عنایت کا طلبگار ہوں میں

تیرے سجدے میں یہ سر تن سے جدا ہو جاوے
عہدِ طفلی کا جو وعدہ ہے وفا ہو جاوے

سختیاں مرگ کی گر اپنے کرم سے آساں ۱۶ لب بہ تکبیر ہو، جب حلق پہ خنجر ہو رواں
دم میں ہو یاد تری، بند ہو جس وقت زباں دم بھروں تیرا ہی تن سے جو نکلنے لگے جاں

بعدِ چہلم جو مجھے قبر میسّر ہووے
زخمِ تن پر نہ فشار، اے مرے داور ہووے

رحم کر رحم کہ شرمندہ ہوں اے بارِ خدا ۱۷ بندگی کا ترے جو حق تھا، ادا ہو نہ سکا
خونِ محشر سے بدن کانپتا ہے، سر تا پا ہوگی اعمال کی پرسش تو کہوں گا میں کیا

کوئی تحفہ ترے لائق نہیں پاتا ہے حسینؑ
ہاتھ خالی ترے دربار میں آتا ہے حسینؑ

تقویت دل کو کرم سے ہے ترے یا رحماں ۱۹ نہیں ہے یوسفِ کرمت ہے تری بے پایاں
مشکلیں بندوں کی کر دیتا ہے دم میں آساں شمرِ الطاف و عنایت ہیں تو ہے بے زباں

ماتیوں سے کبھی غیبت نہیں کرتا ہے
جرم دیکھے ہیں تو عفو و کرم کرتا ہے

میں تری راہ میں مقتول ہوں فدا ۲۰ تو سبب کا ہوں مسبب کا ہوں پیاسا
چاہتا ہوں میں یہی، اپنی شہادت کا صلہ مغفرت امت احمد کی ہو اے بارِ خدا

ہے گوارا مجھے جو کچھ کہ اذیت ہو وے
اُن کو دنیا میں بھی، عقبیٰ میں بھی رحمت ہو وے

عرض کرتے تھے یہ خالق سے ستے بندہ نواز ۲۰ یک بیک عالمِ بالا سے یہ آئی آواز
اے مرے شیر کے فرزند، نبی کے دمساز تجھ سے ہم خوش ہیں، پذیرفتہ ترا عجز و نیاز

مرد سے عاشقِ کامل سے وفادارے تو
جو کہا وہ ہی کیا صادق و قہارے تو

تُو بھی مقبول ہے اور تیری عبادت بھی قبول ۲۱ یہ اطاعت بھی ہے مقبول یہ طاعت بھی قبول
عاجزی بھی تری مقبول، شہادت بھی قبول تیری خاطر ہے ہمیں، بخششِ اُمت بھی قبول

ہم نے خیلِ شہدا کا تجھے سردار کیا
امتِ احمدِ مختار کا مختار کیا

دوست داروں کا ترے گلشنِ جنت ہے مقام ۲۲ تا ابد سایۂ خوبی میں کریں گے آرام
ہوں گے محشور ترے ساتھ عزادار تمام تجھ کو جو روئیں گے، آنچ ان پہ ہے دوزخ کی حرام

غم نہ کھا! اہلِ جہاں تیرے محب سارے ہیں
تو ہے پیارا، ترے پیارے بھی ہمیں پیارے ہیں

ہوں گے ہر رنج سے، محفوظ ترے تعزیہ دار ۲۳ سخیٔ مرگِ نہ ان کو ہے، نہ ایذائے فشار
دمِ مُردن نظر آوے گا، علیؑ کا دیدار قبر ہے گلشنِ فردوس کی دیکھیں گے بہار

دار دنیا ہی میں ہیں جو سوا ہیں ایذا ہے
آنکھیں جب بند ہوئیں پھر، درِ جنت وا ہے

تجھ سا نا بدنہ ہُوا ہے، نہ کوئی ہووے گا ۲۴ تیر کھا کے کسی نے بھی ہے یوں شکر کیا
طاعتِ خلق سے اک سجدہ ہے افضل تیرا عرشِ اعظم پہ، ملائک تری کرتے ہیں ثنا

سارا گھر میری محبت میں، فنا تو نے کیا
بندگی کا تھا جو کچھ حق، وہ ادا تو نے کیا

حشر تک روئے گا مظلومی پہ تیری عالم ۲۵ تیرا ماتم نہیں ہووے گا جہاں میں کبھی کم
روضۂ پاک کو تیرے یہ شرف بخشیں گے ہم آئیں گے جس کی زیارت کو ملک ہو کے بہم

یہ زمیں عرش سے رتبے میں، سوا ہووے گی
خاک تربت کی، تری نکتۂ شفا ہووے گی

یہ صدا سُن کے ہوئے شادشتہ ہر دو سرا ۲۶ آگئی از سرِ نو جسم میں طاقت گویا
جُھک کے سجدے کی طرف، عجز سے رو کر یہ کہا میرے مولا میں تری بندہ نوازی کے فدا

کیوں نہ ممتاز ہو وہ تو جسے رتبہ بخشے
اس کفِ خاک کو کیا رتبۂ اعلیٰ بخشے

ابھی مولا نے سرِ عجز اُٹھایا نہ تھا آہ ۲۷ نیزہ اک چھاتی پہ مارا، جو کسی نے ناگاہ
غش میں گرنے لگے گھوڑے سے امامِ ذی جاہ آئی خاتونِ قیامت کی صدا بسم اللہ

تھامنے آئے علیؑ خلد سے گھبرائے ہوئے
دوڑے محبوبِ خدا ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے

اک جفا کیش نے پھر پہلو پہ نیزہ مارا ۲۸ چھید گیا توڑ کے چھاتی کو کلیجہ سارا
پشتِ تازی پہ، سنبھلنے کا نہ پایا یارا گر پڑا خاک پہ، وہ عرشِ خدا کا تارا

گرد آلود فضائے شہ پُر نور ہوئی
ریت زخموں کے لیے مرہم کافور ہوئی

خاک و خوں میں جو تڑپتے تھے شہنشاہِ زمن ۲۹ گُل کے مانند کھلے جاتے تھے سب زخم بدن
طشتِ آب میں کھڑے ہوئے تھے خشک دہن گرد کھینچے ہوئے تلواریں کھڑے تھے دشمن

غم ناموس بھی تھا، پیاس کی بھی شدت تھی
پھر سکینہؑ کو نہ دیکھ آئے، یہی حسرت تھی

کان میں آتی تھی زینب کی صدا بار بار
راہ رو کے نوحے کی کھاتے تھے تاب

تیغ زن پر جو پیادے سے ستم کرتے تھے
فوج نے رکھتے تھے ورکاب سے رہتے تھے

کہتا تھا فوج میں سب سے عمر بد خو
ریگ تفتیدہ پہ بے غش میں علی کا دلبر

تیغ سے قتل زنہ کا کیا ہے ارد
جہد ہاں خصم پہ جستن پہ کرو

ایسے مظلوم کا سر کاٹ کیا ہے دشوار
عورتیں ہیں کئی خیمے میں غریب و نادار

خوں بہا کچھ نہ کوئی لے کے کرے گا
اک پسر ہے سو وہ ہیں رہے چھوڑے گا

کانپ کر کہتے تھے سب ہم سے نہ ہوگا یہ ستم
ایسے مظلوم کی چھاتی پہ جو رکھے گا قدم

پھٹے قبر سے مجبوب خدا تو نہ سے
بخدا فاطمہ کی آہ سے جل جاوے سے

کون بے کس کو بھلا ذبح کرے بے تقصیر
گو کہ ہے کس پہ آسان نہیں قتل شبیر

تو سمجھتا ہے کہ اس کا کوئی نہیں
بنت احمد نہیں حیدر نہیں مادر نہیں

تھا جو فرماز عمر بن نمیر اعظم
تا جبیں ہو گیا مجروح سر شاہ امم

نہ میسر ہوئے اس ہاتھ کو ہاتھ
تو ہی دست جہنم کو نہ ہو

چاہا ظالم نے کہ کیجے تنِ پاک پہ کرے تیغ کا وار ۲۶ دیکھا انگشت بدنداں ہیں رسولِ مختار
خشک اس وقت ہوئے دستِ ستمگر اک بار باگ تے تیغ گری، خوف سے بھاگا، خوں خوار

یاں سرِ پاک سے حضرت کے لہو جاری تھا
خم سوئے قبلہ تھے، بند آنکھیں تھیں، خشوع طاری تھا

جب تڑپنے کی بھی طاقت نہ رہی سرور کو ۲۷ غش ہوا یہ کہ غش آیا، خلفِ حیدر کو
فوج سے شمر بڑھا کھینچے ہوئے خنجر کو سب سے کہتا تھا کہ اب کاٹو سرِ سرور کو

خلفِ احمدِ مختار کا قاتل ہوں میں
کام میرا ہے، اسی کام کے قابل ہوں میں

مجھ کو حیدرؑ سے غرض ہے نہ محمدؐ سے ہے کام ۲۸ رو دیں محبوبِ خدا ہو دے خوشی حاکمِ شام
دولتِ فاطمہؑ لے جاؤں میں پاؤں انعام روئے حیدرؑ کی ہو بے چین، مجھے ہو آرام

منہ نہ میں دولتِ دنیا سے کبھی پھیروں گا (الف)
آج زہراؑ کے کلیجے پہ چھری پھیروں گا

تیز کرتا ہوا خنجر کو گیا شہؑ کے قریں ۲۹ آسماں ہل گیا تھرّا گئی مقتل کی زمیں
رو رو چلّانے لگی زینبؑ ناشادِ حزیں غش میں بھی گھیرے ہیں، ہے ہے مرے بھائی کو لعیں

رحم زہراؑ کے پسر پر نہیں کھاتا کوئی
خاک سے بھی نہیں زخمی کو اٹھاتا کوئی

کس سے فریاد کروں، جا کے میں دکھیا ہے ہے ۳۰ نہ محمدؐ ہیں نہ حیدرؑ ہیں نہ زہراؑ ہے ہے
لاکھ دشمن ہیں، مرا بھائی ہے تنہا ہے ہے تیغوں سے کٹتا ہے، زہراؑ کا کلیجا ہے ہے

سروِ گلزارِ رسالت کو قلم کرتے ہیں
ہائے سیّد پہ، مسافر پہ ستم کرتے ہیں

گردِ زینبؑ کے تھا ناموسِ پیمبرؐ کا ہجوم ۳۱ بانو روتی تھی، کھڑی پیٹتی تھی سر، کلثوم
کہتی تھی دیکھ کے میداں کو سکینہؑ معصوم اے پھوپھی! نرغۂ اعداد میں ہیں شاہ مظلوم

جاؤں گی اب میں ٹھہرنے کی نہیں آپ کے پاس
شمرِ خنجر لیے جاتا ہے، مرے باپ کے پاس

باپ کے پاس سے جا راتے سر کاؤں گی ۴۴ جوڑ کر ہاتھوں کو منت سے یہ سمجھاؤں گی
اپنے بابا کی میں چھاتی سے لپٹ جاؤں گی خیمے تک ان کو بخیر لے کے پلٹ آؤں گی
کہو کے بیٹی تیرے بابا کو نہ مارے کوئی
ان کے بدلے مرا سر تن سے اتارے کوئی

کنارو کا اُسے بانو نے پھر آنے نہ دیا ۴۳ چھوٹے ہاتھوں سے گلے میں یہ پھر ڈالی بانہ
پیچھے سر کھولے ہوئے خیمے سے زینب نکلی پہنچی رن میں تو سکینہ یہ تڑپ کر بولی
اولعین حیدر کرار کی بیٹی ہوں میں
رحم کر! مجھ پہ کہ بن باپ کی ہوتی ہوں میں

دیکھو غربت کو مری رحم سے بچپن پہ نظر ۴۴ باپ مارا گیا میرا تو بتاؤں کیوں کر؟
سر پہ آوے گی مصیبت تو میں جاؤں گی کدھر؟ میں تو ہوں باپ کی شیدا مجھے صدمہ ہے پدر
باپ بن ایک دم آرام نہ آوے گا مجھے
کون پھر رات کو چھاتی پہ سلاوے گا مجھے

ہنسلیاں اپنی گلے سے تجھے دیتی ہوں اُتار ۴۵ لے مرے کان کا دُر، پہنا مرے بابا کو ہار
ہاتھوں کو جوڑتی ہوں میں ترے آگے ناچار منع کرنے کوئی ہیکس کو نہ مارے تلوار
گھر میں جو کچھ زر و زیور ہے، وہ لٹوا دوں گی میں
جان بابا کی بچے گی تو دعا دوں گی میں

بھیڑ میں مجھ کو نظر آتے نہیں بابا جان ۴۶ اتنا کہدے کہ تک جائیں یہ سب بے ایماں
گرد پھر پھر کے، میں ہوں اپنے پدر کے قرباں جائے دیکھوں گی، بدن پر ہیں گے زخم کہاں
دم آخر تو سہارا کام میں آؤں اُن کے
اپنے کرتے سے لہو منہ کا پونچھ لاؤں اُن کے

کتنا کہتی رہی وہ بنتِ شہ عرشِ جناب ۴۷ اس ستمگر نے دیا کچھ نہ سکینہؑ کو جواب
پیٹ کر سر کہا زینبؑ نے کہ او خانہ خراب تجھ کو آتا نہیں کچھ روحِ پیمبرؐ کا حجاب
ظلم مت کر اسد اللہ کی جائی ہوں میں
ننگے سر پردے سے باہر نکل آئی ہوں میں

میری اماں کا ہے مشہور جہاں میں پردا ۴۸ بعدِ رحلت بھی بنا زا نہ کسی نے دیکھا
اُس کی بیٹی ہوں، ترے ظلم سے، یہ وقت پڑا سر برہنہ ہوں، گریباں بھی ہے کرتے کا پھٹا

منہ کو اللہ و پیمبر سے چھپاتا ہے تُو
میں تو فریادی ہوں، اور آنکھ چراتا ہے تُو

مارا جاتا ہے ترے سامنے زہرا کا پسر ۴۹ دیکھتا ہے تُو یہ تلواریں ہیں پڑتی کس پر
تیر کس کو لگے غرّاں ہُوا کس کا جگر ذبح کرنے کو کسے کھینچے ہے ظالم خنجر

دلِ زہرا، جگرِ شیرِ خدا، کٹتا ہے
ظلم سے تیرے، محمدؐ کا گلا کٹتا ہے

قتلِ معصوم کو کیوں کرتا ہے، بے جرم و گناہ ۵۰ اَب تک میں نے بہت صبر کیا ہے واللہ
دل جلی ہوں میں، ابھی سینے سے کھینچوں گر آہ تو بھی جل جائے، تری فوج بھی ہو خاک سیاہ

بددعا دوں میں تو نازں ابھی آفت ہووے
سر کے بالوں کو جو کھولوں تو قیامت ہووے

غش میں حضرت نے سنے جبکہ یہ زینبؑ کے سخن ۵۱ کھول کر دیدۂ پُرخون کو اُٹھائی گردن
دیکھ سر ننگے کھڑی روتی ہیں مقتل میں بہن بنتِ زہرا کو پکارے یہ شہنشاہِ زمن

کیا کیا تم نے کہ پردے سے کھُلے سر نکلیں
جیتے جی میرے سر پردے سے باہر نکلیں

کس کو سمجھاتی ہو، کوئی نہ سنے گا فریاد ۵۲ باز آئے گا نہیں، قتل سے میرے جلاد
جتنا تم پیٹتی ہو، اور میں ہوتے ہیں شاد حشر کے روز خدا دلوئے گا اس خون کی داد

شوق مرنے کا ہے، سر تن سے جدا ہونے دو
جاؤ گھر میں، مجھے امت پہ فدا ہونے دو

گود میں میری سکینہؑ کو اُٹھاؤ ہمشیر! ۵۳ کوئی اصغرؑ کی طرح، مارنہ بیٹھے تیر
پھر یہ بیٹی کو پکارے ترے صدقے شبیرؑ تو بھی جا ساتھ پھوپھی جان کے اب رونے دو

وقتِ دعوت ہے ذرا یاد خدا کر لیویں
ہم بھی اب آتے ہیں، سجدے کو ادا کر لیویں

کہہ کے یہ غش ہوئے پھوپھی میں شہنشاہ امم ۵۴ شہ ظلم نے رکھا نہ قدم پر قدم
بگڑی فاطمہ زہرا پہ چلی تیغ دو دم ۵۵ کٹے زینب کے جو سر پر سے ردا اور ردا

پیٹ کر بنت شہنشاہ زمن رونے لگی
باپ و بیٹی، برادر کو بہن رونے لگی

فتح کا نوبتی نوبت میں بجانت، ۵۶ غل ہوا قتل ہوا حسنؑ کا پیارا
بس نہیں سب نہیں گویائی کا مجھ کو یارا، غم سے خوں روئی ہے سینہ میں کلیجا سارا

کس سے اس درد و مصیبت کا بیاں ہوتا ہے
آنکھیں روتی ہیں قلم روتا ہے دل روتا ہے

جب کہ خاموش ہوئی شمعِ امامت رن میں
دن کو پیدا ہوئی ظلمت کی علامت رن میں
اور تڑپنے لگا وہ سروِ قیامت رن میں
صاف ظاہر ہوئے آثارِ قیامت رن میں
چرخ ہلتا تھا، زمیں خوف سے تھراتی تھی
نالۂ فاطمۂ زہرا کی صدا آتی تھی

۲
شور تھا فاطمہ کا راحتِ جاں قتل ہوا
ہائے پانی نہ ملا، تشنہ وہاں قتل ہوا
حق کے سجدے میں امامِ دوجہاں قتل ہوا
قبلۂ دینِ شرف کون و مکاں قتل ہوا
ظلمِ اعدا سے ہوا یثرب و بطحا خالی
ہو گئی پنجتنِ پاک سے دنیا خالی

۳
تشنہ و بے کس و مغموم و مسافر بے تاب
بوند پانی کی نہ پائی دمِ آخر ہے ہے
تابعِ مرضیِ حق صابر و شاکر ہے ہے
روضۂ احمدِ مرسل کے مجاور ہے ہے
سر لیے جاتے ہیں نیزے کے چڑھانے کے لیے
کوئی آتا نہیں لاشہ بھی اٹھانے کے لیے

۴
بی بیاں ڈیوڑھی پہ چلاتی تھیں کھولے ہوئے سر
ہائے فرزندِ علیؑ ہائے محمدؐ کے پسر
کہتی تھی پیٹ کے سر زینبِ تفتیدہ جگر
سبطِ احمدؐ تری مظلومی کے صدقے خواہر
تم نے پردیس میں منھ بہنوں سے موڑا بھائی
آپ جنت میں سدھارے ہمیں چھوڑا بھائی

۵
گھر میں زہراؑ کے تو ماتم تھا ستم گاؤں میں عید
روزِ عاشور کو سمجھے تھے لعیں روزِ سعید
خُل تھا سجدے میں ہوا فاطمہ کا ماں شہید
آلِ احمدؐ پہ ظفر یاب ہوئی فوجِ یزید
قتل فرزند ہوا، غالبِ ہر غالب کا
کٹ گیا باغ علیؑ ابنِ ابی طالب کا

اپنے خیمے میں ادھر بیٹھا تھا کرسی پہ عمر ۲ کہ خبر دوں نے یہ آ کر دی
لے مبارک ہو کہ مارا گیا زبّا کا پسر ظلمتِ روتی ہی کاٹ دیا شمر نے

خیمے کی ڈیوڑھی پہ سیدانیاں چلاتی تھیں
بیٹیاں ظلمہ کی بن میں چھپی آتی تھیں

کہہ کے یہ کرسیِ زرّیں سے اٹھا وہ بے دیں ۳ شکر ہے قتل ہوا دشمنِ دیں
آیا خوش ہوتا ہوا سامنے یوں شمر لعیں مست تھا ہاتھ میں اک ہاتھ میں تھا خنجریں

کہتا تھا سیّدِ مکّی کا گھر فتح ہوا
لے عمر! خاتمہ پنجتنِ پاک ہوا

تیرا اقبال تھا یاور کہ مہم ہو گئی سر ۴ اس کا یہ سر تھا جو تھا فاتحِ خیبر کا پسر
خنجرِ ظلم سے کاٹا ہے محمّد کا جگر تن سے کل ہو گئی شاخِ گلِ پیغمبر

نالۂ شیرِ الٰہی کی، صدا آیا کی
میرا خنجر نہ رکا فاطمہ چلّایا کی

اس نے دیکھا جو سرِ پاک امامِ خوش خُو ۵ پہنچا تھا کہ خیمے پہ نکل آئے عدو
بولا یہ شمر سے وہ آلِ پیمبر کا عدو کس طرح قتل کیا مجھ سے یہ مفصل کہو

تیغ جب حلق پہ رکھی تھی، تو کیا کرتے تھے
اس نے رو کر کہا، اُمّت کی دعا کرتے تھے

جب میں نزدیک گیا کھینچے ہوئے خنجر کیں ۶ قبلہ رو بیٹھے تھے، بے ہوش سب اہلِ حرمیں
ہاتھ تھے خاک پہ اور سجدۂ خالق پہ جبیں آستیں میں نے جو کھینچی تو لرزتی تھی زمیں

عرش تھرّاتا تھا جب ذبح پہ آتا تھا
الاماں کی مرے خنجر سے صدا آتی تھی

زانو اس سینۂ بے کینہ پہ رکھنے لگا جب ۷ شور تھا چار طرف ہائے غضب ہائے غضب
تھامے ہاتھوں سے جگر کہتے تھے سلطانِ عرب میرے سینے کا رہے یہ اس سینے کا رام - ہے رب

تجھ کو اللہ نہ بخشے گا یہ کیا کرتا ہے
سرِ شبیر کو خنجر سے جدا کرتا ہے

گردنِ سبطِ پیمبر پہ جو رکھا خنجر ۱۲ شہ بے کس نے عجب یاس سے کی مجھ پہ نظر
پھر گئی آنکھوں (س) تلے گردشِ چشمِ حیدر روکے فرمایا کہ زینب تو نہیں ڈیوڑھی پر

اوٹ کچھ کر لے کہ وہ جی سے گذر جائے گی
ذبح ہوتے مجھے دیکھے گی تو مر جائے گی

ذبح کے وقت کا احوال سناؤں تجھے کیا ۱۳ زینب آپہونچی تھی شبیرؑ تلک ننگے پا
سر برہنہ تھے نبیؐ، پیٹتے تھے شیرِ خدا رکھے دیتی تھی گلا، تیغ کے نیچے زہراؑ

جب علیؑ ہاتھ پکڑتے تھے تو ہٹ جاتی تھی
پھر تڑپ کر شہِ بے کس سے لپٹ جاتی تھی

ماں کے احوال پہ روتا تھا علیؑ کا جانی ۱۴ ہونٹھ سوکھے ہوئے تھے پیاس کی تھی طغیانی
مجھ سے منہ (ل) پھیر کے دو مرتبہ مانگا پانی سبطِ احمدؐ کی کوئی بات نہ میں نے مانی

زیرِ شمشیر گلوئے شہِ خوش خُو دیکھا
سہماں ہل گئے جب چھاتی پہ زانو دیکھا

ضربِ اوّل میں شہِ دیں نے کہا بسم اللہ ۱۵ دوسری بار پکارے مدد اے یا جدّاہ
تیسری ضرب میں آئی یہ صدا اے جاں کاہ بخش دے حشر میں، یارب مرے شیعوں کے گناہ

پھر نہ کچھ حضرتِ شبیرؑ کی آواز آئی
جب گلا کٹ گیا تکبیر کی آواز آئی

شمرِ اظلم سے خوشی ہو کے لگا کہنے عمر ۱۶ شکر (ن) ہے شکر کہ جلدی یہ مہم ہو گئی سر
حکم دے فوج کو کوئی ابھی نہ کھولے کمر جلد غارت کریں ابنِ اسد اللہ کا گھر
دن بہت کم ہے بس اب فکرِ زر و مال کریں (س)
لٹ چکے خیمے تو پھر لاشوں کو پامال کریں

شمر چلایا یہ سنتے ہی کہ اے لشکرِ شام ۱۷ غارتِ خیمہ کا ہے حکم، چلے فوج تمام
دیر کا وقت نہیں اب کہیں ہو جائے نہ شام جس کے جو ہاتھ لگے لوٹ لے اسباب تمام

پاسِ ناموسِ نبیؐ کے زر و زیور نہ رہے
ہاں سرِ زینبؑ و کلثومؑ پہ چادر نہ رہے

محکم(۱۹) سے چلے خیموں پہ اعدا کے پرے ۱۸ شور تھا تم نہ بڑھو آگ لگاتے ہیں پرے
کاٹ کر لاشوں کے سر نیزے کی نوکوں پہ دھرے نہ خدا سے نہ علی سے نہ نبی سے ڈرے

آسماں پر جو غضب ظلم کی آفت آئی
فوق کیا آئی رہے میں قیامت آئی

مضطرب(۲۰) پھرتی تھیں سیدانیاں کھولے ہوئے بال ۱۹ مائوں کی گودیوں میں چھپتے تھے ڈر سے اطفال
خوف کے مارے سکینہ کا عجب حال تھا حال ماں سے پٹی ہوئی چھوٹی تھی وہ نیا ثمر حال

جاں بلب ہوں مرے بچپن پہ ترس کھاتے کوئی
رن سے جلدی مرے بابا کو بلا لاتے کوئی

اے لوگو مرے بھیا علی اکبر ہیں کہاں؟ ۲۰ کس سے پوچھوں میں پھپھی جان کے دلبر ہیں کہاں؟
لوٹی جاتی ہے دلہن قاسم بے پر ہیں کہاں؟ ان کے قرباں میں عبا سر نہ زرہ ہیں کہاں؟

ظلم تو شکر خدا ہے دکھ تا مجھ کو
کوئی اس وقت بچانے نہیں آتا مجھ کو

یہ تلاطم تھا کہ خیمے میں رہنے غارت گر ۲۱ در پہ لگے لگانے دست نبی کا زیور
دختر فاطمہ کے سر پہ نہ چھوڑی چادر شور تھا جلد بتاؤ کہ خزانہ ہے کدھر؟

گاڑ رکھی ہے کہاں سبط نبی کی دولت
کیا ہوئی احمد و زہرا و علی کی دولت

بیبیاں کہتی تھیں بکھرائے ہوئے چہروں پہ بال ۲۲ کھینچی کاہے یہ بے جا ہے یہاں زر کا خیال
کرتا تھا فاقے پہ فاقے اسد اللہ کا لال نہ دفینہ ہے نہ دولت ہے نہ زیور ہے نہ مال

اب حسینؑ ابن علیؑ ہے ترے زمانہ میں
ہو گیا آج محمدؐ کا خزانہ خالی

غش میں بستر پہ جو سجادؑ پڑے تھے تنہا ۲۳ تھے سر دوڑی گئی بالی سکینہ اس جا
ننھے ہاتھوں سے بازو کو ہلا کر یہ کہا پھوپھی اماں کی ردا چھن گئی اٹھو بیبیا

شمر(۲۱) نے بانوئے آوارہ وطن کو لوٹا
ستم ایسا دوں نے کب شب کی دلہن کو لوٹا

اکبر صدقے گئی دیکھو کہ یہ کیسا ہے ستم ۲۴ برچھیاں تانے ہوئے گھر میں کھڑے ہیں اظلم
چونک کر غش سے پکارے یہ امامِ عالم ہائے شاید سرِ شبیر ہوا تن سے قلم

رہ گئے ہم اسد اللہ کا پیارا نہ رہا
ہے غضب خلق میں سرتاج ہمارا نہ رہا

ہاتھ چہرے پہ دھرے کہتی تھی یہ زینب زار ۲۵ کوئی دنیا میں نہیں ہووے گی مجھ سی نادار
لٹ گئی آن کے اس بن میں علی کی سرکار اب تو محتاج ہوں چادر کو بھی میں سینہ فگار

شکر کرتی ہوں کہ اللہ نے احسان کیے
پاس دو لال تھے وہ بھائی پہ قربان کیے

کہتے تھے یہ کہ لعینوں کا ہوا گرد ہجوم ۲۶ قتل اس کو بھی کرو تھی یہی جلادوں میں دھوم
برچھیاں تان کے سب بولے کہ اٹھ او مغموم باپ مارا گیا شاید نہیں تجھ کو معلوم

باندھ المضبوط کمر کانٹوں پہ جانے کے لیے
بیڑیاں آتی ہیں پاؤں میں پہنانے کے لیے

آگیا غیظ میں یہ سن کے علی کا دلدار ۲۷ کانپتے ہاتھوں سے بستر سے اٹھائی تلوار
شمر اظلم سے یہ فرمایا کہ او نابکار سب تیری فوج کو کافی ہوں میں گو ہوں بیمار

اولعین صاحبِ شمشیر کا پوتا ہوں میں
قید ہونے کا نہیں شیر کا پوتا ہوں میں

اُس کا بیٹا ہوں میں دوڑا کہ سے کی جس نے جدال ۲۸ قید کر لیوے مجھے کیا ترے لشکر کی مجال
پاٹ دوں نعشوں سے اک دم میں یہ میدانِ قتال غضب آجاتا ہے جس دم ہمیں آتا ہے جلال

ہم وہ ہیں جن سے رسولوں نے مدد چاہی ہے
دست بیمار میں بھی زور ید اللہی ہے

بیچ میں آگئیں سب بیبیاں کھولے ہوئے سر ۲۹ بانو چلائی کہ ہے ہے مرے بیمار پسر
کہا زینب نے پھوپھی صدقے ہو اے نورِ نظر کچھ تمھیں یاد ہے کیا کہہ گئے تھے تم سے پدر

جنگ کا قصد نہ اے سیدِ سجاد کرو
شہ بے کس کی وصیت کو ذرا یاد کرو

لے کے بھائی کی بلائیں یہ پکارا کی سب نے ۲۰ وقتِ رخصت تھیں یہ کہتے ہوئے باپ نے یہ
خط وصیت کا ہے تم اس کو تو پڑھ لو بیٹا لے کے اس نامے کو سب نے کہا بہتر ہے

بولے دیکھوں خطِ شبیر میں کیا لکھا ہے
اور ہمارے کی تقدیر میں کیا لکھا ہے

خط جو کھولا تو یہ لکھا تھا پس از حمد و ثنا ۲۰ میرے عابد تری مظلوم سے خدا ہے یہ
ہم تو اب جاتے ہیں اے لال کٹانے کو گلا سب کو سونپا تمھیں اور تم کو خدا کو سونپا

تابعِ مرضیِ حق اے مرے عابد رہنا
باپ کی بے کسی و یاس کے شاہد رہنا

لوٹنے آئے مرے بعد جو فوجِ دشمن ۲۱ منھ سے نکلے نہ بجز شکرِ خدا کوئی سخن
طوق لاویں تو خوشی ہو کے جھکانا گردن کہیو امت کی دعا میں ہو ہاتھوں میں رسن

گھر کے لٹنے کا نہ اے لال تاسف کرنا
میری مسند بھی جلا دیں تو نہ تم اُف کرنا

رکھیو امت پہ نبی کی نظرِ لطف و کرم ۲۲ کھینچیو تیغ نہ جبتک مرے سر کی قسم
ہم کو سب طرح کی قدرت تھی، پہ مارا نہیں دم اے مری جان ڈگے راہِ رضا سے نہ قدم

مر کے بھی تم سے نہ غافل یہ پدر ہوئے گا
شام تک ساتھ تمھارے مرا سر ہوئے گا

پڑھ چکا باپ کی تحریر کو جب وہ بیمار ۲۴ اشک آنکھوں سے بہے ہاتھ سے رکھدی تو رو
دیکھ کر لشکرِ کفار کو یہ کی گفتار طوق و زنجیر کو لے آؤ، نہیں اب لگا

ہاتھ باندھو یہ گرفتارِ بلا حاضر ہے
پاؤں سوجے ہوئے حاضر ہیں گلا حاضر ہے

سن کے بیمار کی تقریر بڑھے اہلِ جفا ۲۵ پھنس گیا طوق میں وہ چاند سا پُر نور گلا
ہوئی زنجیر کے نالوں سے قیامت برپا جب بندھے ہاتھ تو فرمایا کہ یا عقدہ کشا

میں تو صابر رہوں، پہ حضرت پہ ستم دیکھتے ہیں
آئی آواز ید اللہ کہ ہم دیکھتے ہیں

اتنے میں جلنے لگا خیمۂ سلطانِ اُمم ۲۶ بچے لے لے کے نکلنے لگے ڈیوڑھی سے حرم
دوڑا معصوم سکینہؑ کی طرف اِک اظلم دونوں کانوں سے گہر چھین لیے وائے ستم
خوں میں کرتے کو بھرا دیکھ کے تھرّاتی تھی
ہاتھ کانوں پہ دھرے باپ کو چلّاتی تھی

گود میں لے کے اسے رونے لگی بانوئے زار ۲۷ غل ہوا اہلِ حرم جلد ہوں اونٹوں پہ سوار
اونٹ منگوائے تو چلّائی یہ زینبؑ اِک بار کس طرف ہو علی اکبرؑ یہ پھوپھی تم پہ نثار
گرد اونٹوں کے قنات آ کے لگاؤ بیٹا(۲۸)
ہاتھ پکڑو مجھے محمل میں بٹھاؤ بیٹا

اونٹ آئے ہیں سواری کو یہ اے نورِ نظر ۲۸ نہ کجاوہ ہے نہ ہودج، نہ عماری، جن پر
دیر سے بھائی کو چلّاتی ہوں میں خستہ جگر رہنی ماں جائی کی لیتے نہیں اس وقت خبر
سر پہ چادر نہیں ہے شان ہماری دیکھو
آج ناموسِ پیمبرؐ(۲۹) کی سواری دیکھو

یہ جو زینبؑ نے کہا رونے لگے خود وہ بھی ۲۹ اور اونٹوں کی بھی آنکھوں سے ہوئے اشک رواں
بس انیسؔ جگر افگار نہیں تابِ بیاں عرض کر حق سے بصد عجز کہ ربِّ دوجہاں
توبہ کرتا ہوں گناہوں سے پشیماں ہوں میں
عفو کر جرم کہ آلودۂ عصیاں ہوں میں

۱۹

جب غرقِ بحرِ خوں ہوئی کشتی نجات کی — ڈوبی ہوئیں تمام شناور فرات کی
چلائے خضرا اٹھ گئی لذت حیات کی — دیکھی نہ آنکھ نے کبھی ایسی وفات کی
زہرا نہیں نبی و علی و حسن نہیں
پھر کیا رہا جہان میں جب پنجتن نہیں

جاری تھا جس سے فیض، وہ گھر ہو گیا تباہ ۲ — پانی نہ ہونے پائے جانوروں کا خیمہ گاہ
حیواں کو ذبح کرتے ہیں، پانی پلائے آہ — مستورات فوق سے بچوں کو ہے کراہ
ایذا سے بعد ذبح تن پاک و پاش کو
تربت میں گاڑتے نہیں سیدکی باش کو

تیغِ ستم سے کٹ گیا زہرا کا باغ سب ۳ — پھولے پھلے چمن پہ خزاں آئی بے سبب
افسوس باغبوں نے کیا ظلم بے سبب — پانی سے تر ہوئی نہ کسی گل بدن کے لب
ایک ایک سرو قد کا گلبدن میں کٹ گیا
سب فاطمہ کا باغ اسی بن میں چھٹ گیا

دنیا ہوئی تباہ، غضب آج ہو گیا ۴ — بے سر تمام خلق کا سر تاج ہو گیا
گھر فاطمہ کا ظلم سے، تاراج ہو گیا — کنبہ رسولِ پاک کا محتاج ہو گیا
کیا کیا گلِ ریاضِ محمد خزاں ہوئے
تھی جن سے روشنی وہ ستارے نہاں ہوئے

بے سر جو تھا زمیں پہ، یداللہ کا خلف ۵ — برپا تھا شور ہائے حسینؑ کا ہر طرف
تھی کربلا میں، خاک بسر قدسیوں کی صف — ہلتا تھا کعب، کانپتا تھا یثرب و نجف
زہراؑ برہنہ سر تھیں، علیؑ اشکبار تھے
خوابیدگانِ کنجِ لحد بے قرار تھے

پریاں پکارتی تھیں یہ کھولے سروں کے بال ۶ پٹنو ہوا ہے فترِ سلیماں کا انتقال
فریاد ہے شہید ہوا شاہِ خوش خصال ہے ہے پسر بتول کا، ہے ہے علیؑ کا لال

ماتم کرو کہ سیّدِ ذی جاہ مر گئے
اہلِ حرم تباہ ہوئے شاہ مر گئے

اہلِ حرم میں ہائے حسینا کی تھی پکار ۷ مائیں جو پیٹتی تھیں تو بچے تھے بے قرار
چلّاتی تھی یہ زینبِ مغموم بار بار سجیا تمہارے لاشۂ بے سر کے میں نثار

کیوں کر ردا اڑھاؤں تنِ چاک چاک پر ۸
مسند نبیؐ کی چھوڑ کے سوتے ہو خاک پر

اک دن وہ تھا کہ سینۂ زہراؑ تھا خواب گاہ ۸ اک دن یہ ہے کہ لاش پہ سایہ نہیں ہے آہ
جس لب کے بوسے لیتے تھے پیغمبرؐ، ہائے زخمی وہ تیر سے ہوئے بے جرم و بے گناہ

کیوں کر بہن کے دل میں نہ غم کا وفور ہو
جب جسمِ پاک آپ کا تیغوں سے چور ہو

یہ شور سن کہ آئے ستمگر سوئے خیام ۹ چلّایا شمر پھونک دو ہاں خیمۂ امام
فضہ نے دی صدا کہ ادب کا ہے یہ مقام یاں بیٹیاں علیؑ کی ہیں اے ساکنانِ شام

جل جاؤ گے جو اہلِ حرم پر نگاہ کی
ڈیوڑھی یہ ہے امامِ فلک بارگاہ کی

اے ناریو! یہ حیدرِ صفدر کا ہے مکاں ۱۰ اس کا ادب کرو یہ پیمبرؐ کا ہے مکاں
پیچھے ہٹو نبیؐ کی یہ دختر کا ہے مکاں حق سے ڈرو، یہ شافعِ محشر کا ہے مکاں

یاں اذن جبرئیل کو جب تک ملا نہیں
پاسِ ادب سے وہ کبھی آگے بڑھا نہیں

رہتے تھے اس میں سیّدِ ذی دارِ انس و جاں ۱۱ کعبے سے کم نہیں ہے رگ میں یہ مکاں
یاں کی زمیں سے پست ہے رتبے میں آسماں اس کا ہر ایک در ہے درِ خلد بے گماں

رفعت میں اوجِ عرشِ بریں سے دو چند ہے
کرسی سے، اس مکان کا رتبہ بلند ہے

ظاہر ہے سب پہ حضرتِ غیرت شعار کا حال ۱۱ فاقے پہ فاقے کرکے سدھاریں وہ نوشہ
اب اُن کی بیٹیاں بھی غریب و شکستہ حال اُس گھر کو لوٹتے ہیں جہاں ہو تتا و دھاں

سیدانیوں کے فقر سے، آگاہ کیا نہیں
ثابت کسی سے سر پہ ردا کی ردا نہیں

فضہ سے تب یہ کہنے لگا شہ بہ اضطرار ۱۳ ہے ہے کوئی مدد کو نہ نکلے گا اس گھڑی
تو یہ خیام آگ سے دیویں گے ہم جلا ورثہ سے چھین لیں گے ہمارے ردا کی ردا

دانستہ اہلِ بیتِ نبیؐ کو ستائیں گے
مسند محمدِ عربی کی جلائیں گے

اُن کو تو قتل کر چکے بہت جن کا ہم کو ڈر ۱۴ لوٹیں گے اہلِ بیتِ محمدؐ کا مال و زر
اکبرؑ نہ اب ہیں اور نہ سلطان بحر و بر عباسؑ بھی نہیں جو بچائیں گے آن کر

کانوں سے نھنے بچوں کے گوہر اتاریں گے
کبرا جو پہنے ہوگی وہ زیور اتاریں گے

فضہ سے جب یہ شمر لعیں نے کیا کلام ۱۵ فدا نہ آئے فاطمہؑ کے گھر میں اہلِ شام
جس وقت صحن میں نظر آیا ہجومِ عام سر پیٹنے لگے حرمِ سیدِ انام

لٹتا تھا گھر جو بادشہِ مشرقین کا
غل تھا نبیؐ کی آل میں ہے ہے حسینؑ کا

مسند نشیں، جو شاہِ فلک بارگاہ کی ۱۶ ہچکیوں سے دل کو تھامے، زینبؑ سے آ کے
غل تھا کہاں چھپیں نہیں جا گہ پناہ کی فریاد ہے دہائی ہے شیرِ الٰہ کی

آقا تمہارے اہلِ حرم لوٹے جاتے ہیں
یا شیرِ حق بچاؤ کہ ہم لوٹے جاتے ہیں

شکلیں مہیب دیکھ کے بچے تھے بے قرار ۱۷ کرتوں سے منہ چھپاتے تھے روتے تھے زار زار
چلاتی تھی یہ بانوئے مغموم بار بار اکبرؑ بچو ہوتے ہیں بے پردہ پردہ دار

نامحرموں کو قہرِ الٰہی کا ڈر نہیں
ماں بہنیں لوٹی جاتی ہیں تم کو خبر نہیں

لالچ میں ہو ازر کی رضامند وہ غدار ۷۸ منگوا دیا شبیر نے اسے مژدۂ دینار
سب قیدیوں کو لے گئی گھر میں وہ دل افگار اور رکھ دیا مسند پہ سرِ سیّدِ ابرار

حلقے میں حرم کے سرِ شبیر تو کھلا تھا
گل ہائے حسینا کا تھا اور شور بکا تھا

چلاتی تھی بانو مرے سیّد مرے سرور ۷۹ شبیر کے گھر آئے مجھے اس حال سے لے کر
لپٹی ہوئی کہتی تھی سرِ شاہ سے خواہر مہماں بہن آئی ہے سر پر نہیں چادر

غیرت سے ہوئی جاتی ہے صدمہ ہے بہن پر
ثابت نہیں کرتا ہے سکینہؑ کے بدن پر

جب رونے سے فارغ ہوئے وہ شہ کے عزادار ۸۰ شبیر نے چنے خوان طعام آن کے اک بار
رو رو کے یہ کی سیّدِ سجادؑ سے گفتار کھانے یہ کیے تھے شہ دیں کے لیے تیار

سو مر گئے بھوکے یہی مرضی تھی خدا کی
ان کھانوں پہ دو فاتحہ شاہِ شہدا کی

یہ سن کے اُٹھے روتے ہوئے عابدِ ناکام ۸۱ پانی کے بھی شبیر نے کئی بھر کے رکھے جام
جب دینے لگے فاتحۂ شاہِ خوش انجام یہ جوش تھا رقت کا کہ تھراتا تھا اندام

جس وقت لیا نام ستہ تشنہ دہاں کا
اک شور ہوا رانڈوں میں فریاد و فغاں کا

رو کر کہا زینبؑ نے بہن ہو گئی واری ۸۲ میں جیتی ہوں اور فاتحہ ہوتی ہے تمہاری
کیا پیاس تھی جس دم تھا لہو زخموں سے جاری پانی نہ کسی نے دیا، مانگا کئی باری

جب تم تھے تو ملتا تھا نہ پانی کہیں بھائیؑ
اب پانی تو موجود ہے، اور تم نہیں بھائیؑ

روتی ہوئی اتنے میں اٹھی بانوئے بے پر ۸۳ اک دودھ کا کوزہ رکھا، اک پانی کا ساغر
سجادؑ سے رو رو کے کہا اے مرے دلبر ان دونوں پہ دو فاتحہ اکبر و اصغرؑ

مارے گئے کس ظلم و جفا سے مرے بچے
تھے تین شب و روز کے پیاسے مرے بچے

آئی صدا، یہ شاہ کے لاشے سے اس گھڑی ۲۴ — سنتے ہیں تیرے جب سے یہ بین اور
شاکی ہیں ان سے فاطمہؑ و حیدرِ و نبیؐ — بچھ پرستر یا نہیں، ایذا یہ مجھ کو دی

تجھ کو نہیں لعیں نے طمانچے لگائے ہیں
بیٹی یہ سب حسینؑ نے صدمے اٹھائے ہیں

اتنے میں ناریوں نے دیا، اور تازہ غم ۲۵ — حضرت کے گھر میں آگ لگائی، جلد ستر
جلنے لگا جو خیمۂ شاہنشہِ اُمم — بچوں کو لے کے گود میں، رونے لگے سر

استادہ صحن میں ہوئے خیمے سے بھاگ کے
رخسار تمتما گئے شعلوں سے آگ کے

جب جل چکے خیامِ شہِ آسماں وقار ۲۶ — دشمن پہ بن بیت نبیؐ کو کیے فرار
عابدؑ کے دستِ پاک میں، اونٹوں کی دی مہار — گر پڑتے ہر قدم پہ، یہ تھا بیڑیوں کا بار

گورا گلا، وہ حلقۂ طوق و رسن میں تھا
مہتابِ آسمانِ شرافت گہن میں تھا

جب عصر تک سپاہِ خدا، رن میں لڑ چکی ۲۷ — یعنی بقائے پاک کی کھیتی اُجڑ چکی
آرامِ اہلِ بیت کی صورت بگڑ چکی — پردیس میں حسینؑ سے زینبؑ بچھڑ چکی

کنبہ نبیؐ کا مورد بید ہو گیا
گھر فاطمہؑ کا ظلم سے برباد ہو گیا

لکھتا ہے اس طرح سے ابو مخنفِ سعید ۲۸ — جس وقت تھے چکے حرم سرورِ شہید
وہ دن تھا ابنِ سعد کے نزدیک روزِ عید — سب کے سروں کو سامنے منگوائے وہ پلید

بولا سبھوں کو فتح دکھانا ضرور ہے
نیزوں پہ ان سروں کو چڑھانا ضرور ہے

بیٹھا منگا کے کرسیِ زرّیں وہ بدگہر ۲۹ — لشکر کے سرکشوں کو لگا بخشنے وہ سر
قاسمؑ کا سر کسی کو دیا، اس نے خوں میں تر — بخشا کسی کو پھر سرِ عباسؑ نامور

اک بدنہاد کو علیؑ اکبر کا سر دیا
اور اک لعیں کے ہاتھ میں اصغر کا سر دیا

۳۱

۱ آمد آمد حرمِ شاہ کی دربار میں ہے — صبح سے جشن کا غُل شام کے بازار میں ہے
صحبتِ عیش و طرب مجلسِ غدار میں ہے — شور و فریاد و بکا عترتِ اطہار میں ہے
نوبتیں بجتی ہیں، دشمن تو خوشی ہوتے ہیں
فاطمہؑ پیٹتی ہیں، شیرِ خدا روتے ہیں

۲ آگے آگے تو ہیں سجّادؑ جھکائے گردن — پاؤں بیڑی میں، گلا طوق میں گردن میں رسن
مثلِ خورشیدِ فلک، شرم سے لرزاں ہے بدن — چاک ہے غم میں گریبانِ قبا، تا دامن
بیٹھ جاتے ہیں تو جھنجلا کے اٹھاتے ہیں لعیں
بُوڑیاں نیزوں کی، شانوں میں چبھاتے ہیں لعیں

۳ پنڈلیاں سوجی ہیں، اور طوق سے چلتا ہے گلا — سخت ایذا میں ہے، فرزندِ شہِ کرب و بلا
خار تلووں میں ہیں، مقتل سے جو پیدل ہے چلا — ہتھکڑیاں پاؤں میں باندھے ہے، وہ نازوں کا پلا
اس کی مظلومی پہ، بیتاب حرم ہوتے ہیں
دیدۂ خلقت زنجیر لہو روتے ہیں

۴ پیچھے بیمار کے ہے قافلۂ اہلِ حرم — چُپ ہیں تصویر سے گویا کہ کسی میں نہیں دم
دخترِ فاطمہ زہراؑ کا عجب ہے عالم — تھرتھری جسم میں ہے اٹھ نہیں سکتے ہیں قدم
روک کے فرماتی ہیں کس گوشے میں جائے زینبؑ
ہاتھ کھل جائیں تو منہ اپنا چھپائے زینبؑ

۵ کبھی سجّادؑ سے کہتی ہیں بہ آہ و زاری — مجھ کو دربار کی آفت سے بچاؤ داری
کر کے زاری وہ یہ بیاں کرتا ہے وہ آزاری — صبر فرماؤ جو مرضیِ جنابِ باری
کم نہ کچھ مرتبہ آلِ عبا ہوئے گا
نیزوں کا اسی پردہ میں بھلا ہوئے گا

حیران ہو کے بولی وہ بی بی نکو سیر ۳۶ رومال میں یہ لایا ہے کیا چیز بند کر
ہے دُرِ شبِ چراغ جواہر ہے جوہر گر جس کی ضیا سے ہو گیا روشن تمام گھر

کیا سخت ہے جگر سے مرا دل مول ہے
اس نے کہا کہ یہ سرِ شہ رسول ہے

کوفے میں وقتِ صبح میں لے جاؤں گا یہ زر ۳۷ بن زیادؔ سنتے ہی ہے مال و زر
قتلِ حسینؑ کی تمہ ہوئی ہے اُس خبر ویسا نہیں مگر سرِ سلطان کا سر

جب اُس کو خوں بہا کو یہ سر دوں گا
اُس کے عوض میں خلعتِ و منصب پاؤں گا

چھاتی پہ ہاتھ مار کے بولی وہ خوش خصال ۳۸ ہے ہے یہ کام ہے جو ترے فرد کا وبال
لوٹایہ کس نے خانۂ محبوبِ ذوالجلال دنیا کے آفتاب پہ یوں ہے زوال

واحسرتا حسینؑ سے زینبؑ بچھڑ گئی
ہے ہے بتولِ پاکؑ کی کھیتی اُجڑ گئی

لاتے ہیں آدمی تو غنیمت سے سیم و زر ۳۹ لایا ہے گھر میں تو پسرِ فاطمہؑ کا سر
او ظالم و لعیں و بد آئین و بد گہر کو حسینؑ کے لیے پھرتا ہے در بدر

پیشِ خدا جو روزِ قیامت کو جائے گا
بتلا مجھے رسولؐ کو کیا منہ دکھائے گا

برباد دیں کیا طمعِ زر نے ہے غضب ۴۰ تو چھوڑ نہ روحِ پیمبرؐ سے بے سبب
لایا ہے سر حسینؑ کا لشکر سے ہے غضب لڑکے تمہ یہ بے دلی نہ سے ہے غضب

جنّ و ملک تو روتے ہیں اور بچّہ کو غم نہیں
ظالم یہ سر حسینؑ کا قرآں سے کم نہیں

یہ کہہ کے سر کو پیٹتی دوڑی وہ سوگوار ۴۱ چلّانی نے بنی کے تو سے ترے نثار
اس مومنہ نے غیظ میں آکر پھر ایک بار لعیں کو سنگ کر سر ہو گیا فگار

پایا محل نہ گھر میں جو آرام و چین کا
بھاگا وہاں سے لے کے لعیں سر حسینؑ کا

لڑکا کے دستِ نحس میں سبطِ نبی کا سر ۴۲ بی بی جو خضریہ تھی، آیا وہ اُس کے گھر
تھی وہ بھی دل سے عاشقِ سلطانِ بحر و بر ظالم ڈرا کہ اس سے بھی پہونچے نہ کچھ ضرر

ناری نے کچھ نہ فرق کیا نار و نور میں
رکھّا سرِ حسینؑ چھپا کر تنور میں

کچھ زہر مار کر کے تو سویا وہ کینہ جُو ۴۳ اور تھی نمازِ شب کی زنِ مومنہ کی خُو
جب بعد نصف شب کے اُٹھی وہ پے وضو اک روشنی سی گھر میں نظر آئی چار سو

بولی کہ تا بہ چرخ ہے نور اس مکان سے
اُترا ہے کیا زمیں پہ یہ چاند آسمان سے

ہی بات لیکن اس کو مُوادن کا اشتباہ ۴۴ بیساختہ کہا کہ زہے قدرتِ اِلٰہ
کیا نور، کیا فروغ ہے، کیا روشنی ہے، واہ رکھتا نہیں کبھی یہ ضیا، چودھویں کا ماہ
یہ نور طعنہ زن ہے، تجلّی طور پر
ہے بُرجِ آفتاب کا عالم تنور پر

حیران ہو کے دل سے یہ بولی وہ ذی شعُور ۴۵ اُٹھتی ہوں روز پر کبھی دیکھا نہیں یہ نور
روشن کبھی آج تو نہیں میں نے کیا تنور کُھلتا نہیں یہ کچھ نہ کچھ اَسرار ہے ضرور
پُرنور کیوں تنور سے سارا مکان ہے
کیسی یہ روشنی ہے کہ تا آسمان ہے

تھی سوچ میں کہ دیکھتی کیا ہے وہ خوش سیر ۴۶ اک موجِ نور آسمان سے اُتری زمین پر
ہیں اُس میں چار بیبیاں، لیکن برہنہ سر اک بی بی بے قرار ہے، تھامے ہوئے جگر
آنسو رواں ہیں آنکھوں سے، اور لب پہ نالے ہیں
ہاتھوں سے تین بیبیاں اس کو سنبھالے ہیں

چلاتی تھی کہ ہائے مرے نورِ عین ہائے ۴۷ اے گلعذارِ فاتحِ بدر و حنین ہائے
مرنے کے بعد بھی نہ ملا تجھ کو چین ہائے یہ تیرے سر پہ ظلم و ستم اے حسینؑ ہائے
واری میں پیٹتی ہوئی آئی ہوں دُور سے
صورت دکھاؤ ماں کو نکل کر تنور سے

ہودج سے سر برہنہ جو اتری وہ حق شناس ۴۸ تھا وہ تو آفتاب سا تھا اور سیاہ لباس
بالوں پہ بن کی خاک پریشان و بے حواس تھا تاجِ زر جھکی ہوئی آگے تنور پاس

دیکھا اٹھا جو گرد سے رخ نورِ عین کا
گودی میں لے لیا سر انور حسینؑ کا

ہونٹوں سے ہونٹ مل کے کہے اس طرح سے بین ۴۹ اے نیند سے نکل اے مرے بیکس و حسینؑ
آنکھوں پہ ماں تو رکھتی تھی اے میرے نورِ عین آیا تنور میں تمہیں نیند کس طرح سے چین

فریاد ہے یہ اُمتِ احمدؐ سے کیا کیا
چھاتی پہ چڑھ کے تن سے ترا سر جدا کیا

واری تنور اور ترا سر، ہزار حیف ۵۰ یہ خاک اور زلفِ معنبر، ہزار حیف
پانی سے خشک لب نہ ہوئے تر، ہزار حیف سوکھے گلے پہ چل گیا خنجر، ہزار حیف

تم چھٹ گئے بہن سے، بہن تم سے چھٹ گئی
ہے ہے کمائی فاطمہؑ کی بن میں لٹ گئی

کیسے وطن سے چھٹ کے چلے آئے ماں نثار ۵۱ کیا دشمنوں کے ہاتھوں سے دکھ پائے ماں نثار
فاقوں میں زخمِ تیغ و سناں کھائے ماں نثار شکوے کا حرف لب پہ نہ تم لائے ماں نثار

پیاری بہن اسیر ہے، بلوائے عام میں
دولت مری لٹا گئے اُمت کے کام میں

دیکھا پسر کے غم میں جو زہراؑ کو بے قرار ۵۲ یوں تینوں بیبیوں نے یہ کی عرض، بار بار
للہ صبر کیجیے، ہم آپ پر نثار تھرا رہا ہے عرش، ملائک ہیں اشکبار

آنکھوں کو شہ کے سر سے نہ مل مل کے روئیے
بس کربلا میں لاش پہ اب چل کے روئیے

رکھ کر تنور میں سرِ سردارِ انس و جاں ۵۳ ہودج پہ چڑھ کے دل سے سدا ہائے وہ بیباں
آئی تنور پر، زنِ خولی، بصد فغاں دل کانپتا تھا سینے میں، اشک تھے رواں

رقت کا تھا یہ جوش کہ تھرا کے گر پڑی
دیکھا جو سر تنور میں، غش کھا کے گر پڑی

سکتی غش میں وہ، کہ ہاتفِ غیبی نے دی صدا ۵۴ اے زن، بس اپنے شوہرِ ملعوں کے گھر سے جا
تو دوست ہے علیؑ کی، یہ ہے دشمنِ خدا کافر سے کام مومنۂ پاک کو ہے کیا
تو نیک اعتقاد ہے، وہ بدسرشت ہے
دوزخ مکاں ہے اُس کا، ترا گھر بہشت ہے

اس نے کیا سوال یہ ہاتف سے ایک بار ۵۵ یہ کون بیبیاں تھیں جو روتی تھیں زار زار
آئی صدا کہ مریم و حوّاؑ ہیں اشک بار اور تیسری خدیجۂ کبریٰ تھیں بے قرار
گھر میں ترے جو خلد سے تشریف لائی ہیں
یہ بیبیاں حسینؑ کے پُرسے کو آئی ہیں

وہ بی بی جو کہ سب سے زیادہ تھیں دردناک ۵۶ سب خون سے بھرا ہُوا تھا جن کا روئے پاک
بکھرے ہوئے تھے بال گریباں تھا چاک چاک کپڑے سیاہ جسم پہ تھے، اور سر پہ خاک
رو رو کے پڑھتی تھیں جو مرثیہ نورِ عین کا
وہ فاطمہؑ تھیں، اور یہ سر ہے حسینؑ کا

چونکی صدا یہ سن کے جو غش سے وہ خوش سیر ۵۷ تنور سے نکال لیا شاہ دیں کا سر
چیخ اٹھی گلاب، اور رکھا جا نماز پر ہے ہے حسینؑ کہہ کے وہ چلّائی، تا سحر
ہنگامِ صبح غم کی چھری دل پہ چل گئی
جنگل میں پیٹتی ہوئی گھر سے نکل گئی

خاموش اے انیسؔ کہ دل آب آب ہے ۵۸ اس آتشِ الم سے کلیجا کباب ہے
یہ مرثیہ ہے یا غمِ شہ کی کتاب ہے رونے کی فصل، مجلسِ ماتم کا باب ہے
روئیں گے وہ جو عاشقِ نامِ حسینؑ ہیں
فقرے فقط ہیں درد کے اور غم کے بین ہیں

۳۰

اے مومنو! کیا صادقُ الاقرار تھے شبیرؑ ۱ وہ ایفائے وعدہ کے درخشندہ ستارے تھے شبیرؑ
خوشنودیٔ خالق کے طلبگار تھے شبیرؑ تسلیم و صداقت کے جہاندار تھے شبیرؑ

چاہا جو خدا نے وہی چاہا شہ دیں نے
کیا وعدۂ طفلی[2] کو نباہا شہ دیں نے

سچا قول کا صادق پسرِ مخبرِ صادق[3] ۲ معشوقِ خدا وہ، تو یہ اللہ کا عاشق
کیوں خوش نہ ہو اس طرح کی مخلوق سے خالق بچپن سے رہا حق کی رضا جوئی کا شائق

فرماتے تھے تن سر یہ امانت ہے خدا کی
یہ دین، ادا ہو تو عنایت ہے خدا کی

سر دینے کا اقرار کیا تھا جو خدا سے ۳ آپ آئے کٹانے کو گلا تیغِ جفا سے
سرنامۂ خدا کر دیا تسلیم و رضا سے پانی نہ کئی روز پیا مر گئے پیاسے

وعدہ فقط اک سر کا تھا درگاہِ خدا میں
حضرت نے بہتّر دیے سر راہِ خدا میں

مختاروں کی دعوت تھی یتیموں کی مدارات ۴ سچا وعدہ وفائی کا خیال آپ کو دن رات
کیا بات کے پورے تھے شہنشاہ خوش اوقات فرق اس میں نہ آیا، جو کبھی منھ سے کہی بات

اس طرح کے صادق کبھی دیکھے ہیں کسی نے
مر کر کیا وعدے کو وفا سبطِ نبیؐ نے

شیریںؔ رقمانِ مصحفِ حسنِ بلاغت ۵ اس طرح رقم کرتے ہیں شیریں کی روایت
زینت دہِ بیت الشرفِ خواص تھے حضرت اور سامنے تھی شیریں بھی حاضر پئے خدمت

بانو سے جو مانوس شہنشاہِ زمن تھے
کچھ پیار کی باتیں تھیں محبت کے سخن تھے

شیریں پہ جو حضرت کی نظر جا پڑی اک بار ۶ بانو سے یہ بولے بہ تبسم شہِ ابرار
خویش چشم ہے کس مرتبہ شیریں خوش اطوار اس طرح کی آنکھیں کبھی دیکھی نہیں زنہار
فرمائی جو یہ بات، شہنشاہِ اُمم نے
نہیوڑا لیا سر، دُخترِ سلطانِ عجم نے

سوچی کہ یہ میلان، شہِ جن و بشر ہے ۷ کی آنکھوں کی تعریف، تو منظورِ نظر ہے
پھر دل سے کہا، عاشقِ صادق تُو اگر ہے معشوق جو راضی ہو تو کیا اس میں ضرر ہے
فرزندِ نبیؐ ابنِ شہنشاہِ نجف ہے
شیریں کی کنیزی میں مجھے دیں تو شرف ہے

یہ کہتی ہوئی واں سے وہ اِک حجرے میں آئی ۸ شیریں کو اشارے سے بُلاتی ہوئی لائی
شانہ کیا، سُرمہ (نہ) دیا، پوشاک پہنائی حیرت ہوئی شیریں کو، تو یہ بات سُنائی
کہتی نہیں کچھ مجھ پہ یہ اسرار میں صدقے
کیوں کرتی ہو لونڈی کو گنہگار میں صدقے

وہ بولی کہ میں نے تجھے بچپن سے ہے پالا ۹ آزاد کیا سب کو پہ تجھ کو نہ نکالا
اب تجھ پہ پڑی ہے، نظرِ سیّدِ والا رُتبہ ترا شہزادیوں سے اب ہے دوبالا
جو کچھ تری خدمت کروں، واللہ وہ کم ہے
لونڈی تری اب دُخترِ سلطانِ عجم ہے

آراستہ جب ہو چکی شیریں وفادار ۱۰ باز گئی واں بیٹھے تھے جس جا شہِ ابرار
کی عرض کہ لونڈی کا فدا، آپ پہ گھر بار کچھ کہنا ہے، اُٹھیے تو کروں حال وہ اظہار
شہ سمجھے گلہ ہوگا، دل افسردہ ہے بانوؑ
تعریف پہ شیریں کی، کچھ آزردہ ہے بانوؑ

اُٹھ کر گیا زہرا کا پسر، بانو کے ہمراہ ۱۱ پردہ جو اُٹھا حجرے کا، کیا دیکھتے ہیں شاہ
ہے موتیوں میں شیریں، ستاروں میں ہو جوں ماہ فرمانے لگے بانوؑ سے ہنس کر شہِ ذی جاہ
جو بھی ہو تم، اِس کا مجھے دھیان نہیں ہے
جب تم سی ہو بی بی تو کچھ ارمان نہیں ہے

بانوؔ نے کہا صدقے میں اے سرورِ والا ۲ کچھ لونڈی کی آزردگی کا دھیان نہ کرنا
حاضر ہے یہ میں نے بہ دل و جاں اسے بخشا فرمانے لگے تب یہ شہِ خوب و بھلا

تم نے تو دیا ہم کو کرم صادق و وفا میں
ہم نے اُسے آزاد کیا واہ خدا میں

بانوؔ نے سُنی جب شہِ والا کی یہ گفتار ۳ خوش ہو کے پھری گردِ محبت سے کئی بار
اور اُس کو دیا زیور و زر، درہم و دینار حضرت نے کہا اس کا سبب کیا ہے مری مہ وَر

اوروں کو نہ اتنا زر و زیور دیا تم نے
شیریں سے یہ نفرت کا غنی کر دیا تم نے

بانوؔ نے کہا اُن سے ہو کیوں کر یہ برابر ۴ آزاد کیا تھا انھیں میں نے وہ سرور
ہر چند کہ سلطانِ عجم کی ہوں میں دختر پر فرطِ محبت زِ ہا اکی کنیزوں سے ہوں کمتر

خود صدقے ہوں شیریں پہ اگر میں تو بجا ہے
فرزند نبیؐ نے اسے آزاد کیا ہے

شیریں کے یہ سُن کر ہوئے اشک آنکھوں سے جاری ۱۵ میں ہاتھوں سے بانوؔ کی بلائیں کئی باری
سجادؑ کو لے گود میں بولی کہ میں واری اب تم سے جُدا ہوتی ہے لونڈی یہ تمہاری

خط بھیج کے اپنا، مرا دل شاد کرو گے
اس پالنے والی کو، کبھی یاد کرو گے

صدقے گئی خدمت کو، مری بھول نہ جانا ۱۶ جب ہونے لگے بیاہ، تو لونڈی کو بُلانا
سہرا مجھے اس چاند سی صورت پہ دکھانا اُس سمت سفر ہو تو مرے گھر میں بھی آنا

نزدیک جو آنے کی خبر پاؤں گی واری
چھاتی مری اُمنڈے گی میں آپ آؤں گی واری

پھر پاؤں پہ سر حضرتِ زینبؑ کے جھکایا ۱۷ شفقت سے گلے شاہ کی خواہر نے لگایا
جب آپ کو اُس نے قدمِ شہ پہ گرایا سب روتے تھے حضرت کو بھی رونا بہت آیا

مولا کے نہ قدموں سے جُدا ہوتی تھی شیریں
نعلین سے منہ مَلتی تھی، اور روتی تھی شیریں

کہتی تھی یہ جانا ہے، جہاں سے مرا جانا ۱۸ ان قدموں سے چھوٹی تو کہاں میرا ٹھکانا
فرماتے تھے شبّیرؑ کہ یہ دھیان نہ لانا ہم آئیں گے، اک ایسا بھی ہووے گا زمانا
کہہ کر نہ کریں، اپنا یہ دستور نہیں ہے
نزدیک ہے تُو دل سے تو کچھ دور نہیں ہے

لے لے کے بلائیں کہا شیریں نے کہ یا شاہ ۱۹ جیسا ہے تعلق مجھ کو خدا اس کا ہے آگاہ
اب عرض یہ لونڈی کی ہے، اے سرورِ ذی جاہ آپ آئیں تو، ناموس بھی ہوں، آپ کے ہمراہ
فرمایا نہ کڑھ، پورے سب ارماں ترے ہوں گے
ہم ساتھ حرم کو لیے مہماں ترے ہوں گے

یہ بات تو فرمائی پہ رونے لگے حضرت ۲۰ آخر مع اسباب کیا شیریں کو رخصت
کچھ لوگ کیے ساتھ کہ پہونچے بہ خلافت محمل میں وہ چڑھ کر گئی با عزت و حرمت
تھا پاس کنیزوں کا یہ، جس شاہِ امم کو
ملعونوں نے بے پردہ کیا اُس کے حرم کو

اک کوہ پہ تھا قلعہ، کہ گھر اُس کا تھا، اُس جا ۲۱ وں پہونچی تو شیریں کے ہوا، حُسن کا چرچا
تھا ایک یہودی کہ وہ طالب ہوا اُس کا شیریں نے سُنا جب تو پیام اس کو یہ بھیجا
گر ہے مرے وصلت کی تمنّا ترے جی میں
تُو کفر کو تو چھوڑ کے آ، دینِ نبی میں

پڑھ کر کلمہ گو ہوا، وہ دل سے مسلماں ۲۲ عقد اُس سے ہوا ہاتھ لگی دولتِ ایماں
آباد یہودی کا ہوا، خانۂ ویراں وہ دونوں بہم رہنے لگے خرّم و خنداں
شیریں کو محبت تھی رسولِ عربی کی
تھی آٹھ پہر یاد حسینؑ ابنِ علیؑ کی

کہتی تھی کہ یارب مرا گھر شہ کو دکھانا ۲۳ وہ دن ہو کہ ہو زینبؑ و کلثومؑ کا آنا
شبّیر اِدھر کو کہیں جلدی ہوں روانا اس لونڈی پہ اب شاق ہے تشریف نہ لانا
آقا مرے کیا جانے کب آئیں گے اِدھر کو
ہمدم کبھی دیکھوں گی میں زہراؑ کے پسر کو

کہتی کبھی ہمسایوں سے بیٹھ کے باہم ۲۴ آویں گے مدینے سے یہاں سیّد عالم
خاتونِ قیامت سے بنے جو مخدومِ عالم اب بیٹیوں سے اُن کی ملاویں گے تمہیں ہم

احمدؐ کی زیارت شہ والا کی ملاقت
زینبؑ کی مدینے سے زہراؑ کی ملاقات

اے بیبیو! آقا ہے مرا صادق الاقرار ۲۵ آنے کو کہا ہے مرے آقا نے کئی بار
زہراؑ کے چمن سے یہ مکاں ہووے گا گلزار فرزند نبیؐ کا تمہیں دکھلائیں گے دیدار

آنکھیں قدمِ سبطِ پیمبر پہ ملیں گے
ہم دُور تلک لینے کو ہووے کے چلیں گے

رہتا تھا یہی اس کو تردد سحر و شام ۲۶ اندوختہ کرتی تھی ضیافت کا سرانجام
جو میوے تھے مرغوبِ امامِ ذوی الاکرام اُن میووں کو منگواتی تھی دے دے کے وہ دشنام

شوہر کوئی تحفہ جو لے دیتا تھا لاکر
حضرت کے لیے رکھتی وہ گٹھری میں لگا کر

تھا دھیان کہ آویں گے سفر سے شہ والا ۲۷ کورے گھڑوں میں پانی بھر رکھتی تھی ٹھنڈا
دن ڈھلتا تو شوہر سے یہ کرتی تھی تقاضا شہ آتے نہ ہوں شہر کے ناکے پہ ذرا جا

آمد ہو اگر لشکرِ حضرت کی اِدھر سے
مَیں بھی چلوں شہزادیوں کے لینے کو گھر سے

یہ شہ کے ہے لشکر کا نشاں اور یہ آثار ۲۸ آگے ہے سوا سبز یہ ہووے گا علمدار
ہووے گے عزیز و رفقا گھوڑوں پہ اسوار درمیں ہے ہوگا صفِ حیدر کرار

ملبوس رسولِ عربی ہووے گا بر میں
تیغِ اسد اللہ لگی ہوگی کمر میں

نامہ کی کچھ فاصلے سے ہوگی سواری ۲۹ آوے گی نظر حضرتِ زینبؑ کی عماری
ہودج میں سوار آئے گی شہزادی ہماری اور محملوں میں ہوویں گی سیدانیاں ساری

آگے یہ نقیبوں کا سخن ہووے گا سب سے
خاموش چلے جاؤ تنادیت سے ادب سے

حضرت کا تصور تھا' اِدھر شبیر کو دن رات ۲۰ دن کو نئے کو نیٹ رب سے گئے شاہِ خوش اوقات
دستور ہے مہمان کی کرتے ہیں' مدارات سونا ظلمہ کے لال کی' پوچھی بھی نہ کچھ بات

دسویں کو محرم کی لڑے شاہِ امم سے
سر کاٹ لیا پیاسے کا' شمشیر دودھ سے

جب قتل ہوا' حضرت زہرا کا وہ پیارا ۲۱ سیدانیاں قیدی ہوئیں گھر لٹ گیا سارا
دُر گوشِ سکینہؑ سے' لعینوں نے اُتارا روئی وہ تو جھنجلا کے طمانچہ اسے مارا

یہ ظلم تھا ناموسِ شہِ جن و بشر پر
منہ ڈھانپنے کو تھی نہ ردا' ایک کے سر پر

گھر آگ سے خاتونِ قیامت کا جلایا ۲۲ شہزادیوں کو ناقۂ عریاں پہ بٹھایا
سر سیدِ مظلوم کا نیزے پہ چڑھایا دُرِ حوقِ گراں گردنِ عابد میں' پنھایا

دفن اپنے تو لاشے کیے رنڈوں کو دکھا کے
بے غسل و کفن رہ گئے لاشے شہدا کے

جب لے چلے مقتل سے اسیروں کو کھلے سر ۲۳ سر پیٹ کے چلّانے لگی زینبِ مضطر
اے ظالمو! ٹھہراؤ مرے اونٹ کو دم بھر ہونے تنِ شبیر سے رخصت تو یہ خواہر

پاؤں گی نہ پھر لاشِ شہِ تشنہ دہن کو
رو لینے دو بھائی کے گلے مل کے بہن کو

بانو نے کہا اونٹ کو میرے بھی بٹھا دو ۲۴ لوگو مجھے لاشہ علی اکبرؑ کا دکھا دو
بچھڑے ہوئے فرزند کو مادر سے ملا دو اصغرؑ کو بھی لا کر مری چھاتی سے لگا دو

اُلفت نے پسر کی مجھے بے چین کیا ہے
بچے نے مرے دودھ نہیں کل سے پیا ہے

زینبؑ سے یہ تب کہنے لگا شمرِ ستمگار ۲۵ منزل ہے کڑی' اونٹ نہ یاں ٹھہرے گا زنہار
تب لاش کو بھائی کے پکاری وہ دل افگار بے بس ہے بہن' اے خلفِ حیدرِ کرار

حضرت کی زیارت مجھے کرنے نہیں دیتے
اُس شہ سے' جفا کار' اُتارنے نہیں دیتے

لاشِ شہِ مظلوم سے آواز یہ آئی ۲۶ بھیا تری مظلومی کے صدقے ہو یہ بہنا
تم کیا کرو لکھی ہے مقدر میں جدائی جاؤ تمھیں دے قید سے اللہ رہائی

اب تم ہو بہن اور اسیری کی جفا ہے
ہم ہیں، یہ بیابان ہے اور یادِ خدا ہے

سُن کر یہ صدا کرنے لگیں بیبیاں فریاد ۲۷ نزدیک تھا اشتر سے گریں زینبِ ناشاد
نیزے کو دکھا، بولا یہ شہِ ستم ایجاد اونٹوں کو بڑھا بندہ، اب سے شتابی کر

بن آیا نہ کچھ سید بے کس کے پسر کو
تسلیم بندھے ہاتھوں سے کی جھک کے پدر کو

اونٹوں کو چلا کھینچتا عالم کا نواسہ ۲۸ صدمے سے ہوئی شدت تب اور بھی زیادہ
اسوار تھے گھوڑوں پہ لعیں، اور وہ پیادہ جب ضعف سے کرتے تھے ٹھہرنے کا ارادہ

شانوں پہ سناں کو جھکاتے تھے ستمگر
بیمار کو کھینچے لیے جاتے تھے ستمگر

اونٹوں پہ بنی زادیاں تھیں، گرد میں ڈالے ۲۹ اور پیاس سے بچتے تھے، زباں کو نکالے
عابد تھے بندھے ہاتھوں سے زنجیر سنبھالے دامن میں بھی پھپھولے تھے، کف پا میں بھی چھالے

منزل پہ اُتر کر بھی، نہ سوتے تھے سحر تک
بابا کے لیے شام سے روتے تھے سحر تک

اعدا تو لگاتے تھے زمیں جھاڑ کے بستر ۳۰ اور خاک پہ گر رہتے تھے ناموسِ پیمبر
بھر بھر کے گھڑے رکھتے تھے پانی کے ستمگر یاں پھیرتے تھے پیاسے زبانوں کو لبوں پر

تیاری میں کھانے کی دھرِ اہلِ ستم تھے
فاقوں کے سبب تیدیوں کے ہونٹوں پہ دم تھے

جب طے اسی صورت سے ہوئیں منزلیں دو چار ۳۱ اِک جا پہ دوراہا ہوا، رستے میں نمودار
اک راہ گئی دشت کو، اک جانبِ کہسار صحرا کو چلے لے کے سرِ شاہِ ستمگار

پہونچا جو دوراہے کے قریں رُک گیا ناقہ
جس سمت کو تھا کوہ، اُدھر جھک گیا ناقہ

گھبرا کے لگے کہنے یہ عابد سے ستمگار ۴۲ رُکنے کا سرِ شاہ کے ظاہر کرو اسرار
فرمانے لگے رو کے یہ تب عابدِ بیمار ۔ بضعۂ صادق کا پسر، صادق الاقرار

اعجاز ہوا یہ جو سرِ سبطِ نبیؐ سے
اس راہ میں مہمانی کا وعدہ ہے کسی سے

یہ سُن کے اسی سمت چلے سب ستم آرا ۴۳ لشکر کا ہوا، کوہ کے دامن میں اُتارا
شیریں سے کہا جا کے کسی نے یہ قضا را ۔ آیا مع لشکر، اسدُ اللہ کا پیارا

ناموس بھی ہمراہ ہیں اور بھیڑ بڑی ہے
جنگل میں کئی کوس تلک فوج پڑی ہے

اس مژدہ کو سنتے ہی خوشی ہو گئی شیریں ۴۴ بولی کہ ہوئی، اب دلِ بے تاب کو تسکیں
نہ شکر کہ خالق نے نہ رکھا مجھے غمگیں ۔ وعدہ جو کیا تھا، اسے بھولے نہ شہ دیں

اب چل کے قدم پر شہ والا کے گروں گی
دن میرے پھرے، گرد میں آقا کے پھروں گی

عورات محلہ کو بلا کر یہ سنایا ۴۵ دو تہنیت اے بیبیو! آقا مرا آیا
یہ روزِ مبارک مجھے قسمت نے دکھایا ۔ اب عرش کے پائے سے ہے برتر کو مرا پایہ

کونین میں ممتاز کیا شاہِ زمن نے
لونڈی کو سرافراز کیا شاہِ زمن نے

سب نے کہا خوش ہو کے ہمیں بھول نہ جانا ۴۶ ہم کو بھی بہن حضرتِ زینبؑ سے ملانا
شہزادی کا اپنی ہمیں دیدار دکھانا ۔ قسمت سے، وہ فاطمہؑ کے لال کا آیا

حضرت کی سواری کا حشم دیکھیں گے ہم بھی
سردارِ دو عالم کے قدم دیکھیں گے ہم بھی

عباسِ علی کے قد و قامت کے ہیں مشتاق ۴۷ اور قاسمِ مہرو کی بھی طلعت کے ہیں مشتاق
زینبؑ کے جگر بندوں کی صورت کے ہیں مشتاق ۔ ہم شکلِ پیمبرؐ کی زیارت کے ہیں مشتاق

گلرو ہے کوئی ان میں کوئی غنچہ دہن ہے
کہتے ہیں بڑے حُسن پہ زہراؑ کا چمن ہے

تھی شیریں تو اس ذکر سے پھولی نہ سماتی ۴۸ کُرسی کو کہیں اور کہیں اور کہیں اور
یہ کہہ کے کبھی صحن کے دروازے پہ جاتی دیکھ آؤں سواری تو نہیں شاہ کی آتی

دعوت کا سرانجام تو تیار ہوا ہے
کیوں دیر لگی فاطمہ کیا بات ہوا ہے؟

مطبخ میں تفقد کبھی کرتی تھی یہ جا کر ۴۹ کھانے کے لیے خون قیصر سے منگا کر
شربت بھی بناؤ کہ مسافر پئیں آ کر تحفے میں کہیں نذر کی سب کشتیاں بھر کر

کہتی تھی تصدق نہ اتاروں گی میں پہلے
شہزادیوں پر آپ کو واروں گی میں پہلے

دن ڈھل گیا اور جب نہ ہوئی آمد سرور ۵۰ شوہر سے کہا اب تو نہایت ہوں میں مضطر
جا دیکھ تو اترا ہے کہاں شاہ کا لشکر کہیو قدم پاک کو آنکھوں سے لگا کر

شیریں کی یہ عرض کہ اب آیئے مولا
لونڈی کو قریب آ کے نہ ترسایئے مولا

منت میں بر آئی ہے مرے دل کی تمنا ۵۱ صدقے گئی خوشی آج یہیں کیجیے کہ جا
آپ آئیں یہ ہر چند نہیں ہے مرا رتبا عزت مگر اس لونڈی کی ہو جائے گی شاہا

روشن مرا گھر کیجے اگر فیض قدم سے
کچھ دور نہیں آپ کے الطاف و کرم سے

یہ سُن کے چلا شوہر شیریں طرف شاہ ۵۲ پوشاکیں بدل اہل معسکر ہوئے ہمراہ
فوج اُتری نظر آئی اسے دور سے ناگاہ نزدیک جو پہونچا وہ شہ دیں کا ہوا خواہ

لشکر میں عجب طرفہ کا عالم نظر آیا
شادی کہیں دیکھی کہیں ماتم نظر آیا

جس جا پہ تھا خیمہ عمر سعد کا برپا ۵۳ واں جھک یہ ڈیوڑھی کے نگہبانوں سے پوچھا
کب ہوگا برآمد پسر فاطمہ زہرا فرماتے ہیں آرام کہ بیدار ہیں مولا

گر اتنی خبر کر دو تو احسان بڑا ہے
اک تازہ غلام آپ کا مجرے کو کھڑا ہے

گر یہ نہ ہو تو شہ کے رفیقوں سے ملا دو ۵۴ عباسؑ علمدار کے خیمے کا پتہ دو
سجادؑ کو، اور عون و محمد کو، بلا دو ہم شکل پیمبر کی مجھے شکل دکھا دو

بتلاؤ قسم تم کو رسولِ عربی کی
ڈیوڑھی ہے کدھر خیمۂ ناموسِ نبیؐ کی

وہ بولے کہ اے شخص کدھر دھیان ہے تیرا ۵۵ اس حال کی تجھ کو نہیں شاید خبر اصلا
یہ شام کی ہے فوج، یہ خیمہ ہے عمر کا مدت ہوئی مارا گیا لختِ دلِ زہراؑ

اب گھر ہے کہاں؟ سبطِ رسولِ عربی کا
خیمہ تو جلا آئے حسینؑ ابنِ علیؑ کا

مارے گئے سادات، ہوئی فتح لڑائی ۵۶ تصویرِ نبیؐ صفحۂ ہستی سے مٹائی
عباسؑ نے اک بوند بھی پانی کی نہ پائی ٹوٹی گئی سب شیرِ الٰہی کی کمائی

کوئی نہ رہا فوجِ ستم جن و بشر میں
گھر فاطمہؑ کا صاف کیا، تین پہر میں

کر لائے ہیں ناموسِ محمدؐ کو گرفتار ۵۷ ہے قید میں حضرت کا پسر عابدِ بیمار
زینبؑ کو کیا، یاں کے جو مارے گئے سردار بے سر ہے پڑی دشت میں، لاشِ شہِ ابرار

بند آنکھیں ہیں، لب خشک ہیں منہ خوں سے بھرے ہیں
وہ دیکھ لے سر نیزوں کی نوکوں پہ دھرے ہیں

سیدانیاں بیٹھی ہیں وہ چہروں پہ ملے خاک ۵۸ زینبؑ ہے وہی ماتمی پہنے ہوئے پوشاک
وہ بانوئے بیکس ہے گریبان کیے چاک بیٹھی ہے وہ کلثومؑ بہن شاہ کی غمناک

کبرا ہے وہ زانو پہ جھکائے ہوئے سر کو
وہ بالی سکینہؑ ہے جو روتی ہے پدر کو

یہ سنتے ہی سینے میں جگر پھٹ گیا اس کا ۵۹ تھرانے لگا بید کے مانند سراپا
دے پٹکا عمامے کو، گریبان کو پھاڑا کہتا تھا یہ کیا ہو گیا، واحسرت و دردا

میں لینے کو آیا تھا، نہ پایا شہ دیں کو
تقدیر نے جیتا نہ دکھایا شہ دیں کو

شیریں جو تھی یاں مضطر و بسمل پیمبرؐ ۶۰ رونے کا جو اک شور سنا ہوش شہ نے
دیکھا کہ چلا آتا ہے سر پیٹتا شوہر ڈیوڑھی سے سراسیمہ نکل آئی گھبرا کر

چلّا کے کہا اس نے تمھیں ٹوٹ گیا ہے
جلدی سے کہو یہ ماجرا کیا ہے؟

سر پیٹ کے تب شوہرِ شیریں یہ پکارا ۶۱ بی بی ترے آقا کو ستمگاروں نے مارا
زہراؑ کا پسر خلق سے جنت کو سدھارا سادات کا تو فخر و بڑا گیا سارا

بھیجا تھا جہاں تو نے وہ شکر ہے شقی کا
سر کاٹ کے لائے ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ کا

تو منتظر اب کس کی ہے کون آئے گا بی بی؟ ۶۲ عابدؑ ہے سو بیمار ہے ماؤں میں سوگ ہے
شیریں نے کہا پیٹ کے سر کوٹ کے چھاتی ہے ہے مرے سیّد مرے آقا مرے مولیٰ

لٹوا کے گھر و تیغ سے کٹوا کے سر آئے
فرمایا تھا آؤں گا سو یوں میرے گھر آئے

یہ کہہ کے چلی پیٹتی اور دیتی دُہائی ۶۳ رستے میں کہیں گر پڑی ٹھوکر کہیں کھائی
یکبار خبر آنے کی شیریں کے جو پائی زینبؑ نے کہا ہائے سلامت نہیں بھائی

پُرسے کو وہ آئی ہے سویاں گھر بھی نہیں ہے
منھ کاہے سے ہم ڈھانپیں کہ چادر بھی نہیں ہے

یہ کہتی تھی زینبؑ کہ وہ آ پہونچی کھلے سر ۶۴ سب اٹھ کے لگے پیٹنے ناموسِ پیمبرؐ
شیریں کا یہ تھا حال کہ گرتی تھی وہ مضطر بانوؑ کے قدم پر کبھی زینبؑ کے قدم پر

چلّاتی تھی ہے ہے شہِ ذی جاہ کو مارا
کس جرم پہ اعدا نے مرے شاہ کو مارا

کیا فاطمہؑ کے لال سے ایسی ہوئی تقصیر ۶۵ کیوں حلق شہِ دیں پہ چلی ظلم کی شمشیر
فریاد ہے بے پردہ ہوئے صاحبِ توقیر ہے ہے مرا شہزادہ ہے پہنے ہوئے زنجیر

گودی بھری اولاد سے خالی ہوئی ہے ہے
بی بی مری بے وارث و والی ہوئی ہے ہے

یہ کہہ کے پچھاڑیں کبھی کھاتی تھی وہ مضطر ۶۶ ہاتھوں سے کھڑی ہو کے کبھی پیٹتی تھی سر
جس نیزہ پہ آلودۂ خوں تھا سرِ سرور واں جاتی تھی، اور کہتی تھی یوں ہاتھ اٹھا کر

تھی میں تو قدم دیکھنے آئی مرے مولا
لونڈی کو یہ کیا شکل دکھائی مرے مولا

آ تا تری اس خوں بھری تصویر کے واری ۶۷ میں مر نہ گئی ہائے بلا لے کے تمہاری
اس بین سے شیریں نے جو کی گریہ و زاری نیزے پہ سرِ شاہ کے آنسو ہوئے جاری

پیدا یہ لبِ خشک سے حضرت کے صدا تھی
کیوں روتی ہے شیریں یہی مرضی خدا تھی

صد شکر کہ ہم تجھ سے ہوئے صادق الاقرار ۶۸ دشوت ہے ہماری، یہی اے مونس و غم خوار
فاقے سے کئی روز کے ہے عترتِ اطہار اور پیاس سے مرتی ہے سکینہ مری دلدار

دشمن کے بھی بچوں پہ نہ یوں فاقہ کشی ہو
پانی اسے پلوا، کہ مری روح خوشی ہو

یہ تین برس کا تو سن اور تشنہ دہانی ۶۹ ہو جاتی ہے غش، مانگتے ہی مانگتے پانی
ہر بار گھڑکتے ہیں، اے ظلم کے بانی کیا ضد ہے کہ بچوں کے بھی ہیں دشمن جانی

کی جاتی نہیں بات بھی اس تشنہ دہن سے
ننھا سا گلا، شمر نے باندھا ہے رسن سے

زینب کی خبر لے کہ ہے قیدی مری خواہر ۷۰ بنتِ اسد اللہ کے سر پر نہیں چادر
سب خاک سے کہہ اٹھے چھپا یارخِ انور شہزادی تری آج ہے بلوے میں کھلے سر

احسان کا یہ وقت ہے عبرت کی یہ جا ہے
وہ قید ہے جس نے تجھے آزاد کیا ہے

سیدانیوں کو چادریں کچھ لا کے اڑھا دے ۷۱ رانڈوں کی مدد کر کہ خدا تجھ کو جزا دے
ماضی ہوں نبی، صاحبِ تطہیر دعا دے محشر میں تجھے حلۂ فردوس خدا دے

بے وارث و والی ہیں گرفتارِ بلا ہیں
محتاجِ کفن ہم ہیں، یہ محتاجِ ردا ہیں

سُن کر یہ سخن زینبِ دلگیر پکاری ۷۴ اس بات سے صدمے میں مرے آ گئے بھاری
یاد آئی مصیبت تمہیں اے عاشقِ باری شبیر سے سنسار پہ کی خلق نے خواری

تم تشنہ دہن ذبح ہوئے اور کہ یہ غربت
اور آپ کو بھیا کی نہ تھی آپ کا ہے غم

جیتی ہے بہن کس لیے کڑھتے ہو برادر ۷۵ تن پر تو ہے سر پہ نہیں چادر
گردن پہ تو بھیا کی پھرایا نہیں خنجر شکر تو مرے چوب نہیں بنت نہیں ہے سر

غم کھاؤ نہ چادر جو نہیں پاتی ہوں بھائی
بالوں سے تو منہ ڈھانپے ہی جاتی ہوں بھائی

زینب تو یہ کہتی تھی سرِ شاہ سے رو کر ۷۶ پوچھا تھا شہ دیں نے کہ میں صدقے ترے مر کر
ان آنکھوں کی تعریف کیا کرتے تھے کیا کر کیوں ہو گئے کوزے ترے دیدۂ تر کر

ہوتیں نہیں شبیر کے دیدے سے یہ آنکھیں
لاؤ تو مروں چاند سے رخسار سے آنکھیں

اللہ رے اعجازِ سرِ سیدِ ابرار ۷۷ اس خادمہ کے ہاتھوں پہ بس آ گئی اک بار
شیریں کے کفِ دست ہوئے مطلعِ انوار ہاتھوں سے ضیائے رخِ زیبا تھی نمودار

سب دیکھ کے شہ کے رخِ روشن کی تجلی
کہتے تھے یہ ہے وادیٔ ایمن کی تجلی

آنکھوں سے لگا کر کہا شیریں نے سرِ شاہ ۷۸ صدقے میں ترے اے سرِ زینِ شہِ والا
پھر جا کے عمر سے کہا مت روک مری راہ گھر تک سرِ سرور مجھے لے جانے دے للہ

خدمت حرمِ شہ کی، مجھے مدتوں رہی ہے
لے مجھ سے زر و مال، مگر عابدِ زرہ ہے

لونڈی ہوں میں آقا ہے مرا یہ شہِ عالم ۷۹ پیٹوں گی سرِ سینہ بچھا کر صفِ ماتم
شب بھر مرے گھر میں رہیں سیدانیاں باہم پھر صبح کو لے لیجو سرِ سیدِ اکرم

دن سخت بہت گردشِ ایام سے گذرے
اک رات تو مظلوموں پہ آرام سے گذرے

لالچ میں ہو ازر کی رضامند وہ غدار ۷۸ منگوا دیا شبیر نے اسے مژدۂ دینار
سب قیدیوں کو لے گئی گھر میں وہ دل افگار اور رکھ دیا مسند پہ سرِ سیدِ ابرار

حلقے میں حرم کے سرِ شبیر تو کھلا تھا
غُل ہائے حُسینا کا تھا اور شور بُکا تھا

چلاتی تھی بانو مرے سید مرے سرور ۷۹ شبیر کے گھر آئے مجھے اس حال سے لے کر
لپٹی ہوئی کہتی تھی سرِ شاہ سے خواہر مہماں بہن آئی ہے سر پر نہیں چادر

غیرت سے ہوئی جاتی ہے صدمہ ہے بہن پر
ثابت نہیں کرتا ہے سکینہؑ کے بدن پر

جب رونے سے فارغ ہوئے وہ شہ کے عزادار ۸۰ شبیر نے چنے خوان طعام آن کے اک بار
رو رو کے یہ کی سیدِ سجادؑ سے گفتار کھانے یہ کیے تھے شہ دیں کے لیے تیار

سو مر گئے بھوکے یہی مرضی تھی خدا کی
ان کھانوں پہ دو فاتحہ شاہِ شہدا کی

یہ سُن کے اُٹھے روتے ہوئے عابدِ ناکام ۸۱ پانی کے بھی شبیر نے کئی بھر کے رکھے جام
جب دینے لگے فاتحۂ شاہِ خوش انجام یہ جوش تھا رقت کا کہ تھراتا تھا اندام

جس وقت لیا نام شہِ تشنہ دہاں کا
اک شور ہوا رانڈوں میں فریاد و فغاں کا

رو کر کہا زینبؑ نے بہن ہو گئی واری ۸۲ میں جیتی ہوں اور فاتحہ ہوتی ہے تمہاری
کیا پیاس تھی جس دم تھا لہو زخموں سے جاری پانی نہ کسی نے دیا، مانگا کئی باری

جب تم تھے تو ملتا تھا نہ پانی کہیں بھائی
اب پانی تو موجود ہے، اور تم نہیں بھائی

روتی ہوئی اتنے میں اٹھی بانوئے بے پر ۸۳ اک دودھ کا کوزہ رکھا، اک پانی کا ساغر
سجادؑ سے رو رو کے کہا اے مرے دلبر ان دونوں پہ دو فاتحہ اکبرؑ و اصغرؑ

مارے گئے کس ظلم و جفا سے مرے بچے
تھے تین شب و روز کے پیاسے مرے بچے

سجاد نے جب فاتحہ سے پائی فراغت ۸۴ تا دیر رہی سر کے دھڑوں میں یہ رقت
تب بیبیوں سے شیریں نے کی عرض بہ منت فاقہ شکنی کیجے کہ رونے کی ہو ہی قت
اس کھانے پہ ہے فاتحہ خواں روح نبی کی
یہ حاضری ہے، سبطِ رسولِ عربی کی

فاقہ شکنی کا جو اسیروں سے لیا نام ۸۵ پیٹے بہ سر و سینہ، برپا ہوا کہرام
زینبؑ نے کہا کھانے کا ہے کون سا ہنگام سنے چین محمدؐ کو نہ زہراؑ کو ہے آرام
کیا کھانے کو ہم کھائیں کہ دل غم سے بھرا ہے
لاشا تو ابھی بھائی کا جنگل میں پڑا ہے

بھائیؑ تو ہو بے گور و کفن، کھاؤں میں کھانا ۸۶ بے دفن ہو فرزندِ حسنؑ، کھاؤں میں کھانا
بے سر علیؑ اکبر کا ہو تن، کھاؤں میں کھانا پامال ہو زہراؑ کا چمن، کھاؤں میں کھانا
رونا مجھے دیکھے سے چلا آتا ہے لوگو!
لے جاؤ کہ کھانا مجھے یہ کھاتا ہے لوگو!

ناچار ہو اک جام کو شیریں نے اٹھایا ۸۷ پاس آن کے ہونٹوں سے سکینہؑ کے لگایا
بولی کہ پیو داری دم آنکھوں میں ہے آیا منھ پھیر کے شیریں کو سکینہؑ نے سنایا
پیاسے مرے بابا موئے میں بھی نہ جیوں گی
عباسؑ چچا آئیں گے جب پانی پیوں گی

جس دم یہ سکینہؑ نے کہا پڑ گیا کہرام ۸۸ اور پیٹنے رونے میں ہوا صبح کا ہنگام
آئی سرِ شبیرؑ کو لینے سپہ شام رخصت ہوئے شیریں سے حرم بادلِ ناکام
تجھ پر ہے انیسؔ اب یہ کرم رب غنی کا
شہروں میں ہے شہرہ تری شیریں سخنی کا

۲۱

آمد آمد حرمِ شاہ کی دربار میں ہے ۱ صبح سے جشن کا غُل شام کے بازار میں ہے
صحبتِ عیش و طرب مجلسِ غمدار میں ہے شور و فریاد و بکا، عترتِ اطہار میں ہے
نوبتیں بجتی ہیں، دشمن تو خوشی ہوتے ہیں
فاطمہؑ پیٹتی ہیں، شیرِ خدا روتے ہیں

آگے آگے تو ہیں سجّادؑ جھکائے گردن ۲ پاؤں بیڑی میں، گلا طوق میں گردن میں رسن
مثلِ خورشیدِ فلک، شرم سے لرزاں ہے بدن چاک ہے غم میں گریبانِ قبا، تا دامن
بیٹھ جاتے ہیں تو جھنجلا کے اٹھاتے ہیں لعیں
بُوڑیاں نیزوں کی، شانوں میں چبھاتے ہیں لعیں

پنڈلیاں سوجی ہیں، اور طوق سے چھلتا ہے گلا ۳ سخت ایذا میں ہے، فرزندِ شہِ کرب و بلا
خار تلووں میں ہیں، مقتل سے جو پیدل ہے چلا ہتھکڑیاں پاؤں میں باندھے ہے، وہ نازوں کا پلا
اس کی مظلومی پہ، بیتاب حرم ہوتے ہیں
دیدۂ حلقۂ زنجیر لہو روتے ہیں

پیچھے بیمار کے ہے قافلۂ اہلِ حرم ۴ چُپ ہیں تصویر سے گویا کہ کسی میں نہیں دم
دخترِ فاطمۂ زہرا کا عجب ہے عالم تھرتھری جسم میں ہے اٹھ نہیں سکتے ہیں قدم
روکے فرماتی ہیں کس گوشے میں جائے زینبؑ
ہاتھ کھل جائیں تو منہ اپنا چھپائے زینبؑ

کبھی سجّادؑ سے کہتی ہیں بہ آہ و زاری ۵ مجھ کو دربار کی آفت سے بچاؤ داری
کر کے زاری وہ یہ بیاں کرتا ہے وہ آزاری صبر فرماؤ جو مرضیِ جنابِ باری
کم نہ کچھ مرتبہ آلِ عبا ہوئے گا
غاسیوں کا اُسی پردہ میں بھلا ہوئے گا

گردنیں بارہ اسیروں کی ہیں اور ایک رسن ۶ جس طرح ناؤ سے ملاح گرا دیتے ہیں گاہے گاہے
رشتہ دار انِ علیؑ سب ہیں گرفتار محن شہر کے مارے ہوئی جاتی ہے کم شب کی بہن

دم بدم سانس بھی سینے میں ہے اٹکی اس کے
ابھی کنگن نہ کھلا تھا کہ بندھے ہاتھ اس کے

ہے اسی رسّی میں ننھا سا سکینہؑ کا گلو ۷ دم گھٹا جاتا ہے آنکھوں سے رواں ہیں آنسو
چاک کرتے کا گریباں ہے پریشاں گیسو سوجھتے تو گال ہیں کانوں سے ٹپکتا ہے لہو

آہ ہر گام پہ سینے سے نکل جاتی ہے
جب گھٹ کے ہیں سسکتی تو دہل جاتی ہے

ماں سے کرتی ہے اشارہ وہ گرفتارِ ستم ۸ رسّی کھلوا دو نہیں گھٹ کے نکل جائے گا دم
رو کے وہ کہتی ہے مجبور ہوں میں گشتہ غم ہائے بیٹی تری قسمت میں تھا یہ رنج و الم

صدقے اماں یہ گرہ عقدِ گشا کھولے گا
بی بی اس عقدۂ مشکل کو خدا کھولے گا

ماں سے رو رو کے وہ نادان یہ کرتی ہے بیاں ۹ کس کا در بار ہے اس وقت جو جاتی ہو کہاں؟
یہ تو کہہ دو کہیں بابا بھی ملیں گے اماں کئی دن گذرے ہیں وہ ہیں مری آنکھوں سے نہاں

بھول جائے گا یہ سب دکھ، جو انھیں پاؤں گی
دوڑ کر چاند سی چھاتی سے لپٹ جاؤں گی

کہیں دربار میں اماں وہ اگر مجھ کو ملے ۱۰ دیکھنا کرتی ہوں کیسے شہ و ذی جاہ سے گلے
وہ خبر لیویں نہ، گردن مری رسّی سے چھٹے گُل کریں بھولتے ہیں باپ سے بچہ جو ملے

وجہ کیا کون سی تقصیر پہ منھ موڑا ہے؟
سیلیاں کہنے کو عدا میں مجھے چھوڑا ہے

کان زخمی ہوئے اور لی نہ خبر، واہ رے پیار خوب بھولے مجھے بابا کی محبت کے نثار
دن میں چھاتی سے لگاتے تھے مجھے سو سو بار مجھ پہ یہ ظلم ہیں آیا انھیں کس طرح قرار

منھ دکھاتے نہیں، شفقت سے بلانا کیسا
خواب میں آئے نہ چھاتی پہ سلانا کیسا

روتے تھے سُن کے سکینہؑ کا بیاں سارے اسیر ۱۲ ہر قدم پر تھا یہی شور کہ ہے ہے شبیرؑ
اس طرف ہوتی تھی آرائشِ دربارِ شریر تخت پر آپ تھا اور کرسیوں پر سارے اسیر

اک طرف ٹوٹ کا سب زیور و زر رکھا تھا
اور تلے فاطمہؑ کے لال کا سر رکھا تھا

نذریں ہاتھوں پہ لیے آتے تھے سب درباری ۱۳ پڑھتے تھے تہنیتِ فتح کو باری باری
جمع دربار میں تھی، شہر کی خلقت ساری یاں تو تھا جشن کا غُل، اور ادھر بھی زاری

اُس طرف تو دَف و دَنے کی صدا آتی تھی
اور اس سمت سے ہے ہے کی صدا آتی تھی

دَم بدم تخت سے اُٹھ اُٹھ کے یہ کہتا تھا شریر ۱۴ قیدی کیوں جلد نہیں آتے ہیں کیا ہے تاخیر
بڑھ کے کرتے تھے خبردار یہ اُس دم تقریر ضعف سے پاؤں کو تھم تھم کے اُٹھاتے ہیں اسیر

مارے دہشت کے لہو ان کا گھٹا جاتا ہے
ہر قدم ایک ضعیفہ کو غش آجاتا ہے

بولا وہ کون سی عورت ہے وہ مجبوسِ ستم ۱۵ عرض کی اُس نے کہ ہمشیرِ شہنشاہِ اُمم
باپ جس کا ہے علیؑ پشت و پناہِ عالم جس کی ماں فاطمہؑ ہے فخرِ جنابِ مریم

ہے جو سلطانِ عرب اس کی نواسی ہے وہ
کلمہ گو جس کے ہیں سب اس کی نواسی ہے وہ

ہے وہی حضرتِ جعفرؑ کی بہو سینہ فگار ۱۶ وہی زینبؑ ہے جو شبیرؑ کی تھی عاشقِ زار
لاش شہزادہ وہی اُس نے گری تھی کئی بار بعد مرنے کے بھی ہے بھائی بہن میں وہی پیار

قافلہ یوں تو سبھی شام و سحر روتا ہے
پر وہ روتی ہے تو شبیرؑ کا سر روتا ہے

بولا وہ کیا ہے پھر اوروں کے نہ آنے کا سبب ۱۷ عرض کی ایک ہی رسّی میں ہیں جکڑے ہوئے سب
خاک پہ گرتی ہے جب بنتِ شہنشاہِ عرب شور ہوتا ہے اسیروں میں کہ ہے ہے زینبؑ

ہوش میں آن کے بھائی کو وہ جب روتی ہے
دیر تک قیدیوں میں سینہ زنی ہوتی ہے

انھیں بانڈوں میں سے اک رختِ فرزند نبیؐ ۱۹ ٹوکرِ سینۂ دلبند رسولِ عربی
آفتِ فاقہ کشی، بے پدری تشنہ لبی دم بہ دم تب پہ یہ ہے اپنی ہی نانی کی ہنسی

ہچکیاں بھٹتی ہیں اس ڈر سے وہ روتی ہے
شمر جب آنکھ دکھاتا ہے تو چپ ہوتی ہے

ذکر یہ تھا کہ وہ قیدی سرِ دربار آئے ۲۰ سب پکارے کہ وہ حاکم کے گنہگار آئے
آگے روتے ہوئے سجادِ دل افگار آئے سر پہ چادر نہ حرم، آنکھ میں اشکِ خونبار آئے

صاف خورشید سی شکلیں جو نظر آتی ہیں
آنکھیں سب ظالموں کی بند ہوئی جاتی ہیں

گو کہ اس روز تھیں سیدانیاں کھولے ہوئے بال ۲۰ منہ چھپانے کو کسی پاس نہ تھا اک رومال
بیٹیوں کا اسد اللہ کی، اللہ رے جلال آنکھ اٹھا کر کوئی دیکھے یہ کسی کی تھی مجال

جلوۂ روشنیِ طور نظر آتا تھا
پھوٹتی آنکھوں کو بجز نور نظر آتا تھا

پردۂ چشم سے باہر نہ نکلتی تھی نظر ۲۱ ایک سے پوچھتا تھا ایک کہ قیدی میں کدھر؟
بیٹیاں فاطمۂ زہرا کی جو تھیں ننگے سر دستِ حیدر تھا تماشائیوں کی آنکھوں پر

تھا جو منظورِ خدا، آلِ عبا کا پردہ
فاطمہ روکتی تھی، اپنی ردا کا پردہ

کہا ظالم نے کہ ہاں قیدیوں کو لاؤ قریب ۲۲ حکم یہ سنتے ہی دوڑے گئے دو چار نقیب
شرم کے مارے ہوا بیبیوں کا حال عجیب اپنا سر پیٹ کے بانو نے کہا دائے نصیب

کھینچ کر سب کو ستمگار جو لے جانے لگے
حضرتِ زینبؑ و کلثومؑ کو غش آنے لگے

تخت کے سامنے روتے ہوئے آئے جو اسیر ۲۳ دیکھ کر سیدِ سجاد کو بولا وہ شریر
سرکشی کر کے نہ سربر ہوئے مجھ سے شبیرؑ شکر کرتا ہوں کہ خالق نے کیا تم کو حقیر

بیٹنے کا کہیں دنیا میں سہارا نہ رہا
پنجتن اٹھ گئے اب زور تمہارا نہ رہا

ہاں کہو آج حمایت کو پیمبرؐ ہیں کہاں؟ ۲۴ کیا ہوئے ابنِ علیؑ حیدرِ صفدر ہیں کہاں؟
قید میں ان کی بہو آئی ہے شبّر ہیں کہاں؟ ننّھے سر زینبِ دلگیر ہے سرور ہیں کہاں
ذبح خنجر سے ہُوا جو وہ پدر کس کا ہے؟
اک ذرا غور سے دیکھو تو یہ سر کس کا ہے؟

کس کے ناموس لُٹے کس کا ہوا گھر تاراج؟ ۲۵ کون بے سر ہوا اور کون ہوا صاحبِ تاج؟
ایک چادر کے لیے کس کی بہن ہے محتاج؟ کون کمزور ہے اور کون زبردست ہے آج؟
خلق میں کس کے لیے مرتبہ عالی ہے؟
کس کا اقبال ہے اور کس کی بداقبالی ہے؟

نہر پر بازوئے شبّیرؑ کو مارا کس نے؟ ۲۶ جنگ میں اکبرِ دلگیر کو مارا کس نے؟
تیر سے اصغرِ بے شیر کو مارا کس نے؟ شاہ سے صاحبِ شمشیر کو مارا کس نے؟
فوج بے سر بدنِ سلطانِ حجازی نہ رہے
جن کی تلوار کا شہرہ تھا وہ غازی نہ رہے

سُن کے یہ آگیا بنتِ شہِ مرداں کو جلال ۲۷ ٹھہر ٹھہر اکر کہا کیا بکتا ہے او بداقبال
صاحبِ عزت و توقیر محمدؐ کی ہے آل کبھی ہم لوگوں کی عزت پہ نہ آئے گا زوال
ہم کو بے قدر جو سمجھا تو خطا کرتا ہے
دیکھ مصحف میں خدا کس کی ثنا کرتا ہے

ہاں بتا آیۂ تطہیر کسے آیا ہے؟ ۲۸ دوست اپنا کسے اللہ نے فرمایا ہے
ہُل اُتیٰ کس لیے روح امیں لایا ہے کس نے معراج کا دنیا میں شرف پایا ہے؟
قُرب ایسا کسے اللہ کی درگاہ میں ہے
فرقِ قوسین بتا کس میں اور اللہ میں ہے

زور اپنا کسے اللہ نے امداد کیا ۲۹ خانۂ کفر کو کس شیر نے برباد کیا؟
حق نے قرآن کے سورے میں کسے یاد کیا؟ کس کو اکملتُ لکُم دِینکُم ارشاد کیا؟
کس سے ہر جنگ میں عاجز صفِ کفّار آئی؟
بدر میں کس کے لیے عرش سے تلوار آئی؟

آلِ احمدؐ کو حقارت سے نہ دیکھ او مغرور ۳۰ سب پہ روشن ہے یہ راز اہلِ قبور نے
مار کر سبطِ پیمبرؐ کو یہ خلوت یہ غرور خیر ہم دو، نہ تو دو، نہ محمدؐ دو
حق کا دریائے غضب جوش میں جب آئے گا
باندھنا ہاتھ کا دشمن سے عمل جائے گا

فخر کیونکر نہ کرے تو کہ یہ ہے فخر کی جا ۳۱ تو نے نواسے نبی کعبہ کا کاٹا ہے گلا
ہو گئے سرخ لہو میں سبھی سبز قبا فاطمہؑ زہراؑ کی جائی شہِ ابرار کا جایا
آگ دی خیمہ کو اور زیور و زر لوٹ لیا
جس کے درباں تھے ملک تو نے وہ گھر لوٹ لیا

ترے ناموس تو ہیں پردہ نشیں و اظلم ۳۲ بال بکھرائے کھڑے ہیں ترے دربار میں ہم
ہائے بے پردہ (ب) ہے بانوئے امامِ عالم بے سکینہؑ پہ وہ ظلم اور یہ کبرا پہ ستم
ننگے سر قید میں کر رات کی بیاہی آئی
تجھ کو شادی ہوئی اور ہم پہ تباہی آئی

کیے زینبؑ نے فصاحت سے یہ جس وقت کلام ۳۳ کانپے سینوں میں جگر رونے لگے لوگ تمام
تخت کے نیچے دھرا تھا، جو سرِ پاکِ امام متوجہ ہو سرِ عام اُدھر جا کہ شام
اور ان ظلم رسیدوں پہ جفا کرنے لگا
لبِ فرزندِ پیمبرؐ پہ چھڑی دھرنے لگا

کھول کر چوب سے لب ہائے شہنشاہِ عرب ۳۴ کہتا تھا، پارۂ یاقوت سے بہتر ہیں سب
دُرِ دنداں ہیں یہ تاباں، کہ خجل ہیں کوکب پیٹ کر سینے کو زینبؑ نے کہا ہائے غضب
نہ محمدؐ سے نہ حیدرؑ سے حیا کرتا ہے
قطع ہو جائے ترا ہاتھ، یہ کیا کرتا ہے

اس چھڑی کو مرے بھائی کے لبوں سے سرکا ۳۵ بوسے لیتے تھے انہیں ہونٹوں کے محبوبِ خدا
بہرِ اُمت انہیں ہونٹوں سے دعا کی ہے سدا انہیں دانتوں پہ جفا کرتی تھی صدقے زہراؑ
تجھ کو پیارے نہیں گو، ہم کو تو پیارے ہیں یہ
عرش تک جن کا ہے شہرہ وہ ستارے ہیں یہ

یہ ستم بھائی پہ کن آنکھوں سے دیکھے ہمشیر ۲۶ ارے ظالم سرِ بے تن کی بھلا کیا تقصیر
یہ چھڑی ہائے غضب اور لبِ پاکِ شبیرؑ نہ ستا مجھ کو، میں ہوں بنتِ شہِ خیبر گیر

ان کھلے بالوں کو اب ہاتھوں پہ دھرتی ہوں میں
لے شکایت تری اللہ سے کرتی ہوں میں

کہہ کے یہ غیظ میں آئی جو علیؑ کی جائی ۲۷ آسماں آ گئے جنبش میں زمیں تھرّائی
سر شبیرؑ سے ناگاہ صدا یہ آئی تھام لے غصے کو زینبؑ ترے صدقے بھائی

نہ تلاطم میں کہیں قہرِ الٰہی آ جائے
کہیں اُمت کی نہ کشتی پہ تباہی آ جائے

تم تو آگاہ ہو، شبیرؑ نے جو دکھ پائے ۲۸ پر نہیں حرف شکایت کے زباں پر لائے
سر کو نیوڑا لیا، جب ذبح کو قاتل آئے ہم نے اُمت کے لیے چھاتی پہ نیزے کھائے

اتنی سی بات پہ مصروفِ بکا ہوتی ہو
تم چھڑی ہونٹوں پہ رکھنے سے خفا ہوتی ہو

برچھیاں کھانے سے کیا اس میں کچھ ایذا ہے بڑی ۲۹ چپ رہے تن پہ جو تلوار یہ تلوار پڑی
جائے دور کھی تو رکھی مرے ہونٹوں پہ چھڑی اے بہن یہ بھی گذر جائے گی آفت کی گھڑی

چپ ہیں جو ہم پہ ستم، راہِ خدا میں ہوگا
اس کا انصاف تو دربارِ خدا میں ہوگا

سرِ شبیرؑ نے زینبؑ سے جو یہ کی تقریر ۳۰ آ کے غصے میں لگا کانپنے حاکم بے پیر
شمر سے بولا کہ بس اس کی یہی ہے تعزیر سب کو لے جا کے تو کر سخت خرابے میں اسیر

بس انیسؔ اب جگر و قلب پھنکا جاتا ہے
حالِ زنداں کا نہیں منہ سے کہا جاتا ہے

۲۲

جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی ۱ بچوں کی مارے خوف کے حالت عجب ہوئی
گھٹ گھٹ کے دخترِ شہ دیں، جاں بلب ہوئی مضطر کمال بنتِ امیرِ عرب ہوئی
آفت کا سامنا تھا عجائب وارد ات تھی
زہراؑ کی بیٹیوں پہ قیامت کی رات تھی

پہلے پہل کی قید وہ، اور وارثوں کے داغ ۲ یہ رنج تھا کہ ہووے خزاں دیدہ جیسے باغ
رونے سے اہلِ بیت کو اک دم نہ تھا فراغ نے چاندنی، نہ شمع، نہ مشعل نہ دن چراغ
غُل تھا کہ ایسے گھر بھی الٰہی جہان میں ہیں
ثابت نہیں کہ قبر میں ہیں یا مکان میں ہیں

یوں وہ شکستہ حال تڑپتے تھے ہر نفس ۳ دشوار جیسے صید پہ ہو تنگیٔ قفس
جانوں کو تھی بدن سے نکل جانے کی ہوس بازو بندھے ہوئے تھے نہ تھا کچھ کسی کا بس
دل چھاتیوں میں صورتِ بسمل پھڑکتے تھے
زانوں کے دُر سے جا کے سروں کو پٹکتے تھے

اس گھر میں اہلِ بیتِ محمدؐ ہوئے تھے بند ۴ جز کہنگی، جسے نہ کسی نے کیا پسند
تنگی سے ایک ایک کو تکلیف تھی دوچند تھوڑی سی جا، مگر کہیں پست اور کہیں بلند
وہ بے بیاں اسیر تھیں اس قعرِ زشت میں
ہیں جن کی لونڈیوں کے لیے گھر بہشت میں

زنداں میں جب کہ آلِ پیمبر ہوئے اسیر ۵ (مطبع دوم) کونین کے امیر، کھلے سر ہوئے اسیر
سب رشتہ دار حیدرِ صفدر ہوئے اسیر وحشت سرا میں غش کے اختر ہوئے اسیر
وہ بے بیاں اسیر تھیں، اس قعرِ زشت میں
ہیں جن کی لونڈیوں کے لئے گھر بہشت میں

بستی وہ فاطمہ کی کہاں اور وہ گھر اُجاڑ ۶ جانوں پہ تھی بنی ہوئی قسمت کا تھا بگاڑ
کیا دل گھلیں کہ شام سے جب بند ہوں کواڑ دیواریں تھیں بلند کہ چھاتی پہ تھے پہاڑ

گھبرا کے چھت کو بی بیاں ہر بار تکتی تھیں
ٹوٹے مکاں کی رات کو کڑیاں کڑکتی تھیں

کیجے شکستگی و خرابی کا کیا بیاں ۷ ثبت نہ جس میں سقف نہ در اور نہ سائباں
وحشت کا گھر، ہراس کی جا خوف کا مکاں وہ شب کہ الحذر، وہ اندھیرا کہ الاماں

ظلمت سرائے گور تھی زنداں کا گھر نہ تھا
حجرے یہ تنگ تھے کہ ہوا کا گذر نہ تھا

مثلِ دلِ یزید تھا وہ سب مکاں سیاہ ۸ تاروں کی روشنی کو بھی ملتی تھی واں نہ راہ
چرایا دل جلی ہوئی رانڈوں کا دُود آہ حجرے سے چشمِ تر کے نکلتی نہ تھی نگاہ

دیکھے کسی کی شکل کوئی، یہ محال تھا
روزن بھی تھا کوئی تو وہ چشمِ غزال تھا

شب کا تو ذکر کیا ہے کہ لگتا تھا دن کو ڈر ۹ ظاہر تھے جا بجا حشراتِ زمیں کے گھر
تھے وقفِ آشیانِ ابابیل سقف و در نکلا وہ مر کے قید ہوا اس میں جو بشر

گھر تھا اجل کا خانۂ رنج و بلا نہ تھا
برسوں سے واں چراغ کسی شب جلا نہ تھا

وہ تیرگی کہ ہو شبِ ظلمات اس سے دنگ ۱۰ ہر در بسانِ حجرۂ چشمِ بخیل تنگ
تھی در کی صبح و شام سواد و دیار زنگ دیوار و سقف و بام و زمیں سب سیاہ رنگ

قید اس میں تھے حرم شۂ گردوں مقام کے
کیا صبح مل گئی تھی خرابے کو شام کے

گرمی کی فصل اور ہوا کا وہ احتباس ۱۱ وہ ضیق اس مکاں کی اور قید کا ہراس
اندوہ کا وفور، دلوں پر ہجوم و یاس مائیں جو ننھے بچے تھے بے حواس

دیواریں بھی شکست تھیں در بھی جھکے ہوئے
جانیں بھی غم سے تنگ تھیں، دل بھی رُکے ہوئے

ہر دم زمین سے واں کی اٹھتی تھی یوں بخار ۱۰ جیسے دھواں تنور سے اٹھتا ہے بار بار
گرمی سے یوں زمیں پہ تڑپتے تھے دلفگار جس طرح سے اسیر ہو آتش پہ بے قرار
جھلک جھلک کے آسماں کو حسرت سے تکتے تھے
کھیتے ہوا سے سردی کو بچتے سسکتے تھے

جھڑتی تھی واں کی سقف سے ہر دم بروتِ خاک ۱۱ گرتے اڑتے ہوئے رنڈوں کے جسم پاک
بھاگی تھی روشنی بھی یہ جو تھے ستون تاک جلتے تھے سب مکاں یہ خراب ہوئے ہیں بلا
قسمت میں ہے یہ قید سی جانیب نو
اچھا تو ہے جو خاک کا پردہ نصیب ہو

اک یک سے یہ کہتی تھی زینب جگر فگار ۱۲ اے فاقہ کش مکاں کے مکیں بہر کردگار
مجبور جو غریب ہوں کیا اُن کا اختیار سایا تو ہے سروں پہ خدا کا بڑا ہے کار
سہتے جائیے یہ حال ستم مشفقین پر
کیا گذری ہوگی دھوپ میں باشِ حسین پر

غارت گروں نے لوٹ لیا کہنہ پیرہن ۱۳ وہ ریگِ گرم اور وہ عریانی بدن
ہے ہے وہ شب پہاڑ سی اور کربلا کا بن کس طرح جائے بھائی تلک یہ کرے بہن
پیاسا گلا کٹا کے موئے جس کی راہ میں
سونپی ہے میں نے عرش اُسی کی پناہ میں

ہے مرے گلے کی کوئی کھول دے اگر ۱۴ مقتل کو ڈھونڈتی ہوئی جاؤں برہنہ سر
نکلی میں جب تو پھر نہیں درکار راہبر رستے میں پوچھ لوں گی کہ ہے کربلا کدھر
ممکن ہے یہ کہ لاش کو زینب نہ پائے گی
بھائی کے خوں کی بو مجھے کوسوں سے آئے گی

کہنے لگی یہ اُٹھ کے سکینہ جگر فگار ۱۵ بیتی چبو مجھے بھی چھپو پھی تم پہ میں نثار
چھپ کر چلی گئیں تو میں روؤں گی زار زار تم نے بھی کیا بھلا دیا دل سے ہمارا پیار
مر جاؤں گی اگر نہ پدر سے ملوں گی
کیا اس اندھیرے گھر میں مجھے چھوڑ جاؤ گی

رو کر تب اُس یتیم سے زینبؑ نے یہ کہا ۱۸ واری کہاں ہیں اور کہاں دشتِ کربلا
بے کس، اسیرِ دامِ بلا غم کی مبتلا قیدی کو کون جانے کی دے گا سہل رضا
بھائی کی لاش پاس اگر رہنے پائی میں
زنداں میں قید ہونے کو کاہے کو آتی میں

ہے دشتِ کربلا کی کئی دن کی یاں سے راہ ۱۹ ایسے کہاں نصیب کہ حاصل ہو وصلِ شاہ
گھر میں یزید کے ہے، سرِ شاہِ دیں پناہ ہم قید اس مکاں میں ہیں، بے جرم و بے گناہ
ہم سا کوئی جہاں میں نہ آفت نصیب ہو
ممکن نہیں کہ سر کی زیارت نصیب ہو

یہ تفرقہ بھی ہوتا ہے کہ زیرِ آسماں ۲۰ ہے ایک شہر پائے ہیں لیکن الگ مکاں
ہم ہیں کہیں، کہیں ہے سرِ شاہِ انس و جاں میں کس کے آگے اپنی مصیبت کروں بیاں
بے بس ہیں رشتہ دار شہ ذوالفقار کے
حاکم کے ڈر سے رو نہیں سکتے پکار کے

کہنے لگی یہ سُن کے سکینہؑ بہ چشمِ تر ۲۱ ہے ہے پھوپھی نہ آئیں گے کیا اب مرے پدر
حاکم کے گھر میں قید ہیں سلطانِ بحر و بر اب مجھ کو نیند کاہے کو آئے گی رات بھر
سچ کہتی ہو نہ شاہِ خوش انجام آئیں گے؟
اماں تو کہتی تھیں کہ سرِ شام آئیں گے

جب روکے پوچھتی ہوں کہ بابا گئے کدھر ۲۲ بہلاتی ہیں مجھے کہ سدھارے ہیں نہر پر
کہتا ہے کوئی دور نہیں، شاہِ بحر و بر روؤ نہ تم اب آئیں گے، اب آئیں گے پدر
خاطر کی بات کیا کوئی پہچانتا نہیں
سُن لیتی ہوں میں سب کی، پہ دل مانتا نہیں

سمجھاتی ہیں چچی کہ اب آنسو نہ تم بہاؤ ۲۳ آرام سے سلاؤں میں، گودی میں میری آؤ
سب عنقریب ہے کہ چچا اور پدر کو پاؤ کہتی ہوں اُن سے میں کہ بھلا تم تو سو رہو
سچ ہے اگر تو کس لیے بے تاب ہوتی ہو
کیوں منہ کو پھیر کر مری جانب سے روتی ہو

ماں سے جو پوچھتی ہوں کہ تم کب گئے تھے بہو ۲۴ وہ کہتی ہیں کہ آؤ مری جان سو رہو
اس شب کو اور شب کی تباہی کا غم سہو کہو تبھی جوش سے وہ تمہیں کیا کہو

دل صبح سے پھاڑے ہے بستی اُجاڑے ہے
مجھ کو تو کاٹنے سی شب کا پہاڑے ہے

معلوم ہو گیا مجھے بہتے ہیں یہ سب ۲۵ تم نہ تھے قید میں لگے یہ تشنہ لب
کیا حاصل اس چھپانے سے شاید جو ہونگے میں سن کے بات چپکی یوں آئے ہے غضب

یہ لوگ تو کبھی نہ مفصل بتائیں گے
میں اپنی جان دوں گی جو باہر نہ آئیں گے

یہ ذکر تھا ابھی کہ ہوا بند قفل در ۲۶ زنداں میں اور ہوئی غارت زیادہ تر
گھبرا کے دیکھنے لگیں رانڈیں اِدھر اُدھر جز تیرگی کسی کو نہ آتا کچھ نظر

تڑپے یہ دل کہ سینوں میں سانسیں اکھڑ گئیں
ماؤں سے بچے، بچوں سے مائیں بچھڑ گئیں

نظروں سے صورتیں جو ہوئیں یک بہ یک نہاں ۲۷ ہاتھوں سے ڈھونڈھنے لگیں بچوں کو بیبیاں
چلائی بے حواسی میں بانوئے خستہ جاں دیکھو تو بیبیو! کہ ہے اصغر کہاں کہاں

دل پر سکینہ جان کے صدمے گذر نہ جائیں
بچے مرے دہل کے اندھیرے میں ڈر نہ جائیں

پھرتا تھا گھٹنیوں ابھی یاں میرا نونہال ۲۸ بچے کا میرے صاحبو کھیو ذرا خیال
کہنے لگی یہ زینبِ بے کس بہ صد حزں کس کی تلاش میں ہے تمہارا لال

ملتا نہیں ہے پھر جسے ہاتھوں سے کھوتے ہیں
تم جن کو ڈھونڈھتی ہو وہ مقتل میں سوتے ہیں

چھاتی کو پیٹ کر یہ پکاری وہ سوگوار ۲۹ تو جانتی تھی میں کہ یہیں ہے وہ گُل عذار
ہے ہے دُرِ مجھ سے ہائے مرا طفلِ شیر خوار اصغر تمہارے ننھے سے لاشے کے میں نثار

اے لال دمِ شہ خوش خُو میں سوتے ہو
ماں سے بچھڑ کے باپ کے پہلو میں سوتے ہو

راتوں کو اُٹھ کے دودھ یہ ماں اب کسے پلائے ۳۰ کس کی بلائیں، پیار سے لے کس کے صدقے جائے
آجاؤ ماں کے پاس، اگر نیند واں نہ آئے ان چھوٹے چھوٹے پاؤں کو، ہاتھوں سے ماں دبائے

اُفت جو ہے پدر کی تو ماں کا بھی درد ہو
گو دُن کی گرم ہو، مری چھاتی بھی سرد ہو

بانو کے اس بیان پہ بلکتے تھے سب حرم ۳۱ باقرؑ پکارتے تھے کہ کیونکر جئیں گے ہم
چلاتی تھی سکینہؑ کہ گھٹتا ہے میرا دم زنداں کا درد بھی ہوگیا معمورۂ ستم

کھولے گا قفل کون عباسؑ آئیں گے
لو اب پدر کدھر سے مرے پاس آئیں گے

نکرا کے سر اندھیرے میں چلائیں گے اسیر ۳۲ اب روشنی کہاں سے بھلا لائیں گے اسیر
گرمی کے مارے اور بھی گھبرائیں گے سیر بے بے یہ کیا غضب ہوا مر جائیں گے اسیر

دربانوں کو پکارو، پیمبرؐ کے واسطے
کھلوا دو قفل فاتحِ خیبرؑ کے واسطے

زنداں کا در کدھر ہے مجھے لے چلو شتاب ۳۳ دربانوں سے کہوں گی میں با دیدۂ پُر آب
وا دا مرا ہے شہرِ علومِ نبیؐ کا باب مجھ پر کرو گے رحم تو ہوگا تمہیں ثواب

پھر کل سے بے کسوں کو نظر بند کیجیو
آیئیں بابا جان تو در بند کیجیو

بولا نہ جب کوئی تو ہوا غم زیادہ تر ۳۴ دیوار پکڑے پکڑے گئی وہ قریب در
پٹ کو ہلا ہلا کے پکاری وہ نوحہ گر دربانو جاگتے ہو، کہ سوتے ہو بے خبر

بے کس ہوں، تشنہ لب ہوں، فدک کی ستائی ہوں
پھوپھی تمہاری اپنا حال میں کہنے کو آئی ہوں

بولا کوئی کہ کون ہے تُو اے نحیف و زار ۳۵ دل ہوگیا ہے، تیری صدا سن کے بے قرار
اک آہ سرد بھر کے یہ بولی وہ دل فگار آفت زدہ اسیر و پریشان و سوگوار

چھوٹے سے سن میں قیدیِ زندانِ شام ہوں
میں دخترِ حسینؑ علیہ السلام ہوں

۲۶ بولتی ہوں اُس کی جو کہ ہے کونین کا مالک
ایسا کریم تھا، وہ دو عالم کا دست گیر

شہرت جہاں میں ہمت مشکل کشا کی ہے
ہم آج ہیں سیہ، یہ قدامت خدا کی ہے

۲۷ کہتی نہیں میں یہ کہ کرو قسمت رسا
کھانے کی کچھ طلب ہے نہ پانی کی التجا

جائیں گے ہم کہاں، تمہارے خواستے ہیں
بابا حسینؑ آج کی شب آنے والے ہیں

۲۸ اصغرؑ ہے ان کے ساتھ یقیں ہے کہ بچ رہیں
چوکی کے لوگ سو رہیں، ڈر پر مجھے نہیں

نیند آئے گی نہ ہو بہت بے قرار رہوں
بھاگے کوئی اسیر تو میں ذمہ دار ہوں

۲۹ منظور ابھی نہ ہو تمہیں در کھولنا اگر
دے جاتی ہوں پتہ تمہیں ان کا میں نوحہ گر

بوزلفِ مشک فام کی مہکے گی بُو وہ سے
چھلکے گی چاندنی رخِ روشن کے نور سے

۳۰ باندھے ہیں مصطفےٰ کا عمامہ وہ تاجدار
بالہ سا گرد ماہ کے ہے خطِ مشک بار

گہ ذکرِ حق سے گاہ زباں پر درود ہے
سوکھے لبوں سے پیاس کی شدت نمود ہے

۳۱ ساتھ ان کے ہوئے گا، علی اکبر سا گل عذار
تصویر ہے نبیؐ کی سراپا وہ ذی وقار

نجمِ فلک پسینے کے قطروں سے ماند ہیں
دنیا کی روشنی ہیں اندھیرے کے چاند ہیں

ہوں گے جلو میں حضرتِ عباسِ نوجواں ۴۲ ہوتا ہے جس سے دبدبۂ شیرِ حق عیاں
اس شیر کا نشاں یہ ہے، اور یہ شکوہ و شاں اک دوش پر تو مشک ہے، اک دوش پر نشاں

قمری تو قد، پہ چال پہ صدقے تذرو ہیں
نامِ خدا علیؑ کے گلستاں کے سرو ہیں

مجھ بن نہ سوئے ہوں گے شہنشاہِ خوش خصال ۴۳ بے خواب میں ہوں، ان کو بھی ہوگا مرا خیال
تم دیکھ لیجو مجھ سے ہے الفت انہیں کمال آتے ہی تم سے پوچھیں گے، پہلے ہی میرا حال

میں خود کہوں گی مجھ پہ جو آفت گذر گئی
مر جائیں گے پدر، یہ نہ کہنا کہ مر گئی

ہوتے نہیں عزیز کے دختر دلپسر ۴۴ پر مجھ کو چاہتے ہیں وہ سب سے زیادہ تر
سوتی تھی اُن کی چھاتی پہ منہ رکھ کے رات بھر زندہ میں اب زمیں پہ تڑپتی ہوں تا سحر

موقوف اُن پہ میری حیات و ممات ہے
آنے کا ہے یہ دن یہی وعدے کی رات ہے

بولے نگاہباں کہ ترا دھیان ہے کدھر ۴۵ جا ماں کے پاس بیٹھ کہاں تو، کہاں پدر
بے صبح کے ہوئے نہیں کھلنے کا قفلِ در کیا شمر کے طمانچوں کا تجھ کو نہیں ہے ڈر

دن کو بھی روتی رہتی ہے شب کو بھی روتی ہے
نہ ہم کو سونے دیتی ہے نے آپ سوتی ہے

ناحق ابھی سے کاہے کو کرتی ہے شور و شین ۴۶ جا قفل کھول دیں گے بھلا آئیں تو حسینؑ
رونے سے تیرے شب کو بھی ملتا نہیں ہے چین ہر وقت کے سنے نہیں جاتے ہیں تیرے بین

بلوائیں شمر کو تری تعزیر کے لیے
رونا نہ کم کرے گی تو شبیرؑ کے لیے

ماں بہنیں قید ہو گئیں آتش سے گھر جلا ۴۷ آیا بچانے کوئی بُرے وقت میں بھلا
کھائے طمانچے جب تو ترا زور کب چلا کس دیوے آ کے شمر، نہ رسی سے پھر گلا

انؑ سے چھٹے تو اور بھی صدمہ دو چند ہو
ایسا نہ ہو جدا کسی حجرے میں بند ہو

یہ بات سُن کے سہم گئی دختِ غمگسار ۴۸ دوڑی ہوئی گئی در خیمہ کی اور زار
دالان سے پکاری یہ بانوئے نامدار ہاں کون در پہ آیا ہے کیا کام ہے تمہیں
کھولے گا کون در کے یہاں آپ کے سوا
ڈرتی ہوں کہیں دشمنِ دیں آپ ہی نہ ہو

زنجیرِ در نہ رات کو کھولیں گے یہ کہیں ۴۹ ہیں منتظر یہاں کھڑے دشمن ہزاروں ہیں
پست و بلند خانۂ زنداں کی ہے زمیں گر جائے گر پڑو نہ مدینے میں ہے کہیں
دشمن ہر اک بے شعور اہلِ عناد ہیں
سونا بھی آج بھول گئیں شہ کی یاد میں

بولی سکینہؑ جان رہے تن میں یا کہ جائے ۵۰ بیٹھی ہوں جب تک نہ شوہر پدر آئے
بے جرم کان زخمی ہوئے اور طمانچے کھائے جو چاہے مجھ تک کی تنائی وہ کر لے
واں کیا ہے یوں نہ بیٹھ کے آنسو بہاؤں میں
اچھا مجھے پدر سے ملا دو تو آؤں میں

کبرا کے صدقے جاؤ بھلاؤ ہمارا پیار ۵۱ سمجھو کہ ایک بیٹی ہوئی باپ پر نثار
مشکل ہے صبر، دل پہ مرا کیا ہے اختیار اب کوئی دم میں تن سے نکلتی ہے جانِ زار
راحت بہت نصیب میں کم لے کے آئے ہیں
اتنی ہی عمر خلق میں ہم لے کے آئے ہیں

اصغرؑ کو اپنی گود میں لو، مجھ سے کیا ہے کام ۵۲ پیاری تھی سارے گھر کی میں تھے جب تک ماں
تم اپنے دل میں سمجھو کہ میں ہو گئی تمام اماں بس اب پکار دو اے میرے نیک نام
سبطِ رسولؐ سے مجھے پیارا نہیں کوئی
بابا ہی جب نہیں تو ہمارا نہیں کوئی

بیٹی سے رو کے بولی یہ بانوئے تشنہ لب ۵۳ ہاں بی بی پڑ گئی ہے میری ہی تقصیر سب
میں نے ہی شہ سے تم کو چھڑایا ہے بے سبب تو آؤ بس معاف کرو جرم ماں کا اب
جو چاہو کہہ لو ایسی ہی تقصیر وار ہوں
سمجھو نہ ماں یہ جانو کہ خدمت گزار ہوں

صدقے ہے جاں تک مری گھر بار کیا ہے چیز ۵۴ میں اک تمہارے باپ کی ادنیٰ سی ہوں کنیز
سب سے سوا ہے یوسف زہرا تمہیں عزیز میں جانتی ہوں کیا مجھے اتنی نہیں تمیز
واری گلا جو ماں کا کیا سب بجا کیا
میں نے تمہارے باپ سے تم کو جدا کیا

بابا کے آگے سچ ہے بھلا ماں کی قدر کیا ۵۵ کسرائی میں وہ احمدِ مرسل کا دلربا
بیزار تم ہو مجھ سے میں اصغرؑ سے ہوں خفا پوچھی خبر نہ ماں کی، دیا ساتھ باپ کا
بیٹوں کا کیا گلا ہے بھلا وہ تو دُور ہیں
تقصیر وار ہیں ہمیں، سب بے قصور ہیں

مشہور ہے کہ چاہتے ہیں باپ کو پسر ۵۶ بیٹی کو ماں سے ہوتی ہے الفت زیادہ تر
اک بدنصیب ہم ہیں کہ مر جائیں بھی اگر بیٹوں کو کچھ خیال، نہ بیٹی کو کچھ خبر
گو ہم نہ ہوں عزیز، وہ ہم کو تو پیارے ہیں
ماں سمجھیں یا نہ سمجھیں، سب آنکھوں کے تارے ہیں

روتی ہوئی یہ کہہ کے اٹھی با نوئے حزیں ۵۰ بیٹی کو ڈھونڈھتی ہوئی دروازے کے قریں
روتی تھی منہ کو کرتے سے ڈھانپے وہ مہ جبیں پاس آ کے ماں نے سر سے قدم تک بلائیں لیں
سر کو جھکا کے پہلے تو وہ چپ چپ ہٹ گئیں
پھر ننھے ہاتھ اٹھا کے گلے سے لپٹ گئیں

لے آئی ماں گلے سے لگا کر بہ چشمِ تر ۵۸ چپ ہو کے اُن کی گود میں لیٹی وہ نوحہ گر
بیٹھی اسیہ بی بیاں سب گرد آن کر ہاتھوں سے کوئی پاؤں دباتی تھی، کوئی سر
ماں لیتی تھی بلائیں پھوپھی صدقے جاتی تھی
بابا بغیر نیند اُسے لیکن نہ آتی تھی

ماں کہتی تھی تھپک کے مری جان سو رہو ۵۹ زخمی ہیں پھر نہ دُکھنے لگیں کان سو رہو
فرماتی تھیں پھوپھی کہ میں قربان سو رہو کبریٰ یہ کہتی تھی بہن آ کے آن سو رہو
جی چاہتا ہے چین سے کوئی دم تمہیں
بابا جب آئیں گے تو جگا دیں گے ہم تمہیں

کہتی تھی ایک ایک سے رو کر وہ ماہ رُو ۶۰ تھی شہ کے ساتھ شام سے سونے کی بھ وُ
کیا نیند آئے غم سے جگر ہو گیا لہو سینہ کہاں وہ چاند سا اور اب کہاں وہ بُو

تھوڑا ستم سہا ہے بچوڑ کر حسینؑ سے
سوؤں گی اب تو قبر میں جا کر میں چین سے

لوگو بس اب رکھو نہ مری زندگی کی آس ۶۱ بابا تو آ چکے ہیں نہ جائیں گے اُن کے پاس
ماں نے کہا کرو نہ مری جاں کلام یاس باتیں یہ سُن کے روتی ہوں بے تو ں

اصغرؑ تو جا کے سو گئے ماں کی یاد کو
کیا تم بھی سو جاؤ گی اس نام زاد کو

بی بی تمہیں بتاؤ بھلا ماں کا کیا قصور ۶۲ بابا اگر ہیں دُور، تو میں تو نہیں ہوں دُور
صادق ہے اپنے قول کا وہ، کبریا کا نور اتنا کہوں گی میں کہ حسینؑ آئیں گے ضرور

کیا دو گی ہم کو آج جو بابا کو پاؤ گی
پر یاد رکھیو یہ کہ ہمیں بھول جاؤ گی

تم کو سکھائے رکھتی ہوں جس دم پدر ملے ۶۳ صدقے گئی نہ آنے کے کیجو بہت گلے
ماں واری سچ ہے غنچۂ دل کس طرح کھلے یوں اس کو بھول جاتے ہیں جو یہ سے ہے

دفتر مصیبتوں کا بھی اپنے نہ کھولوں گی
تم جب تلک نہ بولو گی میں بھی نہ بولوں گی

سچ ہے نہ صاحب ان کی یہ بھائی نہ مجھ کو بات ۶۴ بچی کو میری غم ہے مجھے تلخ ہے حیات
بوسے جو منہ کے لینے لگیں شاہِ خوش صفات رکھ لیجو اپنے چہرے پہ تم چھوٹے چھوٹے ہات

آزردگی کی ہے یہ جگہ کیوں چلے گئے
اصغرؑ کو ساتھ لے گئے تم کو نہ لے گئے

اک آہ سرد کھینچ کے یہ بولی وہ نوحہ گر ۶۵ اماں میں چُپ رہوں گی بھلا آئیں تو پدر
روئیں گے ڈھونڈھ کے جب وہ اِدھر اُدھر اس وقت گر پڑوں گی میں قدموں پہ دوڑ کر

اتنا تو کہہ دو مجھ سے اگر مر نہ جاؤں گی
صدقے تمہارے منہ کے میں بابا کو پاؤں گی

میرے طمانچے کھانے کا اُن سے نہ کہو حال ۶۶ اماں بہت کڑھیں گے شہنشاہِ خوش خصال
ہوئے گا غیظ سے علی اکبرؑ کا رنگ لال عباسِ نامدار کو آجائے گا جلال
منظور ہے کہ قیدِ ستم سے رہائی ہو
ایسا نہ ہو کہ پھر کہیں، اُن سے لڑائی ہو

کیوں اماں جان! قبلۂ عالم ابھی جو آئیں ۶۷ رو(و) رو کر اشتیاق سے مجھ کو گلے لگائیں
جیتا خدا کرے علی اصغرؑ کو، ساتھ لائیں صدمے جو گزرے ہیں، ابھی سب مجھ کو بھول جائیں
تو جاں سے میں نثار، شہِ خوش خصال کے
کیا سودں ہاتھ چاندسی گردن میں ڈال کے

لے کر بلائیں بانوئے بے کس نے یہ کہا ۶۸ اے عاشقِ پدر تری باتوں کے میں فدا
سمجھو تم اب یہیں اُنہیں، عرصہ نہیں ذرا آئے کوئی گھڑی میں شہنشاہِ کربلا
بابا سے ہم بغل تمہیں ہونا نصیب ہو
چھاتی پہ اُن کی رات کو سونا نصیب ہو

صدقے گئی جب آئیں شہنشاہِ انس و جاں ۶۹ میرا گلہ نہ کیجو تم اُن سے، سکینہؑ جاں
تقصیر جو ہوئی وہ تمہیں بخشوا دی ماں آزردہ مجھ سے ہوں گے بہت، سرورِ زماں
لشکرِ یزید کا دمِ غارت نہ تُل سکا
سیلی لگائی جب تو مرا بس نہ چل سکا

بیٹی سے ماں نے کیں جو یہ باتیں بہ چشمِ تر ۷۰ جاگی بہت کتی، سو رہی وہ عاشقِ پدر
سب ہو گئے خموش، اسیرانِ نوحہ گر بدلی نگاہ بانوں نے چوکی، بجا پہر
فاقوں میں قیدیوں نے ادھر شکرِ رب کیا
اور اس طرف یزید نے خاصہ طلب کیا

زنداں میں مضطرب تھے اسیرانِ نوحہ گر مطلعِ سوم ۷۱ وہ ہولناک شب وہ اندھیرا کہ الحذر
بیٹھی تھیں فرشِ خاک پہ رانڈیں برہنہ سر بدلی نگاہ بانوں نے چوکی، بجا پہر
فاقوں میں قیدیوں نے اِدھر شکرِ رب کیا
اور اُس طرف یزید نے خاصہ طلب کیا

جلدی مجلسِ میں روانہ ہوا طعام ۷۴ خاصہ چنا خواصوں نے با زینت تمام
ہاں ہند کو بلاؤ یہ بولا امیرِ شام تب آ کے کہنہ خاص نے اس سے کیا پیام

خاصہ نہ دان کو نوش کیا ہے نہ سونی ہیں
بی بی سحر سے آج کئی بار رونی ہیں

لیٹی رہی ہیں مسند کو پیٹے بہ صد ملال ۷۵ چہرے ہیں زرد رونے سے آنکھیں ہیں دونوں لال
کنگھی نہ سر میں کی ہے نہ سُرمے کا ہے خیال کیوں دل گرفتہ بیں نہیں کُلفت سی پر مجال

حمام نے کیا ہے نہ کپڑے بدلتی ہیں
مہندی کے بدلے وہ کف افسوس ملتی ہیں

گہنا اُتار ڈالا ہے یوں جی میں آئی ہے ۷۶ بے وجہ سوگواروں کی صورت بنائی ہے
تکیہ ہے تر یہ اشکوں کی ندی بہائی ہے مسند پہ بیٹھنے کی قسم کل سے کھائی ہے

یہ شکل رنج و غم کی ہے اس باتمیز کی
جیسے سنائی آئے کسی کے عزیز کی

بولا خبر یہ سُنتے ہی، وہ بانیِ ستم ۷۷ جا کر کہو کہ دیر سے یاں منتظر ہیں ہم
دوڑیں یہ حکم سُن کے، خواصیں کی سہم ناچار بند، آن کے بیٹھی بہ چشمِ نم

ہرگز یزید کی، تو نہ جانب نگاہ کی
دیکھا طعام گرم، تو اک سرد آہ کی

پوچھا یزید نے کہ ہے کچھ بدمزہ مزاج ۷۸ بولی یہ ہند ہوتا ہے ہاں درد دل میں آج
ہے ظلم اور ستم کا ترے عہد میں رواج اپنے جگر کے زخم کا، میں کیا کروں علاج

تجھ کو تو عید ہے مجھے صدمے گذرتے ہیں
یہ کون ہیں جو راتوں کو فریاد کرتے ہیں؟

بتلا یہ سب اسیر، مسلماں ہیں یا نہیں؟ ،، قوم ان کی کیا ہے صاحبِ ایماں ہیں یا نہیں؟
محبوبِ کبریا کے ثنا خواں ہیں یا نہیں؟ آیا یہ لوگ قائلِ قرآں ہیں یا نہیں؟

سفتی ہوں، بے کس اُن سے نہ ہوں گے زمانے میں
یہ کس خطا پہ قید ہوئے، قید خانے میں

ہیں کیسا یہ لوگ منکر پیغمبر آلہ؟ ۷۸ شاید نہیں علیؑ کے گھرانے سے اُن کو راہ؟
کیوں ہاتھ سب کے باندھے ہیں، کھلتا نہیں یہ آہ کاٹا ہے کس کا سر کسے لوٹا ہے بے گناہ

کافر ہے وہ، عناد جسے پنجتن سے ہے
کیا دشمنی کچھ ان کو حسینؑ و حسنؑ سے ہے؟

کوئی اگر کہے بھی تو میں مانتی ہوں کب ۷۹ ابرار و حق پرست ہیں، قیدی یہ سب کے سب
میں سُن چکی ہوں آپ، صدائے نمازِ شب فاقوں میں بھی وہ کرتے ہیں تا صبح شکرِ رب

گرمی سے گو کہ سینوں میں دم ان کے رکتے ہیں
ماؤں کے ساتھ سجدے میں بچے بھی جھکتے ہیں

قیدی ہیں، پر قضا کبھی ہوتی نہیں نماز ۸۰ رکھتے ہیں پانچ وقت زمیں پر سرِ نیاز
آواز میں سُنا نہیں، یہ سوز یہ گداز سجدے میں حق سے کہتے ہیں کچھ اپنے دل کا راز

چھوٹے بڑوں کی عادتِ طاعت گزاری ہے
آٹھوں پہر دُرود زبانوں پہ جاری ہے

قیدی ہے ظاہرا کوئی، بیمار و ناتواں ۸۱ معلوم کچھ نہیں کہ وہ لڑکا ہے یا جواں
آواز اِک ضعیف سی آتی ہے ہر زماں کیسا کراہتا ہے سحر تک وہ نیم جاں

یہ درد ہے صدا میں کہ دل ٹکڑے ہوتے ہیں
رونے پہ اس کے لوگ محلے کے روتے ہیں

کرتا ہے جب تلاوتِ قرآں وہ حق کا نور ۸۲ ہوتا ہے، لحنِ حضرتِ داؤدؑ کا ظہور
رشتہ کچھ اس کو مصحفِ ناطق سے ہے ضرور قرآں کے حرف حرف کے معنی پہ ہے عبور

تقریر کیا فصیح ہے کیا خوش بیان ہے
گویا زبان اس کی خدا کی زبان ہے

دن بھر تو اس کو رہتا ہے غش اور درد سر ۸۳ کرتا ہے نصف شب سے مناجات تا سحر
واللہ کیا دعاؤں کے فقروں میں ہے اثر بہہ جائے آب ہو کے، جو پتھر کا ہو جگر

شاید کوئی عزیزۂ مشرقین ہے
صورتِ حسن میں، حسنِ صدائے حسینؑ ہے

کہتے ہیں عبد و شکر ات اللہ رے حوصلہ ۸۴ شکوہ نہ حق کا ہے نہ زبیر کا گلہ
جاری ہے صبح و شام عبادت کا سلسلہ ہر دم رواں ہے چڑھتے فلک پر فلک فلک

گردن جھکی ہوئی ہے، خدا پر نگاہ ہے

لب پر کبھی تو آہ کبھی لا الٰہ ہے

سنتی ہوں ننھے بچے بھی، دو چار ہیں یہ ۸۵ زنگی بھی کوئی قید ہے، رشک منہ نہ ہے
رونے سے اس کے لگتے ہیں میرے جگر پہ تیر کیا قہر ہے یہ خلد، طپنوں پہ اے خدا

دکھ دے کسی کو یہ نہیں عادت کریم کی

قرآں میں کی ہے حق نے سفارش یتیم کی

اے سست رائے قلب کو اتنا بھی کر نہ سخت ۸۶ عقبیٰ میں رو سفید ہو، تا او سیاہ بخت
رہتے ہیں سر جھکائے ہوئے بار دار درخت ڈرتے مجھے کہیں نہ اُلٹ جائے تیرا تخت

حاکم کو خوف چاہیے، قہر الٰہ سے

اکثر گری ہے برق، یتیموں کی آہ سے

کرتے ہیں لطف و رحم فقیروں پہ اغنیا ۸۷ عقبیٰ میں کام آتا ہے، یاں کا دیا لیا
خالق نے اپنے ملک کا حاکم، تجھے کیا جز نامِ نیک، کون جہاں میں سدا جیا

زنداں میں قیدیوں کا بہت حالِ غیر ہے

کچھ خیر کر کہ خیر سے عقبیٰ بخیر ہے

قارونؑ کا گنج اور ستم ایجاد کیا ہوا ۸۸ نمرودؑ کس طرف گیا شداد کیا ہوا
تھا پہلے وہ جو بانیِ بیداد کیا ہوا فرعونِ بدنہاد سا جلاد کیا ہوا

وہ قبر میں ہیں آج، جو کل تھے رواق میں

ڈھونڈھو تو خاک بھی نہیں کسریٰؑ کے طاق میں

گرمی کی فصل اور یہ مکاں تنگ ہائے ہائے ۸۹ اب رحم کر خدارے کوئی معصوم مر نہ جائے
فاقے سے ہوں وہ قید میں، تو نعمتیں یہ کھائے پانی تو پیاس میں کوئی جا کر انہیں پلائے

دل سے بھلا نہ وعدۂ روزِ نخست کو

بیمار کو دوا، نہ غذا تندرست کو

کھانے کو میں نہ ہاتھ لگاؤں گی، کیسی بھوک ۹۰ اُٹھتی ہے بار بار کلیجے میں میرے ہُوک
اُن کے بغیر مجھ کو یہ کھانا ہے مثلِ خُوک[15] یہ بے کسوں پہ ظلم، غریبوں سے یہ سلوک

خوش ہوگا حق دلوں کو یتیموں کے شاد کر
کیا رحم سخا کرم کو محمدؐ کے یاد کر

کافر کے گھر کو بھی کبھی لوٹا نہ، بعدِ جنگ ۹۱ چادر گلے میں ڈال کے کھینچا ہوئے نہ تنگ
جو ہاتھ آیا دے دیا، سائل کو بے درنگ عسرت یہ تھی کہ فاقوں میں، باندھا شکم پہ سنگ

اس بادشاہِ دیں کو نہ کچھ فکر اور تھی
رانڈوں کی پرورش تھی، یتیموں کی غور تھی

یکساں تھا خُلق آپ کا، شاہ و فقیر سے ۹۲ بٹھلاتے تھے فقیر کو برتر امیر سے
باتیں تھیں پرورش کی یتیم[16] و یسیر سے کرتے تھے سیر اُنہیں رطب و شہد و شیر سے

ہر شب کو قیدیوں کی خبر لینے جاتے تھے
دو دن کے بعد نانِ جویں آپ کھاتے تھے

ہے آج تک جہاں میں علیؑ کے کرم کا شور ۹۳ ہر ایک کی زبان پہ ہے نقلِ فقیرِ کور[18]
تھا بازوئے رسولؐ میں دستِ خدا کا زور پرواہ رے کرم نہ گوارا تھا، رنجِ مور

کی اُس نے کچھ زبان سے شکایت تو ڈر گئے
کاندھے پہ رکھ کے مشکِ ضعیفہ کے گھر گئے

رانڈوں کے وارث اور یتیموں کے تھے پدر ۹۴ قاتل[19] پہ مرتے مرتے رکھی رحم کی نظر
ہر دم حسینؑ پر یہ تقید تھی اے پسر قیدی کے بھی طعام کی رکھیو ذرا نظر

راضی نہ اس کے قتل پہ مشکل کُشا ہوئے
مشکیں جو باندھ دیں تو حسینؑ سے خفا ہوئے

خلق خدا ہے معترفِ خلقِ مجتبا[20] ۹۵ دریائے[21] فیض ابرِ کرم منبعِ سخا
یا دش بخیر ذکر کروں کیا حسینؑ کا آقا کو دیر گاہ، سلامت رکھے خدا

دونوں جہاں میں کیا برکت ایک دم سے ہے
قائم جو ہے زمیں، تو اُنہیں کے قدم سے ہے

دنیا ہو اور حسینؑ میں اس نام کے نثار ۹۶ فیض نبیؐ تو صدقے تیرے ہزار ہزار

خوشبوئے پنجتن کی ہے مشرقین میں
ہیں جمع کس قدر حسنات ایک حسین میں

کتنی میں بھی نیفس صحبت مدت بعد ۹۷ پیدا ہے حق سے غیب طہارت کا بانٹ

نیلے نشاں ہیں، چاندے کاندھوں پہ ہیں عیاں ۹۸ ناناؐ جاتے ہیں خوب کروں سے

اس پر بھی ہر گھڑی یہ دعا ہے زبان سے
یارب بچائیو مجھے بارِ گناہ سے

اُس سالک طریقت ہر بیت سے ہیں فرد ۹۹ پیاسے ہی کر گئے ہیں کشتی پہ

ناقے تو پیچھے ہوتے ہیں، آگے وہ ناقہ ۱۰۰ خوف سے ان پہ گھٹ گیا زہرا کا

اس سال بھی سنا ہے کہ تشریف لائے ہیں
کعبے میں اہلِ بیت بھی ہمراہ آئے ہیں

کیا جانے حج کے بعد ہمارے ہیں وہ کدھر؟ ۹۹ لونڈی سے پھر نہیں ملتی کبھی خبر

رہتی ہوں اس خیال میں پہروں میں نوحہ گر کعبے میں رہ گئے ہوں نہ سبطین جوار

بے دُھوم کچھ دنوں سے جدال وقتال کی
یارب تو خیر کیجیو، زہرا کے لال کی

اس خاندان میں کون رہا ہے سوائے شاہ ۱۰۰ قائم رکھے زبان میں شہ کو مدام آہ

آگاہ ہوں کہ شاہ سے کینہ تجھے تھا آہ بے بے کیا نہ بعد میں زہرا کا گھر تباہ

بیتاب ہوں خیال سے شہ نیک نام میں
شہزادیاں ایسے نہ ہوں فوج شام میں

وسواس کا مقام تردد کی ہے یہ جا ۱۰۱ روتے ہیں تھام تھام کے یہ قیدی حسینؑ کا

پھرتا نہ شک مجھے کوئی ہوتا دوسرا رہتے تو اک حسینؑ ہے زہرا کا دل ربا

اس نام پاک سے برکت ہے جہان میں
عقدے وہ کھول دیتے ہیں سب یک آن میں

کیں ہند نے یہ درد کی باتیں جو ایک بار ۱۰۲ ہر قلب پر ستم کی چلی، تیغِ آب دار
اللہ رے جوشِ ماتمِ سلطانِ نامدار رویا جھکا کے سر کو، یزیدِ زبوں شعار

خنجر غمِ حسینؑ کا دشمن پہ چل گیا
کیا نام میں اثر ہے، کہ پتھر پگھل گیا

رو کر پھر اس سے کہنے لگی، ہندِ خوش سیر ۱۰۳ ہوں بے قرار صورتِ بسمل میں نوحہ گر
گر کہہ تو دیکھ آؤں اُنہیں جا کے ایک نظر شاید اُنہیں سے، شہ کی مفصل سنوں خبر

ہیں غیر یا عزیز شۂ انس و جاں کے ہیں
دریافت تو کروں کہ، یہ قیدی کہاں کے ہیں؟

ناچار ہو کے ہند سے ظالم نے یہ کہا ۱۰۴ جا دیکھ آ اُنہیں، مرا نقصاں ہے اس میں کیا
واں جا کے اور ہوئے گا تجھ کو قلق سوا سنتے ہی یہ کلام اٹھی، ہندِ باوفا

پہلو میں مضطرب تھا دل اُس حق پرست کا
اُٹھتے ہی جلد حکم دیا بندوبست کا

سب عورتوں کو لے کے چلی جب وہ حق شناس ۱۰۵ کہنے لگیں یہ تب، جو کنیزیں تھیں آس پاس
کپڑے یہ میلے ہیں، بدل ڈالیے لباس اُس نے کہا کہ ہے مرے دل پر ہجومِ یاس

اک دم میں سوگواروں کو میں دیکھ آتی ہوں
کیسا لباس، کیا کسی شادی میں جاتی ہوں

میلے ہی کپڑے چاہئیں جب دل پہ ہو ملال ۱۰۶ کچھ سوچ ہے مجھے، تمہیں کچھ اور ہے خیال
گنگھی وہ کیا کرے کہ پریشاں ہو جس کا حال سنتے سر کا گوندھنا بھی مجھے اس گھڑی وبال

جی چاہتا ہے یہ کہ گریبان چاک ہو
کپڑے تو سب سیاہ ہوں اور سر پہ خاک ہو

لازم ہے بزمِ غم میں عزادار بن کے جائے ۱۰۷ خود روئے پیٹے بین کرے اور اُنہیں رُلائے
واں وارثوں کا سوگ ہے، کپڑے کسے دکھائے روتا ہے دل، مقام ہے عبرت کا ہائے ہائے

کپڑے بدل کے رانڈوں میں جانا روا نہیں
اُن میں چلی ہوں، جن کے سروں پر ردا نہیں

نکلی محل سرا سے یہ کہہ کر وہ خوش تیر ۱۰۸ تھیں سامنے سا تو پنڈ خواصیں بھی نوحہ گر
پہونچی جناب حضرت زینبؑ کو یہ خبر رنگ اڑ گیا یہ سنکے لگیں سر کو پیٹنے

اپنا نہیں خیال، بزرگوں کا پاس ہے
ہے ہے کہاں چھپوں وہ مری روشناس ہے

ہے شرم کی جگہ کہ میں ہوں خواہر امام ۱۰۹ غمگین و سوگوار و پریشان و تشنہ کام
ہم ہیں فقیر ہم میں امیروں کا کیا ہے کام لوگو بتا نہ دیجو کہیں اس کو یہ پیام

پوچھے جو وہ کسی سے کہ زینب کدھر گئی
کہہ دیجیو کہ بھائی کے ہمراہ مر گئی

سن کر ہراک سے بانوے ناشاد نے کہا ۱۱۰ کیا حاصل اضطراب سے قسمت کا جو لکھا
لوگو خدا کے واسطے، چپکے رہو ذرا رو رو کے سو گئی ہے ابھی میری دل ربا

پھر حشر قید خانے میں ہوگا جو روئے گی
چونکی اگر تو صبح تلک پھر نہ سوئے گی

چپ ہو گئے یہ سن کے اسیرانِ نوحہ گر ۱۱۱ جا بیٹھی ایک گوشے میں زینبؑ جھکائے سر
آئی سواریِ زن حاکم قریبِ در دربان بھی دور ہٹ گئے، دروازہ کھول کر

وحشت پہ قید خانے کے جس دم نگاہ کی
ہاتھوں پہ ہاتھ رکھ کے خواصوں نے آہ کی

دل ہند کا تو رندھ گیا کھٹکا گیا جگر ۱۱۲ بولی ٹھہر کے ڈیوڑھی پہ، یہ قبر ہے کہ گھر!
دیکھا کوئی مکاں نہیں تاریک اس قدر پوچھو کوئی کسی سے، کہ ہیں بی بیاں کدھر

ایسا بھی ظلم کرتا ہے کوئی جہان میں
بندے خدا کے بند ہیں ایسے مکان میں

بڑھ کر کسی کنیز نے تب یہ کیا بیاں ۱۱۳ بی بی کوئی ایسوں میں زندہ نہیں ہے یاں
چلئے محل میں آپ بھلا جائیں گی کہاں قابل نہیں حضور کے جانے کا یہ مکاں

گر غش ہوئے تو آپ میں آیا نہ جائے گا
ہم سے تو اس خرابے میں جایا نہ جائے گا

۱۱۴ آندہ ہو کے کہنے لگی ہند نوحہ گر — عبرت کا یہ مقام ہے لونڈی خدا سے ڈر
آخر جو اس میں قید ہیں، وہ بھی تو ہیں بشر — تاراج یوں جہاں میں نہ ہووے کسی کا گھر
جانے وہی کلیجے پہ جس کے چھری لگے
ایسی نہ بات کہہ کہ خدا کو بری لگے

۱۱۵ یہ بات کہہ کے آگے بڑھی وہ بصد الم — اک آفتابِ دیں، نظر آیا اسیرِ غم
حلقہ گلے میں طوق کا، زنجیر میں قدم — بولی ٹھہر کے وہ کہ زہے شوکت و حشم
انساں ہے یہ اندھیرے میں یا شمعِ طور ہے
آئی ندائے غیب، کہ خالق کا نور ہے

۱۱۶ پڑھتی ہوئی درود گئی جب قریب تر — اللہ رے حسن کرنے لگی خیرگی نظر
محلِ عورتوں میں تھا یہ فرشتہ ہے یا بشر — اُترا ہے آسماں سے خرابے میں یا قمر
رتبے میں ہے بزرگ، نسب میں جلیل ہے
ثابت ہے ضعف سے کہ نہایت علیل ہے

۱۱۷ کوئی بلائیں لے کے یہ کہتی تھی، بار بار — اے بے کس و اسیر و بلاکش ترے نثار
ہے ہے گلا یہ چاند سا اور طوقِ خاردار — یہ گوری گوری پنڈلیاں زنجیر سے فگار
لوگو بزرگ اُس کے مقرر امیر ہیں
گویا جنابِ یوسفِ کنعاں اسیر ہیں

۱۱۸ بولی کوئی کہ عابد و زاہد ہے یہ جواں — گھٹا جبیں پہ کثرتِ طاعت کا ہے نشاں
ایماں کا نور چہرۂ انور سے ہے عیاں — دیکھا نہیں حیا سے کہ ہیں کون بی بیاں
برحق شریعت قوم، یہ گردوں اساس ہے
اشراف کو ہر ایک کی حرمت کا پاس ہے

۱۱۹ جو غیر کی طرف نہ حیا سے کرے نظر — ماں بہنیں ایسے شخص کی، بلوے میں ننگے سر
یہ خیر ہوئے جس کی طبیعت میں اُس سے شر — ٹوٹے غضب خدا کا، لعینوں کی جان پر
تقویٰ پہ اس کی عفت و عصمت گواہ ہے
قرآن ہم اٹھالیں کہ یہ بے گناہ ہے

افسوس ایسے بندۂ خالق پہ یہ تعب ۰۲ زندان میں کٹا ہے تمام شب
بستہ زمیں کا اور یہ تن زار بے غضب آنکھیں ہوئیں بند تو یہ بہت کانپے تب

بے خامشی دلیل عبادت ہے شوق کی
گردن جھکی ہوئی ہے گرفتی ہے شوق کی

باتیں یہ کرکے دل میں بہت رنج و غم ہوا سنتے ہیں تن بگڑ گیا دل بند کو ہوا
کہتی تھی دیکھ کر رخ اقدس کو بار بار کن مکر کا رئیس ہے یارب یہ ذی وقار

آنکھوں میں صاف چھپی ہے حضرت کی شان
تصویر ہے حسین علیہ السلام کی

آخر دبا کے پاؤں یہ بولی وہ نیک نام ۰۰ سنیے کہ دیر سے میں کھڑی ہوں پئے سلام
بولے یہ آنکھیں کھول کے ہوتے ہی صبح شام کن بیکس و غریب و بلا کش سے کیا ہے کام؟

ہجر پدر میں تلخ ہے لذت حیات کی
طاقت نہ آنکھیں کھولنے کی ہے نہ بات کی

بولی یہ ہند کب سے علالت ہے میں نثار ۰۳ فرمایا ساتویں سے محرم کی ہے بخار
اس نے کہا طبیب کو دکھلاؤ حال زار فرمایا خیر ہے شفا مطلق ہے کردگار

راضی ہیں اس پہ ہم جو رضائے حبیب ہے
دی ہے یہ تپ اُسی نے جو سب کا نبیب ہے

رنج و بلا کو لطفِ خدا جانتے ہیں ہم ۰۴ دکھ میں کراہنے کو گِلہ جانتے ہیں ہم
ہر دردِ جاں ستاں کو دوا جانتے ہیں ہم عارض ہو عارضہ تو شفا جانتے ہیں ہم

کچھ غم نہیں مرض سے اگر حق غریب ہے
صحت ہماری یہ ہے کہ عُقبیٰ بہ خیر ہے

ایذا کو چین، رنج کو راحت سمجھتے ہیں ۰۵ شیریں کو تلخ، شور کو لذت سمجھتے ہیں
صابر ہیں، نانِ جو کو بھی نعمت سمجھتے ہیں مرنے کو راہِ حق میں سعادت سمجھتے ہیں

عُسرت ہو، دکھ ہو، قید ہو، فاقہ کشی رہے
دولت یہی بڑی ہے کہ خالق خوشی رہے

یہ ذکر سُن کے رونے لگی ہندِ باوفا ۱۲۶ کی عرض کیا ہے اسمِ مبارک حضور کا؟
گردن جبکا کے قبلۂ چہارم[۲۷] نے یہ کہا بیکس، عزیز مردۂ گرفتار و بے نوا

کیا پوچھتی ہے نام و نشاں خاکسار کا
ایک بندۂ حقیر ہوں پروردگار کا

زیبا ہے نامِ پاک، پے خالقِ ودود ۱۲۷ روزی رسانِ عالمیاں واجب الوجود[۲۸]
جو معرضِ فنا میں ہیں، کیا اُن کی ہست و بود قطروں کی کیا بساط، حبابوں کی کیا نمود

در پیش منزلِ لحدِ خوف ناک ہے
آغاز اپنا خاک ہے، انجام خاک ہے

تھے مرتضیٰ علیؑ کے جہاں میں بہت خطاب ۱۲۸ شیرِ خدا امیرِ عرب مالک الرّقاب[۲۹]
کارہ تھا پر ترقیِ ظاہر سے وہ جناب ہوتے تھے شاد کہتا تھا جو یا ابو تراب

جس کو فروتنی ہے وہی سربلند ہے
خالق کو، خاکساریِ انساں پسند ہے

اس نے کہا بتایئے والد کا اپنے نام ۱۲۹ فرمایا فاقہ کش وطن آوارہ تشنہ کام
مقتول نیزہ و تبر و خنجر و حسام جس کو ملا نہ پیاس میں، پانی کا ایک جام

بے گور و بے کفن جسدِ پاش پاش ہے
سَر یاں ہے کربلائے معلیٰ میں لاش ہے

پوچھا وطن کو اُس نے تو بولے شہِ زمن ۱۳۰ دارِ فنا، مقامِ فنا منزلِ محن
بیٹھے فقیر تھک کے جہاں، ہے وہی وطن بے خانماں، اسیر و پریشان و خستہ تن

پردیس میں تباہ ہوئے شہر چھٹ گیا
جنگل میں ہم بھی لُٹ گئے اور گھر بھی لُٹ گیا

اُس نے کہا کہ طوق سے ہوئے گا دم خفا ۱۳۱ فرمایا جس میں خالقِ کونین کی رضا
گھٹتا ہے گر گلا، تو نہیں اس کا کچھ گلا بندے ہیں، امرِ حق میں ہمیں اختیار کیا

صابر ہیں، غیرِ شکرِ خدا کیا سخن کریں
ہم وہ نہیں کہ شکوۂ طوق و رسن کریں

وہ بولی اور بھائی بھی کیا تھے وہ نیک ۳۳ وہ ماں باپ کے تھے دل و جان سے شریک
جرأت میں بے مثل تھے ہمت میں بے نظیر دونوں کو تھی روز و شب جان نثار شہ

امداد کو دشمنی تھی، تھے وہ دلیر سے
بڑھتے تھے ایک قدم تو ہٹتے نہ تیر سے

غش ہو گئے یہ کہہ کے امام فلک اساس ۳۴ تھامے ہوئے تھے ان کو بڑی بی بندب و یاس
پہونچی ٹھہر ٹھہر کے جو سیدانیوں کے پاس رانڈوں کی شان دیکھ کے بولی وہ حق شناس

بچے ہیں سب کے غیرت خورشید و ماہ ہیں
گویا کہ اہل بیت رسالت پناہ ہیں

پیدا ہے ان کی شان سے، سیدانیوں کی شان ۳۵ ظاہر ہے جرأت و شجاعت سے خاندان کا نشان
یا ہاشمی ہیں، یا علوی ہیں، یہ خستہ حال اس میں یہ معرفت کے سخن، اور یہ بیاں

یہ لاکھ گرچہ بیڑیاں تو کب مانتی ہیں میں
خوشبو کو اہل بیت کی پہچانتی ہیں میں

مٹی میں گو بھرے ہوئے ہیں انکے روئے پاک ۳۵ چھپتا ہے کوئی چاند پہ ڈالے ہوا رخاک
ہر چند ہیں صعوبت زنداں سے سب ہلاک روشن ہے قید خانہ تاریک و ہو ناک

میں کس طرح کہوں کہ یہ آل عبا نہیں
ہاں فرق اتنا ہے کہ سروں پر ردا نہیں

چہروں کی آب و تاب پہ لوگو! کرو تو غور ۳۶ دیکھا ہے قیدیوں کا کسی نے کبھی یہ طور
بازو ہیں ایک رسی میں، ہے یہ ظلم و جور بچے بھی ہیں بندھے ہوئے دیکھو ستم یہ اور

مٹی میں مل گیا یہ چمن وا مصیبتا
ان گوری گردنوں میں رسن وا مصیبتا

آکر قریب کہنے لگی ہند خوش خصال ۳۷ اے بیبیو! ہٹا دو ذرا رخ سے اپنے بال
مجھ سے تو کچھ بیان کرو اپنے دل کا حال کیسی تمہاری ہو گئی، کس بن میں پائمال

کیوں لے گئے عدو تمہیں بلوائے عام میں؟
کس جرم میں اسیر ہوئے ملک شام میں؟

سنتی ہوں میں مدینے میں ہے آپ کا وطن ۱۳۸ للہ کچھ کہو خبرِ سرورِ زمن
ہیں خیریت سے حضرتِ شبیرؑ کی بہن زندہ رکھے، جہاں میں انہیں ربِّ ذوالمنن

وہ بی بی روحِ بنتِ رسالت پناہ ہے
عصمت پہ جس کی خالقِ اکبر گواہ ہے

کیوں بی بیو بتاؤ خدا کے لیے ذرا ۱۳۹ ہے خیر سے مدینے میں فرزندِ مرتضا
سنتی ہوں اب جواں ہیں، ہم شکلِ مصطفیٰ سرسبز رکھے باغِ جہاں میں، انہیں خدا

شہرت ہے ابنِ فاطمہ زہراؑ کے ماہ کی
حسرت توشہ کو ہوئے گی، اکبرؑ کے بیاہ کی

حق سے یہی ہے شام و سحر اب مری دعا ۱۴۰ آقا مرے جہاں میں سلامت رہیں سدا
اکبرؑ کا سہرا بانوؑ کو دکھلائے اب خدا گھر میں بہو کو لائے جگر بندِ مصطفیٰ

ارمان نکلے بادشہِ مشرقین کا
آباد گھر ہو فاطمہؑ کے نورِ عین کا

جب ہند ختم کر چکی رو رو کے یہ کلام ۱۴۱ بانوؑ کے پاس آ کے یہ بولی وہ نیک نام
صدقے گئی بتائیے کیا آپ کا ہے نام للہ کچھ کہو میں ہوئی جاتی ہوں تمام

زنداں میں سب اسیروں کی سردار آپ ہیں
ان قیدیوں کی قافلہ سالار آپ ہیں

بانو نے اس سے پھر یہ کیا تھام کر جگر ۱۴۲ ہم قیدیوں کے نام ہیں، مظلوم و نوحہ گر
زینبؑ کو پھر بتا کے یہ بولی بہ چشمِ تر یہ بی بی جو کہ روتی ہیں نہوڑائے اپنا سر

تو دل میں جانتی ہے کہ میں ان کی عزیز ہوں
مختار یہ مری ہیں، میں ان کی کنیز ہوں

وہ بولی کیے ہیں آپ کے فرزندِ خوش سیر ۱۴۳ فرمایا رو کے کٹ گیا بی بی ہمارا گھر
تیروسناں سے قتل ہوئے رن میں دو پسر زنداں میں اک اسیر ہے، مظلوم و نوحہ گر

ٹکڑے جگر کے صدمۂ فرقت سے ہوتے ہیں
جو گود میں پلے تھے، وہ جنگل میں سوتے ہیں

یہ سُن کے ہند رونے لگی تب بہ اشک و آہ ۴۴ چھوٹے رونے سے زینبِ پُر کی نگاہ
رُخ سے ہٹائے بال تو حالت ہوئی تباہ بے ہوش کہہ کر اُٹھے قدرت الٰہ

ہرگز غلط نہیں ہو مجھے اشتباہ ہے
زینبؑ تمہیں ہو خالقِ اکبرؑ گواہ ہے

کہنے لگی یہ ہند سے زینبؑ جگر فگار ۴۵ کیوں فال بد نکالتی ہے منہ سے بار بار
اے ہند اُن کا نام نہ لے بہرِ کردگار نسبت نہ اُن سے دے کہ ہے وہ فاقہ و قطار

اعدا تو مجھ کو لے گئے ہوا سے غلام ہیں
دشمن نہ اُن کے قید ہوں زندانِ شام ہیں

وہ شاد کام اور میں بیکس جگر فگار ۴۶ آباد وہ ہیں اور میں زندوں میں سوگوار
بلوے میں لے گئے مجھے اعدا بہ حالِ زار ہاتھ آئے نہ نکلی نہیں اُن کی زینبِ زار

وہ بی بی پردہ دار ہے اور خوش خصال ہے
زینب میں ہی ہوں یہ ترا بے جا خیال ہے

یہ سُن کے بے قرار ہوئی ہندِ خوش خصال ۴۷ دیکھا بغورِ رُخ تو یہ بولی بہ صد ملال
اے میری شاہ زادی، چھپاؤ نہ مجھ سے حال زینبؑ تمہیں ہو خواہرِ شبیرؑ باکمال

تم کو قسم ہے فرقِ شقاقین کی
جلدی کہو خبر مرے آقا حسینؑ کی

یہ کہہ کے پیٹنے جو لگی ہندِ ذی وقار ۴۸ فرطِ قلق سے دل ہوا زینبؑ کا بے قرار
چلّائیں سر کو پیٹ کے با چشمِ اشک بار اے ہند کٹ گیا سرِ شبیرِ نامدار

پانی دیا نہ، سبطِ رسالت پناہ کو
حاکم نے بے گناہ کیا قتل شاہ کو

اے ہند کیا کہوں خبرِ شاہ تشنہ لب ۴۹ ہنگامِ عصر کٹ گیا زہرا کا باغ سب
مطلق ڈرا نہ خالقِ اکبرؑ سے بے ادب چوبِ یزید اور لبِ شبیرؑ بے غضب

روئے نہ پلّے ماتمِ شاہِ شہید میں
سر بھی لے گئے ہمیں، بزمِ یزید میں

کیا پوچھتی ہے تو خبرِ شاہِ بحر و بر — فرقِ حسینؑ تھا کبھی نیزے پہ جلوہ گر
باندھا درخت میں کبھی، خُولی نے بے خطر — لٹکا درِ یزید پہ، سبطِ نبیؐ کا سر
یاں تک تھی دشمنی، سپۂ بدخصال کو
پتھر لگائے راہ میں، زہراؑ کے لال کو

اے ہند رَن میں شاہ کے یاور ہوئے شہید — عباسؑ قتل ہو گئے اصغرؑ ہوئے شہید
بن بیاہے دشت میں، علی اکبرؑ ہوئے شہید — شبّر کا لال، اور مرے دلبر ہوئے شہید
مرجھا کے فاطمہؑ کی، نہ کھیتی ہری ہوئی
بچّوں سے گود ہو گئی خالی بھری ہوئی

میداں میں بے کفن ہے ابھی لاشِ شاہِ پاک — بے ہے وہ اُوس اور وہ میدانِ ہولناک
واحسرتا وہ گرم ہَوا، اور وہ فرشِ خاک — کس طرح دل نہ ہو مرا، سینے میں چاک چاک
چہلم تلک ہوا نہ، شہِ مشرقین کا
اب تک پڑا ہے دھوپ میں لاشہ حسینؑ کا

منگوایا ہند نے جو سرِ شاہِ بحر و بر — مجرے کو اُٹھ کھڑے ہوئے قیدی بہ چشمِ تر
جب سر پہ شاہِ دیں کے، سکینہ نے کی نظر — چلائی رو کے، ہائے غضب مر گئے پدر
دنیا سے تشنہ کام سفر کر گئے حسینؑ
لو مجھ پہ اب یہ راز کھلا، مر گئے حسینؑ

پھر سر کو پیٹتی ہوئی دوڑی وہ سوگوار — دامن میں لے لیا سرِ شبّیرؑ نامدار
منہ رکھ کے منہ پہ شہ کے جو روئی وہ دل فگار — صدمہ ہوا نکلنے لگی تن سے جانِ زار
دنیا سے سبؑ کی زیست کا نقشہ بدل گیا
جنبش ہوئی لبوں کو بس اور دم نکل گیا

بانوؑ نے سر کو پیٹ کے، تب یہ کیا بیاں — بس مل چکیر حسینؑ سے، قرباں جائے ماں
اے نورِ عین، بس نہ کرو، نالہ و فغاں — ایسا نہ ہو کہ گھُٹ کے نکل جائے تن سے جاں
بچھڑے ہیں کب سے، بادشہِ مشرقین سے
ہم بھی تو مل لیں، فاطمہؑ کے نورِ عین سے

اُٹھی یہ کہہ کے بانوئے بے بس و برہنہ سر ۱۵۶ دیکھا پڑی ہے خاک پہ بے جاں وہ نوحہ گر
زینبؑ کو پھر دکھا کے یہ بولی بہ چشمِ تر بچی کو یہ سی لے گئے، سلطان بحر و بر
زنداں کے تھے وہ قہر کہ عاجز تھی جان سے
افسوس چل بسی مری پیاری جہان سے

بی بی تمہاری ننھی سی میت کے میں نثار ۱۵۷ منہ سے اُٹھا کر کرتے کا دامن پھر ایک بار
جی بھر کے تجھ کو دیکھ لے، مادر جگر فگار اماں کو اپنے پاس بلا تو ہو قرار
فرصت ہمیں نہ ہوگی کبھی شور و شین سے
تم یاں سے جا کے قبر میں سوؤ گی چین سے

ہے ہے اٹھائے قید میں کیا کیا نہ رنج و غم ۱۵۸ بانہا گلے کو شمر نے رسی سے ہے ستم
بابا کو یاد کر کے جو روتی تھیں دم بہ دم دیتے تھے گھڑکیاں تمہیں، یہ بانیِ ستم
زخمی ہیں کان بالیوں سے عارض کبود ہیں
اب تک نشاں طمانچوں کے رُخ پر نمود ہیں

بی بی خدا پہ خوب ہے روشن، ہمارا حال ۱۵۹ چادر تلک نہیں ہے، چھپاؤں جو سر کے بال
کس طرح دوں کفن تجھے اے میری خُردسال نادار ہوں میں، پاس نہ دولت ہے اور نہ مال
سنگِ الم سے، شیشۂ دل پاش پاش ہے
دو گز کفن کے واسطے محتاج لاش ہے

ہوتا جو داری پاس مرے کچھ بھی مال و زر ۱۶۰ تربت بناتی ننھی سی، میں سوختہ جگر
تابوت پر میں باندھتی سہرا، بہ چشمِ تر جو پوچھتا تو بس یہی کہتی میں نوحہ گر
میت یہی ہے بنتِ شہِ مشرقین کی
دنیا سے آج اُٹھ گئی عاشق حسینؑ کی

بس اے انیسؔ بزم میں ہے گریہ و بکا ۱۶۱ وقتِ دعا ہے خالقِ اکبر سے کر دعا
یارب بحقِ احمدؐ و زہراؑ و مجتبیٰؑ دکھلا دے جلد روضۂ سلطانِ کربلا
دم لب پہ ہے، زیارتِ مولا نصیب ہو
بیمارِ غم کو قربِ مسیحا نصیب ہو

۲۳

جب طوق و سلاسل میں مسلسل ہوئے عابدؑ ۱ خم مثلِ ہلالِ شبِ اوّل ہوئے عابدؑ
اس شکل سے راہی سوئے مقتل ہوئے عابدؑ اعدا تو چڑھے گھوڑوں پہ پیدل ہوئے عابدؑ

رانڈوں میں تو مجموعی سجادؑ کا غُل تھا
ہر گام پہ زنجیر کی فریاد کا غُل تھا

بے ردنیوں میں تھی تہنیتِ فتح کی اک دھوم ۲ رانڈوں میں یہ تھا شور کہ ہے ہے شہِ مظلوم
اور شرم سے منھ ڈھانکے تھے سر عابدِ مغموم بیمار کو آنکھوں سے نہ کچھ ہوتا تھا معلوم

اک ہاتھ میں زنجیر، بہ صد رنج و محن تھی
اک ہاتھ میں ماں بہنوں کے اُونٹوں کی رسن تھی

تلواریں لیے چار طرف ظلم کے بانی ۳ حلقے میں دل آزاروں کے وہ یوسفِ ثانی
غربت کا الم (الف) بے پدری تشنہ دہانی وہ طوق کا لنگر وہ سلاسل کی گرانی

مُڑ کر کبھی زینبؑ کے رخِ پاک کو دیکھا
بیڑی کبھی (ب) دیکھی، کبھی افلاک کو دیکھا

لغزش میں نہ تھا ہاتھ کوئی تھامنے والا ۴ صدمے سے گرا پڑتا تھا، وہ نازوں کا پالا
تھا چاند سے سینے میں کلیجہ تہ و بالا زنجیر جو ہاتھوں سے چھٹی، طوق سنبھالا

مرقد نہ بنا باپ کا، یہ فکر بڑی تھی
اک جانِ حزیں، لاکھ مصیبت میں پڑی تھی

نرغے میں دل آزاروں کے وہ صاحبِ آزار ۵ دل سوز نہ کوئی نہ کوئی مونس و غم خوار
شیشے کی طرح (ج) ہوتا ہے نازک دلِ بیمار اس پر یہ مصیبت کا گرانکوہِ گراں بار

تعویذِ شفا اس کو پہناتے تو بجا تھا
یاں طوقِ گراں بار کے حلقے میں گلا تھا

دستور ہے بیمار کے ہیں پاؤں دباتے ۶ بیڑیں بھی ہماری ہیں ذرا سے کھٹکے
ماتم کی خبر کو ہیں عزیزوں سے چھپاتے یا باپ کا سر کاٹ کے اس دن ہیں کھاتے

یہ دکھ نہ کسی صاحبِ آزار نے دیکھے
ہاں بعدِ پدر عابدِ بیمار نے دیکھے

ہفتم سے جو اعدا کی ہوئی شہ پہ چڑھائی ۷ بیمار کو پانی نہ ملا کیسی ٹھنڈائی
عاشور کو غش تھے کہ یکایک خبر آئی شہ زخم ہوئے لٹ گئی زہرا کی کمائی

ہوش آیا تو گھر آگ سے جلتے ہوئے دیکھا
ماں بہنوں کو بلوے میں نکلتے ہوئے دیکھا

کیا کیا نہ ستم اہلِ شقاوت نے دکھائے ۸ بیمار نے جز شکرِ خدا لب نہ ہلائے
جب طوق و سلاسل کو عدو سامنے لائے کس صبر سے نہوڑا دیا سر پاؤں بڑھائے

تھی فکر گنہ گاروں کی اس رنج و محن میں
بندھوا دیئے امت کے لیے ہاتھ رسن میں

تھا صاحبِ اعجاز کو ہر طرح کا مقدور ۹ ہونٹوں کے ہلانے میں فنا ہوتے وہ قہور
تھی نار سے آزادیِ امت انھیں منظور دانستہ ہوئے قید نہ بے بس تھے نہ مجبور

زنجیر سے ہر گام پہ لغزش ہوئی پا کو
چھوڑا نہ مگر سلسلۂ صبر و رضا کو

پھوپیاں سرِ ناقہ نظر آتی تھیں کھلے سر ۱۰ ہاتھوں سے چھپائے ہوئے منہ روتی تھیں ہر دم
بے پردہ تھی اک رات کی بیاہی ہوئی خواہر چھپیاں تھیں اس نیوہ میں بے مقنعہ و چادر

ناموسِ محمدؐ پہ تو یہ ظلم و ستم تھا
اور سامنے سر باپ کا نیزے پہ علم تھا

فریاد تھی رانڈوں میں کہ اے قافلہ سالار ۱۱ منہ کاہے سے ڈھانپیں حرمِ حیدرِ کرار
کس درد سے فرماتے تھے سجادِ دل افگار صابر رہو، شاکر رہو، جو مرضیِ غفار

چھننے کا رداؤں کے عبث رنج و الم ہے
کیا چادرِ تطہیر کا پردہ تمھیں کم ہے

موئے سر پر نور سے چہروں کو چھپالو ۱۲ شکوے کی کوئی بات زباں سے نہ نکالو
لازم ہے تمھیں صبر، کلیجوں کو سنبھالو غربت میں اسیری کی بھی تکلیف اٹھالو
چادر نہیں سر پر تو ضرر کیا ہے تمھارا
پردہ رہے اُمت کا یہ پردہ ہے تمھارا

گو آج نہیں ہودج (ز) و محمل کی سواری ۱۳ کل دے گا تمھیں ناقۂ نُور ایزدِ باری
موقوف ردائوں پہ نہیں شان تمھاری تم نورِ خدا ہو تمھیں کیا دیکھیں گے ناری
مریانی سے تم لوگوں کی عزت نہیں جاتی
پوشش جو نہو، کعبہ کی حرمت نہیں جاتی

یہ کہتے تھے جو قتل کا میداں نظر آیا ۱۴ کاٹا ہوا زہرا کا گلستاں نظر آیا
دیکھا جسے، وہ خاک پہ بے جاں نظر آیا سوتے ہوئے شیروں کا نیستاں نظر آیا
رو میں تو نشاہِ پسرِ شاہِ نجف ہیں
پیاسوں کی کٹی گردنیں قبلے کی طرف ہیں

اس شکل سے صحرا میں پڑے تھے وہ دلاور ۱۵ جس طرح مرقع کہیں ہو جاتا ہے ابتر
سوتے تھے کہیں خاک پہ دو بھائی برابر دولھا کوئی پامال تھا گھوڑوں سے سراسر
بُندے کوئی پہنے ہوئے پیاسا سا پڑا تھا
ریتی پہ کوئی طفل، ستارا سا پڑا تھا

سوتا تھا لبِ نہر کوئی ہاتھ کٹائے ۱۶ تھا خواب اجل میں کوئی پھل برچھی کا کھائے
تھے جسم لہو میں، عوض غسل نہائے اتنا بھی نہ تھا کوئی کہ قبریں تو بنائے
دم نکلے تھے مشکل سے کہ وہ تازہ جواں تھے
بالائے زمیں پاؤں رگڑنے کے نشاں تھے

تھا بیچ میں اُن لاشوں کے اک لاشۂ بے سر ۱۷ گردن پہ نمایاں کئی جا گہۂ خبط خنجر
تھا تیروں کی کثرت سے یہ حال تنِ اطہر جس طرح عیاں خار ہوں ساہی کے برابر
بخشا تھا سرِ عرش نشیمن جو خدا نے
پر کھولے تھے اوس اوجِ سعادت کے ہما نے

افسرِ اجراحت سے سراپا تھا بدن چُور ۱۸ اُس تب کو مٹاتا تھا وہ مہتاب مقدور
تھی ریگِ بیاباں، عوض مرہم کافور آئینۂ صد پارہ تھا، وہ سینۂ پُرنور

زخموں میں لہو، سینے کے دشت بہ اٹا تھا
زانو تھا جہاں شمر کا واں ہاتھ دھرا تھا

پہلو میں تھا اک طفلِ حسین، تیر کا مارا ۱۹ جس مدتِ سے ہو ماہ کے نزدیک ستارا
چھوٹا سا شلوکا تھا بھرا خون سے سارا معلوم یہ ہوتا تھا کہ ہے باپ کا پیارا

کچھ داغ جو دل پر تھے تو کچھ داغ جگر پر
اک ہاتھ تو تھا سینے پہ اک ہاتھ پسر پر

تھا لاش پہ بے کس کے عجب یاس کا عالم ۲۰ کہتی تھی یہ حسرت، تری غربت کے فدا ہم
رونے کو سرہانے کوئی مونس تھا نہ ہمدم تھے ہاتھ بندھے اُن کے جو تھے صاحبِ ماتم

تھا گرد کا دامن تنِ صد چاک کے اوپر
شہ رگ سے ٹپکتا تھا لہو خاک کے اوپر

اُس دھوپ میں سایہ جو نہ تھا لاشۂ شہ پر ۲۱ مرغانِ ہوا چھائے تھے کھوئے ہوئے شہ پر
آملتا تھا جب دُور سے طائر کوئی اڑکر کہتا تھا کہ کیوں بیٹھے ہو بازوؤں سے سر

غم دیکھے ہیں دنیا میں، پہ یہ غم نہیں دیکھا
ایسا تو سلیمانؑ کا بھی ماتم نہیں دیکھا

اس سے یہ بیاں کرتے تھے وہ طائرِ صحرا ۲۲ اِس سانحہ کی آہ خبر تجھ کو نہیں کیا
گھر لُٹ گیا زہراؑ کا، قیامت ہوئی برپا بے سر ہے سرِ خاک، محمدؐ کا نواسا

یہ وہ ہے رسولِ عربی روتے ہیں جس کو
روتے ہیں اسے سارے نبی روتے ہیں جس کو

صحرا کے پرندوں میں یہ تھی درد کی تقریر ۲۳ آپہونچے جو رانڈوں کو لیے عابدِ دل گیر
بے سر نظر آیا جو انھیں لاشۂ شبیرؑ قدموں پہ گرے، چھوٹ گئی ہاتھ سے زنجیر

بیمار نے نعرہ جو کیا یا ابتا کا
تھرّا گیا لاشہ پسرِ شیرِ خدا کا

سر پیٹ کے چلّائے یہ سجّادِ دل افگار ۲۴ رخصت کے لیے آیا ہے یہ صاحبِ آزار
صدقے تری مظلومی کے اے سیّدِ ابرار باندھے ہوئے گردن لیے جاتے ہیں جفا کار
تلواریں علم سر پہ ہیں دم لے نہیں سکتا
مجبور ہوں، حضرت کو کفن دے نہیں سکتا

بعد آپ کے اُمت نے یہ کی ہے مری توقیر ۲۵ اونٹوں کی رسن ہاتھ میں اور پاؤں میں زنجیر
پہنایا ہے گردن میں بھی اک طوقِ گلوگیر جو قافلے سے چھوٹے ہے اس کی یہی تعزیر
بیماری میں جو ہم پہ ستم ہو سو روا ہے
شمشیر سے گردن نہ کٹانے کی سزا ہے

اعجاز سے اس لاش نے ہاتھوں کو اٹھایا ۲۶ کس پیار سے فرزند کو چھاتی سے لگایا
پھر حلقِ بُریدہ سے یہ عابدؑ کو سنایا رووٗ نہ، کفن ہم نے نہ پایا تو نہ پایا
اے لال یہی خوں بھری پوشاک کفن ہے
جب خاک ملی خاک میں پھر خاک کفن ہے

یہ ذکر تھا، جو اُونٹ سے فضہ یہ پکاری ۲۷ اے قافلہ سالارِ حرم، عاشقِ باری
لو اُونٹ سے گرتی ہیں پھوپھی جان تمہاری ایسا نہ ہو مر جائے ید اللہ کی پیاری
ماں جائے کی مظلومی و تنہائی پہ رو دے
اُونٹوں کو بٹھا دو تو بہن بھائی کو رو دے

چلّائی سکینہؑ مرا ناقہ بھی بٹھا دو ۲۸ اچھے مرے بھائی (ج) مجھے بابا سے ملا دو
خوش بوئے مظلوم کی چھاتی کی سنگھا دو سوتے ہیں اگر نام مرا لے کے جگا دو
مارا ہے عبث شمر نے مجھ خستہ جگر کو
دکھلاؤں گی میں (ط) نیل طمانچے کا پدر کو

گھبرا کے پکارا عمرِ سعد جفا کار ۲۹ کہدو کہ اٹھے لاشے سے اب عابدِ بیمار
نیزے لیے ناقوں کے رہیں گرد ستم گار اُونٹوں سے زمیں پر کوئی اُترے نہ خبردار
خولی سے کہو، آگے بڑھے لے کے سروں کو
ہاں جلد روانہ کرو، ان نوحہ گروں کو

عابدؑ کو تن سے اعدا نے چھڑایا ۲۰ جی بھر کے پسرؑ باپ کو رونے بھی نہ پایا
جب اونٹ چلے ماندوں نے یہ شور مچایا رو نہ مدینہ میں پہ فریاد حسینؑ یا

کشتے ہوئے سب دفن عدوؤں کی طرف کے
لاشے کو نہ گاڑا پسر شاہ نجف کے

ہے ہے ہمیں اونٹوں سے اترنے نہیں دیتے ۲۰ کوشش کفن و غسل کی کرنے نہیں دیتے
کھینچے لیے جاتے ہیں ٹھہرنے نہیں دیتے مظلوم کو تربت میں بھی رہنے نہیں دیتے

مٹی نہ ملی لاش کو شاہ شہدا کی
فریاد نبیؐ کی ہے وہاں بہ خدا کی

اس قافلے سے روتے ہوئے عابدؑ مضطر ۲۰ پہونچے پسر سعد کے خیمے کے برابر
بیٹھا ہوا تھا کرسی پہ نخوت سے بد اختر اور فتح کی نذریں اسے دیتے تھے ستمگر

تھا جشن کا غل کشتیوں میں آتے تھے خلعت
خدام کھڑے شمر کو پہناتے تھے خلعت

نوفل پسر سعد سے کرتا تھا یہ گفتار ۲۲ دو ضعف و زرکا میں(ش) ہوں آج طلب گار
عباسؑ کے شانوں پہ لگائی ہے وہ تلوار جس ضرب سے ٹوٹی کمر سید ابرار

کاٹا علم شاہ کو شمشیر سے میں نے
مشکیزے میں سوراخ کیا تیر سے میں نے

کس فخر سے کرتا تھا بیاں قاتل اکبرؑ ۲۴ اس نیزے سے بے جاں ہوا ہم شکل پیمبرؐ
کہتا تھا کوئی چھیدا ہے اک تیر لگا کر بانوؑ کا جگر، شاہ کا دل، گردن اصغرؑ

ہر زخم کا انعام سوا(ک) چاہیے مجھ کو
اس تیر سہ پہلو کا صلہ چاہیے مجھ کو

کہتا تھا سنا کر اسے کوئی ستم آرا ۲۵ لخت دل شبیرؑ کو ہے اس تیر سے مارا
رہوار کے پاؤں سے بدن سب کیا پارا نوشاہ زمانے سے پر ارمان سدھارا

کیا قبر میں ہوئے گا قلق ابن حسنؑ کو
رنڈسالہ میسر نہیں اک شب کی دلہن کو

کہتا تھا کوئی لوٹ کا اسباب دکھا کر ۳۶ مقنعہ یہ دلہن کا ہے یہ بانو کی ہے چادر (ل)
باقر کی یہ ہنسلی ہے سکینہ کا ہے گوہر شملہ یہ ہے اکبر کا یہ گہوارۂ اصغر

یہ خون میں تر جامۂ شاہِ شہدا ہے
پیوند ہیں جس میں وہی زینب کی ردا ہے

عابد نے سنی جب یہ ستم گاروں کی تقریر ۳۷ نزدیک عمر آئے سنبھالے ہوئے زنجیر
فرمایا کہ قبروں میں تو گاڑے گئے بے پیر کی ہے پسرِ فاطمہ نے کون سی تقصیر

کھلوا دے مرے ہاتھ کو صدمہ ہے جگر کو
میں دفن کروں شیرِ الٰہی کے پسر کو

بے دفن و کفن ہیں جو ید اللہ کے پیارے ۳۸ واللہ گڑا جاتا ہوں میں شرم کے مارے
بکھرے ہوئے یاں پھول محمد کے ہیں سارے صحرا میں کوئی ہے کوئی دریا کے کنارے

ان پھولوں کو مقتل سے اٹھا لینے دو مجھ کو
مٹی میں ستاروں کو چھپا (ا) لینے دو مجھ کو

سفاک نے تب چیں بہ جبیں ہو کے سنایا ۳۹ حاکم کا یہ شقہ (۹) ہے مرے نام پہ آیا
تو کوفے میں اب تک سرِ شبیر نہ لایا صحرا سے خبردار، جو لاشوں کو اٹھایا

مرنے پہ بھی راحت تنِ سرور کو نہ دیتا
زنہار کفن سبطِ پیمبر کو نہ دیتا

چپ ہو گئے سجادِ حزیں سر کو جھکا کر ۴۰ چلائے تنِ شہ کی طرف منہ کو پھرا کر
جیتا رہا گر قید کی تکلیف اٹھا کر گاڑے گا غلام آپ کو اب شام سے آ کر

حیدر کی حمایت میں تنِ شاہ کو سونپا
آئی یہ صدا تم کو بھی اللہ کو سونپا

صدقے ہو پدر آنکھوں سے آنسو نہ بہاؤ ۴۱ لاشے کے نہ اٹھونے کا صدمہ نہ اٹھاؤ
ہم چین سے یاں سوتے ہیں تم قید (ت) میں جاؤ چادر کوئی مل جائے تو زینب کو اڑھاؤ

ماتم میں بہن کو نہ بھلا دیجیو بیٹا
ہر وقت سکینہ کی خبر لیجیو بیٹا

سہنا ہے تمہیں رنج اسیری میں صغیر کا ۴۴ اب وہ ہے تو ہے طوق کا یک بوجھ مزید
اے نورِ نظر غم نہ کرو لاشِ پدر کا بابا ہے مقدر سے بیانداز پسر کا

دن گذریں گے ایسا کہ قیامت بھی ٹلے گی
تم بچھڑے جب آؤ گے تو ہمت بھی ٹلے گی

یہ سُن کے چلے روتے ہوئے عابدِ بیمار ۴۳ رہتی ہوئے خیموں کو اُجڑوا کے ستمگار
بے غسل و کفن رہ گئی نعشِ شہِ ابرار جز سب کسی وہ پاس نہ دل سوز نہ غمخوار

روتے تھے ملک عرش پہ جب روتی تھی زہرا
لاشے سے پسر کے نہ جدا ہوتی تھی زہرا

وہ گرمی کے ایام وہ صحرائے خطرناک ۴۴ پتے کا نہ سایا تھا نہ بادل کا تھا نہ خاک
اُٹھتے تھے بگولے کہیں اڑتی تھی کہیں خاک ریتی پہ پڑا تھا پسرِ سیدِ لولاک

بھنتا جو تھا دانہ بھی جو گرتا تھا زمیں پر
اس دھوپ میں سایہ نہ تھا شاہِ شہ دیں پر

جب گلشنِ ایماں کو قلم کر چکے اعدا ۴۵ طشت و نیزے پہ سرِ شہ کو علم کر چکے اعدا
ناموسِ محمد پہ ستم کر چکے اعدا تاراج سب اسباب حرم کر چکے اعدا

کوفے کی طرف لے گئے ناموسِ نبی کو
گاڑا بھی نہ فرزندِ رسولِ عربی کو

جنات کے رونے کی صدا آتی تھی ہر دم ۴۶ پریاں پسرِ فاطمہ کا کرتی تھیں ماتم
دریا میں یہ تھا شور کہ ہے ہے شہِ عالم اڑ اڑ کے پرندے بھی فغاں کرتے تھے باہم

فریاد کا غل اُٹھتا تھا ہر بار زمیں سے
ریتی پہ برستا تھا لہو چرخِ بریں سے

ٹکراتے تھے جب کوہ تو اُڑتے تھے شرارے ۴۷ چھپتے تھے درختوں پہ غم و درد کے مارے
جو کھیت لہکتے تھے وہ مرجھائے تھے سارے اور لوٹتی تھیں مچھلیاں دریا کے کنارے

دانے کا نہ تھا ہوش پرندوں کو جہاں میں
چوگے نہ منہ ڈالتے تھے آبِ رواں میں

کھیتوں پہ جو آتے تھے وہاں اہلِ زراعت ۴۸ لاشے نظر آتے تھے، انھیں آتی تھی رقّت
دن بھر تو وہ سب روتے تھے باصد غم و حسرت اور شب کو گھروں میں بھی نہ تھی غم سے فراغت

کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے سحر تک
شبیرؑ کی مظلومی پہ روتے تھے سحر تک

تب عورتیں کہتی تھیں یہ بادیدۂ پُرنم ۴۹ کیوں بے خور و بے خواب ہو کس بات کا ہے غم
اشک آنکھوں مے تم لوگوں کے تھمتے نہیں اک دم بتلاؤ یہ ہے کون سے مظلوم کا ماتم

کھانے جو پکائے ہیں اسی طرح دھرے ہیں
کون اُٹھ گیا دنیا سے کہ دِل غم سے بھرے ہیں

تم لوگوں کے غم کھانے کا کھلتا نہیں احوال ۵۰ خرمن پہ گری برق کہ کھیتی ہوئی پامال
کیا پیچ پڑا کون سا نقصان ہوا اس سال املاک ہوئی ضبط کہ دنیا میں پڑا کال

کچھ جرم کسی طرح کا ٹھہرایا ہے تم پر
کیا حاکمِ جابر کا عتاب آیا ہے تم پر

وہ بولے کہ اِن میں سے کوئی بات نہیں آہ ۵۱ کیا تم سے کہیں ہم پہ جو ہے صدمۂ جاں کاہ
تھی تیسری تاریخ محرم کی کہ ناگاہ وارد ہوا اس دشت میں اک بندۂ اللہ

تھوڑے سے ملازم تھے، پہ سب غنچہ دہاں تھے
کچھ پیر تھے کچھ طفل تھے کچھ تازہ جواں تھے

ہم نے کبھی دیکھے نہیں اس طرح کے خوش رُو ۵۲ میدان میں تھی جلوہ گری نور کی ہر سُو
چہروں پہ ٹپکتے تھے عجب حسن سے گیسو جب ہنستے تھے تب پھولوں کی آجاتی تھی خوشبو

رتبہ چمنِ خلد کا صحرا کو ملا تھا
دریا کی ترائی میں عجب باغ کھلا تھا

باندھے ہوئے عمّامے وہ کعبے کے مسافر ۵۳ آقا کے جلو میں بسر و چشم تھے حاضر
چہروں سے غریب الوطنی ہوتی تھی ظاہر تسبیحِ زباں، ذکرِ خدا، صابر و شاکر

وہ چاند سے رُخ پیشِ نظر آج تلک ہیں
انوارِ سراپا سے، عیاں تھا کہ ملک ہیں

تھی کاندھوں پہ شملوں کی عمامہ کی عجب شان ۵۴ کیسوئے سر خم کو جبیں پہ کریں فتراک
وہ چاند سے ماتھے، وہ مژہ نوک گریباں وہ نور تن پاک عبا میں سے نمایاں
عالم تھا عجب حسن کا اُن سب دھنوں پر
بس نقش تھا تزئین کا جامہ بدن پر

سونلائے ہوئے رنگ، وہ باتِ سفر تے ۵۵ پرزے نہیں سکتے کبھی تشبیہ کے تیرے
دیکھا جو انھیں، گر گیا خورشید نظر سے ہونٹوں پہ زیادہ تھی نزاکت گل تر سے
چہرے عرق آلود تھے، گرمی جو بڑی تھی
ہنگام سحر اوس کی چھوٹوں پہ پڑی تھی

مکی کوئی، کوئی عربی، کوئی حجازی ۵۶ ہر رتبہ میں اعرابی، ترکی و تازی
شیرانِ جہاں، صف شکن و صفدر و غازی سجدے سے تو شمشیر کریں، جیسے نمازی
جاں بازی و تسلیم و رضا ختم تھی اُن پر
آقا پہ تصدق تھے، وفا ختم تھی اُن پر

بے مثل تھا اس فوج میں ایک ایک خوش اطوار ۵۷ دو شخص تھے پر سے جو فوج میں نمودار
سب میں انھیں دونوں پہ نظر پڑتی تھی ہر بار تھے ایک عمر کے، تو ایک فوج کا سردار
رخسار تھے، یا نورِ خدا پیش نظر تھا
ذرّوں میں یہ خورشید، دو تاروں میں قمر تھا

ان دونوں میں تھا ایک جواں گیسوؤں والا ۵۸ گردِ قمر اس شان سے دیکھا نہیں ہالا
قد سرو سا، اور حسن میں یوسف سے دوبالا مہرِ فلکِ نور، اندھیرے کا اجالا
سب خلق پہ وہ حسن میں ممتاز ہوا تھا
سبزہ بھی ابھی خوب نہ آغاز ہوا تھا

کیا حسن تھا، کیا شان تھی، کیا عزت و توقیر ۵۹ آنکھوں میں بجلی لگتی تھی کیا سرمہ کی تحریر
رخساروں پہ بل کھائے ہوئے زلفِ گرہ گیر تھا فرق سے تا ناخنِ پا نور کی تصویر
اخلاق میں، شوکت میں، شجاعت میں نبی تھا
سایہ جو نہ ہوتا تو، رسولِ عربی تھا

کس منہ سے کہیں شانِ علمدارِ شہنشاہ ۶۰ سب کہتے تھے نکلا ہے یہ ملوبی کے تلے ماہ
تھی شوکت جعفرؑ تو شکوہ اسد اللہؑ حاضر تھے جلو میں حشم و دبدبہ و جاہ

خورشید سا تھا جلوہ نما، خانۂ زیں پر
گھوڑا دو رکابہ تھا، پہ تھے پاؤں زمیں پر

برپا جو ہوا خیمہ زنگاری سردار ۶۱ ٹل سے حرم خیمے میں داخل ہوئے اک بار
اُترے وہ جواں گھوڑے سے صحرا ہوا گلزار واللہ عجب مصحف دیں تھے وہ خوش اطوار

کچھ فکر نہ تھی اور فقط یادِ خدا تھی
تکبیروں کے نعرے تھے نمازوں کی صدا تھی

یاں ایک غلامِ حبشی اتنے میں آیا ۶۲ اور بعدِ سلام آکے یہ پیغام سُنایا
تم لوگوں کو آقا نے ہمارے ہے بلایا حاضر ہوئے ہم اور سرِ تسلیم جھکایا

خُدّام پکارے کہ رہے دھیان ادب کا
دربار ہے فرزندِ شہنشاہ عرب کا

استادہ رہے سامنے ہم جوڑے ہوئے ہاتھ ۶۳ تھرا گئے دل، خوف سے کی جاتی نہ تھی بات
اللہ رے اخلاقِ شہنشاہ خوش اوقات کی ہم سے غریبوں پہ عجب لطف و عنایات

آداب سے سر قدموں پہ نہ ڈھا دیا ہم نے
پہلو میں جگہ دی ہمیں اس بحرِ کرم نے

فرمایا کہ تکلیف ہوئی تم کو نہایت ۶۴ لیکن ہے یہ ہم سب کی ملاقات غنیمت
دیں داروں کو لازم ہے غریبوں سے محبت احفال ہیں ساتھ، اور یہ ہے عالمِ غربت

ملتی نہیں مہلت کوئی دم رنج و الم سے
ہم دور وطن سے ہیں وطن دور ہے ہم سے

اس دشت میں تھوڑی سی زمیں دو تو بسائیں ۶۵ ہے جی میں کہ اب یاں سے کہیں اور نہ جائیں
ایذائے سفر سے چکے راحت بھی اٹھائیں قبضہ ہوا اس بن میں تو سب کام بن آئیں

جاگیر کی خواہش ہے نہ املاک کی خواہش
لے آئی ہے یاں تک ہمیں اس خاک کی خواہش

قیمت کے نہ لینے پہ کیا ہم نے جو انکار ۶۶ قسمیں تھیں وہ دے دے کے دیئے زر نے دلا
گھر تک (ف) بھی ابھی پھر کے نہ پہونچے تھے کہ مار فوجیں ہوئیں کچھ شاہ کے حاکم کی نمودار

تاریخ ششم کو تو زمانہ میں پھرا تی
دو لاکھ سواروں میں وہ لشکر کی سراتی

بند اس پہ ہوا ساتویں تاریخ سے پانی ۶۷ تھا جانے پہ حسین کے کوئی بات نہ مانی
وہ گرمی کے دن اور وہ غضب تشنہ دہانی رہنے کے اس سید خیر سے تھا پانی

پانی کے مہینے سے تڑپتے تھے بچے
کوزے سے پانی کے نکل آتے تھے بچے

عاشور کو مرنے پہ مسافر ہوئے تیار ۶۸ تھوڑی میں وہ سے نکلنے لگیں بک بک بار
ڈھالوں کا لب نہر اٹھا ابر دھواں دھار ہر سو تھی چمکتے تیغوں کی وہ تیروں کی وہ بوچھار

سر تا بہ قدم خون میں تر ہوتے تھے غازی
تلواروں میں آفت کی سپر ہوتے تھے غازی

حملے جو کیے ظلم شعاروں کو بھگایا ۶۹ دریا سے حسینوں کی قطاروں کو بھگایا
میدان سے پیادوں کو سواروں کو بھگایا یک یک بہادر نے ہزاروں کو بھگایا

کس منہ سے کہیں حال جو زہرا کے تھا جایا
پیاسے تھے، نہ خبر تک نہ خبر سب کا

بے سر جو ہوئی فوج تو تنہا ہوا سردار ۷۰ ہر سمت سے پڑنے لگی تلوار پہ تلوار
جس وقت گرا گھوڑے سے وہ بیکس و بے یار کس بے بی نکل آئی تھی خیمے سے کس بار

بکھرائے ہوئے بال وہ آئی رہ زینب
عونات نے رو کر کہا ہے ہے وہ بہن تھی

اک بولی کہ آگے کہو کیا گذری پھر اس پر ۷۱ وہ بولے کہ زینب کے چلے تھے جو تنہ پر
تن گھوڑوں سے کچلا گیا تاراج ہوا گھر اور چھین لی سب سے کس بی بی کی چادر

کونین میں اس ظلم کا اک شور پڑا ہے
اس روز سے وہ بے کفن و گور پڑا ہے

شب کو جو زراعت کی حفاظت کو گئے ہم ۷۲ اس بن میں نفر آیا عجب طرح کا عالم
کچھ مرد تھے، کچھ بی بیاں، کچھ حوریں تھیں باہم غل ہائے حسینا کا تھا اور کرتی تھیں ماتم

بے جرم و گنہ تیغِ ستم جس پہ چلی ہے
معلوم ہوا وہ کہ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

آواز یہ آتی تھی کہ اے حورِ یو آؤ ۷۳ غش آیا ہے، خاتونِ قیامت کو اٹھاؤ
کہتے تھے محمد مجھے لاشہ تو دکھاؤ شبیرؑ کہاں ہیں، مری چھاتی سے لگاؤ

ٹکڑے دلِ فرزند کے دکھلاتے تھے حیدر
لاشے کو لیے گود میں چلاتے تھے حیدر

یہ سنتے ہی عورات نے اک شور مچایا ،، گھبرا کے کہا، ہائے یہ کیا تم نے سنایا
شبیرؑ تو خاتونِ قیامت کا ہے جایا اُس شمعِ امامت کو لعینوں نے بجھایا

مظلوم کا سر تن سے اتارا گیا ہے ہے
لوگو پسرِ فاطمہؑ مارا گیا ہے ہے

دسویں کو ہوئی شہؑ کے تن و سر میں جدائی ۷۵ اور آج تلک لاش نہ سید کی اٹھائی
ان کا تو نہ باقی کوئی بیٹا ہے نہ بھائی تم نے بھی نبیؐ زادے کی تربت نہ بنائی

فرزندِ علیؑ دشت میں بے دفن ہے کب سے
معلوم ہوا ڈر گئے حاکم کے غضب سے

تم اوڑھو ردائیں، ہمیں دو جنگ کے ہتھیار ۷۶ بس آج سے تلوار نہ تم باندھیو زنہار
ناخوش ہیں نبیؐ تم سے، علیؑ تم سے ہیں بیزار بے پردہ ہے زینبؑ ہمیں پردہ نہیں درکار

فوجیں بھی جو بھیجے تو نہ حاکم سے ڈریں گے
اب فاطمہؑ کے لال کو ہم دفن کریں گے

یہ کہتے ہی عورات نے عریاں کیے سر ،، جلدی سے اتارا انھیں جو پہنے تھیں زیور
آغوش سے بچوں کو بھی بہلا دیا رو کر اور پھینک دیا سب نے ردا دوں کو زمیں پر

گہ سینہ زنی تھی کبھی فریاد و بکا تھی
اس غول میں زہراؑ کے بھی رونے کی صدا تھی

مردوں نے جو دیکھا کہ چلی بی بی تیز باہر ۷۹ گھبرائے اور بولے پکڑ کے قدم پر
تم رہو گھروں میں صف ماتم کو بچھا کر ہم کاٹتے ہیں شہ کو فرزند ہیں پیمبر

دیویں گے کفن شاہ غریب الغربا کو
منھ ہم کو بھی دکھلانا شب محبوب خدا کو

یہ کہہ کے چلے بیلچے لے لے کے وہ اک بار ۸۰ وہ تیس سحر دیں فاطمہ کے پیاروں کی تیار
سر لے گئے تھے کاٹ کے سب کے جو ستمگار معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہے کون سا مزار

جس خاک پہ ٹکڑے تن سرور کے پڑے تھے
یہ لوگ وہاں ششدر و حیران کھڑے تھے

کہتا تھا کوئی کس سے کہیں کون بتائے ۸۱ ہم پوچھیں جو لاشوں کا شناسا کوئی آئے
سب خواب عدم میں ہے کوئی کس کو جگائے احمد کا نواسا کفن و گور تو پائے

معلوم نہیں کون سی جا شہ دیں ہیں
لاشے سے صدا آتی وہ مفقود ہمیں ہیں

صد شکر کہ آخر ہوئے چہلم کے بھی ایام ۸۲ کر دے گا خدا دفن و کفن کا بھی سر انجام
مشرق میں جو ہو موت امام ذوی الاکرام مغرب سے امام آتا ہے واں دفن کے ہنگام

رہنے دو زمیں پر نہ اٹھاؤ ابھی ہم کو
ٹھہرو کہ امام زمن آیا کوئی دم کو

ناگاہ ہوئی سامنے سے گرد نمودار ۸۳ مقتل کی زمیں ہو گئی سب مطلع انوار
آواز فرشتوں کی یہ آنے لگی اک بار آپہونچے سر شاہ لیے عابد بیمار

ہر گام پہ گر پڑتے ہیں یہ زور گھٹا ہے
عمامہ نہیں سر پہ، گریبان پھٹا ہے

مقتل میں کھڑے ہو کے پڑھی پہلے زیارت ۸۴ بس گر پڑے لاشے پہ نہ تھامی گئی رقت
چلائے کہ اے دلبر خاتون قیامت بے چین تھا میں، آپ سے جب سے ہوئی فرقت

پاس آپ کے سب خاک پہ سویا کیے بابا
ہم اتنے دنوں قید میں رویا کیے بابا

کیا ظلم سہے آپ نے، اے شاہِ خوش اوقات ۸۴ اُفتادہ رہے دھوپ میں اور اُوس میں دن رات
آگے مرے پہونچوں سے ہوئے تھے نہ قلم ہاتھ یہ ظلم ہوئے بعدِ فنا، آپ پہ ہیہات

کس ظالم و بے رحم و بداطوار نے کاٹے
لاشے سے صدا آئی کہ جتاں نے کاٹے

سُن کر یہ سخن رونے بہت عابدِ بے پر ۸۵ پھر دفن شہیدوں کو کیا بادلِ مضطر
جس وقت اٹھانے لگے، شہ کا تنِ اطہر اعجاز امامت سے اُٹھے، سبطِ پیمبر

عابدؑ جو گرے پڑتے تھے، افراطِ الم سے
شبیرؑ گئے تابہ لحد، اپنے قدم سے

رکھنے جو لگا لاشے کو مرقد میں وہ بیمار ۸۶ اک چادرِ نور آ کے کھنچی قبر پہ اک بار
ناگہ ہوئے تربت سے کئی ہاتھ نمودار سر کھولے یہ چلاتی تھی زہراؑ جگر افگار

بے کس کو نبیؐ زادے کو مغموم کو لاؤ
میں صدقے ہوں، لاؤ مرے مظلوم کو لاؤ

حیدرؑ کی صدا آتی تھی، ہے ہے مرا پیارا ۸۷ آہستہ اُٹھاؤ، کہ بدن چور ہے سارا
کہتے تھے نبیؐ، امتِ بے دین نے مارا ان باغیوں نے لوٹ لیا باغ ہمارا

بکوا کے مدینے سے، مسافر پہ جفا کی
اچھی ہوئی دعوت، پسرِ شیرِ خدا کی

مٹی جو لگے قبر میں سجاد گرانے ۸۸ اُس وقت لگی قومِ اسدؑ خاک اڑانے
منہ پیٹ لیا ہاتھوں سے محبوبِ خدا نے زہراؑ نے کبھی پائینتی اور گاہ سرہانے

گھبرائے ہوئے گردِ لحد پھرتے تھے حیدرؑ
اٹھتے تھے کبھی اور کبھی گرتے تھے حیدرؑ

اب وقتِ خموشی ہے انیسِ جگر افگار ۸۹ بیتاب ہیں، رقت سے شہِ دیں کے عزادار
مولا سے یہ کر عرض کہ یا سیدِ ابرار ہوں آپ کی سرکار سے عزت کا طلبگار

برگشتہ زمانہ ہے، مدد کیجیو مولا
ناقدروں کے احساں سے بچا لیجیو مولا

۲۴

(الف)

دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی — بے تاب ہیں سب جانے کو جب ہوتے ہیں قیدی
منھ گرد بھرے آنسوؤں سے دھوتے ہیں قیدی — بچوں کے لیے کوٹھریوں میں روتے ہیں قیدی
فاقوں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تن میں
دہشت سے ستمگاروں کی لرزہ ہے بدن میں

دم ہول کے مارے نہیں سینوں میں سماتے — ہیں خاک بھرے بالوں سے چہروں کو چھپاتے
زینبؑ کا یہ عالم ہے کہ غش پر ہیں غش آتے — سہمے ہوئے بچے ہیں یہ منھ کو دستے
دم ہونٹوں پہ ہیں قید کی بیداد و محن سے
کیا گردنیں پھر باندھیں گے جلاد رسن سے

جی ڈرتا ہے اماں ہمیں گودی میں چھپا لو — کپڑا کچھ ڈھک کر ہمیں چھاتی سے لگا لو
سُن لے نہ کوئی منھ سے سخن کچھ نہ نکالو — سنتی ہے کہاں ہیں انھیں پاس اپنے بٹھا لو
مارے نہ طمانچے کوئی یہ خوف بڑا ہے
دروازے پہ شمرِ ستم ایجاد کھڑا ہے

تھا شور کہ اے قیدیو! دربار میں جاؤ — کیا بیٹھے ہو زنداں میں قدم جلد اٹھاؤ
خالق نے کیا رحم، اب آنسو نہ بہاؤ — حلقے رسن ظلم کے ڈھیلے کریں، آؤ
حاکم کو دعا دو کہ تمھیں شاد کرے گا
اب قتل نہیں کرنے کا آزاد کرے گا

سن کر یہ سخن رونے لگی زینبِ ناچار — اک بار تو ہو آئے ہیں مجلس میں گنہگار
کیا کام ہے اب کیوں ہے بلایا سرِ دربار — نے سر پہ ردائیں ہیں نہ بے طاقتِ رفتار
لے جاؤ نہ بلوے میں اسیرانِ ستم کو
گھل گھل کے اسی قید میں مر جانے دو ہم کو

۶ میں سوگ میں ہوں کیسی خوشی کیسی رہائی — کس سے ملوں گی چھوٹ کے کیا جیتے ہیں بھائی؟
ماں جائے نے گردن پہ شمشیر کٹائی — بھائی سے تو اب تا بہ قیامت ہے جدائی
کیا لطف ہے چھٹے قید سے گر پیاروں کو کھو کر
دکھلاؤں گی صورت کسے بن بھائی کی ہو کر

۷ مشہور ہوں میں فاطمہؑ کے لال کی شیدا — جب وہ نہ ہوئے قید سے چھوٹی بھی تو پھر کیا
اب قید کا غم ہے، نہ رہائی کی تمنا — مر جاؤں میں زنداں میں تو رہ جائے یہ پڑا (۵)
چرچا ہو کہ دنیا سے سفر کر گئی زینبؑ
چہلم نہ ہوا بھائی کا اور مر گئی زینبؑ

۸ مارے گئے عباسؑ دلاور مرے آگے — دنیا سے گئے اکبرؑ و اصغرؑ مرے آگے
بھائی کے چلا حلق پہ خنجر مرے آگے — خالی ہوا زہراؑ کا بھرا گھر مرے آگے
غم کھاتی ہے اور خونِ جگر پیتی ہے زینبؑ
وہ شیر تو مارے گئے اور جیتی ہے زینبؑ

۹ بتلاؤ خوشی چھوٹنے کی قید سے اب کیا؟ — بیٹے ہیں کہ پھر جن سے ہو ملنے کی تمنا
قاسمؑ ہیں کہ دکھلائیں گے آ کر مجھے سہرا — اکبرؑ ہیں جنھیں دیکھ کے ٹھنڈا ہو کلیجا
لاشے بھی ابھی تک نہیں پیاروں کے گڑے ہیں
آباد تھا گھر جن سے وہ جنگل میں پڑے ہیں

۱۰ جو بھائی کے مرنے سے ستم میں نے اٹھائے — دشمن کو بھی یہ ظلم نہ اللہ دکھائے
نیزے مرے شانوں (۶) میں لعینوں نے چبھائے — بازو مرے باندھے، مجھے دربار میں لائے
بھائی کی عزادار ہوں اور خستہ جگر ہوں
عاشور محرم سے میں اب تک کھلے سر ہوں

۱۱ کہہ (۷) دے مجھے دربار میں حاکم نہ بلائے — خلقت کو دوبارہ نہ مری شکل دکھائے
گر قتل ہو منظور، ہو تو قاتل یہیں آئے — موجود ہوں، خنجر مری گردن پہ پھرائے
فکر (۸) غم و اندوہ سے آزاد ہو زینبؑ
سر تن سے جدا ہو تو بہت شاد ہو زینبؑ

فرمانے لگے رو رو کے تب عابدِ بیمار ۱۲ اس وقت پھوپھی جان مناسب نہیں تیرا
کیا بس ہے تری طبع پہ اے سرورِ ابرار دیکھیں تو یہ کیا چاہتے ہیں فوجِ ستمگار

اب تک نہیں آئی مسجدِ نبوی کی زیارت
شاید ہو میسر سرِ سرور کی زیارت

رو کر کہا زینب نے جو وہ غیظ کی زد پر ۳ مت رو تو سب تو ہمیں یہ کہتے ہیں غارت
سن کر یہ سخن فرطِ تاسف سے گرے سر پر سب کے تو دوپٹے تھے عزا کے وہ اتارے

نورانی بدن گردِ غریبی سے اٹے تھے
بکھرے ہوئے تھے بال گریبان پھٹے تھے

نکلا (رک) رہِ زندان سے جو وہ یوسفِ شبیہ ۴ گردن میں تو طوقِ آہن و پا میں تھی زنجیر
شکل مہ نو خم تھا قد و رنگ تھا کاہیہ ۵ ضعف و یہ نقاہت کہ ہے غش کی تصویر

فاقوں کے سبب نرگسی آنکھوں میں گڑھے تھے
رخ زرد تھا، لب خشک تھے ویراں کھڑے تھے

چشمانِ خمار میں سے نقاہت تھی نمودار ۵ زیب ہے اگر ان کو کہوں نرگسِ بیمار
تھے ضعف سے مائل بہ سفیدی گلِ رخسار ۶ دم کانپتا تھا صورتِ خورشیدِ لبِ زار

افسوس ہے جو نور کے سانچے میں ڈھلا تھا
سو طوق کے حلقے میں وہ نورانی گلا تھا

یہ زار بدن تھا کہ گیں ہوتی تھیں معلوم ۱۰ سینے پہ جھکا جاتا تھا ہر دم سرِ مغموم
تھیں بازوؤں کو تھامے ہوئے زینب و کلثوم ۱۱ ہر جا پہ نقاہت سے لچکتا تھا وہ مظلوم

زنجیر گریباں میں تھی کس پہ ستم تھا
سر قید تک پائے مبارک پہ درم تھا

اس حال سے پہونچے جو وہ بیکس سرِ دربار ۱۰ تعظیم کو سب اٹھ گئے کہ غدار
کاٹی گئیں جب بیڑیاں اور طوقِ گرانبار گردن کو جھکا رونے لگے عابدِ بیمار

صدمے سے جو شاہِ خوش خو نکل آئے
اس وقت تو حاکم کے بھی آنسو نکل آئے

(۱۷) بعدؑ اس کے یہ عابدؑ سے لگا کہنے وہ جلّاد ۱۸ محبوب نہایت ہوں میں اے سیّدِ سجّاد
تھا دشمنِ شہؑ ابنِ زیاد ستم ایجاد میں خانہ نہ ہُرا تو نہ کرتا کبھی برباد

بے کس کے ستانے میں مجھے فائدہ کیا تھا؟
لیکن وہ ہُوا جو کہ مقدّر میں لکھا تھا

(۱۸) دی میں نے رہائی تمہیں اے عابدِ بیمار ۱۹ جی چاہے تو یہاں رہیے مع عترتِ اطہار
گر جانا ہو سوئے حرمِ احمدِ مختار تو راحلہ زادِ سفر ہووے جو درکار

شرمندہ ہوں میں قتلِ حسینؑ ابنِ علیؑ سے
شکوہ نہ میرا کیجو رسولِ عربیؐ سے

عابد نے کہا گو کہ ہیں ہم بے سر و ساماں ۲۰ پر یہ نہیں منظور کہ لیں غیر کا احساں
سب مشکلیں بندوں کی خدا کرتا ہے آساں چھٹنے کی خوشی ہے نہ وطن جانے کا ارماں

کہ گھر دے وہاں ماتمِ شبّیرؑ کریں ہم
سامانِ عزائے شہِ دلگیرؑ کریں ہم

بابا جو ہوئے قتل تو ہم قید میں آئے ۲۱ اعدا کی تقیّد تھی کوئی غُل نہ مچائے
آنکھیں ہمیں دکھلائیں اگر اشک بہائے جی بھر کے کبھی باپ کو رونے نہیں پائے

ناموسِ نبیؐ خوف سے اک دم نہیں روئے
زنداں میں بہن مر گئی اور ہم نہیں روئے

اور دوسرے ہیں آں نبیؐ با سرِ عُریاں ۲۲ ٹوٹا ہُوا اسباب منگا دے ہمیں اس آں
میں اپنے بزرگوں کے تبرّک کا ہوں خواہاں بس ہے وہی ہم بے سر و سامانوں کا ساماں

حیدرؑ کا عمامہ ہے محمدؐ کی عبا ہے
اور کہنہ سی اک فاطمہؑ زہراؑ کی ردا ہے

ٹوٹا ہُوا اسباب جو حاکم نے منگایا ۲۳ تب شمر لباسِ شہِ دیں کشتی میں لایا
سجّاد کا دل سینے میں اس وقت بھر آیا سر پیٹ کے یہ زینبِ بے کس نے سنایا

اس وقت مری چھاتی پھٹی جاتی ہے لوگو!
بھائی کے مجھے خون کی بو آتی ہے لوگو!

بے سبب مجھے پوشاک سوزن کی دکھاؤ ۲۰ پیرہن شبّر کی لاؤ تو سہی
علامت گلوں مری آنکھوں سے لگاؤ جامہ ہائے کہنہ پوشاکیہ

وقت آ ہی جی سے گذر جائے گی زینبؑ
ساتھ اپنے نہ دنیا کی کوئی چیز لے جائے گی زینبؑ

حاکم نے جو دیکھی شہ خوباں کی پوشاک ۲۱ غصّے سے ہر اک بات وہ بولا تن چاک
عابد سے یہ کہنے لگا تب حاکم سفّاک یہ خلعت فاخر ہے تمہیں کس نے دیا ہے

حیرت ہے مجھے جامۂ شاہِ شہدا پر
دعویٰ تھا خلافت کا اسی کہنہ قبا پر

رو کر کہا عابدؑ نے کہ اے فاتح خیبر ۲۲ ہے ارث میں پہنے ہوئے ہیں ہم یہ جوہر
ایسی نہ تھی وہ قبائے شہ ابرار یہ تیروں کے ہیں اور خنجروں کے ہیں یہ خنجر

تلواروں سے ٹکڑے جسد پاک ہوا ہے
یوں ہی مرے بابا کا بدن چاک ہوا ہے

اور اتنے میں آیا علَم حضرتِ عباسؑ ۲۳ مشکیزہ سے تھی صاف بہشتی کی لیے باس
چلّانے لگی زوجۂ عباسؑ بصد یاس لو مرے مہ رو کی نشانی مرے پاس

اس وقت مری چھاتی پھٹی جاتی ہے تم سے
منھ ڈھانپ کے روؤں گی میں زینبؑ کی قسم سے

کہہ کر جو یہ پوشاک تھی تر خون سے ساری ۲۴ دیکھا جو سوئے بے کس یہ پکاری
بر شکل پیمبر ترے شملے کے میں واری آنکھوں کے تلے پھرتی ہے تصویر تمہاری

لے کر کے بہت جلد یہ منزل سے گئے بیٹا
کپڑے تو ہیں ورخت میں تم گئے بیٹا

کپڑے سر قتل یہ بدلے تھے جو دلبر ۲۵ کیسے ہی یہ تو مت کو بھلے لگتے تھے کہہ کر
وہ چاند سے رخسار وہ گیسوئے معنبر دو ہاتھ سے بنے خیمے سے تم نکلے تھے باہر

اب سمجھی کہ دولت مری کھونے کو چلے تھے
تم قبر کی آغوش میں سونے کو چلے تھے

شملے کو اُٹھانے جو لگی بانوئے غم خوار ۳۰ اصغرؑ کا سکوں کا نفسِ آیا اُسے اک بار
لپٹا کے کلیجے سے پکاری بہ دلِ زار اصغرؑ ترے کُرتے پہ فدا ماں(س) جگر افگار

مارے گئے دامن میں شہِ تشنہ گلو کے
ننھے سے گریبان میں دو بیٹے ہیں لہو کے

کچھ حال مجھے دردِ گلو کا نہ سُنایا ۳۱ چپکے رہے اور تیرِ ستم حلق پہ کھایا
مادر نے تو اُجلا تمھیں گُرتا تھا پنھایا دودھ اُس پہ ہے کیا ہچکیاں لے لے کے گرایا

پیکاں کے نکلنے کا جو دُکھ تم نے سہا ہے
ہے ہے یہ مرا دُودھ لہو ہو کے بہا ہے

صدقہ گئی آباد کیا باپ کا پہلو ۳۲ ویراں مری گودی ہوئی اے اصغرِ مہرُو
تھی شب کو بہت دودھ کے پینے کی تمھیں خُو اُٹھ اُٹھ کے یہ ماں ڈھونڈھتی ہے رات کو ہر سُو

مجھ کو تو جدائی تری تڑپاتی ہے اصغرؑ
مجھ بن تجھے کس طرح سے نیند آتی ہے اصغرؑ

اک کشتی میں تھا راندوں کا لوٹا ہُوا زیور ۳۳ پازیب تھی کبرا کی سکینہؑ کا تھا گوہر
تب پیٹ کے چلاتی یہ سگی کہنے وہ مضطر بچے ہے مری بچی ترے قُربان یہ مادر

زندوں سے سوئے خلد سفر کر گئی (ع) بچے ہے
گوہر یہ پنھائوں کسے تو مر گئی ہے ہے

ننھی بہو آئی ہے اسی بندے کے لیے کان ۳۴ کیا قید سے تھا چھوٹنے کا بی بی کو ارمان
دن رات تھا بابا کی نشانی کا تمھیں دھیان گوہر مرے دلوا دو، یہی کہتی تھی ہر آن

ماں تم کو کہاں ڈھونڈھنے اب جائے سکینہؑ
گوہر تو ملا تم نہ مبیں ہائے سکینہؑ

جب دے چکا نوٹا ہوا اسباب ستمگر ۳۵ عابدؑ سے کہا اب تو عمامہ رکھو سر پہ
اور حضرتِ زینبؑ سے کہا اوڑھ لو چادر عابدؑ نے کہا سر پہ (ف) عمامہ رکھوں کیونکر

ہے چاک گریبان علیؑ بیٹے کے غم میں
سر ننگِ محمدؐ ہیں نواسے کے اَلم میں

ملبوس درکار ہے نے زر و زیور ۳۰ تن پر ہے فقط ایک ردا اور ردا بھی
منگوا دے مجھے میرے پدر کا اوور ۳۱ تا دفن کروں قبر میں مظلوم پدر کی

بابا ابھی میرا کوئی مونس و غمخوار نہیں ہے
جس کا سرِ پرنور کہیں ہاشمی آثار نہیں ہے

سن کر یہ سخن کہنے لگا تاجدارِ سریر ۳۲ تب بھیجی پیمبر نے تجھے کیا یہی تدبیر
بوسیہ کرو پنی کے پدر فاطمہ کا شیر ۳۳ تا دفن کرے قبر میں مظلوم پدر کو

کچھ اور نہیں بعد نبی ہاتھ لگا ہے
زہرا نے لٹایا ہے تو زہرا نے لگا ہے

ستجاد نے فرمایا کہ اے کاذبِ غدار ۳۴ تو قتل حسین ابن علی کر کے ہوا خوار
خود تو نے کیا قتل کا شیئہ ترے گھر میں ۳۵ خونِ شہدا ہے تری گردن پہ ستمگار

اس دن تجھے مجھ سے پڑے گا نہ سروکار
جب فاطمۃ اللہ سے فریاد کرے گی

بیت

یہ سن کے کہا مجھ کو سر بستہ پیمبر ۳۶ ہم بھی ہیں اسیروں کے بھی ہمراہ ہے دختر
یوں بولیں گے زینب تو یہ فرمائیں گے حیدر ۳۷ سر باپ کا بھی لے نہ سکا بدر سے پسر

ہمراہ گیا رانڈوں کے ورثہ کے پھرے یہ
غربت میں مرے لال کا سر گھر کے پھرے یہ

حسرت نہ رہے تجھ کو عدو کانوں میں پڑتا ۳۸ کہہ جاتے نہ بابا تو کبھی قید نہ ہوتا
اے ظلم میں تری فوج کو میں خوں میں ڈبوتا ۳۹ پہلے شہ مظلوم سے جاں اپنی میں کھوتا

رگ رگ میں ہے میری، اسد اللہ کی طاقت
ہے کانپتے ہاتھوں میں یہ اللہ کی طاقت

غیب سے کوئی اور مدد گار ہو تو اکھاڑوں ۴۰ عنتر کو کروں قتل تو مرحب کو پچھاڑوں
رستے گریزے کو میں کوہ میں ماروں ۴۱ کچھ بن نہ پڑے تجھ کو گر اس وقت بگاڑوں

بابا کی طرح صاحبِ شمشیر ہوں میں بھی
دادا بھی مرا شیر تھا اور شیر ہوں میں بھی

تو دے نہ سرِ سبطِ نبی کیا ترا مقدور ۴۲ گر تخت اُلٹ جائے تو ظالم نہیں کچھ دور
منگوا دے مجھے میرے پدر کا سرِ پُرنور دو دن کی نہ اس دولت و حشمت پہ ہو مغرور

دنیا کو ثبات اے ستم ایجاد کہاں ہے؟
نمرود کہاں آج ہے شداد کہاں ہے؟

ناگاہ صدا سبطِ پیمبر کی یہ آئی ۴۳ سجاد خدا کے لیے کرنا نہ لڑائی
گر ہو گئی تیرے بھی سر و تن میں جدائی پھر ہو دے گی دوزخ سے نہ اُمّت کی رہائی

مظلوم ہو، مغموم ہو اور خستہ جگر ہو
لازم ہے تمہیں صبر کہ صابر کے پسر ہو

گر سر نہیں دیتا تو نہ دے کچھ نہیں پروا ۴۴ بے سر ہی نہیں قبر میں تم گاڑیو بیٹا
دنیا میں رہے گا مری مظلومی کا چرچا اب دے بھی اگر یہ تو نہ لو، صدقے ہو بابا

مقبول یہ ہدیہ ہُوا، دربارِ خدا میں
پھر جیتے نہیں دیتے ہیں جو راہِ خدا میں

حاکم نے بگڑ کر کہا جلاّد کو لاؤ ۴۵ سجادِ حزیں کو تہِ شمشیر بٹھاؤ
زینبؑ نے کہا، یا اسد اللہ اب آؤ بابا مرے بیمار بھتیجے کو بُلاؤ

کیا ہے کہ عیاں زورِ ولایت نہیں کرتے
صدقے گئی پوتے کی حمایت نہیں کرتے

تلوار کو کھینچے ہوئے آیا جو ستمگار ۴۶ سجادؑ سے لپٹے حرمِ احمدِ مختار
آوازِ یداللہ یہ پیدا ہوئی اک بار کیوں تخت اُلٹ دُوں ترا، اے ظالم و غدّار

قائم ہے دنیا کی بنا جس کے قدم سے
اب اس کا گلا کاٹتا ہے تیغِ دو دم سے

سُن کر یہ صدا کانپ گیا حاکمِ اظلم ۴۷ عابدؑ کو دیا اُس نے بہ سردارِ عالم
بیٹے نے لیا باپ کا سر ہاتھ پہ جس دم دربار سے قیدی چلے کرتے ہوئے ماتم

دل غم سے انیسِ جگر افگار طپاں ہے
دفنِ شہدا لکھنے کی اب تاب کہاں ہے

۳۵

دن گذرے بہت قید میں جب اہلِ حرم کو
کیا رنج تھے ناموسِ شہِ امم کو
چھوڑا نہ ستمگر نے اسیرانِ ستم کو
سب کی یہ دعا تھی کہ خدا موت دے ہم کو
ناشاد ہیں ایسے کہ کبھی شاد نہ ہوں گے
زنداں سے یقیں ہے کہ ہم آزاد نہ ہوں گے

۱

طوں اتنا کھنچا قید میں پرساں نہیں کوئی
بے دیں ہیں عیں صاحبِ ایماں نہیں کوئی
ہتھڑوں کے رہا ہونے کا ساماں نہیں کوئی
اس ظلم و ستم پر بھی پشیماں نہیں کوئی
راتوں کو ہے فریاد کا غل نوحہ گروں میں
آرام سے کیا سوتے ہیں سب اپنے گھروں میں

۲

بے وارث و بے کس ہیں ہمیں کون چھڑا دے
کیوں کوئی اسیروں کی خبر پوچھنے آوے
پرسا ہے کسے بچوں کو پانی جو پلا دے
کس کو ہے پڑی دکھ نہ دوں پر رحم جو کھاوے
جو تشنہ دہن قتل کریں ابنِ علیؑ کو
زنداں سے وہ کب چھوڑیں گے ناموسِ نبیؐ کو

۳

روتے ہیں تو رونا ہمیں ملتا نہیں اک دم
جو چاہتے ہیں آن کے کہہ جاتے ہیں اتنم
وہ رو میں نہ کس طرح جو ہوں صاحبِ ماتم
زنداں میں پھنسے لٹ گئے برباد ہوئے ہم
افسوس ہے یہ دفن و کفن میں بھی نہ پہونچے
وارث بھی چھٹے ہم سے وطن میں بھی نہ پہونچے

۴

چھٹنے کی یہاں کوئی ہمارے نہیں تدبیر
واں دھوپ میں جلتا ہے پڑا لاشۂ شبیرؑ
کرتے نہ مقید ہمیں گر ظالمِ بے پیر
بے دفن و کفن رہتی نہ لاشِ شہِ دلگیر
جو دامنِ زہراؑ و پیمبرؐ میں پلا ہو
وہ جلتی ہوئی ریت پہ صحرا میں پڑا ہو

۵

جبریلِ امیں نے، جسے جھولے میں جُھلایا ۶ اُس شاہ نے گور و کفن، اب تک نہیں پایا
دن میں تنِ بے سر رہا، سر شام میں آیا نیزے پہ اُسے، شہر کی گلیوں میں پھرایا

کس طرح زیارت کریں، زنداں سے نکل کے
لٹکایا ہے دروازے پہ، ظالم نے محل کے

کیا قہر ہے، ہیں شہر میں، اور جا نہیں سکتے ۷ حال اپنا سرِ شاہ کو دکھلا نہیں سکتے
اُس دَر کے قریب آپ کو، پہونچا نہیں سکتے بے بس ہیں، سرِ ابنِ علیؑ لا نہیں سکتے

تا آخرِ شب سنتے ہیں نالوں کو نبیؐ کے
آتی ہے صدا رونے کی زہراؑ و علیؑ کے

یہ کہتے تھے اور روتے تھے ناموسِ پیمبرؐ ۸ سوتا فرش فقط خاک کا بالیں تھا نہ بستر
بچوں کو نہ کھانا تھا، نہ پانی تھا میسّر سایہ بھی نہ تھا دھوپ میں سب جلتے تھے دن بھر

ہر شام مصیبت تھی، غریب الوطنی میں
ہو جاتی تھی رانڈوں کو، سحر سینہ زنی میں

کاہیدہ بدن ہو گئے تھے قیدِ ستم سے ۹ طاقت کسی بی بی میں نہ تھی، رنج و الم سے
غش آتا تھا، سجّادِ حزیں کو تپِ غم سے رخساروں پہ آنسو تھے رواں دیدۂ نم سے

اُٹھ بیٹھے تو افسوس سے رو رو کے مَلے ہاتھ
لیٹے تو رکھا تکیہ کی جائے کے تلے ہاتھ

اٹھنے نہ دیا طوق نے گر سر کو جھکایا ۱۰ پھروں سرِ زانو سے نہ گردن کو اُٹھایا
ہوش آیا تو بیووں کو، قریب اپنے بلایا منھ چوم کے چھاتی سے، سکینہؑ کو لگایا

نزدیکِ ہلاکت تھی، جو دوریِ پدر سے
کبریٰ کی طرف دیکھ کے، کی آہ جگر سے

تھی بھوک سے اور پیاس سے، از بسکہ نقاہت ۱۱ پہچانی نہ جاتی تھی، کسی بی بی کی صورت
چپکے در و دیوار کو تکتے تھے بہ حسرت قائل ہوئی تھی رانڈوں سے رونے کی بھی طاقت

کچھ فرش نہ تھا، خاک میں سب قیدی اَٹے تھے
سینے تھے کبود، اور گریباں بھی پھٹے تھے

جب حاکمِ اظلام انہیں بھجواتا تھا کھانا ۱۲ پانی کوئی نہ پیتا تھا کوئی نہ کھاتا تھا
جب رُو برو اُن قیدیوں کے آتا تھا کھانا کھانا وہ نہ کھاتے تھے انہیں کھاتا تھا کھانا

اُس کھانے پہ منہ آنسوؤں سے دھوتے تھے قیدی
سر پیٹتے تھے ہاتھوں سے اور روتے تھے قیدی

کہتی تھی کوئی صدقے ترے، ہائے برادر ۱۳ کس بھوک میں اور پیاس میں تن پر ہے کفن آہ
چلّا کے کوئی کہتی تھی، ہے ہے علی اکبر دو دن نہ تمہیں آب و طعام آیا میسّر

کس رنج میں دنیا سے سفر کر گئے بیٹا
کھانا میں کھلاؤں کسے تم مر گئے بیٹا

کہتی تھی کوئی پیٹ کے، ابنِ حسن آؤ ۱۴ بے آپ کے کھانا نہیں کھاتی دلہن آؤ
زنداں میں تڑپتی ہے، یہ تشنہ دہن آؤ ماں صدقے ہوئی قاسمِ گل پیرہن آؤ

تم بھوکے تھے اس غم سے یہ مر جاؤں گی ورنہ
کب سے ابھی جو تم کھاؤ گے تو کھاؤں گی ورنہ

یہ سُن کے وہ کہنے لگا کھانا تھا جو لایا ۱۵ کس طرح کے قیدی ہیں یہ معلوم خدایا
بھوکے تھے کئی دن کے، یہ کھانے کو نہ کھانا تب بنتِ علیؑ نے، اُسے رو رو کے سُنایا

کھا دیں گے نہ گو بھوکے ہیں اور تشنہ دہن ہیں،
وارث تو ہمارے ابھی، بے غسل و کفن ہیں

اُس رسم کو تو جانتا ہے سارا زمانا ۱۶ میّت کو اٹھا لیتے ہیں تب کھاتے ہیں کھانا
مدفن کو نہ ہو سکتے ہیں ہم، یاں سے روانا نہ فاتحہ کو کچھ ہے، شہیدوں کے ٹھکانا

ظاہر ہے خدا پر، ہمیں جس طرح کے غم ہیں
چہلم کے دن آ پہونچے ہیں اور قید میں ہم ہیں

گو پیاسے ہیں، پر ہم ابھی پانی پئیں کیوں کر ۱۷ سب تشنہ دہاں تیغِ ستم سے ہوئے بے سر
منہ ڈھانپتے تربت پہ، تو ہم فاتحہ دے کر افسوس کہ اتنا نہ ہُوا ہم کو میسّر

کیا کھانے کو کھا دیں کسے فرصت ہے جگا سے
آنکھوں کے تلے پھرتے ہیں وہ بھوکے پیاسے

سُن کر یہ بیاں پیر کے بس لے گئے وہ خواں ۱۸ روتی رہیں سب بی بیاں، با نالہ و افغاں
جن جن کے تھے گھر، متصلِ خانۂ زندان بے چین تھے سُن سُن کے وہ فریادِ اسیران

تھا اُنس قدیمانہ جو سُلطانِ امم سے
نیند آتی نہ تھی ہند کو زاریِ حرم سے

روتے تھے یہ سب نام جو شبیرؑ کا لے کر ۱۹ واں تیغِ الم چلتی تھی، ہندہ کے جگر پر
دن بھر جو رہی غم سے، پریشان و مکدّر کیا دیکھتی ہے خواب میں، اک رات وہ مضطر

دروازے کشادہ ہوئے ہیں، ساتوں فلک کے
روتے چلے آتے ہیں پرے، حُور و ملک کے

جس حجرے میں ہے، طشت کے اندر سرِ شبیرؑ ۲۰ دن بعد سلام، آن کے کرتے ہیں یہ تقریر
لے بادشہ تشنہ دہن، کشتۂ شمشیر ملعونوں نے کچھ کی نہ تری عزّت و توقیر

ٹوٹی کمرِ حیدرِ صفدر، ترے غم میں
سر پیٹتے آتے ہیں پیمبر ترے غم میں

یہ کہتے ہیں اور کرتے ہیں زاری وہ فرشتے ۲۱ جو ابرِ سیہ، اتنے میں اِک اُترا فلک سے
اس ابر میں کچھ مرد ہیں، اور بیچ میں اُن کے اک شخص ہے بیتاب، جگر ہاتھوں سے پکڑے

عمامہ نہ سر پر ہے، نہ کاندھے پہ عبا ہے
منہ آنسوؤں سے تر ہے گریبان پھٹا ہے

چہرہ (الف) ہے کہ شرمندہ ہو خورشیدِ درخشاں ۲۲ سنبل کی طرح دوش پہ، گیسو ہیں پریشان
پہونچا جو قریبِ سرِ شبیرؑ وہ نالاں یوں کہنے لگا، چوم کے اس کے لب و دنداں

کس طرح نہ ٹکڑے، دلِ محبوبِ خدا ہو
نانا تری مظلومی پہ، شبیرؑ فدا ہو

اُمّت نے تجھے حیف نہ جانا، مرا پیارا ۲۳ سقا مجھ کو تو ہرگز، نہ ترا رنج گوارا
اے پیارے نواسے مرے، آخر تجھے مارا کس ظلم سے بیٹا، ترا سر تن سے اُتارا

بے جرم و ستم، قتل کیا، فوجِ شقی نے
پانی نہ دمِ ذبح دیا، بھوکو کسی نے

جس دن سے بھرا یا ہے تو صدمے پہ صدمہ ۴۴ مقدور سے کس دن ترے دل شاد نہ ہوگا
مادر بھی تڑپتی ہے تری کھوئے ہوئے سے بے تاب ہے بابا بھی ترا حیدرِ صفدر

روتا ہے حسنؑ نانا و بابا و فداں کے
سر پیٹتا آیا ہوں ترے غم میں جناں کے

یہ حال نظر آیا پیمبر کا جو اک بار ۴۵ حسرت میں تھیں مرنے کی جو بیبیاں سب بیوہ
سر پیٹتے آئے تھے جہاں احمدِ مختار اس خیمے میں رونے کی یہ آواز ہے یا وہ

دیکھا کہ لگن میں سرِ شبیرؑ دھرا ہے
اور تا بہ فلک روشنیِ نورِ خدا ہے

پہچانی جو وہ خون بھری شبیرؑ کی تربت ۴۶ سب سختیِ کنج و لحد و خاک بھولیں
سر پیٹ کے روئی و بصد غم و حسرت کہتی تھی کہ اے دخترِ خوش قیمت

جیتا تمہیں قسمت نے نہ اک بار دکھایا
جب مر گئے، تب آخری دیدار دکھایا

تقدیر نے حضرت کو جو بھیجا گھر سے نکالا ۴۷ مشتاق تھیں جس دن سے بتولؑ اے سرور و
کس نے تن و سر میں ترے یہ تفرقہ ڈالا اس ظلم کا کب کوئی نہ ستر پہنے والا

کیوں آئے نبیؐ چاک گریباں مرے گھر میں
اب مجھ پہ کھلا آپ ہیں مہماں مرے گھر میں

جب زہرؑا فرمانے لگیں یوں سرِ شبیرؑ ۴۸ میں آیا ہوں سے ہند نے کہی پھوپھی قربان
ناحق مری گردن پہ چلی ظلم کی شمشیر ہمراہ نہیں یاں قیدیوں میں بے کس و بے تاب

کیا خلد میں آرام ہو زہرؑا و علیؑ کو
شوہر نے ترے قتل کیا، آلِ نبیؐ کو

ہے قید میں زینبؑ بھی بھتیجی دخترِ زہرؑا ۴۹ غم ہے مجھے اس کا نہیں غم باؤ کا تن کا
جو رتبہ زہرؑا کا ہے، وہی رتبہ ہے اس کا ہیں ظلم و ستم قید میں اس بی بی پہ کیا کیا

لب خشک ہیں، اشک آنکھوں سے چہرے پہ رواں ہیں
سر ننگے ہے اور بازو پہ رسی کے نشاں ہیں

فرما چکا جب یہ سر بستۂ شہ لولاک ۳۰ تب ہند نے، رو رو کے گریباں کو کیا چاک
حاکم کا تفحص لگی پھر کرنے وہ غمناک اک حجرۂ تاریک میں بیٹھا تھا وہ سفاک

کہتا تھا کہاں منھ کو چھپاؤں میں نبیؐ سے
محجوب ہوں میں، قتلِ حسینؑ ابنِ علی سے

سن کر یہ سخن، ہندۂ جور کے اندر ۳۱ رو کر کہا کیا قہر کیا، تو نے ستمگر
یہ خواب ابھی دیکھ کے اٹھی ہوں میں مضطر گھر میں مرے سر پیٹتے آئے ہیں پیمبرؐ

مخدومۂ عالم کا سرِ پاک کھلا ہے
اور احمدِ مرسل کا گریبان پھٹا ہے

قیدی ہیں کہاں اہلِ حرم، اے ستم ایجاد ۳۲ شہزادیاں کرتی ہیں کہاں نالہ و فریاد
ہیں طوق و سلاسل میں کہاں حضرتِ سجاد؟ کر بہر خدا قید سے جلدی انھیں آزاد

گر جانتی رونے کا ہے شور، اہلِ حرم میں
میں ان کے عوض پیٹتی زندانِ ستم میں

آگاہ نہ تھا فاطمہؑ کے رتبوں سے تو کیا ۳۳ کچھ زینبؑ و کلثومؑ کے رتبے کو نہ سمجھا
تو نے جو انھیں قید کیا، بھوکا پیاسا واللہ ہوئی فاطمہؑ کی روح کو ایذا

ماتم ہے اسی کا تو، رسولِ عربی کو
زینبؑ کی اسیری سے نہیں چین کسی کو

اس نے کہا نادم ہوں، ہوئی اب تو یہ تقصیر ۳۴ سچ ہے کہ نہ تھا کانپا تن سے سرِ شبیرؑ
سر شرم سے زانو پہ جھکا، کی جو یہ تقریر تا صبح رہا سوچ میں، وہ ظالمِ بے پیر

اک بار دیا حکم یہ، دربار میں آ کے
زنداں سے گرفتاروں کو لاوے کوئی جا کے

کچھ لوگ گئے سن کے یہ حاکم کا جو ارشاد ۳۵ مشغولِ وظائف تھے حرم، بادلِ ناشاد
تھے خاک پہ سجدے میں جھکے حضرتِ سجاد بچے بھی تھے طاعت میں، نہ زاری تھی نہ فریاد

ہر چند کہ فاقوں سے نہ طاقت تھی کسی میں
پر محو تھے سب یادِ جنابِ احدی میں

حیران ہو آخر وہ اسیروں کو پکارے ۲۹ تب کہنے لگے بیٹے وہ تب سے
ہے حکم کہ دربار میں قیدی چلیں سارے گھبرا کے لگے کہنے وہ دکھ درد کے مارے

رسی سے بندھے، سر کھلے، رو آئے ہیں قیدی
اک بار تو دربار میں، ہو آئے ہیں قیدی

وہ کہنے لگا، عذر کا اب یہ نہیں ہنگام ۳۰ بے بس ہوں جو قیدی، انھیں تکرار ہے کیا کام
ہر طرح سے لے جائیں گے، حاکم کا ہے احکام تب اس سے یہ فرمانے لگے، زاہد ناکام

مجبور ہیں اور بے کس و ناچار ہیں قیدی
بہتر ہے چلو، چلنے کو تیار ہیں قیدی

یہ کہتے ہی زنداں سے چلے سب وہ گرفتار ۳۸ ہاتھوں نے دیا گردنوں میں پھر کسے اک بار
پیچھے حرم، اور آگے بڑھے عابدِ بیمار انبوہ تماشائیوں کا تھا سرِ بازار

جاں تن میں نہ تھی، شرم سے تھراتے تھے قیدی
نہوڑائے ہوئے سر کو، چلے جاتے تھے قیدی

جس دم سرِ دربار حرم، پہونچے کھلے سر ۳۹ اور سامنے حاکم کے گئے عابدِ مضطر
بولا وہ لعیں، مکر سے تعظیم کو اٹھ کر مسند پہ قدم رکھیے مری، نائبِ حیدر

عابدؑ نے کہا تخت سے کیا کام ہے مجھ کو
اب خاک نشینی ہی میں آرام ہے مجھ کو

گھر میں ترے، سر شاہِ دو عالم کا دھرا ہے ۴۰ یاں فاطمہؑ کے پیٹنے رونے کی صدا ہے
پاس ادبِ حیدر و محبوبِ خدا ہے اس تخت پر اب بیٹھنا کب مجھ کو روا ہے

کیا وقر اب اے ظالم بدبخت ہمارا
شبیرؑ کے ہمراہ گیا تخت ہمارا

یہ سن کے جھکا سر کو، لگا کہنے وہ بدخو ۴۱ تم فیض کے دریا ہو، سخی ابنِ سخی ہو
سرزد ہوا ہے جرم جو مجھ سے، اسے بخشو فرمایا یہ تب سید سجادؑ نے رو رو

مجھ سے نہ یہ کہہ زینبِ دلگیر کے ہوتے
مالک میں نہیں شاہ کی ہمشیر کے ہوتے

زینبؑ سے مخاطب ہوا لگا کہنے وہ اظلم ۴۲ اے بنتِ علیؑ دخترِ مخدومۂ عالم
فی الواقعی، بھائی کا نہایت ہے تمہیں غم پر کرتا ہوں جو عذر، پذیرا ہو وہ اس دم
بے جرم کٹا حلق حسینؑ ابنِ علی کا
جو مانگو وہ دوں، خوں بہا میں سبطِ نبیؐ کا

یہ سنتے ہی تھرّانے لگی زینبِ مضطر ۴۳ سینے میں کلیجے پہ لگا ظلم کا خنجر
رو رو کے لگی کہنے کہ خاموش ستمگر میں کون ہوں جو لوں دیت خونِ برادر
قیدی ہوں، گنہگار ہوں، نالاں و حزیں ہوں
واللہ، میں اس خون کی مختار نہیں ہوں

اس خون کے خواہاں ہوں تو ہوں احمدِ مختار ۴۴ اس خون کا دعویٰ کریں، یا حیدرِ کرّار
یا حشر کے دن ہووے گی ماں اس کی طلبگار یا خالقِ اکبر کو ہے اِس خوں سے سروکار
کیوں ذبح کیا سبطِ رسولِ عربی کو
اس خون کی دیت دیجیو زہراؑ و علیؑ کو

واللہ ہے اس ذکر سے چھاتی مری پھٹتی ۴۵ میں ایسی ہوں، جو ہوں گی دیت لینے پہ راضی
اس خون کے بدلے، دو جہاں بخشے جو کوئی قیمت نہ ہو اک مُوئے حسینؑ ابنِ علی کی
مقدور ترا (ج) کیا ہے تو کیا دیوے گا ظالم؟
کس کس کا مجھے (ز) خون بہا دیوے گا ظالم؟

شبّیر کا خوں، احمدِ مختار کا خوں ہے ۴۶ شبّیر کا خوں، حیدرِ کرّار کا خوں ہے
یہ خون تو زہراؑ جگر افگار کا خوں ہے یہ خوں حسنِ سیدِ ابرار کا خوں ہے
تنہا نہیں سبطِ شہِ لولاک کو مارا
تُو نے تو لعیں، پنجتنِ پاک کو مارا

مارے گئے سرور، تو ہوئے قتل شبّیرؑ ۴۷ بے سر ہوئے شبّیر تو بے سر ہوئے حیدرؑ
تلوار چلی فاطمہؑ زہراؑ کے جگر پر پھر ہو گیا ٹکڑے جگرِ حضرتِ شبّرؑ
بے جرم مرے بھائی کا سر تن سے اُتر جائے
ممکن ہے کہ یہ خوں تری گردن سے اُتر جائے

تقریرِ زینبؑ کی جو محبوب ہو وہ ۴۸ ہو کربلا سے کیا غرض تیرے تو
اسبابِ ضروری جو تمہیں چاہیئے کہو اُس وقت کہ زینبؑ رکھے دو

نے مال، نہ اسباب، نہ زر چاہیے مجھ کو
بچتی رہی اتنی بھی بہن جان کا چاہیے مجھ کو

زینبؑ کا بیان سُن کے وہ کہنے لگا بدخو ۴۹ میں من نہیں کرتا سر شہ دَر دیکھو
جی بھر کے زیارت کرو اور خوب سا رو دو لے جانے کا مذکور مگر اب نہ کرو

اس سر کو تجھے دے کے نہ میں شاد رہوں گا
اک غم کی محنت کو نہ برباد کروں گا

یہ کہہ کے سرِ شاہ کو ظالم نے منگایا ۵۰ دو زینبؑ نے پڑھ کر تو ہاتھوں پہ اُٹھایا
زینبؑ کی طرف ہو کے مخاطب یہ سنایا لے دیکھ کہ یہ سر ترے بھائی کا ہے یا

تو جانتی ہے جیسی کہ محنت سے پلا ہے

دیکھا جو بہن زینبؑ نے سر شاہِ دو عالم ۵۱ یہ چیخ کہ باقی نہ رہا ہوش میں ذرہ
غش کھا کے گری خاک پہ وہ ثانیِ مریم تھے قید میں شور و بکا شیون و ماتم

روتی تھی کوئی اور کوئی بے ہوش پڑی تھی
سکتہ تھا کسی کو کوئی خاموش کھڑی تھی

بیٹھا ہوا تھا تخت پہ وہ ظالمِ اظلم ۵۲ زینبؑ سرِ شبیرؑ کی تھامے خوش و خرم
دربار میں پڑی خاک پہ تھی زینبِ پُرغم پر نعشِ شہیدؑ کا میں کیا کہوں عالم

زینبؑ کے تو بہتے تھے اِدھر خاک پہ آنسو
جاری تھے اُدھر شہ کے رخِ پاک پہ آنسو

غش سے جو سکینہؑ کو افاقہ ہوا اک بار ۵۳ چُن سر شہیدؑ سے لگا کر یہ پکار
میں کب کہوں دو روز ستم گار ہے بیمار بچنے کے نہیں تم سے سنو اے ستمگار

کہتی تھی نہ یہ ظلم و ستم مجھ پہ روا ہے
بابا کا مرے سر بھی نہیں دیتا ہے مجھ کو

کب سنتا تھا زاریِ سکینہ کو وہ بے پیر ۵۴ بس اُٹھ گیا مجلس سے وہ لے کر سرِ شبیرؑ
تب تک وہاں روتے ہوئے عابدِ دلگیر زینبؑ کو اٹھا خاک سے رو رو کی یہ تقریر

موقوف بس اب نالہ و افغاں کرو حضرت
چلنے کا وطن کے کوئی ساماں کرو حضرت

یوں روئی اخبارِ مصیبت سے ہے تحریر ۵۵ ہر چند طلب کرتی رہی زینبِ دلگیر
حاکم نے نہ ہرگز دیا لیکن سرِ شبیرؑ لاچار روانہ ہوئے با حالتِ تغییر

میں کیا کہوں جس طرح وطن جاتی تھی زینبؑ
سر پیٹتی تھی، روتی تھی، چلاتی تھی زینبؑ

خاموش نیس اب نہیں یارا ہے سخن کا ۵۶ صد شکر کہ مداح ہے تو شاہِ زمن کا
کہ حق ہے کہ صدقہ سرِ بفتادہ و تن کا پابند نہ کر مجھ کو کسی رنج و محن کا
دُنیا میں کسی طرح کا مجھکو نہ الم ہو
پر دل میں مرے پنجتنِ پاک کا غم ہو

۲۶

نکتہ خوان تکلم ہے فصاحت میری ۱ ناطقے بند ہیں سن سن کے بلاغت میری
رنگ اڑتے ہیں وہ رنگیں ہے عبارت میری شور جس کا ہے وہ دریا ہے طبیعت میری

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں
پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مداحی میں

ایک قطرے کو جو دوں بسط تو قلزم کر دوں ۲ بحر موج فصاحت کا تلاطم کر دوں
ماہ کو مہر کروں ذرّوں کو انجم کر دوں گنگ کو ماہر رمز تکلم کر دوں

دد دسر ہوتا ہے بے رنگ نہ فریاد کریں
بلبلیں مجھ سے گلستاں کا سبق یاد کریں

اس ثناخواں کے بزرگوں میں ہیں کیا کیا مداح ۳ جنّتِ علیؑ سے نہ ہوگا کوئی علی مدّاح
بلبِ مداح کا مداح ہے دادا مداح عزّ ذی قدر ثنا خوانوں میں یکتا مداح

جو عنایاتِ الٰہی سے ہوا نیک ہوا
نام بڑھتا گیا جب یک سے جدا یک ہوا

طبع ہر ایک کی موزوں قد زیبا موزوں ۴ صورت سرو رواں سے ہیں سراپا موزوں
نثر بے سجع نہیں، نظم معلّےٰ موزوں کہیں سکتہ نہیں سکتہ کبھی ناموزوں

تول لے عقل کی میزاں میں جو فہمیدہ ہے
بات جو منہ سے نکلتی ہے وہ سنجیدہ ہے

خلق میں مثل خلیق اور تھا خوش گو کوئی کب ۵ نام لے دھولے زباں کوثر و تسنیم تب
بلبلِ گلشن زہراؑ و علیؑ، عاشقِ رب متبع مرثیہ گوئی میں ہوئے جس کے سبب

ہوا گر ذہن میں جودت ہے کہ موزونی ہے
اس اماٹے سے جو باہر ہے وہ بیرونی ہے

۶ بھائی خوش فکرت و خوش لہجہ و پاکیزہ خصال — جن کا سینہ گہرِ علم سے ہے مالا مال
یہ فصاحت، یہ بلاغت، یہ سلاست یہ کمال — معجزہ (د) گر نہ اسے کہیے تو ہے سحرِ حلال

اپنے موقع پہ جسے دیکھیے لاثانی ہے
لطف حضرت کا یہ ہے رحمتِ یزدانی ہے

۷ کیوں نہ ہو بندۂ موروثیِ مولا ہوں میں — قلزمِ رحمتِ معبود کا قطرہ ہوں میں
جس میں لاکھوں دُرِ و مرجان ہیں وہ دریا ہوں میں — مدحِ خوانِ پسرِ حضرتِ زہرا ہوں میں

وصف جوہر کا کروں، یا صفتِ ذات کروں
اپنے رتبے پہ نہ کیوں آپ مباہات کروں

۸ مبتدی ہوں مجھے توقیر عطا کر یارب — شوقِ مدّاحیِ شبیرؑ عطا کر یارب
(ز) سنگ ہو موم وہ تقریر عطا کر یارب — نظم میں رونے کی تاثیر عطا کر یارب

جد و آبا کے سوا اور کی تقلید نہ ہو
لفظ مغلق نہ ہوں گنجلک نہ ہوں تعقید نہ ہو

۹ وہ مرقع ہو کہ دیکھیں اسے گر اہلِ شعور — ہر ورق میں کہیں سایہ نظر آئے نہیں نور
تل ہو یہ ہے کششِ مُوقلم طرۂ حور — صاف (د) ہر رنگ سے ہو صفتِ صانع کا ظہور

کوئی ناظر جو یہ نایاب نظیریں سمجھے
نقشِ (۱۴) ارژنگ کو کاواک (۱۵) لکیریں سمجھے

۱۰ قلمِ فکر سے کھینچوں جو کسی بزم کا رنگ — شمعِ تصویر پہ گرنے لگیں آ آ کے پتنگ
صاف حیرت زدہ مانی (۱۶) ہو تو بہزاد (۱۷) ہو دنگ — خوں برستا نظر آئے جو دکھاؤں صفِ جنگ

بزم ایسی ہو کہ دل سب کے پھڑک جائیں ابھی
بجلیاں تیغوں کی آنکھوں میں چمک جائیں ابھی

۱۱ روز مرہ شرفا کا ہو سلاست ہو وہی — لب و لہجہ وہی سارا ہو متانت ہو وہی
سامعیں سمجھ لیں جسے صنعت ہو وہی — یعنی موقع ہو جہاں جس کا وہ عبارت ہو وہی

لفظ بھی چست ہوں مضمون بھی عالی ہووے
شعر درد کی باتوں سے نہ خالی ہووے

[illegible]

داغ آنکس کو فصاحت پہ گلا ہے دارد
[illegible]

[illegible]

[illegible]

جن کا ہمتا نہیں، ایک ایک معاصب ایسا
ایسے بندے نہ کبھی ہوں گے نہ صاحب ایسا

صبح صادق کا ہوا چرخ پہ جس وقت ظہور
مثلِ خورشید برآمد ہوئے خیمے سے حضور
شش جہت میں رخِ روشن سے ظہور حق تھا
صبح کا ذکر ہے کیا، چاند کا چہرہ فق تھا

ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائیں وہ بیاباں وہ سحر
وہ بہر جھومتے تھے وجد کے عالم میں شجر
دن نے فرشِ زمرد پہ بچھائے تھے گہر
لوٹی جاتی تھی جھکے ہوئے سبزے پہ نظر
دشت سے جھوم کے جب بادِ صبا آتی تھی
صاف غنچوں کے چٹکنے کی صدا آتی تھی

طیروں کی وہ صدائیں، وہ گلوں کی خوشبو
دل کو بہلاتے تھے سنبل کے وہ پُر پیچ لٹو
فرماتی تھیں شمشاد پہ "یا ہُو یا ہُو"
فاختہ کی یہ صدا سرو پہ تھی "کُو کُو کُو"
وقت تسبیح کا تھا، عشق کا دم بھرتے تھے
اپنے معبود کی سب، حمد و ثنا کرتے تھے

آئے سجادۂ طاعت پہ امامِ دوجہاں — اُس طرف طبل بجا، یاں ہوئی لشکر میں اذاں
وہ مصلّی کہ زباں جن کی حدیث و قرآں — وہ نمازی کہ جو ایماں کے تنِ پاک کی جاں

مطلع ۱۸

زاہد ایسے تھے کہ ممتاز تھے ابراروں میں
عابد ایسے تھے کہ سجدے کیے تلواروں میں

عرشِ اعظم کو ہلاتی تھیں دعائیں ان کی — وجد کرتے تھے ملک، سن کے صدائیں ان کی
وہ عمامے، وہ قبائیں، وہ عبائیں ان کی — حوریں لیتی تھیں بصد شوق بلائیں ان کی

۱۹

ذکرِ خالق میں لب ان کے جو ہلے جاتے تھے
غنچے فردوس کے شادی سے کھلے جاتے تھے

کیا جوانانِ خوش اطوار تھے، سبحان اللہ — کیا رفیقانِ وفادار تھے، سبحان اللہ
صف درو غازی و جرار تھے، سبحان اللہ — زاہد و عابد و ابرار تھے، سبحان اللہ

۲۰

زن و فرزند سے فرقت ہوئی، مسکن چھوڑا
مگر احمدؐ کے نواسے کا، نہ دامن چھوڑا

اللہ اللہ عجب فوج، عجب غازی تھے — عجب اسوار تھے بے مثل، عجب تازی تھے
لایقِ مدح و سزاوارِ سرافرازی تھے — گو بہت کم تھے، پہ آمادۂ جاں بازی تھے

۲۱

پیاس ایسی تھی کہ آ آ گئی جاں ہونٹوں پر
صابر ایسے تھے کہ پھیری نہ زباں ہونٹوں پر

زہد میں حضرتِ سلماںؓ کے برابر کوئی — دولتِ فقر و قناعت میں ابوذرؓ کوئی
صدق گفتار میں عمارؓ کا ہمسر کوئی — حمزۂ عصر کوئی، مالکِ اشترؓ کوئی

۲۲

ہوں گے ایسے ہی محمدؐ کے جو شیدا ہوں گے
پھر جہاد ایسا نہ ہوگا، نہ وہ پیدا ہوں گے

گو مصیبت میں تلاطم میں تباہی میں رہے — سر کٹے پاؤں مگر راہِ الٰہی میں رہے
یوں سرافراز، وہ سب لشکرِ شاہی میں رہے — جس طرح تیغِ دُو دَم، دستِ سپاہی میں رہے

۲۳

اس مصیبت میں نہ پایا کبھی شاکی ان کو
آبروئے ساقیِ کوثر نے عطا کی ان کو

وہ تخشع، وہ تضرع، وہ قیام اور وہ قعود ۔۔ وہ تذلل، وہ مناجات، وہ سوز و گداز
یاد حق دل میں، تو سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ درود ۔۔ یہ دمِ صبح کہاں اور کہاں شب کا سماں

یوں لٹیں ہم کہ، نہ آل اور نہ اولاد رہے
مگر احمد سے نوائے ہاشمی باقی رہے

موم فولاد ہو آوازوں میں وہ سوز و گداز ۱۵ ۔۔ پتھروں کے بدن میں جس سے لہو ہو لرزاں
سر تو سجادوں پہ تھے، عرش تلے پہ نماز ۔۔ سینہ دل منتخب دہر، وحید و ممتاز

چاند شرمندہ ہو، چہرے پہ وہ نکہت ہے ضیے
نہ امام ایسا ہوا ہے، نہ مصلی ایسے

جب فریضے کو ادا کر چکے وہ نوشہ نماز ۲۰ ۔۔ کس کے کہنے کو بصد شوق اٹھاتے تھے ایاز
جلوہ فرما ہوئے گھوڑے پہ شہ عرش وقار ۔۔ حلہ فوق و عبا تن پہ، کمر پہ تلوار

دشت میں نکہت فردوس بریں آنے لگی
عرش تک اس کے پھریرے کی ہوا جانے لگی

لہرہ سبز پھریرے کی، وہ پنجے کی چمک ۲۵ ۔۔ شرمسے زیر زمیں چھپ گئے تھے نور شید و فلک
کہتے تھے صلِ علیٰ چرخ پہ اٹھ اٹھ کے ملک ۔۔ دنگ تھے سب یہ سماں دیکھ کے تا حشر فلک

کیسے پستی اُسے جو اوج ہمارے دیکھا
وہ سماں پھر نہ کبھی ارض و سما نے دیکھا

جس طرح جب علم دبدبہ زہرا جائے ۲۸ ۔۔ کس سے پھر معرکہ زور میں ٹھہرا جائے
سانپ دشمن کی نہ کیوں چھاتی پہ لہرا جائے ۔۔ لہر میں تا بہ فلک جس کا پھریرا جائے

رفع شر کو، علم خیر بشر آتا تھا
سورۂ نصر پئے فتح و ظفر آتا تھا

وہ علم دار کہ جو شیر الٰہی کا خلف ۲۹ ۔۔ گوہر بحر وفا، نیر دیں، زیب شرف
فخر حمزہ سے نمودار کا جعفر کا شرف ۔۔ کس طرح چاند کہوں چاند میں ہے عیب کلف

کس نے پایا وہ، جو تھا جاہ و حشم ان کے لیے
یہ علم کے لیے تھے، اور علم ان کے لیے

سرو شرمائے، قد اس طرح کا، قامت ایسی ۲۰ اسد اللہ کی تصویر تھے، صورت ایسی
شیر نعروں سے دہل جاتے تھے صولت ایسی جائے پانی نہ پیا نہر پہ ہمت ایسی

جان جب تک تھی اطاعت میں رہے بھائی کی
تھے علم دار، مگر بیکسوں کی سقائی کی

وہ بہشتی نے کیا، جس کو وفا کہتے ہیں ۲۱ ہم انھیں عاشقِ شاہِ شہدا کہتے ہیں
ان کو قبلہ تو انھیں قبلہ نما کہتے ہیں جو دلاور ہیں، وہ شمشیرِ خدا کہتے ہیں

عشق سردار و علمدار کا افسانہ ہے
وہ چراغِ رہِ دیں ہے تو یہ پروانہ ہے

اک طرف اکبرِ مہرو سا جوانِ نایاب ۲۲ کچھ جو بچپن تھا تو کچھ آمدِ ایام شباب
روشنی چہرے پہ ایسی کہ خجل ہو مہتاب آنکھیں ایسی کہ رہا، نرگسِ شہلا کو حجاب

جس نے ان گیسوؤں میں رُخ کی ضیا کو دیکھا
شبِ معراج میں، محبوبِ خدا کو دیکھا

اے خوش احسنِ رُخِ یوسفِ کنعانِ حسنؑ ۲۳ راحتِ روحِ حسینؑ، ابنِ علیؑ، جانِ حسنؑ
جسم میں زورِ علیؑ، طبع میں احسانِ حسنؑ ہمہ تن خلقِ حسنؑ، حُسنِ حسنؑ، شانِ حسنؑ

تن پہ کرتی تھی نزاکت سے گرانی پوشاک
کیا بھلی لگتی تھی بچپن میں سہانی پوشاک

اسد اللہ اسدِ حق کے نواسوں کا جلال ۲۴ چاند سے چہروں پہ بل کھائے ہوئے زلفوں کے بال
پیچ کاندھوں پہ رکھے ہوئے مانندِ ہلال گرچہ بچپن تھا، پہ رستم کو سمجھتے تھے وہ زال

صف سے گھوڑوں کو بڑھا کر جو پلٹ جاتے تھے
مورچے لشکرِ کفار کے ہٹ جاتے تھے

آستینوں کو چڑھائے ہوئے آمادۂ جنگ ۲۵ وہی سارا اسد اللہ کا نقشہ، وہ ترنگ
نیچہ رکھتے کہ شیروں کا یہی ہوتا ہے رنگ ولولہ صف کے اُلٹنے کا، لڑائی کی منگ

جسم پہ تیر چلیں، نیزۂ خونخوار چلے
شوق اس کو تھا کہ جلدی کہیں تلوار چلے

یک بیک طبل بجا فوج میں غرتے بادل ۳۶ کوہ تھرّے، زمیں ہل گئی گونجے جنگل
پھول ڈھالوں کے چمکنے لگے تلواروں کے پھل سننے والوں کو نظر آنے لگی شکل جمل

وں کے چاؤش یہ للکارنے کے دن شکر کا
فوج اسلام میں نعرہ ہو یا حیدر کا

شور میدانیوں میں تھا کہ دلیرو نکلو ۳۷ نیزہ بازی کرو رہواروں کے پیرو نکلو
نہر قابو میں ہے اب پیاسوں کو گھیرو نکلو غازیو! صف سے بڑھو غول سے شیرو نکلو

رستمو! داد دلاؤ کہ یہ دن داد کا ہے
سامنا حیدرِ کرار کی اولاد کا ہے

شور سادات میں تھا یا شہ مردانؑ مدد ۳۸ کعبہ دیں مدد اے قبلہ ایماں مدد
قوتِ بازوئے پیغمبرِ ذی شاں مدد دم آخر ہے اے فخرِ سلیماں مدد

تیسرا فاقہ ہے طاقت میں کمی ہے مولا!
طلب قوتِ ثابت قدمی ہے مولا!

پیاس میں حرف نہ شکوے کا زباں پر لائیں ۳۹ دم بدم شیونوں پہ فاقوں میں سنائیں کانیں
دل نہ تڑپے جو دمِ نزع نہ پانی پائیں تیرے فرزند کی تائید کریں ام البنیں

لاشے مقتل میں ہوں لاشِ شہ دلگیر کے پاس
سر ہوں نیزے پہ سرِ حضرتِ شبیرؑ کے پاس

سامنے بڑھ کے یکایک صفِ کفار آئی ۴۰ جھوم کر تیرہ گھٹا تاروں پہ اک بار آئی
روز روشن کے چھپانے کو شبِ تار آئی تشنہ کاموں کی طرف تیروں کی بوچھار آئی

ہنس کے منھ بھائی کا شاہِ شہدا نے دیکھا
اپنے آقا کو بہ حسرت رفقا نے دیکھا

عرش عباس نے کی جوش ہے جراروں کو ۴۱ تیر سب کھاتے ہیں تو نے ہوئے تلواروں کو
نیہ ہوں کا نہیں پاس ستم گاروں کو مصلحت ہو تو رضا دیجیے غم خواروں کو

رو سیاہوں کو مٹا دیں کہ بڑھے آتے ہیں
ہم جو خاموش ہیں وہ منھ پہ چڑھے آتے ہیں

شہ نے فرمایا، مجھے خود ہے شہادت منظور ۴۲ نہ لڑائی کی ہوس ہے، نہ شجاعت کا غرور
جنگ(ل) منظور نہ تھی ان سے پہ اب ہوں مجبور خیر، لڑلو کہ ستاتے ہیں یہ بے جرم و قصور
ذبح کرنے کے لیے لشکرِ ناری آئے
کہیں جلدی مرے سر دینے کی باری آئے

حکم پانا تھا کہ شیروں نے اڑائے تازی ۴۳ مثل شہباز گیا ایک کے بعد اک غازی
واہ ری حرب، خوش ضرب، زہے جانبازی اڑ گیا ہاتھ بڑھا جو پئے دست اندازی
ٹوٹتے(ن) رن میں سر و جسم نظر آتے تھے
ایک حملے میں قدم فوج کے جم جاتے تھے

جس پہ غصے میں گئے، صید پہ شہباز گرا ۴۴ یہ کماں کٹ کے گری، وہ قدر انداز گرا
جب گرا خاک پہ گھوڑے سے، تو ممتاز گرا نہ اٹھا پھر کبھی، جو تفرقہ پرداز گرا
ہاتھ منھ کٹ گئے، سر اڑ گئے جی چھوٹ گئے
مورچے ہو گئے پامال، پرے ٹوٹ گئے

بعد غیروں کے عزیزوں نے کیا عزمِ نبرد ۴۵ سر کو نہیوڑا کے بھرا سبطِ نبیؐ نے دم سرد
ہوک(ص) اٹھی کبھی سینے میں، تو دل میں کبھی درد سُرخ ہوتا تھا کبھی چاند سا چہرہ کبھی زرد
کوئی گل رو تو کوئی سروِ سہی بالا تھا
وہ بچھڑنے لگے، گودی میں جنھیں پالا تھا

زلفوں والا تھا کوئی، کوئی مرادوں والا ۴۶ کوئی بھائی کا پسر، کوئی بہن کا پالا
چاند سا منھ جو کسی کا تھا تو گیسو ہالا کوئی قامت میں بہت کم کوئی قد میں بالا
نوجواں کون سا خوش رو و خوش انداز نہ تھا
کتنے ایسے تھے کہ سبزہ ابھی آغاز نہ تھا

ہاتھ وہ بچوں کا، اور چھوٹی سی وہ تلواریں ۴۷ موم کر دیتی تھیں فولاد کو جن کی دھاریں
آب دادہ کا زہرہ، جسے وہ للکاریں بجلیاں کوند رہی ہیں کسے نیزہ ماریں
کس بشاشت سے ہزاروں پہ دلیر آتے ہیں
بچے آتے ہیں کہ بپھرے ہوئے شیر آتے ہیں

یہی ہنگام رہا صبح سے تا وقتِ زوال ۴۸ بخشں پہ بخشش پہ بخشش ہوئی جب میدان قتال
مورچے سب تہہ و بالا تھے، پرے سب پامال سرنگوں خلق سے اٹھے نہ اٹھے کے لال

کھیت ایسے بھی کسی جنگ میں کم پڑتے ہیں
جو اڑا سب یہی سمجھے کہ مسلی پڑتے ہیں

قاسم و اکبر و عباس کا اللہ رے جہاد ۴۹ نکل ہاتھ سے ہر ایک کے ہوئی دنیا برباد
الامان کا تھا کہیں شور، کہیں تھی فریاد دے گئے خلق میں مردوں کی عرب کی داد

گو وہ دنیا میں نہیں ہیں پہ ہیں نام ان کا
آج تک عالمِ ایجاد میں ہے نام ان کا

دوپہر میں وہ چمن بادِ خزاں نے لوٹا ۵۰ پتا پتا ہوا تاراج تو جوٹا جوٹا
باپ بیٹے سے چھٹا، بھائی سے بھائی چھوٹا بن نہ ہرا کی کمر جھک گئی بازو ٹوٹا

پھر نہ یاور، نہ وہ جاں باز نہ وہ شیدا تھے
ظہر کے وقت حسینؑ ابن علیؑ تنہا تھے

ساتھ جو جو کہ بہادر تھے، وطن سے آئے ۵۱ سامنے سوتے تھے ریتی پہ سنانیں کھائے
دھوپ میں پیاس سے مثلِ گلِ تر مرجھائے مر گئے پر نہ غریبوں نے کفن تک پائے

دھوپ پڑتی تھی یہ دن چرخ نے دکھلایا تھا
نہ تو چادر تھی کسی لاش پہ نے سایا تھا

صاحبِ فوج پہ طاری تھا عجب رنج و ملال ۵۲ زرد تھا رنگ، تو آنکھیں تھیں ہوئے سے لال
کبھی بھائی کا الم تھا، کبھی بیٹے کا خیال کبھی دھڑکا تھا کہ لاشیں نہ کہیں ہوں پامال

کبھی بڑھتے تھے دِغا کو، کبھی رک جاتے تھے
سیدھے ہوتے تھے کبھی، اور کبھی جھک جاتے تھے

بڑھ کے چلاتے تھے بیدرد کہ اب آپ آئیں ۵۳ جو ہر تیغ شہنشاہِ نجف دکھلائیں
مرنے والے نہیں جیتے جو سنانیں کھائیں کاٹ لیں آپ کا سر تن سے تو فرصت پائیں

پسرِ سعد سے وعدہ ہے، جلا لینے کا
حکم ہے خیمۂ اقدس کے جلا دینے کا

شہ نے فرمایا کہ سر کاٹ لو، حاضر ہوں میں ۵۴ نہ تو لڑنے میں، نہ مرجانے میں قاصر ہوں میں
فوج بھی اب نہیں، بے یاور و ناصر ہوں میں شہر و صحرا بھی تمہارا ہے، مسافر ہوں میں
لوٹ لو پھونک دو، تاراج کرو بہتر ہے
کلمہ گویو! یہ تمہارے ہی نبیؐ کا گھر ہے

(ش)
کئی سیدانیاں خیمے میں ہیں پردے والی ۵۵ جن کا رتبہ ہے زمانے میں ہر اک پر حالیؔ
اب نہ وارث کوئی سر پر ہے، نہ کوئی والی ان کو دیکھو! کوئی رہ جائے جو خیمہ خالی
یہ نبیؐ زادیاں بے پردہ نہ ہوئیں جس میں
ایک گوشہ ہو کہ سب بیٹھ کے روئیں جس میں

سُن کے ان باتوں کا اعدا نے دیا جو کہ جواب ۵۶ گر لکھوں اس کو تو ہو جائے جگر سنگ کا آب
تب تھرا گیا ہر گز نہ رہی ضبط کی تاب دیکھ کر رہ گئے گردوں کو شہ عرش جناب
اشک خالی اسے کرتے ہیں جو دل بھر آئے
آپ رونے کے لیے خیمے کے در پر آئے

تھم کے چلائے کہ اے زینبؑ و ام کلثومؑ ۵۷ تم سے رخصت کو پھر آیا ہے حسینؑ مظلوم
اب مرے قتل کے درپے ہے یہ سب شکرِ شوم ہاں جگا دو اسے غش ہو جو سکینہؑ معصوم
نہیں ملتا جو زمانے سے گزر جاتا ہے
کہہ دو عابدؑ سے کہ مرنے کو پدر جاتا ہے

یہ صدا سُن کے حرم خیمے سے مضطر دوڑے ۵۸ شہ کی آواز پہ سب بے کس و بے پر دوڑے
گر پڑیں سر سے ردائیں تو کھلے سر دوڑے بچے روتے ہوئے ماؤں کے برابر دوڑے
رو کے چلائی سکینہؑ، شہ والا آؤ!
میں تمہیں ڈھونڈتی تھی، دیر سے بابا آؤ!

آؤ اچھے مرے بابا، میں تمہارے واری ۵۹ دیکھو! تم بن ہیں گلے تک مرے آنسو جاری
آج یہ کیا ہے کہ بھولے مری غمخواری ہاتھ پھیلا کے کہو! آ مری بیٹی پیاری
منہ چھپانے کی ہے کیا وجہ، نہ شرماؤ تم
اب میں پانی بھی نہ مانگوں گی، چلے آؤ تم

دیکھ کر پردہ سے یہ کہنے لگی زینب زار ۶۰ بن نہ ہارا تری مظلومی و غربت کے نثار
آؤ چادر سے کروں پاک میں چہرے کا غبار شہ نے فرمایا بہن مرنے سب نوش و یار

تم نے پالا تھا جسے ہم اسے رو آئے ہیں
ملی اکبر سے جگر بند کو کھو آئے ہیں

منہ دکھائیں گے سب سے بہ ندامت زینب ۶۱ گھر میں آنے کی نہیں بھائی کو مہلت زینب
کھینچ لائی ہے سکینہ کی محبت زینب بھائی جاتا ہے دکھا دو تمہیں صورت زینب

نہ تو سر کھولو نہ منہ پیٹو نہ فریاد کرو
بھول جاؤ ہمیں اللہ کو سب یاد کرو

صبر سے خوش ہے خدا اے مری غمخوار بہن ۶۲ سہل ہو جاتا ہے جو مرد دشوار بہن
اپنی ماں کا ہے طریقہ تمہیں درکار بہن چپ میں کہتا ہوں سکینہ سے خبردار بہن

ناز پرور ہے مرے بعد ام اس پہ نہ ہو
بند سے کانوں سے اتارو کہ ستم اس پہ نہ ہو

کہیو عابد سے یہ پیغام مرا بعد سلام ۶۳ غش تھے تم پھر گئے دروازے تک آ کے امام
قید میں پھنس کے نہ گھبرایئو اے گل اندام کاٹیو صبر و رضا سے سفر کوفہ و شام

ناؤ منجدھار میں ہے شور تلاطم جانو!
ناخدا جاتا ہے گھر جانے اور اب تم جانو!

کہہ کے یہ باگ پھرائی طرف لشکر شام ۶۴ پڑ گیا خیمہ ناموس نبی میں کہرام
رن میں گھوڑے کو اڑاتے ہوئے آئے جو امام رعب سے فوج کے دل ہل گئے کانپے اندام

سر جھکے ان کے جو کامل تھے زبان دانی میں
اڑ گئے ہوش فصیحوں کے رجز خوانی میں

بتا یہ فخر کہ محمد کا نواسا ہوں میں ۶۵ مجھ کو پہچانو کہ خلق کا شناسا ہوں میں
زخمی ہونے سے نہ مرنے سے ہراساں ہوں میں تیسرا دن ہے یہ گرمی میں کہ پیاسا ہوں میں

چین کیا چیز ہے آرام کسے کہتے ہیں؟
اس پہ شکوہ نہیں کچھ صبر اسے کہتے ہیں

اسؓ کا پیارا ہوں جو ہے ساقیِ حوضِ کوثر ۶۶ اس کا بیٹا ہوں، جو ہے فاتحِ بابِ خیبر
اس کا فرزند ہوں کی جس نے مہمِ بدر کی سر اس کا دلبر ہوں میں، دی جس کو نبیؐ نے دختر

صاحبِ تخت ہوئے، تیغ ملی، تاج ملا
دوشِ احمدؐ پہ انہیں رتبۂ معراج ملا

بے وطن ہوں نہ مسافر کوستاؤ للہ ۶۷ قتل کیوں کرتے ہو تم، کون سا میرا ہے گناہ
اب نہ یار ہے کوئی ساتھ نہ لشکر نہ سپاہ تم کو لازم ہے غریبوں پہ ترحّم کی نگاہ

ہاتھ آئے گا نہ انعام، نہ زر پاؤ گے
یاد رکھو! مرا سر کاٹ کے پچھتاؤ گے

نہ ابھی ختم ہوئی تھی یہ مسلسل تقریر ۶۸ حجّتُ اللہ کے فرزند پہ چلنے لگے تیر
چوم کر تیغ کے قبضے کو پکارے شبّیرؑ نوخبردار! چمکتی ہے علی کی شمشیر

پسرِ فاتحِ صفّین و حُنین آتا ہے
لو سنبھلیں باندھ کے رو کو تو حُسینؑ آتا ہے

لو کھنچی تیغِ دوسر، فوج پہ آفت آئی ۶۹ لو ہلا، قائمۂ عرش، قیامت آئی
فتح تسلیم کو، آداب کو نصرت آئی فخرِ سے غاشیہ برداری کو شوکت آئی

چوم لوں پاؤں، جلال اس تگ و دو میں آیا
ہاتھ جوڑے ہوئے اقبال جلو میں آیا

آپ سیدھے جو ہوئے رخش نے بدلے تیور ۷۰ دونوں آنکھیں اُبل آئیں کہ ڈرے بانیِ شر
تھوتھنی مل گئی سینے سے کیا دُم کو چنور مثلِ طاؤس اڑا، گاہ اِدھر، گاہ اُدھر

دم بدم گرد نسیمِ سحری پھرتی تھی
جھوم کر پھرتا تھا، گویا کہ پری پھرتی تھی

ابر ڈھالوں کا اٹھا تیغ دوپیکر چمکی ۷۱ برق چھپتی ہے، یہ چمکی تو برابر چمکی
سوئے پستی کبھی کوندی کبھی سر پر چمکی کبھی انبوہ کے اندر، کبھی باہر چمکی

جس طرف آئی وہ ناگن اُسے ڈستے دیکھا
میزہ سروں کا صفِ دشمن میں برستے دیکھا

دھار ایسی کہ رواں ہو تو شفق دھارا بھیے ۱۰ کھاٹ وہ گھاٹ کہ دریا کا گھٹ را بھیے
چمک ایسی کہ حسینوں کا اشارا بھیے روشنی وہ کہ رہے ٹوٹ کے تارا بھیے

کوندتا برق کا شمشیر کی ضو میں دیکھا
کبھی ایسا نہیں دم خم تہ و میں دیکھا

اک اشارے میں، برابر کوئی دو صف کوئی چار ۲۰ نہ پیادہ کوئی باقی تھا سلامت نہ سوار
برق گرتی تھی کہ چلتی تھی صفوں پر تلوار غضب اللہ علیہم کے عیاں تھے آثار

موت ہر غول کو برباد کیے جاتی تھی
آگ گیہے ہوئے دشمن میں لیے جاتی تھی

تیغیں آری (ذ) ہوئیں ڈھالوں کے اڑے پرکالے ۲۰ بند سب ہو گئے خوف سے نیزوں والے
جو بڑھے ہاتھ سر دست قلم کر ڈالے تیغ کہتی تھی یہ سب میں نے دیکھے بھالے

صف پہ صف باندھ کے نیزوں کو عبث تولے ہیں
ایسے عقدے مرے ناخن نے بہت کھولے ہیں

جب کبھی جائزہ فوج ستم لیتی ہوں ۲۵ موت سے رحم نہ کرنے کی قسم لیتی ہوں
دو زبانوں سے سداکارِ قلم لیتی ہوں چہرے کٹ چکتے ہیں شکرے تو دم لیتی ہوں

برطرف ہو کے، عدم کے سفری ہوتے ہیں
طبلقیں (ض) کٹتی ہیں، چہرے نفری ہوتے ہیں

وہ برش، وہ چمک اس کی، وہ صفائی اس کی ۳۰ کسی تلوار نے تیزی نہیں پائی اس کی
اس کا بازو جو اڑایا، تو کلائی اس کی مر گئی جس کے گلے سے اجل آئی اس کی

صورتِ مرگ کسی نے بھی نہ آتے دیکھی
سر پہ چمکی تو کمر سے اسے جاتے دیکھی

کبھی ڈھالوں پہ گری، اور کبھی تلواروں پر ۳۵ پیدلوں پر کبھی آئی کبھی سواروں پر
کبھی ترکش پہ رکھا سنخ کبھی سوفاروں پر کبھی سر کاٹ کے آپہنچی کمانداروں پر

گر کے اس غول سے اٹھتی تو اس انبوہ میں تھی
کبھی دریا میں، کبھی بر میں، کبھی کوہ میں تھی

کبھی چہرہ کبھی شانہ، کبھی پیکر کاٹا ۷۸ کبھی در آئی جگر میں، تو کبھی سر کاٹا
کبھی مغفر، کبھی جوشن، کبھی بکتر کاٹا طول میں راکب و مرکب کو برابر کاٹا

بُرّشِ تیغ کا غل، قاف سے تا قاف رہا
پی گئی خون ہزاروں کا، پہ منہ صاف رہا

نہ رُکی خود پہ وہ، اور نہ سر پر ٹھہری ۷۹ نہ کسی تیغ پہ دم بھر، نہ سپر پر ٹھہری
نہ جبیں پر نہ گلے پر، نہ جگر پہ ٹھہری کاٹ کر زین کو، گھوڑے کی کمر پر ٹھہری

جان گھبرا کے تنِ دشمنِ دیں سے نکلی
ہاتھ بھر ڈوب کے تلوار زمیں سے نکلی

کٹ گئی، تیغ تلے، جب صفِ دشمن آئی ۸۰ یک بیک فصلِ فراقِ سرِ و گردن آئی
بگڑی اس طرح لڑائی کہ نہ کچھ بن آئی تیغ کب آئی کہ اڑتی ہوئی ناگن آئی

غُل تھا بھاگو کہ یہ ہنگام ٹھہرنے کا نہیں
زہر اس کا جو چڑھے گا تو اُترنے کا نہیں

وہ چمک اس کی، سروں کا وہ برسنا، ہر سُو ۸۱ گھاٹ سے تیغ کے، اک حشر بپا تھا ئے جُو
آب میں صورتِ آتش تھی، جلا دینے کی خُو اور دم بڑھتا تھا، پیتی تھی جو اعدا کا لہو

کبھی جوشن، تو کبھی صدرِ کشادہ کاٹا
جب چلی ضربتِ سابق سے زیادہ کاٹا

تن تنہا شہِ دیں لاکھ سواروں سے لڑے ۸۲ بے سپر برچھیوں والوں کی قطاروں سے لڑے
صورتِ شیرِ خدا، ظلم شعاروں سے لڑے دو سے اک لڑ نہیں سکتا، یہ ہزاروں سے لڑے

گر ہو غالبؑ، تو ہزاروں پہ وہی غالب ہو
جو دل و جانِ علیؑ ابنِ ابی طالب ہو

تیسرے فلک میں یہ جنگ، یہ حملے یہ جدال ۸۳ پیاس وہ پیاس کہ نیلم تھے مرا سرلب لعل
دھوپ وہ دھوپ کہ سوکھے ہوئے تھے تازہ نہال لوں وہ لوں جس کی حرارت سے پگھلتے تھے جبال

سنگ ریزوں میں تب و تاب تھی انگاروں کی
سر پہ یا دھوپ تھی، یا چھاؤں تھی تلواروں کی

شیشے سے تھے کبھی جو نہ کٹار میں کبھی ۸۴ دھار تھی وہ تیغ سے پیدا نہ آب میں کبھی
تیغ حیدر نے کمی کی نہ صفائی میں کبھی فرق آیا نہ سر و تن کی جدائی میں کبھی

کبھی ابرو کا بھی ایسا نہ اشارا دیکھا
جس پہ اک دم میں کیا سر کو دو پارا دیکھا

آنکھ وہ آنکھ کہ شیروں کی جلالت جس میں ۸۵ بخش وہ بخش کہ سب رنج کی راحت جس میں
تیغ وہ تیغ، عیاں موت کی صورت جس میں ہاتھ وہ ہاتھ، ید اللہ کی قدرت جس میں

روک لے وار، جگر کیا کسی بے پیر کا ہے
زور وہ، جس میں ثمر فاطمہؑ کے شیر کا ہے

جنگ میں پیاس کا صدمہ شہ دیں سے پوچھو ۸۶ تن تنہا کی وفا، شکر حسیں سے پوچھو
نزلہ دشت پر آفت کا، زمیں سے پوچھو ضرب شمشیر دو سر رو، میں سے پوچھو

باپ اُس فوج میں تنہا، پسر بر لشکر میں
کربلا میں یہ تلاطم ہوا، یا خیبر میں

اسد اللہ کے صدقے، شہ والا کے نثار دبی جاتے تھے، وہی زور، وہی قوت و قار
فتح حیدر نے کیا جنگ میں خیبر کا حصار مورچے فوج کے، حضرت نے بھی توڑے کی بار

کیوں نہ ہو احمدِ مرسل کے نواسے تھے حسینؑ
فرق اتنا تھا کہ دو روز کے پیاسے تھے حسینؑ

ہر طرف فوج میں غُل تھا کہ دہائی مولا! ۸۸ ہم نے دیکھی ترے ہاتھوں کی صفائی مولا!
الاماں، خوب سزا جنگ کی پائی مولا! آپ کرتے ہیں بُروں سے بھی بھلائی مولا!

ہاتھ ہم باندھتے ہیں پھینک کے شمشیروں کو
بخشیے اُمتِ نا اہل کی تقصیروں کو

آئی ہاتف کی یہ آواز کہ اے عرش مقام ۸۹ یہ دعا تیسرے ذاتے میں، بشر کا نہیں کام
اے محمدؐ کے جگر بند، امام ابنِ امام لوحِ محفوظ پہ مرقوم ہے، تب بر ترا نام

اب نہیں حکم لعینوں سے دعا کرنے کا
ہاں! یہی وقت ہے وعدے کے وفا کرنے کا

۹۰ آج ہے آٹھوں بہشتوں کی نئی تیاری — نخلِ سرسبز نہیں فردوس میں نہریں جاری
شب سے حوریں ہیں مکلّل[۵۱] بجواہر ساری — خانۂ دوست میں ہے، دوست کی مہمانداری

پیشوائے کو رسول الثقلین آتے ہیں
عرش تک شور یہی ہے کہ حسینؑ آتے ہیں

۹۱ تھم گئے سن کے یہ آوازِ شہِ جنّ و بشر[۵۲] — روک کر تیغ کو فرمایا کہ حاضر ہے یہ سر
عید ہو جلد اگر ذبح کریں بانیِ شر — شمرِ اظلم ہے کدھر؟ کھینچ کے آئے خنجر

ہے وہ عاشق جو فدا ہونے کو موجود رہے
بس مری فتح یہی ہے کہ وہ خوشنود رہے

۹۲ کہہ کے یہ میان میں مولا نے رکھی تیغِ دو دم — ہاتھ اٹھا کر یہ اشارہ کیا گھوڑے کو (غ) کہ تھم
رہ گیا سر کو جھکا کر فرسِ تیز قدم — چار جانب سے مسافر پہ چلے تیرِ ستم

نیزے یوں گرد تھے جیسے گلِ تر خاروں میں
گھر گئے سبطِ نبیؐ (الف۱۰)، ظلم کی تلواروں میں

۹۳ پہلے تیروں سے کمانداروں نے چھاتی چھانی — نیزے پہلو پہ لگاتے تھے ستم کے بانی
سر پہ تلواریں چلیں، زخمی ہوئی پیشانی — خون سے تر ہو گیا حضرت کا رخِ نورانی

جسم سب چور تھا، پرزے تھے زرہ جامے کے
پیچ کٹ کٹ کے کھلے جاتے تھے عمامے کے

۹۴ برچھیاں مارتے تھے، گھاٹ پہ جو تھے پہرے — کس طرف جائے، کہاں تیغوں میں بیکس ٹھہرے
ایک ہزار اور کئی سو زخم تھے، تن پر گہرے — دیکھنے والوں کے ہو جاتے تھے پانی زہرے

خوں میں ڈوبا ہوا وہ مصحفِ[۵۴] رخ سارا تھا
جزوِ[۵۵] ہر اک تن شبیرؑ کا سی پارا تھا

۹۵ ہاتھ سے باگ جدا تھی، تو رکابوں سے قدم — غش میں سیدھے کبھی ہوتے تھے فرس پر کبھی خم
بہتے تھے پہلوؤں سے خوں کے دو دریا[۵۶] پیہم — کوئی بیکس کا مددگار نہ تھا ہائے ستم

مارے تلواروں کے مہلت تھی نہ دم لینے کی
کوششیں ہوتی تھیں کنبےؑ کے گرا دینے کی

دشت سے آتی تھی زینبؑ کی صدا ہائے حسینؑ
دیکھے بچیں نہ سے بے ہائے حسینؑ

در سے چلاتی تھی زینبؑ مرے ماں ہائے حسینؑ
کون تیروں سے بچا رہنے سے ہائے حسینؑ

ظلم ڈھاتی ہیں ملائکہ سے یہ ہوتا نہ تھا
حکم گر ہو تو بہن دوڑ کے بازو تھامے

ہائے سیدؑ ترا تن اور ستم کے بھالے ۵۰ کس کو پہلو دیں کہ بچتے ہیں سنبھالے والے
اس پہ یہ ظلم دکھوں سے تجھے زہراؑ پالے دن سے تیروں کی گھٹا ٹوٹ پڑی ہے لالے

کون فریاد سنے بے سر و سامانوں کی
یاں تو بستی بھی نہیں کوئی مسلمانوں کی

نہ رہا جب کہ سہارے کا فرس پر یارا ۵۰ گر پڑا خاک پہ وہ شاہِ فلک کا تارا
غش سے کچھ دیر میں چونکا جو علی کا پیارا نیزہ سینے پہ سناں بن کے سنانؑ نے مارا

واں تو نیزے کی انی پشت سے باہر نکلی
یاں بہن خیمے کی ڈیوڑھی سے نکلے سر ننگے

کھینچ کر سینے سے نیزہ جو ہٹا دشمنِ دیں ۵۹ تھمکے کے تھت سے رکھی خاک پہ بے چین جبیں
تیز کرتا ہوا خنجر کو بڑھا شمرِ لعیں آسماں بن گئے تھرا گئی مقتل کی زمیں

کیا کہوں تیغ کو کس طرح گلے پر رکھا
پاؤں قرآں پہ رکھا، حلق پہ خنجر رکھا

ڈھانپ کر ہاتھوں سے منہ بنتِ علیؑ چلائی ۱۰۰ ذبح ہوتے ہو مرے سامنے تم اے بھائی
ضرب اول تھی کہ تکبیر کی آواز آئی گر پڑی خاک پہ غش کھا کے علیؑ کی جائی

آنکھ کھولی تھی کہ ہنگامۂ محشر دیکھا
سر اٹھایا تو سرِ شہ کو سناں پر دیکھا (۱۰۲)

رو کے چلائی کہ ہے ہے مرے مظلوم حسینؑ ۱۰۱ فوج اعدا میں ترے قتل کی ہے دھوم حسینؑ
کچھ مجھے آنکھوں سے ہوتا نہیں معلوم حسینؑ ہائے میں رہ گئی دیدار سے محروم حسینؑ

مڑ کے دیکھو کہ مصیبت میں پڑی ہوں بھائی
ننگے سر بلوۂ اعدا میں کھڑی ہوں بھائی

بس انیسؔ آگے نہ لکھ زینبِ ناشاد کے بَین ۱۰۲ قتل ہو جانے پہ بھی دھوپ میں تھی لاشِ حسینؑ
قبر میں بھی نہ مِلا احمدِ مختار کو چین گھر جلا، قید ہوئی، آلِ رسول الثقلینؐ

کتنے گھر شاہ کے مرجانے سے برباد ہوئے
لُٹ گئے یوں کہ نہ سادات پھر آباد ہوئے

۲۷

جب خیمہ بخیہ ہوا فوجِ شاہ کا ۱ کوثر پہ قافلہ گیا پیاسی سپاہ کا
گھر لٹ گیا، جنابِ رسالت پناہ کا
بھائی نہ وہ رفیق، نہ وہ نورِ عین، رہے
دو بہنیں رونے والیاں تھیں تین رہے

ڈیوڑھی، وہ صبح تک رہے، دو دستہ جب سحر ۲ پروانہ ہے وہ کونسی، نہ ہے رفیق وہ
دن، وہ دوپہر کی تپش اور وہ غبر، پروانہ ہوئے سر و پگڑ ست بار بار
آفت تھی بیکسی تھی، مصیبت تھی یاس تھی
بے فوج بادشاہ تھے، ڈیوڑھی تھی داس تھی

وہ گھر کہ جس میں لاتے تھے جبریں فوقِ رب ۳ وہ تھے فوج خدمتے کرتے تھے بے طلب
سنسان پڑے تھے، شہنشاہِ تشنہ لب تڑپتا جواں پسر کے لہو سے لباس سب
لب پیاس سے کبود تھے رخسار زرد تھے
مولا کی ایک جان تھی، ورنہ کہہ دو تھے

فرماتے تھے کہ واہ، یہ تاخیر اے اجل ۴ کہ بعد ان کے تھی زیست کا محل
اب مجھ کو کب برس کے، برس رہے یک پل موت آئے اب یہ شہ زمن کا چل
اک جا چھڑی کھلوں پہ جو پہنچی تو خوب تھی
یہ جان اُن کے سر سے تھی صدقے تو خوب تھی

کہتا نہیں حسین سے، اب بارِ زندگی ۵ اے موت اب تو آ حسین دیوے زندگی
جیتے رہیں وہ جو ہیں، طلب گارِ زندگی اب وقت ہے پسر کی جاں سے نثارِ زندگی
جرأت کی جا ہے، خاک میں رنگِ چمن ملے
زندہ ہو باپ اور نہ پسر کو کفن ملے

کی خوب سیرِ باغِ جہاں، خوب پھل ملے ۶ ہو عید اب جو تیغ اجل لے
ممکن نہیں کہ خلق میں، چین ایک پل ملے دنیا میں آج اُن کو نہ پایا، جو کل لے

جنت میں پیاس، تشنہ دہانوں کو لے گئی
افسوس خوب چُن کے، جوانوں کو لے گئی

ہے ہے کہاں وہ گوہرِ بحرِ شرف گئے ۷ جو میرے پاس رہتے تھے، وہ کس طرف گئے
قاسم سے یادگارِ شہِ کربلا گئے سارے مرے چُنے ہوئے، دُرِّ نجف گئے

کیا تفرقہ یہ لشکرِ شاہی میں پڑ گیا
میں قافلے سے چھٹ کے، تباہی میں پڑ گیا

ہم سب کے بعد، خلق سے باقی کو رہ گئے ۸ سر پیٹنے کو، خاک اُڑانے کو، رہ گئے
پیری میں آہ ٹھوکریں کھانے کو رہ گئے اس نوجواں کا داغ اُٹھانے کو رہ گئے

بیٹا کہاں، خبر جو دمِ انتقال لے
اتنا نہیں، جو گرتے ہوئے کو سنبھال لے

فرما کے یہ جو گھر میں گئے شاہِ خوش خصال ۹ محبوبِ حق کی آل کا، دیکھا عجیب حال
بیٹے بٹھائے ہیں سب صف ماتم پہ کھولے بال برپا ہے شورِ ماتم فرزندِ خوش جمال

بانو قریبِ مرگ ہے زینبؑ ہلاک ہے
سینے تو سب کبود ہیں، بالوں پہ خاک ہے

بہنیں پکارتی تھیں کہ ہمشیر ترے نثار ۱۰ اب تک تو گھر میں آئے تھے، مقتل سے چند بار
بھیا سنو ہو دو نکہتِ گیسوئے مشک بار اس بھینی بھینی بُو کے لیے دل ہے بے قرار

آئے نہ غم جان کا پرسا بھی دینے کو
کیا بے کسی سے چل دیے صغرا کے لینے کو

شہ نے کہا، بہشت میں ہیں اکبرِ حسینؑ ۱۱ صغرا کہاں، ہماری (رکؒ) ہی اُن کو خبر نہیں
رخصت رو حسینؑ کو دے زینبِ حزیں خیمے تک آ نہ جائے کہیں فوجِ اہلِ کیں

اندوہِ رسولِ پاک کا رختِ کفن ہمیں
پہنا دو اپنے ہاتھ سے زینبؑ کفن ہمیں

بے خود تھی غم میں، نورِ نظر نے، وہ وفادار ۱۳ کبھی نہ پہلوؤں پہ رہا ہے نہ زیر
جب یہ سنا کھڑا ہے محمدؐ کا یادگار ہر قتل گہ پہ کرتی رہی وہ نظر

روکر کہا، نہ پاؤں نہ قبضہ میں ہاتھ ہیں
کیوں صاحبو! ہو حق سے سبکدوش ساتھ ہیں

پُرخوں جبیں، پھٹے ہوئے کپڑے، بدن پہ خاک ۱۴ چہرہ سیہ، لہو میں ہے ڈوبا ہوا یہ چاک
سر کھلی، جگر بھی، سینہ پُرخوں بھی دردناک بیکس بہن کے پاس پہ روتا ہے آپ کا

فرمایا آپ نے کہ سنو دل پہ کھا نہ غم
ہم اُن کی لاش چھوڑ کے رخصت ہوتے ہیں

میں کیا ہوں ایک عبدِ نحیف و ضعیف و زار ۱۴ قدرت نہ زندگی کی نہ مرنے پہ اختیار
خانہ ہوں جب بلائے کہ حاکم ہے کردگار جب اُس کی ذات رحم و عفو پر ہو غدار

منظور پروریش ہے جو سب کی کریم کو
رانڈوں کو بھولتا ہے نہ طفلِ یتیم کو

جو معرضِ فنا میں ہوں کیا اُن کا آسرا ۱۵ میں ہوں تو کیا ہوں، مالک و مختار ہے خدا
اُکھڑ جائیں بھائی بھانجے یا ہوں پسرِ خدا صابر اُسی سے صبر کی کرتے ہیں التجا

وہ قید میں نہ گھر کی تباہی میں روتے ہیں
روتے ہیں گر، تو خوفِ الٰہی میں روتے ہیں

وہ کہتی تھی کہ جان نکل لے، تو جائیے ۱۶ خنجرِ اجل کا حلق پہ چل لے تو جائیے
منتظر ہے دل بہن کا سنبھل لے تو جائیے اچھا ذرا سکینہ بہل لے تو جائیے

بالوں پہ خاک اُڑاؤں منہ، شکلوں سے دھوتوں
ماں جائے بھائی، میں تجھے جی بھر کے روتوں

بولی قدم پہ گر کے یہ بانوئے خوش خصال ۱۷ اے جانِ فاطمہ خلفِ شیرِ ذوالجلال
فرمائیے تو ساتھ چلے، یہ شکستہ حال رُخ پر نقاب ڈال کے، بکھرا کے سر کے بال

عزت اب اس کنیز کی ہے، ہاتھ آپ کے
پردہ مرا رہے، جو مروں ساتھ آپ کے

منجدھار میں ہے ناؤ، تلاطم ہے آشکار ۱۸ موجیں ستم کی آتی ہیں، طوفاں میں بار بار
اے ناخدائے کشتیِ امت ترے نثار بیکس کا ڈوبتا ہوا، بیڑا لگا دے پار
رحم اب کہ بے قراریِ بسمل کا وقت ہے
حلّالِ مشکلات(ص) ست، یہ مشکل کا وقت ہے

بانوؑ کے اضطراب پہ روئے شہِ اُمم ۱۹ فرمایا ناگوار(ش) ہے، صاحب تمہارا غم
بانوؑ اسیر و بیکس و بے آشنا ہیں، ہم یاور، نہ بھائی بند، نہ لشکر، نہ وہ عَلَم
موت اپنی خود طلب نہ کرے وہ تو کیا کرے
جس کا کوئی نہ ہو، نہ مرے وہ تو کیا کرے

لازم ہے تم کو صبر، یہ ہے صبر کا مقام ۲۰ مالک کی ہے اسی میں خوشی اور اسی میں نام
یاں گھر لٹے کہ قید میں جانا ہو سوئے شام ہر دم رہے زباں کو شکرِ خدا سے کام
دیں یہ تمہارا ساتھ، تم ان سب کے ساتھ ہو
میرا یہی ہے ساتھ کہ زینبؑ کے ساتھ ہو

یہ کہہ کے نکلے خیمے سے شبّیرِ دلفگار ۲۱ دیکھا کھڑا ہے ڈیوڑھی پہ، اسپِ وفا شعار
گردن پہ ہاتھ پھیر کے بولا وہ نامدار طاقت نہ ہو تو جائے پیادہ ترا سوار
یہ گردشِ فلک، یہ جفائے زمانہ ہے
تو بھی تو تین روز سے، بے آب و دانہ ہے

منھ رکھ کے شہ کے بازو(ش) پہ بولا وہ باوفا ۲۲ اے شہسوارِ دوشِ محمدؐ ترے فدا
کچھ حق، نہ دانہ خوری کا، مجھ سے ہوا ادا فاقہ ہو جب کہ آپ کو، مولا تو میں ہوں کیا
جیواں ہوں، پر نہ ترکِ رفاقت کروں گا میں
جیتا ہوں گر تو آپ کے آگے مروں گا میں

پھیلا کے دونوں ہاتھ جھکا، وہ سوئے زمیں ۲۳ گھوڑے پہ جلوہ گر ہوا، حیدرؑ(ذ) کا نازنیں
پُرنور ہو گیا، رخِ انور سے صدرِ دیں مرکب پہ تھے حسینؑ کہ خاتم پہ تھا نگیں
شورِ درود غرب سے تا شرق ہو گیا
بیٹھے جو تن کے آپ فرس برق ہو گیا

بوئے بہشت لے کے نسیمِ سحر چلی ۲۴ آگے فرس کے فتح تو پیچھے ظفر چلی
خود سر پہ چتر بن کے، ضیائے قمر چلی گھوڑا چلا کہ فتح کی گویا خبر چلی

عنقا فوں سے حوریں دیکھتی تھیں شہسوار کو
پریاں طبق لیے تھیں سروں پر نثار کو

ہاتھوں پہ زد ہیں، سب گلِ خوش رو لیے ہوئے ۲۵ دوڑی صبا، بہشت کی خوشبو لیے ہوئے
تیغ و سپر جو ہیں، شہ خوشخو لیے ہوئے غل ہے کہ ہاں نجابت کا پہلو لیے ہوئے

شبیرؑ تو امام ہے، ابنِ امام ہے
گر غیظ آ گیا تو یہ دنیا تمام ہے

بجلی کی خو دکھاتی ہے رخ کی چمک اُدھر ۲۶ خود عرش اس طرف نگراں تھا فلک اُدھر
ڈر سے سما، ادھر تھا ہراساں، سمک اُدھر جنت اِس طرف تھے صفِ آرملک اُدھر

کچھ کہکشاں سے بڑھ گئی تھی شان و شکوہ کی
غل تھا سواری جاتی ہے شاہوں کے شاہ کی

جھکتی تھیں جب، صفوفِ ملائک پئے سلام ۲۷ ہنس کر جواب دیتے تھے، مولائے خاص و عام
زیں ہوتے تھے جو خم پئے تسلیم و احترام رکھتے تھے سر پہ ہاتھ امام فلک مقام

مطلب یہ صاف تھا کہ مدد ناگوار ہے
میرا یہ سر، امانتِ پروردگار ہے

شہ سجدہ سے، جبینِ مبیں سے، قمر کا نور ۲۸ پیدا ہوا ہے زلف سے شب کی سحر کا نور
صلِ علیٰ یہ نور ہے خیر البشرؐ کا نور پروانہ روشنی پہ ہے، جس کی نظر کا نور

دیکھو نشانِ سجدہ، جبینِ جناب پر
غنچہ ہے نیلوفر کا گلِ آفتاب پر

کیا خوشنما ہیں چہرے پہ گیسو کو دیکھیے ۲۹ شب اور آفتاب کے، پہلو کو دیکھیے
دو رائیں اک سحر، رخِ نیکو کو دیکھیے جنگل تمام بس گیا، خوشبو کو دیکھیے

چہرے کی ضو سے دشتِ پُرآشوب عرش ہے
ساری زمیں پہ، عنبرِ شارا کا فرش ہے

ابرو ہے یا، کھنچی ہوئی حیدر کی ذوالفقار ۳۰ یہ مُو بھرے ہوئے نہیں، جوہر ہیں آشکار
قرباں کماں، ہلالِ فلک مرتبت نثار آنکھوں پہ جن کی جا ہے، یہ ایسی ہیں ذی وقار
پیوستہ منکسر ہیں، وہ جو ارجمند ہیں
اُتنی فروتنی بھی ہے، جتنی بلند ہیں

آنکھوں کو کہیے عین تو عینِ خطا ہے یہ ۳۱ پردے نہ کیوں ہوں سات کہ نورِ خدا ہے یہ
سب کو ہے چشمداشت کہ عین عطا ہے یہ بیمار خود، پہ سب کے مرض کی دوا ہے یہ
سرخوش ہے جام ان کی جنت کا پی گیا
دیکھا نگاہِ لطف سے جس کو، وہ جی گیا

احسان بھی، حیا بھی، مروّت بھی، قہر بھی ۳۲ خود موت بھی[الف۱]، حیات بھی، امرت بھی، زہر بھی
بینا بھی، نکتہ سنج بھی، دانائے دہر بھی تسنیم بھی، بہشت بھی، کوثر کی نہر[ب۱] بھی
سرشرم سے جھکائے ہے نرگس ریاض میں
جنت سواد میں، ید بیضا بیاض میں

آہو شکار تیر و کماں دار، و شیر گیر[ج۱] ۳۳ ہشیار، و خوش نگاہ، و سمن سنج، و دلپذیر
خونریز و جاں فریب و دلآویز و بے نظیر قبضے میں ابروؤں کی کمانیں، مژہ کے تیر
جس سادہ دل کو ان کی سیاہی کی یاد ہو
ناخواندہ بھی اگر ہو تو روشن سواد ہو

فدیہ نواز[د۱]، و زبدنما، صاحبِ امتیاز ۳۴ طنّاز و شرمگین و گراں خواب، و سرفراز
حق بیں و پاک باز و خدا بیں و بے نیاز بیدار رو، داغ دادہ و خونبار و غم طراز[۱۲]
گرد اس کے پھر، یہ کعبۂ ایماں کا طوف ہے
بس اے انیسؔ بس نظرِ بد کا خوف ہے

اللہ رے رعب، شیر، آہن ہو گئے ہیں سب ۳۵ خود دل شکستہ، قلعہ شکن ہو گئے ہیں سب
آماجِ خوف، تیر فگن ہو گئے ہیں سب ضم صورتِ کماں، ہمہ تن گئے ہیں سب
آنکھیں ملائیں کب یہ شریروں کی تاب ہے
کس دل کو اس نگاہ کے تیروں کی تاب ہے

شیرِ خدا کے شیر سے کیوں کر ہو چار آنکھ ۳۶ وہ شیر بیشہ، ورنہ آ شکار آنکھ
خورشیدِ فاطمہ سے ملائیں ہزار آنکھ جاتا ہے جس کی جانب سے غالب آنکھ

تھوڑے کوئی تو حاصلِ عینِ الکمال لے
خود اُس کی آنکھ، پنجۂ مژگاں نکال لے

گر کوئی شوخ چشم وجفا جو نظر ملے ۳۷ یوں پوچھے چشمِ زخم کو خونِ تباب لے
عینِ الکمال کی، سرِ میداں نمود پائے گشتن کے، قوسِ مشقِ چشمِ تیر دے

بینا کہیں کہ کھوئی بصیرت، بصیر نے
مردم کہیں کہ، عینِ خطا کی شریر نے

کیا نور ہے رُخِ خلفِ بوتراب پر ۳۸ بٹے یہ عرق کہ، عطر کے قطرے گلاب پر
کچھ تیرگی سی آ گئی ہے آب و تاب پر سونا چڑھاؤ، پھر ورقِ آفتاب پر

آئے جلال میں نہ جلالت حضورؐ کی
تشبیہ ہے خدا و محمدؐ کے نور کی

کیوں منہ کو پھیرتا ہے، خجل ہو کے آفتاب ۳۹ شرمندہ ہو گا، اپنی چمک کھو کے آفتاب
آنکھیں ملے اُٹھا ہے، اگر سو کے آفتاب لازم ہے آئے سامنے، منہ دھو کے آفتاب

گر چاہتا ہے عرش سے سر اُس کا جا ملے
کہدو کہ ارضِ پاک کے، ذرّوں میں آ ملے

دُرجِ دہن، پہ لعل و عقیقِ یمن نثار ۴۰ غنچے نثار، پھول تصدق، چمن نثار
حسنِ بیان پہ، طوطیِ شکّر شکن نثار شورِ نمک پہ، شاعرِ شیریں سخن نثار

فقروں میں لطف، باتوں میں لنت بھری ہوئی
قرآن کی طرح ہے، فصاحت بھری ہوئی

تو بہ تنافرِ کلمات، اور ثقلِ دہن ۴۱ جملے صحیح، شستہ و رفتہ، ہر اک سخن
پھولا ہوا فصاحتِ الفاظ کا چمن تقریر وہ سمجھ لیں جسے صاف مرد و زن

معنی کا بھی یہ حال ہے، حسنِ قبول سے
خوشبو سحر کو، جیسے نکلتی ہے پھول سے

(ح-۱)
لفظوں میں یوں ہے معنیِ روشن کی آب و تاب ۴۲ جس طرح عکس آئینہ میں، جام میں گلاب
مضمون میں تناسبِ الفاظ، لاجواب تصریح بھی، فصیح، کنائے بھی انتخاب
یاں منتہیٰ وہ سب ہیں، جو علم و کمال ہیں
صلی علیٰ، یہ مصحفِ ناطق کے لال ہیں

دنداں، کواکبِ[18] فلکِ عز و شانِ حسن ۴۳ گر ہیں تو بس یہی ہیں زمانہ میں، جانِ حسن
خالق نے موتیوں سے بھرا ہے دہانِ حسن خود لال[19] ہے، صفات میں جن کی زبانِ حسن
کوسوں ضیا ہے وادیِ مینو سرشت میں
گویا چمک رہے ہیں ستارے بہشت میں

بتیس دُر دہ لعبتِ[20] محبوب کردگار ۴۴ اختر چمک سے جن کی خجل، برق شرمسار
برّاق و دُر فشان و ضیا بار و آبدار بھولا میں، ان سبھوں سے ہے اُن کا فزوں وقار
ہیرے نہیں، نجومِ سعادت اثر نہیں
یہ شیرِ فاطمہؑ کے ہیں قطرے گہر نہیں

وہ ریشِ پاک اور وہ چہرے کی آب و تاب ۴۵ نکلا ہے چیر کر، شبِ[21] (ک-۱) یلدا کو آفتاب
کچھ جا بجا جو کھل گیا ہے، ریش کا خضاب رخصت ہے، مل رہے ہیں گلے، پیریِ و شباب
تا وقتِ عصر اور زمانِ حیات ہے
اب زندگی میں کوئی نہ دن ہے نہ رات ہے

سینے کا آئینہ ہے کہ نورِ خدا کا گھر ۴۶ یا وہ[22] مدینہ علم کا، حیدرؑ ہے جس کا دَر
اس صدر میں بھرے ہوئے ہیں راز کے گہر آئندہ و گزشتہ کی سب ہے انہیں خبر
پنہاں جو دل میں ہے اُسے پہچانتے ہیں یہ
جو بے زباں ہیں[1] (ل) اُن کی زباں جانتے ہیں یہ

ذکرِ گلو جو ہے تو گلے میں رُکا ہے دَم ۴۷ حوروں کی گردنیں ہیں اسی جا ادب سے خم
لیتے دوں بوسے جن کے رسولِ فلک حشم افسوس اُس گلے پہ چلا، خنجرِ ستم
سوکھی رگیں گلوئے مبارک کی کٹ گئیں
افلاک لہ[23] پڑے نہ زمینیں اُلٹ گئیں

پیہم زباں دکھا کے کہا، آب آب آب ۴۸ اے وا ممشدا نہ کسی نے دیا جواب
قطرے سے بھی زباں نہ ہوئی، آہ کامیاب آخر تڑپ کے رہ گیا، وہ آسماں جناب

جلتی زمیں پہ لاش مثہ نیک لوٹ رہی
گردن گلے سے کٹنے پہ بھی قبلہ رو رہی

وہ سر رکھا خدا نے شفاعت کا جس پہ تاج ۴۹ گردن وہ بزم نعت نبی کا جو بنے تاج
وہ صدر جس کے علم کی، سالم کواحتیاج وہ ہاتھ جس سے خیبر و در ہل سکا نہ تاج

دشمن تو لاکھ اور اکیلے حضور تھے
سارے یہ عضو ظلم کی تیغوں سے چور تھے

وہ پاؤں معرکہ سے کبھی جو نہیں ہٹے ۵۰ وہ کیا ہٹیں، ہٹے تو صف فوج کیں ہٹے
دشوار ہے یہ امر کہ، رکنِ رکیں ہٹے سرکیں نہ آسمان ہٹے یا زمیں ہٹے

مسکن سے مہ پہاڑ، کبھی موڑتے نہیں
ثابت قدم جو ہیں، وہ جگہ چھوڑتے نہیں

گھر کا خدا کے رکنِ رکیں ہے کہاں ہٹے ۵۱ نقش پہ قدم کا نقشِ نگیں ہے کہاں ہٹے
یہ لنگرِ سفینۂ دیں ہے، کہاں ہٹے یہ قطب آسمان و زمین ہے کہاں ہٹے

زور اس سے آسماں کا بھی چلتا نہیں کبھی
نقطہ ہے دائرے سے نکلتا نہیں کبھی

اس دبدبے سے لشکرِ پیماں شکن میں آئے ۵۲ جیسے شکار کھیلنے کو شیر بن میں آئے
یا بلبلِ اشتیاق میں گل کے چمن میں آئے غل پڑ گیا، ہنود، اسد اللہ رن میں آئے

اگلی صفیں الٹ گئیں یوں پچھلی فوج پر
طوفاں میں موج گرتی ہے جس طرح موج پر

بھڑکے فرس، پرے ہوئے ابتر، علم ہٹے ۵۳ بڑھتے ہوئے، جو بانیِ ظلم و ستم ہٹے
نامی، نشان چھوڑ کے، ثابت قدم ہٹے دریا ہٹا کہ فوج کے بادل بہم ہٹے

بھاگڑ میں خاک اڑ کے جو سوئے فلک گئی
لشکر میں غل ہوا کہ زمیں بھی سرک گئی

چلّے ہیں چٹکوں سے، سراسر چھُٹے ہوئے ۵۴ افسر سے فوج، فوج سے افسر، چھُٹے ہوئے
خالی ہیں مورچال، تو سنگر چھٹے ہوئے غربت میں یاد کرتے ہیں سب گھر چھٹے ہوئے

تلوار گر کھنچے تو خدا کی پناہ ہے
دیکھو یہ سب کرشمۂ تیغِ نگاہ ہے

ہل چل کو دیکھ کر یہ پکارا وہ حق شناس ۵۵ اے اہلِ شام، اِک متنفس سے یہ ہراس
سب مر گئے اُمید کسی کی ہے اب نہ آس اک میں ہوں اور حسرت و اندوہ و دردویاس

ماتم میں اپنی فکر نہ لڑنے کا ہوش ہے
خنجر سے کاٹ لو کہ یہ سر، بارِ دوش ہے

کیوں بھاگتے ہو بیکس و تنہا کی جنگ کیا ۵۶ جب مر گیا ہو دل، تو وغا کی اُمنگ کیا
بے دست و پا، دکھائے لڑائی کا ڈھنگ کیا طاقت ہو گر، تو شیر ہے پھر کیا۔ پلنگ کیا

پر خیر کیا میں تم سے عوض لوں، عناد کا
لڑلوں گا کچھ، کہ حکم ہے مجھ کو جہاد کا

یہ سُن کے پھر جمائے پرے فوجِ شام نے ۵۷ کالے نشان کھُل گئے، لشکر کے سامنے
چھوڑا اِدھر نیام، علیؑ کی حسام نے جلوہ دیا، عروسِ ظفر کو امام نے

گھونگھٹ ہٹا تو، برق سی چمکی، لڑائی میں
نقدِ حیات لینے لگی، رُونمائی میں

گھوڑا جو پھاند کر، صفِ اوّل سے مل گیا ۵۸ تھا صاعقہ، کہ شام کے بادل سے مل گیا
وہ پیلا جو فوج کے اُس دل سے مل گیا بے برگ و بر ہوئے یہ ثمر پھل سے مل گیا

پھرتے ہوئے تنوں پہ، نہ سر تھے نہ ہاتھ تھے
گویا چھری لیئے ملک الموت ساتھ تھے

وہ تیغِ تیز، جب صفِ ثانی سے مل گئی ۵۹ خفت ہر اک کو، اس کی گرانی سے مل گئی
لذت چھری کی، تیز زبانی سے مل گئی دریا کی باڑھ، گھاٹ کے پانی سے مل گئی

چمکی جو سر پہ برق، تو بے فرق ہو گئے
دریا میں خوں کے، تا بہ کمر غرق ہو گئے

کہا کھائی سفوں کو جدھر آئی ذوالفقار ۶۰ گر چپ گئی، تو ہاد نظر آئی ذوالفقار
سر پر چمک کے، تا بہ کمر آئی ذوالفقار زیں کاٹ کر زمیں پہ اُتر آئی ذوالفقار

یوں صبر پختن میں گرفتار ہوئے
اک ضرب میں سو ارو فرس تیار ہوئے

وہ منہ کہ الحذر وہ روانی کہ الاماں ۶۱ وہ گھاٹ الحفیظ، وہ پانی کہ الاماں
وہ دم، وہ خم، وہ تیز زبانی کہ الاماں وہ دل شکن، وہ دشمن جانی کہ الاماں

ناز اُس کے سب کو بھائے کر شے سجے گئے
چھوڑے نہ بے لہو پنے جس سے کٹے گئے

تھی دست گاہ خاص، اُسے قتلِ عام میں ۶۲ بے دم ہوا، جو آگیا جوہر کے دام میں
کس کس ادا سے چلتی تھی وہ، فوجِ شام میں دونوں زبانیں یک سی تھیں اپنے کام میں

کیا بس چلے کسی کا، ہوا جب بڑی چلے
چلتی تھی یوں گلوں پہ، کہ جیسے چھری چلے

جوہر میں فرد تھی یہ زبانیں ملی تھیں زوج ۶۳ وہ شور اُس کے آب کا وہ جوہروں کی فوج
پستی میں تھی کبھی، کبھی جاتی تھی سوئے اوج بجلی غضب کی کوند رہی تھی میانِ فوج

کرتی تھی کارِ تیغ چمک ذوالفقار کی
پرتو میں تیز یاں تھیں، سروہی کے وار کی

وہ فوج کا ہجوم، وہ گرمی، وہ لوں، وہ بن ۶۴ دریا پہ شیر ہانپتے تھے، دشت میں ہرن
بھڑکی تھی آگ، جل رہے تھے ناریوں کے تن مثلِ صدف کے زخم بھی کھولے ہوئے دہن

ڈوبا تھا وہ پسینے میں، جو سینہ زور تھا
فوجوں میں، ذوالفقار کے پانی کا شور تھا

ابرِ صفیں تھیں، کینہ وروں کی اِدھر اُدھر ۶۵ جانیں ہوا تھیں، فتنہ گروں کی اِدھر اُدھر
پھانی تھی اک گھٹا، سپروں کی اِدھر اُدھر بوچھار تھی زمیں پہ سروں کی اِدھر اُدھر

خُل تھا اثر ہے گھاٹ میں دریا کی باڑھ کا
برسا ہے، نصف، تپ کے، مہینا اساڑھ کا

کاٹا سر اِس کا، اُس کا جگر چاک کر دیا (ق-۱) ۶۶ بجلی کو اور آگ نے چالاک کر دیا
جس پر گری، جلا کے اُسے خاک کر دیا قصہ جو دین و کفر میں تھا، پاک کر دیا

شرما کے شرک و کفر نے سر کو فرو کیا
اسلام شاد تھا کہ مجھے سرخ رُو کیا

اللہ رے جنگ میں شۂ ذیقدر کی شکوہ ۶۷ جس جا قدم جمے، نہ ہٹے، پھر مثالِ کوہ
قہرِ خدا تھی، برہمی طبعِ حق پژوہ بے خوفِ جاں نہ تھا، کوئی مجمع کوئی گروہ

حملوں میں ساری شانِ خدا کے ولی کی ہے
فوجوں میں شور تھا یہ لڑائی علیؑ کی ہے

ساعد (ص-۳) سے کچھ بلند، جو کرلی تھی آستیں ۶۸ فانوس سے بڑھا ہوا تھا، نورِ شمع دیں
نعرے نہ کیجے، گونجتا تھا شیرِ خشم گیں جنبش میں آسماں، تزلزل میں تھی زمیں

دستِ علیؑ تھے ہاتھ حسینِ دلیر کے
قبضے میں انگلیاں تھیں کہ ناخن تھے شیر کے

وہ آستیں چڑھی ہوئی، ساعد وہ صاف صاف ۶۹ اُگلی ہوئی تھی، میان سے شمشیرِ خوش غلاف
ضربت کا شور، قافؔ سے پہنچا تھا تا بہ قاف وہ تہلکہ، وہ زلزلۂ وادیٔ مصاف

ڈر تھا کہ پاؤں گاؤ کا، ماہی سے ہٹ نہ جائے
دہشت زمیں کو تھی کہ زمانہ اُلٹ نہ جائے

زور آورانِ روئے زمیں کس طرح بر آئیں ۷۰ وہ انگلیاں کہ، باب میں خیبر کے جو در آئیں
تلوار کیسی آنکھ اُٹھا کر اگر ڈرائیں زہرے ہوں آب، سامنے سو شیر بھی گر آئیں

اے تو بہ جانور ہے اسد، گو دلیر ہے
آنکھیں یہ اُس کی ہیں کہ جو حیدرؑ کا شیر ہے

غصّے میں سب کھڑے ہوئے ہیں ریش کے جو بال ۷۱ زیر و زبر ہیں صاف، پئے مصحفِ جمال
نقطے عیاں ہیں، سورۂ والشمس پر کہ خال سرخی کے مدّ کہ آنسوؤں کے ڈورے ہیں لال لال

وہ خط وہ رنگ چہرۂ تاباں کھلا ہوا
دیکھو رہ رہا ہے، رحل پہ قرآں کھلا ہوا

کیا مدحتِ حسینؑ کی، جنگ و جدال کی ۷۱ تصویر بن گئی تھی، صبر و ملال کی
وہ آؤ جاؤ اشہبِ خیغم خصال کی روندا ہوا یہ پورا فوج اعدا پامال کی

اُن اُبلی انکھڑیوں کے شرارے غضب کے تھے
پھل پھل تھی قہر کی تو ہر اک غضب کے تھے

حیرت میں یکٹک تھے سب شام و روم کے ۷۲ پھرتی تھی برق گرد تھا پرچم ہوا کے
شیر اس کی دیکھتے تھے شناسا نجوم کے پھرتا تھا کس عجوم میں کیا عجوہ جوہ کے

حیراں سیاہ گوش تو پیتے خموش تھے
شیروں میں جان تھی نہ چکاروں میں ہوش تھے

جم کر ادھر اُڑا، اُدھر اُترا، دبا دبا ۷۳ لگ کر ادھر ہوا سے وہ پٹ، یہ پٹ، وہ پٹا
جب اس پہ رو میں سایۂ زلف دوتا پڑا سمجھا کہ تازیانۂ موج ہوا پڑا

تسمہ ہر اک جو باگ کا تھا، ناگ ہو گیا
آنکھیں نکل پڑیں، یہ مزاج آگ ہو گیا

گرما کے سب رگوں میں لہو دوڑنے لگا ۷۵ فرفر کی دونوں نتھنوں سے، آنے لگی صدا
اٹھنے لگے زمین پہ جم جم کے دست و پا غصہ کہ مجھ تک آ کے کدھر رہ گئی ہو

نزدیک تھا کہ پھاند کے ندی کے پار ہو
روکے، وہی، حسینؑ سا، جو شہسوار ہو

آہو کی آنکھ، شیر کی چتون، غضب کی چال ۷۶ وہ یاں تھے کہ خود سے بھر دیئے تھے بال
گردن کے خم کو دیکھ کے ہو، سرنگوں ہلال پوچھے کوئی سورے سے شائستگی کا حال

اُڑ کر زمیں تمکؔ کبھی گردِ قدم گئی
جب بس کہا، چمکتی ہوئی برق تھم گئی

خوش خو، و خوش خرام، و خوش ندام و خوش لگام ۷۷ خوش رو، و خوش جمال، و ادا فہم، و تیز گام
جاندار، و شوخ چشم، و سعید و خجستہ کام گل پوش، و تیز ہوش، و سمن گوش و سرخ فام

غازی تھا سرفراز تھا عالی دماغ تھا
گویا ہوا کی دوش پہ اک زندہ باغ تھا

۷۸ چالاکیاں بھی، غیظ بھی، غربت بھی، جنگ بھی — بالا دوئی براق کی، دُلدل کا ڈھنگ بھی
بَر میں اسد بھی، بحر و غا میں نہنگ[۳۳] بھی — گھوڑا بھی، شیرِ نر بھی، ہرن بھی، پلنگ بھی

ہے آگ کا مزاج تو سرعت ہَوا کی ہے
اضداد اتنے جمع ہیں، قدرت خدا کی ہے

۷۹ وہ ساز اور وہ زینِ مرصع کی، زیب و زین — اُس میں ہوا میں، ارض و سما کا تھا فرق و بین
کلغی سے سر کی، صاف عیاں فرقِ قدرتین — سینے میں دل قوی تھا کہ ہیں پشت پر حسینؑ

دعویٰ کہ میں براق کی توقیر پائے ہوں
ناز اس پہ ہے کہ بارِ امامت اُٹھائے ہوں

۸۰ وہ چھوٹی چھوٹی گامچیاں، گول گول سُم — سُرعت وہ تھی کہ عقل تھی، یونانیوں کی گُم
طاؤس کی طرح، جو دِ غا میں، چنور تھی دُم — آتی تھی آسمان سے صدا، اللہ ظلہم

پھرنا تجھے نصیب ہو راہِ ثواب میں
قایم یہ دونوں پاؤں رہیں اس رکاب میں

۸۱ وہ گشت، اور اُس کے طرارے، وہ آؤ جاؤ — پانی میں گر حباب، تو آبِ رواں میں ناؤ
گھونگھٹ میں دیکھ پائے اگر چال کا بناؤ — دولہا کے دل میں، کپکپی رہے کچھ دلہن کی چاؤ

دعویٰ غلط خرام میں، کبکِ دری کا ہے
اس بادپا کے سائے میں، جلوہ پری کا ہے

۸۲ کوہی ہے وہ تدرو ہے کیا، اُس کی چال کیا — طاؤس کیا، ہمائے سعادت خصال کیا
کیا پیک عقل، شاطرِ وہم و خیال کیا — اُس کے قدم کی گرد کو پہونچے، مجال کیا[۱۰]

دیکھی نہیں کسی نے یہ چھل بل سمند میں
پارا بھرا ہوا ہے، ہر اک جوڑ بند میں

۸۳ پیکاں ہیں، دو کنوتیاں، ہنگام دار و گیر — حلقے سے یوں نکلتا ہے، جیسے کماں سے تیر
روئیں وہ نرم، جلد وہ باریک و بے نظیر — چیتی پرند جس[۱۱] کے مقابل نہ سہے حریر

ایسی سبک روی نہیں، دیکھی شباب میں
دوڑے تو فرق آئے نہ مخمل کی خواب میں

ہر چند تیز رو تھے بہت اور ہر قدم ۸۴ پہنچ سکی نہ ان کی عقابوں کی گرد تک
پھر کچھ مدد کی بھی، روانی ہوا کی تھی دوڑے بہت تو ذہن کا بھی جب ریا ہے زور

تازی کوئی ہو بات تو سنئے کلام ہے
بس اے قلم ٹھہر تری تازی تمام ہے

گھوڑے سے بھی بڑھی ہوئی تھی تیغ آبگوں ۸۵ جب ہاتھ اٹھا تو قبضے سے پہنچا زمین پر
اٹھی ہوئی تھی میں نشاں سب کہتے رہ گئے دہشت سے زرد تھا، بن معدِ سیہ دروں

اک شور تھا جو لہر ہے اس کی وہ ناگ ہے
گھوڑے بھگاؤ، تیغ کے پانی میں آگ ہے

سر کاٹ کر جو تیغ علیؑ ولی پھیری ۸۶ دل پر بھی پھیری، تو جگر پر بھی پھیری
تھی شاخِ نخلِ فتح، گر پھولی پھلی پھیری کس کس بنے سے رن میں گلوں پر چلی پھیری

بگڑا نہ پھر بناؤ وہ جب سے بنی گئی
قامت سے راستی وادا سے کجی گئی

دہشت سے اس کی، سخت جگر، کانپتے تھے سب ۸۷ پتا ہوئے تھے برگِ شجر، کانپتے تھے سب
قدسی وہاں سے دور تھے، پر کانپتے تھے سب دریا میں تھے نہنگ، مگر کانپتے تھے سب

ساتوں طبق جو ہلتے تھے خوفِ درشت سے
گاؤ زمیں پلٹتی تھی ماہی کی پشت سے

بے سر تھے وہ سوار جو بڑھتے تھے جی نکال ۸۸ پر تیغ مرتغے کو نہ اصلا تھا خوف و سہل
جوہر چمک دکھاتے تھے، سب صورتِ سہیل آتی تھی شور سے، سوئے دریا لہو کی سیل

آفت بپا تھی خانہ تن سب خراب تھے
موجیں تھیں دست و پا کی سروں کے حباب تھے

کہ شور تھا کہ آئی ہے آفت جہان پر ۸۹ انسان زمین پر دنگ تھے، ملک آسمان پر
ہونٹوں پہ دم اجل کی، حرارت زبان پر دہشت سے آہنی تھی، جنوں کی بھی جان پر

پریوں میں شور تھا کہ اجل سر پہ آئی ہے
جلد آیئے جنابِ سلیماں دہائی ہے

تلوار رن میں گر کسی سرہنگ سے چلی ۹۰ ظالم کا دم نکل گیا، اس ڈھنگ سے چلی
جس پر چلی وہ تیغ نئے رنگ سے چلی سر پر سوار کے جو پڑی تنگ سے چلی

مدت کا تال میل تھا، برسوں کا ساتھ تھا
جیسی وہ ذوالفقار تھی ویسا ہی ہاتھ تھا

قاصر تھے اُن کے عزم جو تھے بانیِ فساد ۹۱ رشتے تھے قطع اُٹھ گیا تھا اُنس و اتحاد
ہر دم اشارہ کرتی تھی تیغِ ظفر نہاد سب مجھ کو سرگزشتِ جہادِ علیؑ ہے یاد

ٹکڑے کیا ہے عمروؑ سے نامی نہنگ کو
جھیلے ہوئے ہوں خیبر و خندق کی جنگ کو

جس غول کی طرف، وہ سلیماں حشم پھرا ۹۲ تلوار کا نہ منہ، نہ فرس کا قدم پھرا
چمکی اُدھر، اِدھر رُخِ اہلِ ستم پھرا جس صف پہ آئی، سطرِ غلط پر، قلم پھرا

صمصمت پہ حرف آگیا مجبور ہو گئے
سرتن سے مثلِ نقطۂ شک دور ہو گئے

وہ ہاتھ کی صفائیاں، وہ تیغ کی چمک ۹۳ ہلتے تھے دل سما سے تزلزل تھا، تا سمک
وہ آب و تاب گھاٹ کی، وہ باڑھ کی دمک (ج ۲۰) تھا آبِ شورِ تیغ، ہر اک زخم پر نمک

منہ اپنے زخم کھولے تھے لطفِ غزا یہ تھا ۳۸ (۲۰۵)
بسمل بھی ہونٹ چاٹ رہے تھے، مزا یہ تھا

رُکتی نہ تھی وغا میں کسی، درعہ پوش سے ۹۴ گرتی تھی تیغ ہاتھ سے اور ڈھال دوش سے
کچھ ہو سکا نہ رَن میں، کسی سرفروش سے خود حرز بن گئی تھی، وہ جوہر کے جوش سے

غل تھا چلی یہ جس پہ، وہ دامِ اجل میں ہے
بھاگو دغائے سیف اسی کی عمل میں ہے

اللہ رے رعب نعرۂ مولائے خوش خصال ۹۵ لرزاں تھیں برچھیاں قدمِ پیر کے مثال
پلٹی ہوئی تھیں پشت سے ڈھالوں کا تھا یہ حال تیغوں کے جوہروں سے کھڑے ہو گئے تھے بال

گوشوں کو ڈھونڈھتی تھیں کمانیں مصاف میں
خنجر بھی منہ چھپائے ہوئے تھے غلاف میں

اُفتادہ تھے زمیں پہ نشاں بائے سر بلند ۹۷ گرتوں سے راہِ دوڑ میں تھے اَٹ کے بند بند
تھے آتے جوڑتے تھے جو ٹوٹے تھے بند بند پڑتے تھے اور تھے جو پڑے تھے اٹھے نہ بند

جب سہم سہم کر قدر انداز روتے تھے
سوفار کے ہنسی سے نہ لب بند ہوتے تھے

ہر دم چمک دمک تھی زیادہ برش مزید ۹۸ وہ تیر و تس کے نام کیا شعلہ ریز تھے
اُس فوج میں بجا تھی، جو تھی دہشتِ شدید تھا نام جس کی شان میں سوزندہ تھے

سفاک تھی، روپی ہوئی تھی، سب دیں تھی
جو عرش ذوالجلال سے آئی وہ تیغ تھی

گہ سر پہ، گاہ سینے پہ، گاہ گلو پہ تھی ۹۹ جو بہ کا ہت خیال، نگہ آبرو پہ تھی
دریا پہ تھی، نہ اُس کی نظر، آبجو پہ تھی ہاں تھی اگر تو جنگ میں رغبت عدو پہ تھی

کاٹوں سروں کو، درپے قتل عدو ہوں
مطلب یہ تھا کہ معرکے میں سرخرو ہوں

کاری جواں سپاہ کے، ناکارہ ہو گئے ۹۹ پانچوں حواس سبعۂ سیارہ ہو گئے
ٹکڑے کئی کمانوں کے، آوارہ ہو گئے پیکانِ تیر، غنچۂ صد پارہ ہو گئے

سر کی وہ جب کہ برچھیوں سے پہل گرا لیے
خنجر تو کیا (۲۰۰) تھے، تیغوں نے بھی منہ پھیر لیے

گر طبع میں کسی کی روانی ہوئی تو کیا ۱۰۰ کیا کہہ سکے گا تیغ زبانی ہوئی تو کیا
بالفرض قوتِ ہمہ دانی ہوئی تو کیا مثلِ انیس سحر بیانی ہوئی تو کیا

فقروں کا ذوالفقار کے مطلب ادا نہ ہو
کٹ جائے ساری عمر تو اُس کی ثنا نہ ہو

پھرتا ہے پتلیوں کے اشاروں پہ راہوار ۱۰۱ اس صف کے بیچ میں ہے، کبھی اُس پرے پہ ہے
قربان اس جواں کے، اس عزم کے نثار اک ہاتھ میں ہے تیغ کہ سپر اک میں استوار

انگشتِ مصطفےٰ ہے، اُدھر، بدر اس طرف
شمس الضحیٰ اُدھر ہے، شبِ قدر اس طرف

دارالامانِ کعبۂ[۲۰] نصرت تھی وہ سپر ۱۰۲ پشت و پناہِ شاہِ ولایت تھی وہ سپر
لاریب فیہ، سایۂ رحمت تھی وہ سپر حقّا سوادِ اعظمِ شوکت تھی وہ سپر
پرتو فگن تھی یوں کبھی روئے جناب پر
آجائے جیسے ابرِ سیہ آفتاب پر

آفت تھی ہر پرے میں، لڑائی تھی ہر طرف ۱۰۳ تلوار سے صفوں کی، صفائی تھی ہر طرف
روحوں کی قالبوں سے، جدائی تھی ہر طرف پیغمبرِ خدا کی دُہائی تھی ہر طرف
دانتوں میں خَس پکڑ کے، عدو گڑگڑاتے تھے
شئے علم کے[۲۱] اَمَن کی چادر ہلاتے تھے

خلق تھا کہ اے نبی کے نواسے، اماں اماں ۱۰۴ گرمی میں تین روز کے پیاسے، اماں اماں
اَب روک لے یہ ہاتھ، وفا سے، اماں اماں سیّد بچا لے قہرِ خدا سے، اماں اماں
یاں سے خطا، اُدھر سے ہمیشہ عطا ہوئی
بچّے کو ہم نے تیر سے مارا خطا ہوئی

نکلا سپاہِ شام سے بل کھا کے اک گیو ۱۰۵ قامت میں عمرو[۲۲] زور میں مرحب، قوی میں دیو
مفریت[۴۱] جس کے ڈر سے کرے، دشت میں[۴۲] غریو اقلیم مکر، و مملکتِ[۴۳] خدع کا خدیو
بل ابروؤں پہ، زخم بدن پر پڑے ہوئے
اکثر لڑائیوں میں عرب کی لڑے ہوئے

سر میں غرور، دل میں ہوی، طبع میں فساد ۱۰۶ بدکار و بدمزاج و سلح شور و بدنہاد
شیرِ خدا سے بغض دلی، آل سے عناد کچھ دردِ دیں، نہ رحم، نہ ایماں نہ اعتقاد
پیرو ستمگر کا، تو ثنا خواں یزید کا
مرتد، مُریدِ خاص تھا دیوِ مرید کا

غصّے میں ابنِ سعد سے بولا وہ رُوسیاہ ۱۰۷ نامرد تجھ سا، اور یہ سالاریِ سپاہ
خود بھاگ، کر بتاتا[۲۴] تو بھاگنے کی راہ فوجوں کا کیا قصور ہے، لشکر کا کیا گناہ؟
پُشتی پہ ہو رئیس، تو بے شک وغا کریں
سردار تن ہی نہ کرے، گر تو کیا کریں

اُس سے یہ ذکر جو غم سے ہو نمود کے قریب ۱۰۹ تھا نہ کوئی بہانہ بے سبب بے سبب
محتاج وفاتہ کش، ولن آورد و غریب بکیں ۔۔۔ بلنسب

دانہ، سوائے اشک فشانی ملا نہیں
ثابت میں، تن روزے مانی ملا نہیں

بازوِ شکستہ، چھید جگر میں، کمر میں خم ۱۱۰ بیٹے کے رنڈ ہونے کا اس ماں کو ہے الم
اک جان لاکھ تیر یہ تلواریں، یک دم اب تک گرا نہیں یہ تھے کس طرح قدم

طاقت نہ قلب میں ہے، نہ بازوؤں میں زور ہے
پھر اس پہ، بوند پانی نہ حلقوں میں زور ہے

اس اضطراب میں، پسرِ سعد نے کہا ۱۱۱ مارے پڑوں اکھڑ نے میرا تصور کیا
دعوے مقابلہ کا اگر بے سبب تھے تو جب فرزند لے چلے تھے، کچھ آسان نہیں وغا

قبضے میں اس سے زور خدا کے وغی کا ہے
تو بھی پناہ مانگ کہ بیٹا علی کا ہے

مغرور نے کہا کہ میں جاتا ہوں دیکھ تو ۱۱۲ میدان میں رستمی ہوں دکھاتا ہوں دیکھ تو
حیدر کے دل کا خون بہاتا ہوں دیکھ تو سر کاٹ کر حسین کا لاتا ہوں دیکھ تو

کیا بات ہے شکست ابھی دے کے آؤں گا
حمزہؓ کی ڈھال تیغ علیؓ لے کے آؤں گا

ڈھالا شتی نے باندھ کے، کھولا عنان کو ۱۱۳ نیچا کیا وتیر سے، سنبھالا کمان کو
قبضے پہ رکھ کے دستِ تعدی پسند کو کڑکا کیا، مٹا تہمتن سمند کو

بڑھتے ہی گھر سے نوجوان اس سپاہ کے
مرحب چلا نبرد کو شیرِ الٰہ کے

گرجا کے اپنے گھوڑوں کو گرد آ گئے سوار ۱۱۴ تھا تپ میں وہ دلیر حسینی فک وقار
فریاد شور پڑھ کے، پکارا، وہ نابکار بسم اللہ اے نبیرۂ محبوبِ کردگار

فرزند شیر رستم میدان جنگ ہوں
شیرِ خدا ہیں آپ تو میں بھی پلنگ ہوں

چھپتے ہیں اژدہے، مری دہشت سے غار میں ۱۱۴ تمساح[۴۵] و شیرِ شرزہ، جبال و بحار میں
رستم کو باندھ لیتا ہوں میں کارزار میں سہراب میں یہ زور، نہ اسفند یار میں

پھینکا ہے میں نے سامنے برنا و پیر کے
ڈھالوں کو روئیوں کی طرح، چیر چیر کے

گیتی کے چار دانگ میں برپا ہے میرا شور ۱۱۵ پنجے سے میں نے توڑ دیئے سرکشوں کے زور
بہرام، ڈر سے کانپ رہا ہے میانِ گور سیمرغ[۴۶] و فیل، وہ پرِ پشہ یہ پائے مور (ر۔۲۰)

یاں زال کی نہ کچھ ہے حقیقت نہ گیو کی
تسمے سے باندھ لاتا ہوں گردن کو دیو کی

فرمایا آپ نے یہ تعلّی ہے کیا ضرور ۱۱۶ چپ رہ[۴۷] (ش۔۲۰)، کہ تجھ کو پست نہ کر دے ترا غرور
آپ اپنی مدح، واہ سے کم ظرف و بے شعور تیرا نہیں، یہ فہم غلط بیں کا ہے قصور

دعویٰ کوئی درست نہیں، بے دلیل کے
جوہر کھنچے پہ کھلتے ہیں تیغِ اصیل کے

خوشبو کا اپنی گل نے کیا ہے کبھی بیاں ۱۱۷ شیریں ہوں میں، شکر، کبھی کرتی ہے یہ عیاں
کھلتی ہے آپ مشک کی بو، وقتِ امتحاں کیسا جھکا ہے، اتنی بلندی پہ آسماں

سایہ بڑا ہے تجھ سے، بگولہ دراز ہے
البتہ خاکسار، جو ہے سرفراز ہے

پیدا کیا ہے ایک سے بہتر خدا نے، ایک ۱۱۸ دارِ فنا[۴۸] (ت۔۲۰) میں، کوئی جو بد ہے، تو کوئی نیک
مانا کہ تو شجاع ہے سب سے فزوں و لیک (ش۔۲۰) یہ سرعزیز ہے تو سرک جا، قدم نہ ٹیک
گر پیل ہے تو آگے سلیماں کے مور ہے
اس دستِ رعشہ دار میں حیدر کا زور ہے

جعلی[۴۹] (خ۔۲۰) ہے سب یہ لاف و گزاف، اے دروغ گو ۱۱۹ افسانہ جانتے ہیں اسے ہیں شجاع جو
اُو ہرزہ کار، جھوٹ نہ بک، آبرو نہ کھو مشہور ہے کہ ایک پہ بھاری ہیں، رن میں دو
روکے ہیں جس نے فوج کے ریلے ہمیں ہیں وہ
لڑتے ہیں لاکھ سے جو اکیلے، ہمیں ہیں وہ

ہم اپنی جرأتوں کے گواہوں کو گر بلائیں ۱۲۰ قرآن لے کے عرش سے قدسی زمیں پہ آئیں
خود اپنے پرکٹے ہوئے روتے الم میں دیکھیں بزدل جو ہیں وہ شیروں کی فطرت کہاں سے پائیں

پتھر پہ جوف نیزۂ حیدر کو دیکھ لے
گھل جائے گا ابھی درِ خیبر تو دیکھ لے

حملہ کیا یہ سنتے ہی ظلمت نے نور پر ۱۲۱ پھینکی کمند آنکھ بچا کر حضور پر
آئی چمک کے تیغ جو اُس پُر غرور پر گویا کہ برق کوند گئی کوہ طور پر

قربان دستِ تیغ شہِ دیں پناہ کے
کٹ کر اسی پہ جا پڑے خلقے کمند کے

خاطی بڑھا، کمانِ کیانی میں، رکھ کے تیر ۱۲۲ پہنچے نہ کھینچ پایا بنا گوش تک وہ شیر
دہنی طرف اُڑا، جو سمندِ فلک سریر خلقے کے بیچ میں تھی زمیں تیغ کے نیچے

جوہر عجیب خلق کے، اُس کی زبان میں تھے
چلّہ نہ تیر میں تھا، نہ گوشے کماں میں تھے

کعبہ اِدھر تھا جلوہ نما، اور اُدھر کنشت ۱۲۳ دوزخ تھا اُس لعیں کی طرف، تن طرف بہشت
نیزے کی ڈنڈ پر جو رکھا اُس نے دستِ زشت چمکی نئے طریق سے، تیغ فقار پشت

ششدر ہوئی وہ فوج جو محوِ نظارہ تھی
راہیں بھی سب تھیں قطع، سناں بھی دوپارہ تھی

پہنچا گزرگاہ سر کو اُٹھایا، شریر نے ۱۲۴ لی ہاتھ میں سپر، شہ گردوں مریر نے
روکی وہ ضرب ڈھال پہ اُس قلعہ گیر نے گویا دکھایا زور، جنابِ امیر نے

ظالم کے ہوش سر سے اُڑے کچھ نہ بن پڑی
یاں ہاتھ کج ہوا نہ جبیں پر شکن پڑی

دستے میں یکے تیغ کے ساتھ آپ نے سپر ۱۲۵ جھٹکا دیا جو گزرگہ باز سے ستم گر
گویا در آئے ناخن گیرائے شیرِ نر دستِ لعیں سے چھوٹ گیا گزرگاہ سر

عاجز تھا ہر طرح، وہ حسینؑ دلیر سے
یہ گاہ زور یاں کہیں چلتی ہیں شیر سے

فرمایا خودسری نے تجھے کر دیا ہے کور ۱۲۶ دیکھا ہمارے بازو نے زخمی کا تُو نے زور
قوت وہ تو دے، تو پیل کو پامال کر دے مور بے جا تھا یہ غرور یہ نخوت یہ زور و شور

انکارِ تیغِ برقِ تجلّی نہ کیجیو
توبہ کرابِ کلامِ تعلّی نہ کیجیو

مغرور نے حسام کو کھینچا مثالِ شام ۱۲۷ منہ کھولے اژدہے کی طرح رہ گیا نیام
میدانیوں میں غُل تھا کہ ہے روزِ ننگ و نام ہاں اب لڑا دے جان کو، اے پہلوانِ شام

گو بن کے چند بار لڑائی بگڑ گئی
مکّے نے سر تو اٹھایا جو کوئی ضرب پڑ گئی

اے شہسوارِ ملکِ سخن خنجر آزما ۱۲۸ گیتی کو زلزلہ ہو، وہ زور آوری دکھا
ہیبت سیاہ کی، کھپرا ابتری دکھا ہاں زور و شورِ معرکۂ حیدری دکھا

کٹ جائیں رنگ سینۂ اعدا فگار ہوں
پڑھنے میں دونوں لب جو کلینِ ذوالفقار ہوں

گھوڑا وہ دوں، جہاں نہ رسائی ہوا کی ہو ۱۲۹ جونکے منہ سے لفظ، وہ قدرت خدا کی ہو
مصرع ہر ایک، تیغ شۂ لافتا کی ہو جو چوٹ ہو، بند ہی ہوئی، مشکلکشا کی ہو

نقشہ ہو صاف تیغ علیؑ کی صفت کا کا
دکھلا دوں ہر ورق میں مرقع لڑائی کا

یوں کوند کوند کر صفِ اعدا پر آئے جائے ۱۳۰ ہر اختراں کو مثلِ ہما، تیغ کھائے جائے
جب تک کہ دم سے تب خون کا دریا بہائے جائے بے جوہروں کو جوہرِ ذاتی دکھائے جائے

غُل ہو نزاع اُٹھ گئی فتنہ فرو ہوا
ٹکڑے گریں زمیں پہ تو جائے کہ دو ہوا

اے تیغ آبدار زباں، اور تیز ہو ۱۳۱ سرگرمِ کشت و خوں و قتال و ستیز ہو
دریا ہو کا، وادیٔ ہنگامہ خیز ہو مصرع لگ جائے آگ دشت میں، یوں شعلہ ریز ہو

کوثرؑ سے پاؤں گا، حُلّۂ بتول سے
ہاں جنگ فتح کر کے صلہ لوں رسُولؐ سے

جب حکم ہو کہ مالک ملک کیا بنتا ہے تو ۱۳۳ نکل آؤں قدم پہ کہ دنیا تیں آپ
ارشاد اگر ہو اور بھی کوئی سخت آزمائش تو اُس دم اروں یہ خنجر خونخوار دنیا تیں

سب کچھ ہے اختیار میں تیرے قدیر ہیں
مشکل ہے کیا جو قدرتِ پروردگار ہے

جب اُدھر سے شیر کا فرزند اِس طرف ۱۳۴ دوڑا اِس طرف، نبی کا نبگر بند اِس طرف
اُس سمت سے غلام، خداوند اِس طرف نکلے غور کے میں دیکھ رہے پند اِس طرف

ناصر کہاں عزیزوں کی باتیں ہیں دور ہیں
تلوار ہے، سپر ہے، فرس ہے، حضور ہیں

گھوڑے کو اُس نے گشت پہ ڈالا، پہ دور دور ۱۳۴ کس خیط سے ہلانے لگا سیف بے شعور
بن بن ہوا پہ ہاتھ لگا کر وہ پُر غرور انیں بتا رہا تھا وہیں سے تو وے حضور

جب اُس کے ساتھ کے اصفہا ظل چلاتے تھے
زہرہ کے قبلۂ دو جہاں مسکراتے تھے

تعریف بے محل نے بڑھایا، جو اُس کا دل ۱۳۵ گھوڑا اُڑا کے، آ گیا، حضرت کے مستقل
دونوں طرف سے چلنے لگے، وارِ جاں گسل تیغوں کی برق و شرق سے بجلی ہوئی خجل

عبرت ہوئی کہ خون شجاعوں کے گھٹ گئے
ڈھالوں کے پُرزے اُڑ گئے، دستانے کٹ گئے

ٹوٹی وہ تیغ اُدھر یہ چمک کر اُدھر گئی ۱۳۶ پستی سے یہ پھری تو وہ بالے سر گئی
بجلی سی کوند کر یہ بڑھی، وہ ٹھہر گئی ندی تھی، ایک دم میں چڑھی، اور اُتر گئی

آخر اُس کے تیوروں کو شقی کے جلاتی تھی
اُس تیغ کی ہوا بھی یہاں پر نہ آتی تھی

سیماب تھا، ہوا تھا، چھلاوا تھا، راہوار ۱۳۷ اُس کو نہ چین تھا، نہ اسے ایک جا قرار
قربان ذوالجناحِ شہنشاہِ نامدار جاتا تھا یوں حریف کے گھوڑے پہ بار بار

جس طرح جائے شیرِ گرسنہ غزال پر
ہر بار تھیں کلائیاں گھوڑے کے یال پر

ملتی ہوئی کنوتیاں لال آنکھیں منہ میں کف ۱۳۸ بجلی سا اس طرف تھا، کبھی، گاہ اُس طرف
حیراں تھی اس کی تیز روی پر اُدھر کی صف نعلوں سے تھی، نفس کی صدا، یا شۂ نجف

ظالم سے معرکہ جو پڑا تھا لڑائی کا
مطلب یہ تھا کہ وقت تھا مشکلکشائی کا

گھوڑا، کبھی نہ پھول کی جس پر چھڑی، پڑی ۱۳۹ کھولی گرہ وہ تیغ نے، جب کلجھڑی پڑی
ضرب اُس کی جو پڑی، وہ زرہ پر کڑی پڑی فوجوں میں شور تھا کہ لڑائی بڑی پڑی

قوّت علیؑ کی ہاتھ میں ہے، اس دلیر کے
کیوں کر بچا ئیں صید کو پنجے سے شیر کے

تلوار اُدھر چمک کے چلی، آنکھ اِدھر لڑی ۱۴۰ پتلی سے پتلی اور نظر سے نظر لڑی
آری تھی وہ جو تیغ سے تیغِ دوسر لڑی آپ، اس قدر بڑھی کہ سپر سے سپر لڑی

ظالم کے سر پہ تیغ کا قبضہ جو پھر پڑا
جھجکا تو خود، فرقِ ستم گر سے گر پڑا

بولے یہ مُسکرا کے حسینؑ فلک حشم ۱۴۱ تھا وار سرسری، سرو گردن کو کر نہ خم
جھک کر اُٹھائے خود، جو ہے سرزنش کا غم سر جنگ ہو چلی، نہ اُٹھانا بس اب قدم

آجم کے لڑکہ ہم بھی تو دیکھیں ہُنر ترا
بھاگا تو پاؤں گھوڑے کے ہوں گے نہ سر ترا

کھینچی جو اُس نے باگ، سمٹنے لگا سمند ۱۴۲ سمجھے امامِ پاک کہ بھاگا، یہ خود پسند
گر یوں نکل گیا تو کہیں گے یہ ہوشمند کس فکر میں تھے شاہِ عدو گیر و صید بند

بے زخم کھائے صاف، جفا جُو نکل گیا
پنجے میں آ کے شیر کے، آہو نکل گیا

مغفر اُٹھا کے تیغ سے، بولے امام دیں ۱۴۳ لے جنگ سر ہے، فرق پہ رکھ خود آہنیں
شرکی طرف اُٹھائے بصد غیظ تیغ کیں مغفر کو، بائیں ہاتھ سے لینے لگا تعیں

دیتے ہی خود دست مبارک جو مُڑ گیا
مغفر تو ہاتھ میں رہا سر تن سے اُڑ گیا

پڑی میں آنی بڑھ کے جو وہ تیغ پُر شرر ۔۔۔ گھوڑے سے پاؤں ٹکنے نہ رکاب پر رہا
اسوار ہو کر اڑتے تھے، وہ بھاگے اِدھر اُدھر ۔۔۔ بچے جو خطرے میں سب تھے باپ کا

بھاگو جلا نہ دے کہیں آپ اس کی دھار کی
پیچھا کیے ہوئے ہے یہ فوجِ فشار کی

فاقے میں دیر تک جو اڑے شاہِ تشنہ کام ۔۔۔ غش پر غش آتے تھے کہ رہا تن میں دم تمام
ہاتھوں سے چھوڑ دی تھی جو رہوار کی لگام ۔۔۔ آنکھیں تھیں بند، ہاتھ تھا اب تیغ پر دھرا

غش میں سوار دوش نبی کا یہ حال تھا
بے تھامے، خود فرس سے اُترنا محال تھا

دیکھا جو یہ کہ بھاگ گئے رن سے حیلہ ساز ۔۔۔ تھوڑی رکے وہاں میں، ہوئے شاہ باز
مہلت ہے اے حسینؑ، پڑھو غسل کی نماز ۔۔۔ یہ آخری ہے بندگیِ رب بے نیاز

فکرِ نجاتِ اُمت خیر البشرؐ کرو
سو کھی زبان کو ذکرِ الٰہی میں تر کرو

ناگاہ سوئے لاشِ پسر، جا پڑی نظر ۔۔۔ چلائے دل کو تھام کے سلطانِ بحر و بر
اکبرؑ اُٹھو کہ گھوڑے سے گرتا ہے اب پدر (۲۰۱) ۔۔۔ سوتے ہو کب تک زخمے ہوئے رخسار خاک پر

بھولے پدر کو نیند میں، قربان آپ کے
آؤ نمازِ عصر پڑھو ساتھ باپ کے

بیٹے ہو تم امام کے، پوتے امام کے ۔۔۔ کام آؤ تم سے دم، پدرِ تشنہ کام کے
آتے ہیں پھر پلٹ کے پرے، فوجِ شام کے ۔۔۔ بٹھلا دو، قبلہ رُو مرے ہاتھوں کو تھام کے

جاتی رہے نماز بھی، احد جو پھر پڑیں
رعشہ ہے، خود فرس سے جو اُتریں، تو گر پڑیں

عباسؑ نامدار، ترائی سے اُٹھ کے آؤ ۔۔۔ پھنکتا ہے قلب، جل رہے ہیں سب جگر کے گھاؤ
چھڑکو مری زرہ پہ، جو پانی کہیں سے پاؤ ۔۔۔ پٹتے ہوئے عدو کے مسافر ہے منہ تو جاؤ

ہم سب کے کام آئے ہیں، پیٹے ہیں روئے ہیں
بارہ پہر ہوئے کہ نہ لیٹے نہ سوئے ہیں

کیا بافضا یہ سرد ترائی ہے، اب اُٹھو ۱۵۰ ہم جاں بلب ہیں، تم لڑائی ہے اب اُٹھو
نرغے میں فوجِ ظلم کے بھائی ہے، اب اُٹھو عباسؑ دھوپ چہرے پہ آئی ہے اب اُٹھو
غفلت کی تم کو نیند ہے شبیرؑ کیا کرے
میری طرح کسی کو نہ بے کس خدا کرے

تم جب سے چھوٹے، ساعد و بازو میں درد ہے ۱۵۱ گردن میں، سر میں، آنکھ میں، ابرو میں درد ہے
دل میں، کمر میں، سینے میں، پہلو میں درد ہے رگ رگ میں کیا، ہر ایک بُنِ مو میں درد ہے
ہر مرتبہ لڑے ہیں، لہو میں نہائے ہیں
پیری میں نوجوانوں کے لشکر اُٹھائے ہیں

چلّایا فوج کو پسرِ سعدِ نابکار ۱۵۲ تلوار کھل گئی میان میں، شہ والا نے ذوالفقار
پلٹے پرے سواروں کے کر کر رسالہ دار دو غول باندھے آئے، کماندار دس ہزار
تیر فگنوں میں، تیغوں میں، بھالوں میں، گھر گئے
تنہا حسینؑ، برچھیوں والوں میں گھر گئے

فریاد ہے وہ فوج کا دل، اور اک حسینؑ ۱۵۳ وہ بے شمار تیغوں کے پھل اور اک حسینؑ
وہ تیرِ جاں ستاں وہ جدل اور اک حسینؑ وہ سیکڑوں پیامِ اجل اور اک حسینؑ
فوجوں میں شام کی، مہ تاباں گھرا ہوا
بیکس بھی وہ، کہ جس سے زمانہ پھرا ہوا

ڈوبے ہوئے تھے خون میں گیسو حسینؑ کے ۱۵۴ آنکھوں پہ کٹ کے آ پڑے ابرو حسینؑ کے
زخمی ہیں دونوں ساعد و بازو حسینؑ کے تیروں نے چھان ڈالے تھے پہلو حسینؑ کے
تینیں اوپلی ہوئی جو برابر سے چل گئیں
غش آ گیا، قدم سے رکابیں نکل گئیں

سیّد کے مرتبے کو نہ جانا، ہزار حیف ۱۵۵ تیروں سے صدرِ پاک کو چھانا، ہزار حیف
شانے تھے ناوکوں کا نشانا، ہزار حیف مظلوم کا وہ برچھیاں کھانا، ہزار حیف
ٹوٹے تھے سب رسولؐ کے پیارے حسینؑ پر
کیا وقت پڑ گیا تھا تمہارے حسینؑ پر

(ص ۳۰)

گرتے ہیں آپ کان فضا سے دری نہیں ۵۹ جیتے سے دن تو بے سہارا دبی نہیں
سبزہ جلس پڑے ہیں دور کے پانے دبی نہیں جب سے پڑے ہیں پانی سے دن کی نہیں

بے کس ہیں، ورنہ سر پہ فوج عدو کا ہے
منہ میں کا دیکھتے ہیں وہ پیاسے ہونٹ

کیوں کر کہوں کہ خشک پہ آرا ۸۰ تیغ سے دن تک بے نہ آرا
ہتا ہے بادشاہ و گدا خاک پر آرا زیر سے ٹوٹ کے زمانک پر آرا

وہ دو ہزار زخم، تن چاک چاک پر
کیا گزری ہوں جبہ و دستار خاک پر

کرتے جدا ہیں، حال یہ ہے تن کا بے تنب ۸۵ ہے ہے ہلے ہے تنب و زن کا بے تنب
پانی کو واں سے کام کہ آہن کا ہے تنب ہو جائے تم سے دشمن کا بے تنب

اس سے نہ ایک فوج ہیں بارہ شریر ہیں
یاں اک گلا ہے جس پہ کئی زخم تیر ہیں

خیمے جلا کے خیمے میں رنڈوں کو دی خبر ۹۰ جب جب سے خون خوار کا کٹا ہے تن سے سر
بستے اٹھے گر پڑے ستاجۂ نوحہ گر نیچے سے نکلیں بی بیاں، بچوں کو چھوڑ کر

گرتے تھے دوڑتی تھیں کہ مل لوں حسینؑ سے
ملتا تھا عرش سرت زیب کے بین سے

منظر تھا یہ، لرزتا تھا جسم اپاک ۹۵ جاتی تھی مدھم فوق، وہ صحرے ہوناک
سر پر تھا آفتاب، پیاؤں میں سوزش رد پہ خاک تھے ہوئے تھے دونوں طرف، پیمن کے پاک

عابدؑ کا نور عین رہا تھا سے سر سے
ایک ہاتھ میں یتیم سکینہ کا ہاتھ تھا

بولی سکینہ ارے مرا بھائی ہے کس طرف؟ ۱۰۰ کوئی ہوئی عمر کی کمی ہے کس طرف؟
دریا کدھر ہے خوں کا ترائی ہے کس طرف؟ سونے کی جا سکینہ نے پائی ہے کس طرف؟

رستا دے اے زمیں کہ فلک کی ستائی ہوں
میں اپنے پیارے بھائی سے ملنے کو آئی ہوں

ریت پہ مصطفٰےؐ کے جگر کا لہو گرا ۱۶۲ اے آسماں زمین پہ اب تک نہ تو گرا
سیّد گرا، امام گرا، نیک خو گرا وہ کعبۂ زمیں و زماں، قبلہ رُو گرا

تاب اُٹھنے بیٹھنے کی کہاں، ہاتھ پاؤں میں
شاید نماز پڑھتے ہیں تیغوں کی چھاؤں میں

میں سیّدہ ہوں رحم مری (ش ۲) بے کسی پہ کھاؤ ۱۶۳ اے اہلِ قریہ، بنتِ علیؑ کی مدد کو آؤ
دنیا میں تم خوشی رہو عقبیٰ میں چین پاؤ سیّد کدھر ہے خون میں غلطاں مجھے بتاؤ؟

یاں لٹ گئے فلک نے یہ دُکھ ہم پہ ڈالے ہیں
اے بھائیو مدینے کے ہم رہنے والے ہیں

آتی تھی جس میں وحیؑ، وہ گھر ہے ہمارا گھر ۱۶۴ علمِ نبیؐ کے شہر کا در ہے، ہمارا گھر
تاروں میں برجِ شمس و قمر ہے ہمارا گھر تیغِ عذابِ حق کی سپر ہے، ہمارا گھر

حاکم ہے برخلاف، وطن ہم سے چھُٹ گیا
بے بے وہی بھرا ہوا گھر آج لٹ گیا

بے خانماں ہے، تشنہ دہن ہے، غریب ہے ۱۶۵ بیکس ہے، داغ دیدہ ہے، آفت نصیب ہے (ت ۳)
اب دوست ہے کوئی نہ کوئی اب حبیب ہے اپنے وطن سے دُور ہے، تم سے قریب ہے

تم سب کو پاس چاہیے اس ذی وقار کا
خادم یہ ہے تمہارے نبیؐ کے مزار کا

اے قبرِ مصطفٰےؐ کے مجاور ترے نثار ۱۶۶ اے بیکس و غریب مسافر ترے نثار
اے تشنہ کام و صابر و شاکر ترے نثار اے دینِ حق کے حامی و ناصر ترے نثار

آئے تھے کربلا میں شہادت کے واسطے
اک دن میں گھر لُٹا دیا اُمت کے واسطے

صدقے میں تیری زخم کے اے گلبدن حسینؑ ۱۶۷ اے تشنہ لب حسینؑ، غریب الوطن حسینؑ
اے جاں بلب حسینؑ، امامِ زمن حسینؑ اے فاقہ کش حسینؑ اسیرِ محن حسینؑ

پیاسے گلے سے خنجرِ شمرِ لعیں ملا
پانی بھی مرتے وقت ملا یا نہیں ملا

شہ کے رانے کی بہو آنے لگی صدا ۱۹۸ دوڑی اور عنبر بی بی نواسی زینب پا
دیکھا بہن نے بھائی کا کٹتے ہوئے گلا غم سے کلیجہ پھٹ گیا زینب کی ہوئی ہا

آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کے یہ بی بی پکار اٹھی
اس سے جو دیکھا تیغ پہ نیچے بھائی کا

بس اے انیسؔ قلب و جگر کو نہ کیں فگار ۹۹ آگے نہ کہہ مصیبت شبیرؑ نامدار
یہ بزم اور یہ آج کا پڑھنا ہے یادگار رکھ لے دست و پا میں ارتباب جمع زر

دونوں پڑھے جب نہ تو طاقت کلام کی
تائید ہے حسینؑ علیہ السلام کی

اختلافِ نسخ

اس بلد کے لیے میر انیس کے مرثیوں کے جو مطبوعہ مجموعے میں فراہم کر سکی وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مجموعہ میر انیس ۔ اوّل ۔ دوم ۔ سوم ۔ چہارم جلدیں ۔ مطبوعہ منشی نول کشور پریس لکھنؤ

۲۔ دو جلدیں مجموعہ میر انیس کی ۔ مطبوعہ منشی نول کشور پریس کانپور

۳۔ مراثی انیس ۔ مرتبہ جناب نظم طباطبائی نظم ۔ اول ۔ دوم ۔ سوم جلدیں

۴۔ روحِ انیس ۔ مرتبہ جناب سید مسعود حسین رضوی ادیب ۔

۵۔ وقارِ انیس ۔ مرتبہ جناب مہذب لکھنوی۔

۶۔ مرثیہ میر انیس ۔ مطبع تیج کمار وارث نول کشور ۔ لکھنؤ ۔ چار جلدیں ۔

میر انیس کے مرثیہ 'جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا' کی ابتدائی کاپی دستیاب نہیں ہو رہی تھی جلد پنجم میں وہ مرثیہ شایع ہوا تھا مگر وہ مجھے نہ مل سکی ۔ اس لیے ایک مخطوطہ سے اس کا تقابل کیا گیا۔

۷۔ مخطوطہ ۔ ملکیت ابن حیدر ۔ اب یہ مخطوطہ جناب نائب حسین نقوی کی ملکیت ہے۔

دوسری جلد کے ستائیس مراثی کا اختلافِ نسخ کے سلسلے میں ان میں سے کسی ایک سے تقابل کر کے اختلاف درج کیے گئے ہیں ۔ اور آسانی کے لیے ہر مرثیہ سے پہلے یہ درج کر دیا گیا ہے کہ اس کا بنیادی نسخہ کون سا ہے اور دوسرا کون سا نسخہ ہے۔

مجھے احساس ہے کہ مرثیہ میر انیس مطبوعہ تیج کمار وارث نول کشور کے شایع کردہ کاپیوں میں بہت سی غلطیاں ہیں اور تقابل کے لیے وہ کچھ مناسب نہ تھے ۔ اور صرف دو مرثیوں

آمد آمد حرم شاہ کی دربار میں ہے

اے مومنو کیا صادق الاقرار تھے شبیرؑ

کا ان سے تقابل کرنے پر مجبور ہوئی ہوں۔

ان مراثی میں اکثر میں اختلافِ نسخ بہت زیادہ ہے۔ کہیں کہیں سو کے لگ بھگ نوبت پہنچ

گئی ہے۔ یہ امکان بھی صحت کا بہت خیال رکھا ہے۔ بار بار تقابل کیا ہے لیکن اختلاف ہو سکتا ہے کہ بھول چوک کہیں ہو گئی ہو۔ کسی بند کے نمبر میں یا کسی نشان کی ترتیب میں۔ ہم چاہتی ہوں۔ دراصل مراثی کی کئی کاپیوں کا مقابلہ اکیلے آدمی کے لیے بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ جب کہ وہ ایڈٹ کرنے کی تکنیکی گروں سے واقف بھی نہ ہو۔

اختلاف نسخ میں اس بار ہم نے حرف مشبہ کے نمبر دینے میں معمولی کا نمبر نہیں دیا۔

مرثیہ ۱

بنیادی نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد اول ۱۹۵۵ء ۔ مرتبہ نظر حسب نظامی پریس ۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد اول ۱۹۵۸ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنو

(ف) منظوریاں تھی مدح گلوئے شہ امم ۔۔۔ منظور تھے کہ ورد و وظیفہ کروں ۔ تم

(ب) بے وجہ ہم سے روٹھے ہو تم اے نکو صفات ۔۔۔ بے وجہ ہم سے روٹھے ہوئے نکو صفات

(ج) ۷۰ بند کے بعد بائیس بند مراثی انیس و مرثیہ میر انیس میں بالکل مختلف ہیں۔ ہم نے مراثی انیس والے ۱۶ بند درج کیے ہیں۔

مرثیہ ۲

بنیادی نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد دوم ۱۹۵۴ء ۔ مرتبہ نظر حسب نظامی پریس ۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد دوم ۱۸۹۹ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور کانپور

(ف) ۔۔۔ سامان کفن کا ہے نہ ہے قبر میسر ۔۔۔ ساماں نہ کفن کا ہے نہ ہے قبر میسر ۴۱

(ب) ۔۔۔ واری میں پریشان ہوں گیسو تو سنوارو ۔۔۔ واری میں پریشاں ہوں یہ گیسو تو سنوارو ۴۴

(ج) ۔۔۔ نادان ہے بچہ تو سنبھلنے کی نہیں یہ ۔۔۔ ہے نادان بچہ تو سنبھلنے کی نہیں ہے ۴۷

(د) ۔۔۔ جاری ہے سدا حکم تغیری و بحالی ۔۔۔ جاری ہے سدا حکم تغیری و بحالی

(ہ) ۔۔۔ یعنی عوض اس قتل کا بیداد گروں سے ۔۔۔ لیتی عوض اس فعل کا بیداد گروں سے ۶۰

(ز) ؎ معلوم یہ ہوتا ہے کہ بچھڑے ہیں دلہن سے ؎ معلوم یہ ہوتا ہے کہ چھوٹے ہیں دلہن سے ۸۔

(ح) ؎ روباہ ہیں سب میں اسدِ حق کا اسد ہوں ؎ روباہ ہیں سب میں اسدِ حق کا ولد ہوں ۹۔

ط ؎ کھلتا نہیں اس غیظ کا کیا آج سبب ہے ؎ کھلتا نہیں کہ غیظ کا کیا آج سبب ہے ۱۰۲

مرثیہ ۳

بنیادی نسخہ : روحِ انیس۔ ۱۹۶۴ء مرتبہ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد دوم۔ ۱۸۹۹ء منشی نول کشور۔ کانپور

(الف) کبھی جو علم : علم جو کبھی ۱

(ب) پرچم : پنجہ ۲

(ج) پنجہ میں بلوہ گر : پرچم میں بلوہ گر ۳

(د) شیر کی نظر : شیری نظر ۴

(ہ) صبح جبیں بھی : صبح جبیں ہے ۱۰

(و) رانوں میں : زانو میں ۲۷

(ز) آ چکے : آتے ہیں ۳۰

(ح) رکھ گئے : کر گئے ۳۸

(ط) جینے کا لطف کیا : جینے کا کیا مزا ۴۵

(ی) بات بات میں : ان کی بات میں ۴۸

(ک) دو میں ایک : ایک دو میں ۴۹

(ل) پتلیاں جدا ہوں : پتلیاں نہ ہوئیں ۴۹

(م) مقدم : مناسب ۵۰

(ن) دست قوی ہیں نیزہ و شمشیر کے لیے دیتے ہیں جان اہلِ وفا جان کے لیے ۵۲

(س) جنگ : حرب ۵۶

(ع) مریں کہ جئیں : جئیں کہ مریں ۵۶

(ف) روتے ہیں زار زار : روتے ہیں بار بار ۶۸

(ص) اضطراب سے : اضطراب میں۔ ۶۷

(ق) کرتے ہیں وہ امر ہوشیار : امر وہ کرتے ہیں ہوشیار ۵۰

(ر) ـــ کیا کیا نہ تفرقے ہوئے ایک ایک آن میں : سو ایسے تفرقے ہوئے میں ایک آن میں ۵۹

(ش) دلِ شاہِ لافتا : دل شاہِ کل فتا ۶۰

(ت) جو فلک پہ : خود فلک پہ ۶۳

(ث) رَن میں سیاہِ شر : الحق سیاہِ شر ۶۰

(خ) تیور میں سارے طور : صورت میں سارے طور ۶۰

(ذ) باپ الوالعزم : باپ جواں مرد ۶۰

(ض) کیتے ہیں گھاٹ : سر کاٹتے ہیں ۶۰

(ظ) بچتے ہیں جاں بلب : بچتے ہیں تشنہ لب ۶۰

(غ) یاں آئے وں گئے : یاں سے وہاں گئے ۶۰

(ف-۱۰) ان کی نہ ایک ضرب : ان کی نہ ایک چوٹ ۶۰

(ب-۱) روئیں پکاریں : چلائیں روئیں ۶۰

(ج-۱) بوڑی سناں پر تھی نہ : نیزے نہ تھے سناں پہ نہ ۶۰

(د-۱) خالق عادل : خالقِ اکبر ۶۰

(ہ-۱) سر کے جبال : تھے جبال ۶۰

(و-۱) شیرِ نیستانِ کربلا : شیرِ سلیمانِ کربلا ۶۰

(ز-۱) اک آن میں : اک دم میں ۶۰

(ح-۱) لڑتے آئے ہیں : لڑ کے آئے ہیں ۶۰

(ط-۱) غلامانِ حق شناس : جوانِ حق شناس ۶۰

(ی-۱) لشکرِ کثیر : لشکرِ شریر ۶۰

(ک-۱) ڈیوڑھی پہ : ڈیوڑھی میں ۱۰۸

(ل-۱) سید کا نورِ عین : حیدر کا نورِ عین ۶۰

(م-۱) تھانے ہوئے نہر پہ : نہر پہ تھانے ہوئے ۸۶

مرثیہ ۴

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد رابع ۱۹۰۰ء مطبع منشی نول کشور لکھنؤ

(الف) ۔ تکتے تھے روئے فوج کو ہر دم مثالِ شیر ۔۔۔ اور روئے فوج کو کبھی دیکھا مثالِ شیر ۴

(ب) ۔ ۔۔۔ : ہو ۹

(ج) لکھی ہے : لکھی ہو ۲۲

(د) اٹھارہ سال کی یہ ریاضت ہے : اٹھارہ سال کی ہے ریاضت یہ ۳۰

(ہ) دل کو : سب کو ۴۷

(و) آبدار : ایک بار ۴۸

(ز) مثلِ صبا : مثل ہوا ۴۹

(ح) پچاس بند میں مراثی انیس میں ردیف "ی" ہے" اور مرثیہ میر انیس میں ردیف "گئے ہے" ہے۔ ۵۰

(ط) تلوار سے : تلواروں سے ۶۱

(ی) مراثی انیس میں "سر کو بچا کے" ہے۔ ہم نے مرثیۂ انیس میں "سر کو بچا کے" ہے کو ترجیح دی ہے ۸۸

(ک) ایک نوجواں : ایک ناتواں ۱۰۴

(ل) اندھیری ہیں : کھیلی ہیں ۱۱۴

مرثیہ ۵

بنیادی نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد دوم ۱۹۲۴ء ۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد دوم ۱۸۹۹ء مطبع نامی منشی نول کشور کان پور

(الف) خمیدہ کر گیسوؤں پہ گرد : مکر گیسوؤں پہ گرد ۳

(ب) لے کے : لے کر ۱۴

(ج) کہ بابا سے چھٹ گیا : جو بابا سے چھٹ گیا ۲۸

مرثیہ ۶

بیاضی نسخہ : مرثیہ انیس جلد سوم سنہ ۹۳ء مطبع منشی نول کشور نظامی پریس۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد اول سنہ ۸۸۲ء مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	وہ پلتے ہیں	:	پلتے ہیں وہ
(ب)	کاٹ لیا تھا	:	قطع کیا تھا
(ج)	مرثیہ میر انیس میں دوسرے درجہ سے وہ کی ترتیب بدل ہوتی ہے		۶۳
(د)	نیزوں سے	:	تیروں سے

مرثیہ ۷

پہلا نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد دوم سنہ مطبع منشی نول کشور نظامی پریس۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد اول سنہ ۸۸۲ء مطبع نامی منشی نول کشور ۔ لکھنؤ

(ا)	جھپٹ کر	:	تھک کر ۳
(ب)	درماندوں	:	داماندوں ۴
(ج)	اور دن کو تو اشک	:	اور دن کو بھی اشک ۶
(د)	جو نہ نکلے کبھی	:	جو کبھی نکلے نہ ۷
(ہ)	یا اشک بہانا	:	اور اشک بہانا ۱۰
(و)	؎ رکھ کر تہ سر ہاتھ کو، سو رہتے تھے دونوں		۳۰
	؎ سر خاک پہ ہو ڈالے ہوئے رہتے تھے دونوں		
(ز)	جانے کس آفت میں ہیں	:	کیا جانیے کس غم میں ہیں ۶۵
(ح)	کچھ حال جو سنیے تو	:	کچھ حال سنے تو تو ۶۶

مرثیہ ۸

بنیادی نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد دوم سنہ ۱۹۰۳ء

مرتبہ نظم طباطبائی نظمؔ ـــ نظامی پریس ۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد رابع سنہ ۱۸۷۷ء

مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	اُسی کے	: اُسی کی	۱۳
(ب)	خم تھا	: غم تھا	۱۴
(ج)	ـــ آباد جو ہو اُجڑا ہوا گھر تو میں روؤں	ـــ آباد ہو اُجڑا ہوا پھر گھر تو میں روؤں	۱۹
(د)	مرحلے	: مرحلہ	۲۰
(ہ)	کچھ کام	: اب کام	۲۴
(و)	اسے تم نے ہے پالا	: ہے تم نے اِسے پالا	۳۶
(ط)	ـــ تم آپ اِسے آن کے چلّو میں پلا دو	ـــ تم آن کے چلّو میں اِسے آپ پلا دو	۵۸
(ی)	سرے کو	: سری کو	۶۸
(ک)	کانپتا تھا رن	: گونجتا تھا رَن	۸۱
(ل)	سیلِ فنا	: سیلِ رواں	۸۹
(م)	ہوا	: بلا	۹۱
(ن)	ٹوٹ رہے تھے	: لوٹ رہے تھے	
(س)	بسمل بھی تڑپ جاتے تھے اس تیغ کے دَم پر		۹۳
	بسمل سی پھڑک جاتی تھی اس فوج کے دَم پر		
(ع)	تھے	تھی	۹۹
(ف)	اس تیغ	اک تیغ	۱۰۰
(ص)	جا سکتے تھے	جا سکتی تھی	۱۰۸

مرثیہ ۹

بنیادی نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد دوم سنہ ۱۹۲۴ء

مرتبہ نظم طباطبائی نظم ۔ مطبوعہ نفائس پریس بمبئی

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس جلد رابع ۱۸۷۷ء

مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف) ؎ جاروب فرش عرش شرف زلف حور عین

؎ جاروب عرش ہے شرف زلف حور عین

(ب) مشکل نوک خار : مشل کارزار ۷۶

(ج) نفی کفر : نفی نفی ۸۹

(د) آب تھا : ہاتھ تھا ۹۵

(ہ) پھر آتے تھے : پھر آتا تھا ۹۵

(و) سر پہ پڑی : سر پہ چڑھی ۰۳

مرثیہ ۱۰

بنیادی نسخہ : روح انیس ۔ سنہ ۱۹۶۴ء

مرتبہ سید مسعود حسن رضوی ادیب

دوسرا نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد دوم سنہ ۱۹۲۴ء

مرتبہ نظم طباطبائی نظم ۔ نفیس پریس ۔ بمبئی

(الف) تسکین : حسین

(ب) پدر کو : کسی کو ۸

(ج) شہیدوں : شہید کا

(د) ۱۷، ۱۸، ۱۹ بند مراثی انیس میں موجود نہیں ہیں جو حذف کر دیے گئے

(ہ) سچ ہے کہ : یہ سچ کہ ۱۹

(و) یہ سفر ناگزیر ہے : سفر ناگزیر ہے ۲

(ز) دوستانِ یمن : شیعیانِ یمن ۳۶

(ح) یہ فصل : اب فصل ۳۸

ر ۔	بیٹی سے	:	بیٹی کو	۴۱
ری ۔	دے زور	:	کہہ دو	۴۱
ک)	یہ بند مرثیۂ انیس میں موجود نہیں ہے۔			
ز)	ڈگیں نہ	:	ڈگے نہ	۴۲
م)	عمی	:	عمّی	۴۶
ن)	کہتے تھے	:	کہتے ہیں	۵۶
س)	؎ جب ذکرِ خیر پیاس میں مرنے کا ہوئے گا			۵۸
	؎ خیران کے پیاسے مرنے کے جب ذکر ہوئیں گے			
ع)	میرے ہے	:	میرے وہ	۵۹
ف)	کے ہودیں گے اہتمام	:	کا ہوئے گا اہتمام	۵۹
ص)	؎ پیاسو سبیل ہے یہ شہیدوں کے نام کی		؎ پیاسو پیئو سبیل ہے نذرِ امام کی	۵۹
ق)	آپ کے	:	آپ پر	۶۱
ر)	اُجڑتا ہے	:	لٹتا ہے	۶۲
ش)	بتول	:	رسول	۶۲
ت)	پردہ تھا	:	پردہ ہٹا	۶۲
ث)	قدسی	:	پریاں	۶۹
خ)	پنجوں کو	:	ہاتھوں کو	۷۰
ذ)	آئے	:	آیا	۷۱
ض)	نہیب	:	نقیب	۷۲
ظ)	موم ہوگیا	:	نیم ہوگیا	۸۴
غ)	حیواں بھی	:	گھوڑے بھی	۸۵
الف ۱)	؎ سینی چلی کہ سیفِ شہ لافتیٰ چلی		؎ ناگاہ رَن میں تیغِ شہ لافتیٰ چلی	۹۲
ب ۔ ۱)	حسام سے	:	ترائی میں	۹۳
ج ۔ ۱)	شعلہ نُو	:	شعلہ رُو	۹۶
ذ ۔ ۱)	تو	:	جو	۹۷

(ا - ۲)	پھل کر	:	ٹھہر کر
(ر - ۱)	یوں چٹ	:	یوں جھٹ
(ح - ۱)	یہ سر گرا		سر اڑ گیا
(ط - ۱)	اگر	:	کر کر
(ی - ۱)	ابتر	:	گردش
(ک - ۱)	بھلا وہ	:	بھلا وہ
(ں - ۱)	یہ آگ اور نار یوں کے	:	یہ آگ اور ڈر سے اُدھر
(م - ۱)	جرار	:	ہم لوگ
(ن - ۱)	تھیں	:	تھی
(س - ۱)	غم گسار	:	سوگوار
(ع - ۱)	یہ تشنہ کام	:	یہ مستہام
(ف - ۱)	کس قدر	:	اس قدر
(ص - ۱)	ہاں ہاں	:	بابا
(ق - ۱)	ہے یہ	:	یہ ہے
(ر - ۱)	غلام	:	امام
(ش - ۱)	سب	:	جب
(ت - ۱)	میں	:	کو
(ث - ۱)	آپ نے	:	شہ نے
(خ - ۱)	اب	:	بس

مرثیہ ۱۱

بنیادی نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد سوم سنہ ۱۹۳۰ء ۔ مرتبہ نظم طباطبائی ۔ نظامی پریس ۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد سوم ۔ مطبع نولکشور ۔ کان پور

(ا ۔ ف) سر پر : اس پر

(ب) ۔ ہے مرضیِ خالق تو یہی کیا کریں زینبؑ ۔ ہے مرضیِ خالق یہی ہم کیا کریں زینبؑ ۱۰

مرثیہ ۱۲

بنیادی نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد اول ۱۹۳۵ء ۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس ، بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد رابع ۱۸۷۷ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف) کھینچی تھی : کھنچتی تھی ۱۴

(ب) عقدے یہ ان سے کھلتے ہیں ۔ عقدے یہ ان کے کہتے ہیں ۲۳

(ج) کے نثار : پر نثار ۵۱

(د) صدقے ہیں : صدقے سے ۵۲

(ہ) ہاتھ اٹھا ہے : ہاتھ اٹھائے ۶۳

(و) خوں کی آبشار : خون کی بہار ۶۸

(ز) نرمی : تیزی ۸۴

مرثیہ ۱۳

بنیادی نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد اوّل ۱۹۳۵ء ۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس ۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد رابع ۱۸۷۷ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف) ۔ دیتے تھے جو دانتوں کے تلے لعلِ گہر بار ۔ دبتے تھے جو دانتوں کے تلے لعلِ گہر بار ۱۳

(ب) سراسر : برابر ۵۱

(ج) توسن سے : توسن پر ۵۲

ا نقطہ شبہ ۔ ، اوّل ، دوم بعد میں شنشہ کی آپس ہوتی ہیں ۔ غالباً اس کا سنہ بھی وہی ہے ۔

(د)	پار ہوئے	: چار ہوئے	۵۳
(ہ)	تاب ایسی کہ	: پشت وہ کہ	۵۶

مرثیہ ۱۴

بنیادی نسخہ : مرثیہ میر انیس بند دوم ۱۸۸۱ء مطبع نامی منشی نول کشور کانپور

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ بند دوم ۱۸۵۹ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	بحر سے کو	: سجدے کو	۴۸
(ب)	سب یہیں	: لب ہیں	۵۲
(ج)	کاندے پہ جو پھرتے	: کاندے پہ ابھرتے	۵۸
(د)	شیران کا ہوا قطع	: شیران کا قطع ہونا	۷۲
(ہ)	ترخون میں تھا	: ترخون سے تھا	۷۷
(و)	ان کے	: اس کے	۸۲
(ز)	بہتے تھے	: کٹتے تھے	۸۷

(ح) بنیادی نسخہ میں ٹیپ کا دوسرا بند دوسری بار رکھ دیا گیا ہے۔ ہم نے دوسرے نسخہ کے ٹیپ کے بند کو ترجیح دی ہے۔

مرثیہ ۱۵

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد اول ۱۸۳۵ء ۔ مرتبہ محمد حسین نظمی نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد ۔ ج ۔ ۱۸۸۳ء مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	نور خدا	: عین خدا	
(ب)	مکدر کی	: مکدر کو	

(ج) مراثی انیس میں جو پندرھواں بند ہے۔ مرثیہ میر انیس میں نہیں ہے۔

(د) ؎ اللہ سے ہوتا ہوں میں بخشش کا طلب گار ؎ اللہ سے میں عفو کا ہوتا ہوں طلب گار ۱۸

(ہ) ہوئے تھا : ہوئے تھے ۳۰

(و) آنے نہ پائے : جانے نہ پائے ۵۵

(ز) جنگ میں : صفِ جنگ سے ۵۶

(ح) جس کا : کس کا ۵۹

(ط) لگا تیر : لگے تیر ۹۷

(ی) مرے تو چین : مرے اب چین ۱۵۷

مرثیہ ۱۶

بنیادی نسخہ : روحِ انیس۔ ۱۹۶۴ء۔ مرتبہ سید مسعود حسن رضوی ادیب

دوسرا نسخہ : مراثی انیس۔ جلد اوّل ۱۹۳۵ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

(الف) سب کے نام : ان کا نام ۳

(ب) کنایہ : کنائے ۷

(ج) لعل : لال ۸

(د) سے : کے ۱۴

(ہ) زہرِ گلشنِ زہرا : نخلِ گلشنِ زہرا ۱۸

(و) حمد : مدح (ٹیپ کے بند کی ردیف ہے) ۱۶

(ز) محو : مست ۱۷

(ح) کٹ گیا : لُٹ گیا ۱۸

(ط) سپہرِ بریں : سپہر نے ۲۰

(ی) وہ بوذعی : وہ خوش بیاں ۲۶

(ک) ۲۸ بند کے بعد مراثی انیس میں ایک بند زائد ہے جو حذف کر دیا گیا

(ل) فاقوں میں : ناقوں پہ ۲۰

(ن) یہ : تو ۲۱

(س) یہ : ہمہ ۲۲

(ع) سنبل پہ کیا کھلیں گے : سنبل کی فصل کیا ہے ۲۴

(ف) یہ کہہ کے بس : بس کہہ کے یہ ۲۶

(ص) اب تم جسے کہو : بس جس کو تم کہو ۲۷

(ق) ؎ قرآں کے بعد ہے تو ترے بس آپ کا کلام ۲۸

؎ قرآں کے بعد ہے تو علیؑ ہی کا چاہیے کلام

(ر) یہ عرض خاکسار کی ہے : یہ عرض خاکسار ہے بس ۲۹

(ش) ۸۴ بند کے بعد کا ایک بند مراثی انیس میں زائد ہے جو حذف کر دیا گیا

(ت) تو : جو ۳۳

(ث) اب جہاں : سب جہاں ۳۵

(خ) روباہ : روبہ زن ۳۶

(ذ) فوت ہوئے : ڈوب گئے ۳۷

(ض) ماتم سے ہے فراغ : ماتم سے ہے فراغ ۳۸

(ظ) دوڑے : دوڑی ۳۹

(غ) یہاں ایک بند مراثی انیس میں زائد ہے۔ حذف کر دیا گیا

(ب-ا) جانتا ہے : جانتے ہیں ۱۲۵

(ج-ا) آبِ بقا ہو اب : آبِ بقا ہو یہ ۲۸

(د-ا) ؎ لو پڑھ کے چند شعر رجز شاہِ دیں بڑھے ۳۰

؎ جب رن میں تیغ تول کے سلطانِ دیں بڑھے

(ہ-ا) ؎ آہو پہ شیرِ شعلہ غضب آئے جس طرح ؎ کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح ۳۰

(ز-ا) دم میں : رو میں ۳۱

(ح-ا) ہاتھ دستیاب نہیں : اب ہاتھ دست یاب نہ تھے ۳۲

(ط - ۱) ہیں : ہے ۱۴۲

(ی - ۱) مُرغِ وہم کے : مکرر وہم کے ۱۴۶

(ک - ۱) سر جھکا کے : سر جھکائے ۱۵۰

(ل - ۱) یہ بند مراثی انیس میں نہیں ہے

(م - ۱) ؎ سیسر پہ جس نے ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا ۱۵۵

؎ جس نے کہ سر پہ ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا

(ن - ۱) وہ لب : تھے لب ۱۵۸

(س - ۱) ۱۶۶ بند میں تیسرے اور چوتھے مصرعے کی ترتیب بدلی ہوئی ہے

(ع - ۱) ۱۷۸ بند میں تیسرے چوتھے مصرعے کی ترتیب بدلی ہوئی ہے

(ف - ۱) ۱۸۴ بند روحِ انیس میں نہیں ہے۔ حذف کر دیا گیا

(ص - ۱) تھامے ہوئے جگر : بھائی کی نعش پر ۱۸۸

مرثیہ ۱۷

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد سوم ۱۹۳۰ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس، بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد سوم ۱۸۹۲ء مطبع نامی منشی نول کشور کانپور

(الف) پھیروں گا ۱ موڑوں گا

مرثیہ ۱۸

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد سوم ۱۹۳۰ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد رابع ۱۸۷۷ء۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف) تشنہ و بے کس : تشنہ لب بے کس ۲

(ب) نیزے کے : نیزے پہ ۳

(ج) ۔ کوئی آتا نہیں لاشہ بھی اٹھانے کے لیے ۔ کوئی آتا بھی نہیں ماتم اٹھانے کے لیے ۴

(د) جنت میں : جنت کو ۵

(ہ) چلاتی تھیں : چلاتی ہیں ۶

آتی تھیں : آتی ہیں

(و) سیدِ لولاکؐ : احمدِ مختار ۷

(ز) مہم ہوگئی سر : لڑائی ہوئی سر ۸

(ح) قتل کیا : ذبح کیا ۹

(ط) پہ جبیں : میں جبیں ۱۰

(ی) بے کینہ : پُرنور ۱۱

(ک) آنکھوں تلے : آنکھ تلے ۱۲

(ل) ۔ مجھ سے منھ پھیر کے دو مرتبہ مانگا پانی ۔ مجھ سے دو مرتبہ منھ پھیر کے مانگا پانی ۱۳

(م) چھاتی پہ : سینے پہ ۱۴

(ن) شکر ہے شکر : شکر صد شکر ۱۵

(س) کریں (ردیف) : کرو (ردیف) ۱۶

(ع) حکم یہ سن کے : یہ سخن سن کے ۱۸

(ف) ۔ کاٹ کر لاشوں کے سر نیزے کی نوکوں پہ دھرے ۱۸

۔ کاٹ کر لاشوں کے سر نوک پہ نیزوں کی دھرے

(ص) مضطرب : پیٹتی ۱۹

(ق) مرے بچپن پہ ترس کھائے کوئی ۔ شہ و لا کو بلاوے کوئی ۱۹

(ر) بابا کو بلا لائے کوئی : بابا کو بلا دے کوئی ۱۹

(ش) پوچھوں : بلواؤں ۲۰

(ت) بے پر : مضطر ۲۰

(ث) گاڑ رکھی : مخفی رکھی ۲۱

(خ) ۔ ننگے سر دوڑی گئی بالی سکینہ اس جا : بے حواسی میں سکینہ گئی دوڑی اس جا ۲۳

(ذ) ؎ شمر نے بانوئے آوارہ وطن کو لوٹا ؎ ستم ایجادوں نے اک شب کی دولھن کو لوٹا ۲۳
؎ جی مرا ڈرتا ہے چھاتی سے لگا لو مجھ کو ؎ مرے گوہر نہ کوئی چھینے چھپا لو مجھ کو

(ض) چونک کر غش سے : کھول کر آنکھ ۲۴

(ظ) ہے غضب : لٹ گئے ہم ۲۴

(غ) پچیسواں بند مراثی انیس میں ہے۔ مرثیہ نیس میں نہیں ہے

(الف-۱) جلادوں میں : ملعونوں میں ۲۶

(ب-۱) ؎ باندھ مضبوط کمر کانٹوں پہ جانے کے لیے
بیڑیاں آتی ہیں پاؤں میں پہنانے کے لیے ٹیپ کا بند
؎ اونٹ موجود ہیں ناموس کے بٹھلانے کو
بیڑیاں آتی ہیں بھاری ترے پہنانے کو ۲۶ ٹیپ کا بند

(ج-۱) میدانِ قتال : صحرائے قتال ۲۸

(د-۱) شہ بے کس کی وصیت کو : صدقہ ماں باپ کی باتوں کو ۲۹

(ہ-۱) حمد و ثنا : حمدِ خدا ۳۰

(و-۱) مظلومی : تنہائی ۳۱

(ز-۱) اے لال : خنجر سے ۳۱

(ح-۱) اے مرے عابد : عابد و زاہد ۳۱

(ط-۱) بجز شکرِ خدا : بجز شکر کوئی اور ۳۲

(ی-۱) لگاؤ : لگا دو ۳۷

(ک-۱) پیمبر : محمد ۳۸

مرثیہ ۱۹

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد سوم ۱۹۳۰ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم
نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد رابع ۱۸۷۷ء مطبع نامی منشی نول کشور
لکھنؤ

(الف) ؎ گویا نبیؐ نے آج جہاں سے وفات کی ؎ گویا جہاں سے آج نبیؐ نے وفات کی

(ب)	گرہنے	: گہنے	۲۰
(ج)	تھے وہ در	: تھا وہ در	۴۲
(د)	ہیں	: تھیں	۵۵

مرثیہ ۲۰

بنیادی نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد رابع ۱۹۵۸ء۔ مطبع آفتاب کمپنی لکھنؤ

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد چہارم ۱۹۵۸ء۔ مطبع آفتاب کمپنی وارث نول کشور پریس لکھنؤ

(الف)	سرمہ دیا	: سرمہ کیا	۸
(ب)	اس کلمے	: اسی سے ہے	۱۹
(ج)	خوشی ہوگئی شیریں	: جو خوش ہوگئی شیریں	۳۳
(د)	برتر	: بڑھ کر	۴۵
(ہ)	پھولی نہ	: پھولے نہ	۴۸
(و)	تجھ کو نہیں شاید خبر	: شاید نہیں تجھ کو خبر	۵۵
(ز)	وہ قید ہے	: وہ قیدی ہے	۷۰

مرثیہ ۲۱

بنیادی نسخہ : مراثی انیس جلد سوم ۱۹۳۰ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد چہارم ۱۹۵۸ء۔ مطبع آفتاب کمپنی وارث نول کشور پریس لکھنؤ

(الف) ← سر برہنہ حرم احمدِ مختار آئے
← پیچھے سر کھولے ہوئے عترتِ اطہار آئے ۵،

(ب) بے پردہ ہے : بے پردہ ہو ۳۲

مرثیہ ۲۲

بنیادی نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد اوّل سنہ ۱۹۳۵ء مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس جلد رابع سنہ ۱۸۷۷ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	اختر	:	گوہر ۵
(ب)	شکستگی وخرابی	:	شکستگی کا خرابے کی ۷
(ج)	ڈر نہ جائیں	:	مر نہ جائیں ۲۷
(د)	ان سے چھٹے	:	ماں سے چھٹے ۴۷
(ہ)	نہ سواری	:	کہ سواری ۵۰
(د)	رو رو کر	:	رو کر کس ۶۷
(ز)	لُٹ گیا	:	کٹ گیا ۴۹
(ح)	سب کی	:	اس کی ۱۵۴

مرثیہ ۲۳

بنیادی نسخہ : مراثی انیس جلد سوم سنہ ۱۹۳۰ء ۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد اوّل سنہ ۱۸۸۲ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	غربت کا الم بے پدری	:	غربت الم بے پدری ۳
(ب)	بیڑی کبھی دیکھی کبھی	:	بیڑی کو گہے اور گہے ۳
(ج)	طرح ہوتا ہے	:	سوا ہوتا ہے ۵
(د)	← یا بیڑیاں بھاری ہیں اُسے لا کے پہناتے		۲
	← یا بیڑیاں بھاری اُسے لا کر ہیں پہناتے		۱

(ج)	عزیزوں سے	رخصت ہے	۱۰
(د)	ہر طرح	سب طرح	۱۰
(ز)	ہو دق و تپ	تپ و ہو دق	۱۰
(ح)	بھائی	بھیا	۱۰۸
(ط)	میں نیل	یہ نیل	۱۰۸
(ی)	میں بتول	ہوں میں	۱۰۳
(ک)	سوا پہنچے	جا چاہیے	۱۰۸
(ل)	چادر	زیور	۱۰۹
(م)	چھپا دیئے	چھپائیں	۱۰۹
(ن)	تم قید میں ہو	تم رسن و کمند میں ہو	۱۱۰
(س)	اک بوجھ ہے گھر کا	کہ دردِ کمر کا	۱۱۰
(ع)	لاشے سے پسر کے	نعش پسر سے	۱۱۰
(ف)	گھر تک بھی ابھی	گھر تک ہم ابھی	۱۱۰
(ص)	تن و سر	سر و تن	۱۱۰
(ق)	کوئی بیٹا ہے نہ بھائی	ہے کوئی بیٹا نہ بھائی	۱۱۰
(ر)	یہ کہتے ہی	یہ کہہ کے بس	۱۱۰

مرثیہ ۲۴

بنیادی نسخہ : مرثیہ میر انیس - جلد رابع ۱۸۷۷ء - مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

دوسرا نسخہ : وقار انیس - جلد اول ۱۹۱۵ء - مکتبہ مذہب لکھنؤ بمقام مطبع پیسہ لکھنؤ

ف، پہلے بند کے ابتدائی چار مصرعے مرثیہ میر انیس و وقار انیس میں مختلف ہیں

؎ دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی
سب تاب ہیں بے صبر ہیں جی کھوتے ہیں قیدی

؎ منہ گرد بھرے آنسوؤں سے دھوتے ہیں قیدی
بچّوں کو لیے گودیوں میں لاتے ہیں قیدی (مرثیہ میر انیس)
دربار میں زنداں سے اسیروں کی طلب ہے
ناموسِ محمدؐ پہ عجب رنج و تعب ہے
کس صدمے میں ذرّیتِ سلطانِ عرب ہے
چادر بھی سروں پر نہیں یہ اور غضب ہے (وقار انیس)

(ب) یہ ہیں : یہ تھے ۲
(ج) کپڑا کچھ اوڑھا کر : ہم موندتے ہیں آنکھوں کو ۳
(د) رونے لگی : کہنے لگی ۵
(ہ) بلایا : بلاتا ۵
(و) رہ جائے یہ پردا : رہ جائے گا پردا ۷
(ز) شانوں میں : شانوں پہ ۱۰
(ح) کہدو مجھے دربار میں : دربار میں کہدو مجھے ۱۱
(ط) فکر و غم واندوہ سے : قیدِ الم و رنج سے ۱۱
(ی) جو مرضی تری : جو مرضی مرے ۱۳
(اک) وقارِ انیس میں بند ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ مرثیہ انیس میں زیادہ ہیں وہ ہم نے متن میں بڑھا دیے ہیں۔
(ل) بعد اس کے یہ : اس وقت یہ ۱۸
(م) ۱۹ واں بند وقارِ انیس میں ہے جو ہم نے متن میں بڑھا دیا ہے ۱۹
(ن) ستائیسواں بند وقارِ انیس میں ہے۔ متن میں دیدیا گیا ہے ۲۷
(س) ماں جگر افگار : یہ جگر افگار ۳۰
(ع) دونوں جلدوں میں ردیف مختلف ہے۔ مرثیہ میر انیس میں ہے "ہے ہے" اور وقارِ انیس میں ہے "بی بی"
(ف) سر پہ عمامہ رکھوں : باندھوں عمامہ ابھی ۳۵
(ص) چھ بند وقارِ انیس میں زیادہ ہیں وہ ہم نے متن میں دے دیے ہیں۔ قیاس

یہ ہے کہ یہ سب کلام انیس کا ہی ہے۔

مرثیہ ۲۵

بنیادی نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ بتدائی شعر [illegible]

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ بتدائی شعر [illegible]

لکھنؤ

(الف)	چہرہ ہے کہ	:	چہرہ وہ کہ
(ب)	گھر سے نکالا	:	گھبرا کے نکالا
(ج)	ترا کیا	:	[illegible]
(د)	مجھے	:	[illegible]
(ہ)	ظالم	:	[illegible] ظلم
(و)	رو رو کی	:	کی رو کے

مرثیہ ۲۶

بنیادی نسخہ : رثائے انیس ۔ مرتبہ سید مسعود حسین رضوی ادیب

کتاب نگر ۔ لکھنؤ

دوسرا نسخہ : مراثی انیس ۔ بتدائی [illegible] کتب خانہ [illegible] نظامی پریس بدایوں

(الف)	یہ مرثیہ میر انیس نے اپنے بیٹے کو کہہ دیا تھا		
(ب)	ذرّوں کو	:	ذرّے کو
(ج)	جس کے	:	بن کے
(د)	معجزہ گرنا ہے کیا	:	معجزہ گرنا ہے کیا؟
(ہ)	سنگِ ہر موم	:	سلکِ گہر ہو
(و)	صاف ہر رنگ سے ہو	:	ایک ایک حرف میں ہو

(ز)	تلمِ فکر سے	: قلمِ فکر سے	۱۰
(ح)	اس بند میں دوسرے اور تیسرے مصرعوں کی ترتیب دونوں جلدوں میں بدلی ہوئی ہے۔		۱۲
(ط)	طبل بجا	: طبل بجے	۱۸
(ی)	کے برابر کوئی (ردیف)	: برابر تمنا کوئی (ردیف)	۲۲
(ک)	چرخ	: عرش	۲۵
(ل)	اس بند میں تیسرے چوتھے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہے		۳۱
(م)	اسدِ حق	: اسد اللہ	۳۴
(ن)	میں گرجے	: کے گرجے	۳۶
(س)	سینوں پہ	: سینہ صاف پہ	۳۹
(ع)	جنگ منصورہ تھی ن سے	: ان سے منصورہ تھی جنگ	۴۲
(ف)	لوٹتے رن میں سرد جسم	: تن دسر لوٹتے ریتی پہ	۴۳
(ص)	ہوک اٹھتی تھی کبھی	: ہوک اٹھی کبھی	۴۸
(ق)	اٹھاس بند میں دوسرے اور تیسرے مصرعے کی ترتیب بدلی ہوئی ہے		۴۹
(ر)	ان کا	: ان کے	۴۹
(ش)	خالی	: خالی	۵۵
(ت)	یہ کہنے لگی	: کہنے لگی یہ	۶۰
(ث)	نہ گھبرا میو زہرا اے گل اندام	: نہ گھبرائیو زہرا اے گل اندام	۶۳
(خ)	اب نہ یورت کوئی ساتھ	: اب کوئی ساتھ نہ یورے	۶۰
(ذ)	تیغیں آری ہوتیں	: تیغیں ماری ہوئیں	۷۴
(ض)	کٹ پٹتے ہیں	: کٹ جاتے ہیں	۷۵
(ظ)	ماں کی جس کے گئے سے	: جس کی گردن سے وہ گزری	۷۶
(غ)	گھوڑے کو	: گھوڑے سے	۹۲
(ف)	گھر گئے ہابل بی	: چھپ گئے ہابل بی	۹۲
(ب)	آنکھ کھولی تھی	: اٹھ کے دیکھی تھی	۹۹
(ج)	سراٹھا تو سر شہ کو	: منھ جو کھولا تو سر شہ کو	۹۹

مرثیہ ۲۷

بنیادی نسخہ : ۔۔۔ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مخطوطہ۔ مملوکہ ابن حیدر، دہلی۔ نقل کردہ ۱۹۱۰ء

(الف) اس مرثیہ کا پہلا مطبوعہ نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا لیکن یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس کا پہلا مطبوعہ نسخہ مندرجہ ذیل دو مطبوعوں میں موجود ہے ؎

واحسرتا کہ عہد بخوبی گزر گیا : وقت عزیز ہم سے بڑی بے گزر گیا
وہ زور و شور حرب و طعن گزر گیا : سب کیا علی فرق تھے پانی گزر گیا

پھرلا ہے باغ بزم میں شیعہ بہم نہیں
افسوس مجلسیں تو وہی ہیں پہ ہم نہیں

(ب) بھائی نہ وہ رفیق نہ وہ نورعین تھے : دو بہنیں رونے والیاں تھیں کہ حسین تھے

بھائی تھے نہ رفیق نہ وہ نورعین تھے : رنڈیا کی تھیں در کیسے حسین تھے

(ج) خادم ہے واں کوئی : نہ دہ وہاں کوئی تھا ۲

(د) جان سے : زیست سے ۵

(ہ) سے : یہ ۶

(و) خوب : موت ۶

(ز) آٹھویں بند میں دوسرے اور تیسرے مصرعوں کی ترتیب بدل ہے ۸

(ح) اتنا نہیں جو گرتے ہوئے کو سنبھال لے : اتنا کون نہیں کہ جو گرتوں سنبھال لے ۸

؎ یہ مخطوطہ نقل ہے اس مرثیہ کی جو لکھنؤ میں ۲۰ شعبان ۱۲۹۳ھ میں سید دلدار علی رضوی کے نام بھیجا گیا تھا۔ میر انیس کی وفات کے ۳ ماہ سات دن بعد ان کے بیٹے میر نفیس نے اس مرثیہ کے بند بارہ مجلس میں پڑھے تھے۔ یہ معلومات اور مخطوطہ جناب نائب حسین نقوی سے حاصل ہوا جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

(ط) بیٹے ہوئے ہیں سب صف ماتم پہ کھولے بال — ماتم کی صف پہ بیٹھی ہیں کھولے سر کے بال ۶

(ی) کہے : مے ۱۰

(ک) ہماری ہی : تمہاری کی ۱

(ل) ایک بند محطوطہ میں زائد ہے

(م) ہے اس کی ذات راحم و غفور و پردہ دار — رزاق و مہربان و خطاپوش و پردہ دار ۴

(ن) سب کی : سبھوں کی ۴

(س) طفلِ یتیم : نے یتیم ۱۴

(ع) ان : اُن ۵

(ف) بھائی بھانجے : بھتیجی سنے ۱۵

(ص) وہ قید میں : نے قید میں ۱۵

(ق) بولی : بولیں ۱۷

(ر) اے جانِ فاطمہ خلفِ شیرِ ذوالمنن — اے فاطمہ کے لختِ جگر اے علی کے لال ۱۷

(ش) فرمایئے تو : دیجے رضا تو ۷

(ت) حلِ مشکلات : مشکل کشا کے ہیں ۱۸

(ث) ناگوار ہے صاحب : کاٹتا ہے جگر کو ۱۹

(خ) بازو پہ : پاؤں پہ ۲۲

(ذ) حیدر کا : زہرا کا ۲۳

(ض) مولائے : آقائے ۲۷

(ظ) زلف سے شب کی : زلف کی شب سے ۲۸

(غ) ابرو ہے یا کھینچی ہوئی : ابرو ہیں یا کھنچے ہوئے ۳۰

(الف-۱) خود : تُو ۳۲

(ب-۱) کوثر کی : کوثر بھی ۳۲

(ج-۱) تیر : مست ۳۳

(د-۱) ~ زدہ نوازندہ نما صاحبِ امتیاز : آہو فریب و عشوہ و فرشِ کرشمہ ساز ۳۷

(ہ-۱) ہے یہ عرق : یہ ہے عرق ۳۸

(و-۱) یہاں ایک بند مخطوط میں زائد ہے

(ز-۱) یہ ذہن : ۔۔۔ ذہن

(ح-۱) یہ بند مراتی ایشیاٹک میں ہے مخطوط میں نہیں ہے

(ک-۱) چیر کر شب بلا : چھوڑ کر شب تیرہ ۴۵

(ل-۱) ہیں : ہے ۴۶

(م-۱) فلک گر پڑے : آسماں گرپڑے ۴۷

(ن-۱) سے : کی ۴۸

(س-۱) بلبل اشتیاق میں گل : بلبل مبتلائے شوق ۵۰

(ع-۱) پلنگ : نہنگ ۵۲

(ق-۱) دریا : بہتا ۵۹

(ص-۱) ۶۸ بند مخطوطہ میں ساٹھواں بند ہے

(ق-۱) ۶۶، ۶۸، ۶۹ بند مخطوطہ میں پہلے ہیں۔ مرثیہ میں بعد میں

(ر-۱) کیا مدح حسین کی جنگ و جدل کی : بندے جنگ مصحف ناطق کے ہی کی ۷۱

(ش-۱) سیر اس کی : سب اس کو ۷۳

(ت-۱) تھے (ردیف) : ہیں ردیف ۷۴

(ف-۱) فلک : تک ۷۶

(گ-۱) لگام : لجام ۷۷

(ذ-۱) سرخ ذم : سرخ ذم ۷۷

(ھ-۱) پہنچے : پائے ۸۲

(ہ-۱) جس کے مقابل نہ ہے : جس کے مقابل ہو نہ ۸۳

(غ-۱) میں نشان : تھیں علم ۸۵

(ف-۲) ۸۷ بند میں تیسرے چوتھے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہوئی ہے ۸۷

(ب-۲) خوف : ضرب ۸۷

(ت-۲) خیف : خوف ۸۸

(ک-۲) ڈمک : چمک ۹۲

(ک - ۲) عزا : غذا ۹۳

(د - ۲) تھا : ہے ۹۷

(ز - ۲) تھے : ہیں ۹۹

(ح - ۲) ادا : عیاں ۱۰۰

(ل - ۲) تھی (قافیہ) : ہے (قافیہ) ۱۰۲

(م - ۲) امن کی چادر : چادریں اپنی ۱۰۳

(ن - ۲) زور میں مرحب قوی میں دیو : زور میں عنتر جفا میں دیو ۱۰۵

(س - ۲) بتاتا ہے تو : بتا دیں انھیں ۱۰۷

(ع - ۲) ؎ تنہا نہ کوئی بھائی ہے جس کا نہ اب حبیب
تنہا نہ دوست کوئی نہ ہمدرد نے حبیب ۱۰۸

(ف - ۲) اگر ہے تجھے : تجھے ہو اگر ۱۱۰

(ہ - ۲) فخریہ شعر پڑھ کے : پڑھ کے رجز کے شعر ۱۱۳

(ت - ۲) ۱۱۴ بند کا دوسرا مصرعہ مخطوطہ میں درج نہیں ہے ۱۱۴

(ر - ۲) پائے مور : مثلِ مور ۱۱۵

(ش - ۲) چپ رہ : خاموش ۱۱۶

(ث - ۲) دارِ فنا : درِ غرور ۱۱۸

(ث - ۲) ۱۱۸ کا تیسرا مصرعہ مخطوطہ میں آدھا درج ہے ۱۱۸

(خ - ۲) مخطوطہ میں ۱۱۹ بند کا پہلا مصرعہ نہیں ہے ۱۱۹

(ذ - ۲) آئی : پلٹی ۱۲۱

(ض - ۲) قطع : طرح ۱۲۲

(ظ - ۲) سناں بھی دو پارہ تھی : سناں پارہ پارہ تھی ۱۲۳

(غ - ۲) آپ سے : آہنی ۱۲۵

(ف - ۲) صفدری : بگڑ دلی ۱۲۸

(ق - ۲) یوں کوند کوند کر : یوں تیغ کوند کر ۱۳۰

(ک - ۲) جواب : رواق ۱۳۲

(د-۳)	۔۔۔ گہاں	:	۔۔۔ کہاں
(ر-۳)	۔۔۔ ڑائے	:	۔۔۔ بڑائے
(ڑ-۳)	اڑگئے	:	ہوگئے
(ز-۳)	آئی	:	ٹوٹی
(ژ-۳)	بڑھی	:	پھری
(ط-۳)	لال	:	سُرخ
(ی-۳)	آری تھی	:	جاری تھی
(ک-۳)	گھوڑے کے پاؤں کٹ گئے مثل نہیں تھا		گھوڑے کے پاؤں کٹ گئے مثل ہو گیا
(ل-۳)	گھوڑے سے گرتا ہے		گرتا ہے گھوڑے سے
(م-۳)	ہاتھوں کو	:	بازو کو
(ن-۳)	کیا با فضا	:	گو با فضا
(س-۳)	۱۵۱ بند میں تیسرے چوتھے مصرعے کی ترتیب بدل جاتی ہے		
(ع-۳)	پسرِ سعد	:	عمرِ سعد
(ف-۳)	تنہا	:	بے کس
(ص-۳)	۱۵۶ بند میں تیسرے چوتھے مصرعوں کی ترتیب بدل جاتی ہے		
(ق-۳)	۱۵۹ بند میں تیسرے چوتھے مصرعوں کی ترتیب بدل جاتی ہے		
(ر-۳)	۱۶۰ میں پانچوں چھٹے مصرعوں کی ترتیب بدل جاتی ہے		
(ش-۳)	رحم مری بے کسی پہ کھا	:	رحم کرو، شر کو بتاؤ
(ت-۳)	آفت نصیب	:	بے نصیب
(ث-۳)	گھر لٹا دیا	:	لٹ گئے
(خ-۳)	پانچویں اور چوتھے مصرعے کی ترتیب بدل جاتی ہے		

فرہنگ

مرثیہ نمبر ۱

دشت ذخامیں نور خدا کا ظہور ہے

۱۔ کبریا ایک زرد رنگ کا پتھر جو لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے جیسے مقناطیس لوہے کو۔

۲۔ رُوکش فضائے ارم۔ جس پر جنت کی وادی کو رشک آئے۔

۳۔ تنتِ نور روشنی کا کھمبا

۴۔ پرتو فگن ہوا جو رُخِ قبلہ انام

اس بند میں امام حسین کے چہرۂ مبارک سے نور کے پرتو کا ذکر کرکے کربلا کی زمین کی بزرگی و روشن کو واضح طور سے بیان کیا گیا ہے۔

۵۔ خاکِ شفا۔ کربلا کی مٹی کو خاکِ شفا کہتے ہیں۔ اس پر شیعہ حضرات سجدہ کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ ہے کہ اس کی ٹکیہ چاٹنے سے مریض کو صحت ہو جاتی ہے۔

۶۔ سارے نہال، فیضِ قدم سے ہوئے نہال۔

اس مصرعے میں یک جگہ نہیں کئی درخت کے ہیں اور دونوں کی جگہ خوشی سے باغ باغ ہو جانے کے ہیں۔

۷۔ شجرِ طور۔ طور پہاڑ کا درخت۔ طور پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ کو خدا کے نور کی تجلی نظر آئی تھی۔ طور کے سب درخت اور خود پہاڑ جل کر خاک سیاہ ہو گئے تھے۔

۸۔ ہفت طبق۔ یعنی ساری کائنات (۶)

۔ ہفت خم۔ گھٹیا۔ کم درجہ (۸)

۱۰۔ ریشِ مخضب ۔ خضاب لگی ہوئی داڑھی (۹)

۱۱۔ پیدا ہیں صاف معنی واللیل و والقمر (۹)

یعنی امام حسینؑ کی خضاب لگی داڑھی اور رخِ روشن واللیل و والقمر کا
یعنی روشنی اور تاریکی کا منظر پیش کر رہے تھے۔

۱۲۔ دُرج ۔ ڈبیا (۱۰)

۱۳۔ شمعِ حریم لمِ یزلی تھا گلوئے شاہ

امام حسینؑ کی گردن (گلو) کو خانہ کعبہ کی شمع سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۱۴۔ محمدؐ کی بوسہ گاہ ۔ جناب رسولؐ اللہ فرطِ محبت میں امام حسینؑ کے گلے کے بوسے لیتے تھے۔ (۱۱)

۱۵۔ حُصیر ۔ بوریا۔ چٹائی (۱۲)

۱۶۔ نہ فدک سے ۔ نہ دیں آسمان سے (۱۳)

۱۷۔ جبریل تہ کیے ہوئے تھے زانوئے ادب (۱۴)

یعنی حضرت جبریل جیسا جلیل القدر فرشتہ جناب رسالتمآب کے
سامنے شاگرد کی طرح بیٹھا تھا۔

۱۸۔ بلال و قنبر ۔ رسولؐ اللہ کے دو غلاموں کے نام۔ حضرت بلال موذنِ اوّل ہیں (۱۴)

۱۹۔ گیسو تھے وہ مفسرِ واللیل اِذا سجا (۱۵)

ایسے گیسو جو سورۂ واللیل کی تفسیر تھے

۲۰۔ والشمس و والضحیٰ ۔ کلامِ پاک کی ایک سورت ۔ صبح کے اجالے اور سورج کی قسم (۱۷)

۲۱۔ ہیکل یہاں مطلب بازو بند سے ہے (۱۸)

۲۲۔ بیت الشرف ۔ بزرگی والا مکان ۔ مطلب جناب فاطمہ کے گھر سے ہے (۲۹)

۲۳۔۲۴۔ ابوذر ۔ سلمان ۔ رسولؐ اللہ کے معزز صحابی (۳۷)

۲۵۔ الماس ۔ ہیرا (۵۱)

۲۶۔ زمردی ۔ زمرد جیسا۔ سبز (۵۲)

۲۷۔ الغیاث ۔ فریاد ہے (۵۴)

۲۸۔ مجتبیٰ ۔ امام حسنؑ کا لقب ہے (۵۷)

۲۹۔ مالک الرقاب ۔ حفاظت کرنے والا آقا یعنی خدائے تعالیٰ (۶۲)

۲۰۔ مستجاب ۔ قابلِ قبول (۲۰)

۳۱۔ روح الامین۔ حضرت جبریل کا لقب (۲۵)

۳۱۔ خوردسال کم سن (۲۵)

۳۲۔ مخبرِ صادق سچی خبر دینے والا۔ حضرت رسول خدا کا لقب (۲۰)

مرثیہ نمبر ۲

کیا بحر ہے وہ بحر کنارہ نہیں جس کا

۱۔ جینے کے ہیں لالے۔ جان کی پڑی ہے۔ زندگی سے ناامیدی ہے۔ (۲۰)

۲۔ سبزے کا نکلنا۔ داڑھی مونچھ نکلنے کی ابتدا (۲۸)

۳۔ خط بھرنا۔ داڑھی کا اچھی طرح نکل آنا (۲۹)

۴۔ میں غیر ہوں اس گھر میں مرا کوئی نہیں ہے (۳۵)

حضرت شہر بانو یزدجرد کی شاہزادی تھیں جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں بندی میں آئی تھیں اور حضرت علیؑ نے ان کو آزاد کرکے امام حسینؑ سے شادی کردی تھی۔ یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

۵۔ ستّار۔ خدا کے اسمائے حسنہ میں سے ایک (۳۸)

۶۔ سیدِ سجّاد۔ چوتھے امام۔ امام حسینؑ کے سب سے بڑے صاحبزادے (۴۲)

۷۔ کبریٰ، صغریٰ، سکینہؑ۔ امام حسینؑ کی صاحبزادیوں کے نام (۴۲)

۸۔ اس باغ میں بے زر ہے کوئی اور کوئی زردار (۴۵)

اس بند میں دنیا کو باغ کہہ کر اس کی مناسبت سے بہت سے لفظ مثلاً نرگس، بیمار، سروِ آزاد، قمری، گل، خار، شبنم وغیرہ کو بڑی خوبی سے نظم کیا گیا اور دنیا کی حالت، بے ثباتی عروج و زوال کو بڑے کمال اور پُراثر انداز میں دکھایا ہے۔

۹۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ بند میں دنیا کی بے ثباتی اور زمانے کے تغیر کو طرح طرح کی تشبیہوں، استعاروں، درشتوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ (۴۶-۴۹)

۱۰۔ نکیرین۔ منکر۔ نکیر۔ دو فرشتے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے وہ مرنے والے (۴۹)

سے قبر میں سوال جواب کریں گے

۱۱۔ ازواج و اطفال۔ میاں، بیوی، بچے (۵۰)

۱۲۔ دل بند کلیجے کا ٹکڑا، اولاد (۵۱)

۱۳۔ مخدومہ کونین کی جائی۔ حضرت زینبؑ، مخدومہ کونین جناب فاطمہؑ کا لقب ہے۔

۱۴۔ عمّو۔ چچا۔ یہاں مراد امام حسنؑ سے ہے۔ (۵۲)

۱۵۔ وادیِ ایمن بہشت کی وادی۔ وادیِ طور کو بھی کہتے ہیں۔ (۵۶)

۱۶۔ شیریں سخن و گل بدن و غنچہ دہن ہیں (۵۶)

امام حسینؑ کی زبان سے اپنے لاڈلے بیٹے کی خوبیاں بڑے درد کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ وہ میٹھی زبان والا، پھول جیسے جسم اور کلی جیسے دہن و نوخ جوان ہے۔

۱۷۔ صاحبِ لولاک۔ جناب رسول اللہؐ کا لقب (۵۷)

۱۸۔ اعجاز، مسیحا کے نظر آئیں گے تجھ سے۔ (۵۷)

۱۹۔ امام حسینؑ کربلا کی خاک سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں کہ جب ہم صورتِ رسول (علی اکبرؑ) کو تو اپنے دامن میں لے گی تو تجھ سے کیا گیا معجزے ظہور پذیر نہ ہوں گے۔

۱۹۔ دُرِ ثمیں۔ نہایت قیمتی موتی (۵۸)

۲۰۔ خاتم کے سلیماں کا نگیں تجھ کو ملے ہے (۵۸)

یعنی یہ حضرتِ سلیمانؑ کی بے بہا مہر کا نگینہ ہے جو تیری خاک میں پنہاں ہوگا۔

۲۱۔ زہے طالعِ بیدار۔ میری قسمت چمک اُٹھی، کیا خوب تقدیر ہے۔ (۵۹)

۲۲۔ قعرِ جہنم۔ دوزخ کی تہ۔ سب سے نچلا طبقہ، بدترین حصہ (۶۳۱)

۲۳۔ قارون۔ قدیم زمانے میں یک بہت مالدار شخص تھا۔ کلامِ پاک میں ہے اس کے خزانے کی چابیاں ایک پوری جماعت اُٹھا سکتی۔ لیکن وہ نہایت خسیس تھا، گھمنڈی تھا، خدا نے اُسے

ہندی ورود اپنی ساری دولت ہیت زندگی دھن یہ

۲۴- ۹۶ بند سے ۱۰۰ بند تک یہ انیس نے امام حسینؑ کے حسن و شجاعت کی مدح سرائی سے کر قدم قدم بڑی فنی و فنکاری کے ساتھ کی ہے۔ انداز کی جدت، بندش اور مبالغہ لکھنوی شاعری کے نمونہ کا بہترین مرقع ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ انیس کے سوا کسی نے حسینؑ کا وقار اور اس کے مقام مجروح ہونے نہیں پایا۔

۲۵- غاشیہ بمداری۔ خدمت کرنا (۹۷۱)

۲۶- تگ و دو۔ دوڑ دھوپ، کوشش (۹۸۱)

۲۷- اَب و جد۔ باپ دادا۔ بزرگ (۹۹۱)

۲۸- گلِ سرسبد۔ بہترین پھول (اچھوں کی قوم کا بہترین پھول) (۱۰۰)

۲۹- مرگِ مفاجات۔ اچانک موت کسی حادثہ میں ختم ہوجانا۔ (۸۰۱)

۳۰- دُرّہ۔ پہاڑ۔ کوہ (۸۹۱)

۳۱- سَرور۔ سردار۔ مطلب امام حسینؑ (۹۰۱)

۳۲- شمشیرِ سرانداز۔ سر کاٹنے والی تلوار (۹۰۱)

۳۳- قدر انداز۔ ماہر تیر انداز (جس کا نشانہ خطا نہ کرے) (۹۰۱)

۳۴- خانہ برانداز۔ گھر برباد کرنے والا، تباہ کرنے والا (۹۱۱)

۳۵- درانداز۔ چغل خور، لڑائی کرانے والا (۹۱۱)

۳۶- سوفار۔ تیر کی نوک (۹۳۰)

۳۷- چور نگ۔ کاٹ دینا۔ چار ٹکڑے کر دینا (۹۴۰)

۳۸- خفّاش۔ چمگادڑ۔ شپرہ (۹۵۰)

۳۹- دد و دام۔ درندوں کا جال۔ وحشی جانوروں کو پھانسنے کے لیے پھندہ۔ (۹۶۰)

۴۰- صمصام۔ تلوار (۹۶۱)

۴۱- مشوش۔ فکرمند، تشویش میں ہونا۔ (۹۷۰)

۴۲- آہنگ۔ لے۔ یہاں مطلب کوشش سے ہے۔ (۰۲۰)

۴۳- تیرِ سہ شعبہ۔ تین پھل والا تیر (۸۰)

مرثیہ نمبر ۳

جب رن میں سر بلند علیؑ کا علَم ہوا

۱۔ چرخِ زبرجدی۔ سبزی مائل آسمان، نیلا آسمان۔ (۱)

۲۔ فوق۔ بلندی، لفظی معنی برتر ہونا۔ (۳)

۳۔ تحت۔ پستی (نیچے) (۳)

۴۔ ہفتہ دوست۔ وقتی دوست (۶)

۵۔ ماہِ کنعاں۔ کنعاں کا چاند۔ مراد حضرت یوسف سے ہوتی ہے (۹)

۶۔ زشت۔ بدنما، بھونڈا (۹)

۷۔ خدیوِ عجم۔ ایران کا بادشاہ (۱۴)

۸۔ خسروِ عرب۔ عرب کا بادشاہ (۱۴)

۹۔ کیواں خدم۔ جس کے خادم ساتوں آسمان ہوں (۱۶)

۱۰۔ ہدف۔ نشانہ (۲۴)

۱۱۔ خروش۔ شور۔ یہاں مطلب دُہائی سے ہے (۳۳)

۱۲۔ حبیب ابنِ مظاہر۔ امام حسینؑ کے جاں نثار دوست جو کربلا میں آپ کی حمایت میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (۲۴)

۱۳۔ زہیر قیس۔ امام حسینؑ کے جان نثار ساتھی۔ آپ کے ساتھ کربلا میں شہادت پائی۔ (۳۶)

۱۴۔ عقیل۔ حضرت علیؑ کے بھائی، جن کے بیٹے مسلم امام حسینؑ کے سفیر تھے۔ کوفہ میں شہید کیے گئے اور دو بیٹے کوفے میں شہید ہوئے دو نے امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہادت پائی۔ (۳۸)

۱۵۔ برادرانِ علَم بردار۔ حضرت عباسؑ کے بھائی، حضرت علیؑ کے بیٹے (۲۹)

۱۶۔ پچاسوا بند روحِ انیس میں نہیں ہے

۱۷۔ پیک۔ قاصد (۵۷)

۱۸۔ ناموسِ شاہ۔ امام حسینؑ کے خاندان کی عورتیں (۵۷)

۱۹۔ سو مَیں تن۔ بہت بہادر شخص (۶۰)

۲۰۔ بازوئے ہاشمی۔ مطلب جناب عباس سے ہے جن کی وفات پر بازو ٹوٹنے کا ذکر ہے۔ (۹۰)

۲۱۔ حضرت۔ مراد امام حسینؑ (۹۰)

۲۲۔ خیر النساء۔ عورتوں میں سب سے نیک۔ جناب فاطمہؑ کا لقب۔ (۹۰)

۲۳۔ سید البشر۔ انسانوں میں سب سے بڑا۔ جناب رسالت مآب کا لقب ہے (۹۰)

۲۴۔ پاتراب ہے۔ دعا کی تیاری، مطلب ہے کہ یہ وقت بھی بے قریب ہے۔ (۹۰)

۲۵۔ سمندِ براق سیر۔ آسمانی گھوڑے کا نام جس پر سوار ہو کر شب معراج رسول خدا عرش پر تشریف لے گئے تھے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ یہ گھوڑا بھی یہ ہی تیز رفتار ہے۔ (۹۰)

۲۶۔ رن میں سپاہ شرع سے روکے تو یہ بجے

مطلب یہ ہے کہ میدان جنگ میں دشمن کی فوج کو آگے روکا نہیں جائے گا۔ (۹۳)

۲۷۔ پاکھر۔ گھوڑے کی زرہ بکتر پوشاک۔ جنگ کے وقت گھوڑے پر ہاتھی کو پہنائی جاتی تھی۔ (۹۴)

۲۸۔ چپ وراس و پیش و پس۔ بائیں، دائیں، سامنے، پیچھے (۹۸)

۲۹۔ سواں اور ایک سو ایک واں۔ بندوں کے شمار کے متعلق شعر میں نہیں ہے۔

۳۰۔ مثلِ شہ قلعہ گیر۔ حضرت علیؑ کی طرح وہ ہمیشہ قلعے فتح کرتے تھے (۱۰۵)

۳۱۔ مثلِ جنابِ امیر آئے۔ یہاں حضرت عباسؑ بن علیؑ کو حضرت علیؑ کا نمونہ بتایا ہے۔

جناب امیر حضرت علیؑ کو کہا جاتا ہے۔ (۱۰۵)

۳۲۔ رف رف۔ اس سواری کا نام جس پر جناب رسول خدا شب معراج خدا کے پاس عرش بریں تک تشریف لے گئے تھے۔ (۱۰۷)

۳۳۔ امیرِ عرب۔ حضرت علیؑ (۱۱۰)

۳۴۔ تیغ دو دستی۔ ایسی تلوار جو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر چلائی جائے۔ (۱۱۱)

۳۵۔ ۱۱۹ سے ۱۲۵ تک کے بند جو روح انیس میں ہیں۔ مرثیہ انیس مغلی نول کشور میں نہیں ہیں۔

۳۶۔ جان۔ مطلب جن سے ہے (۱۲۱)

۳۷۔ دیت۔ خون بہا۔ وہ معاوضہ جو کسی کی جان لے لینے پر اس کے ورثاء کو (۱۲۳)

دیا جا سکتا ہے۔

۳۸۔ بیرقیں۔ جھنڈے (۱۲۴)

۳۹۔ بوڑی۔ برچھی یا نیزے کا پھل (۱۲۶)

۴۰۔ شہ آسماں اساس۔ ایسا بادشاہ جس کا درجہ آسمان کی طرح بلند ہوں۔ مراد امام حسینؑ سے ہے۔ (۱۳۳)

۴۱۔ عبد۔ نادم، ملازم، غلام (۱۵۳)

۴۲۔ ۱۶۳ کے بعد کا بند روحِ انیسؔ میں نہیں ہے اس کی جگہ دوسرا بند ہے۔

۴۳۔ ۱۶۶ اور ۱۶۷ بند نول کشور کے مطبوعہ مرثیوں میں نہیں ہے۔

مرثیہ نمبر ۴

حضرت سے جب برادرِ خوشخو جدا ہوا

۱۔ دریا نوال۔ دریا کی طرح فیاض، بخشش و کرم دار (۹)

۲۔ چلّے چڑھانا۔ تیر کو کمان پر چڑھانا (۱۲)

۳۔ جیسے شہ پہ تاب جہاں تاب آفتاب

جس طرح کسی پھل پر آفتاب کی چمک دار روشنی پڑتی ہے۔ (۲۷)

۴۔ امرِ صعب۔ دشوار کام (۳۱)

۵۔ بتول۔ جناب فاطمہ کا نام (۳۶)

۶۔ گیسوئے عنبر شمیم۔ ایسے بال جن سے عنبر کی سی خوشبو آئے۔ (۳۸)

۷۔ ببر۔ شیر ببر (۴۲)

۸۔ زہرا آب ہونا۔ پتہ پانی ہو جانا، انتہائی خوف زدہ ہونے کو کہتے ہیں۔ (۴۲)

۹۔ نہ برق میں یہ شوق۔ بجلی میں کبھی یہ چمک نہ تھی۔ (۴۵)

۱۰۔ فلک نوردو۔ آسمان کی دوڑ لگانے والا (۴۶)

۱۱۔ سحاب۔ بادل (۴۶)

۱۲۔ کاوا۔ گھوڑے کا گول چکر (۴۹)

۱۳۔ پیلپا۔ (ہاتھی پانو بھی کہتے ہیں۔) ایک بیماری جس سے پیر ہاتھی کے (۵۴)

پیڑوں کی طرح موٹے ہو جاتے ہیں۔

۱۴۔ کاسہ سر۔ کھوپڑی (۵۵)

۱۵۔ شپرک۔ چمگادڑ (۶۳)

۱۶۔ بہتیا۔ باڑ۔ سیلاب (۶۶)

۱۷۔ ڈونگرا۔ بہت زور کی بارش (۶۷)

۱۸۔ مرزوبوم۔ ملک مطلب زمین (۷۱)

۱۹۔ گویا تھا اک قرابہ معکوس پُر شراب (۱۰۳۱)

۲۰۔ دست تعدی پسند۔ ظلم یا سختی پسند کرنے والا ہاتھ (۱۰۳۱)

۲۱۔ کذّاب۔ جھوٹا، دروغ گو (۷۷)

۲۲۔ عمر ابن عبدوَد۔ ایک مشہور بہادر پہلوان جس کو حضرت علیؑ نے شکست دے کر قتل کیا تھا۔ (۷۸۱)

۲۳۔ خیارِ تر۔ گیلا، تر، کھیرا یا ککڑی (۷۹)

۲۴۔ کیّاد۔ فریبی، دھوکے باز (۸۴)

۲۵۔ سیمرغ۔ کوہ قاف پر رہنے والا ایک بہت بڑا پرندہ (۹۵۱)

۲۶۔ مدّ و جزر۔ سمندر میں آنے والا جوار بھاٹا (۸۵)

۲۷۔ کبد۔ جگر (۱۰۳)

۲۸۔ مخدومہ جہاں۔ جناب فاطمہؑ کا لقب (۱۱۳)

مرثیہ نمبر ۶

جب رَن میں حسینؑ اصغرِ شیر خوار لائے

۱۔ دُرِّ نجف۔ سفید چمکدار نگینہ (بلور) جو نجف اشرف سے یک صد تیس میل جاتا ہے۔ (۱۰۳۱)

۲۔ العظمۃ اللہ۔ خدا پناہ میں رکھے۔ (۱۲)

۳۔ گویا نہیں اس وقت زباں فرطِ حیا سے (۱۳)

زبان اس وقت مارے شرم کے بات کرنے کے قابل نہیں ہے یعنی کسی سے کچھ مانگنا امام حسینؑ کی شان کے خلاف تھا

۴۔ منتِ کشِ ادنےٰ ہو یہ جاگہ ہے غضب کی (۱۴)
یہ کیسی قیامت کہ اعلیٰ مرتبہ رکھنے والا ایک کم ظرف کمینے کا احسان
اٹھائے

۵۔ نہرِ لبن۔ جنت کی ایک نہر کا نام (۱۴)

۶۔ سبک سار۔ ہلکا ہونا۔ (۲۳)

۷۔ آیہ لا اسئلکم۔ قرآن پاک کی یک آیت کی طرف اشارہ ہے۔ (۲۵)

۸۔ بنِ کاہل۔ حرملہ بن کاہل علی اصغرؑ کا قاتل تھا (۳۰)

۹۔ سہ تفسیر ستاوہ حاشیہ روئے کتابی
امام حسینؑ کے چہرے کو قرآن پاک کی تفسیر کہا ہے۔ (۴۳)

۱۰۔ ہم رتبہ لوحِ ورقِ مصحفِ اکبر
یعنی اس چہرہ کا مرتبہ کلام پاک کے برابر تھا۔ (۴۴)

۱۱۔ ابروے کلید درِ گنجینہ اسرار
امام حسینؑ کی بھنوؤں کو اسرارِ غیبی کے خزانہ کی کنجی کہا گیا ہے۔ (۴۵)

۱۲۔ اہل البصار۔ آنکھوں والے۔ یہاں مطلب ہے اہلِ نظر (۴۵)

۱۳۔ یا شمسِ فلک۔ قوس کے پہلو میں عیاں ہے (۵۰)
امام حسینؑ کے کاندھے پر رکھی کمان کو قوس سے اور خود امام حسینؑ
کو سورج سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۴۔ تگ و دو۔ کوشش، بھاگ دوڑ۔ ۵۱،

۵۔ روحی بفدک۔ میری جان آپ پر فدا ہو۔ (۵۳)

۶۔ محبوں۔ چاہنے والوں، دوست رکھنے والوں (۵۴)

۷۔ کھیت پڑنا۔ جنگ ہونا۔

۱۸۔ صفین و جمل۔ وہ مشہور لڑائیاں جو حضرت علیؑ نے اپنے مخالفوں سے لڑیں ۵۹،
نہروان۔

۱۹۔ ٹاپوں سے خاکی تھی زمیں۔ گھوڑے کے ٹاپوں سے زمین اڑ رہی تھی۔ ۶۱

۲۰۔ طارمِ افلاک۔ آسمان کے گنبد یعنی آسمان (۶۶)

مرثیہ نمبر ۷

ہوتے ہیں بہت رنج مسافر کو سفر میں

۱۔ کاہش جاں۔ جان کا خطرہ، زندگی کا خطرہ۔

۲۔ ہانی۔ حضرت مسلم کا دوست اور جاں نثار۔ ان کی حمایت کے جرم میں

کوفیوں نے اُسے بھی شہید کر دیا تھا۔

۳۔ حال دِگرگوں ہونا۔ حالت خراب ہونا۔ ۳۰۱

۴۔ تعذیر۔ سزا دینا۔ ۳۲۱

۵۔ محبوس۔ قید ۵۰۱

۶۔ کرمِ لامتناہی۔ بے انتہا عنایت، مہربانی ۵۱۱

۷۔ مسطر سی نمایاں تھیں رگیں صاف بدن کی ۵۴۱

جسم کی ساری رگیں کاغذ پر کھنچی لکیروں کی طرح نمایاں ہو رہی تھیں۔

۸۔ انامل۔ انگلیوں کے سرے ۵۶۱

۹۔ کاہیدہ بدن۔ دبلے، کمزور جسم ۵۸۱

۱۰۔ نصیری کا خدا۔ ایک شدت پسند طبقہ، حضرت علیؑ کو معاذ اللہ خدا مانتا تھا۔ ۶۴۱

اس کی طرف اشارہ ہے۔

۱۱۔ توشہ ہے توکّل کا۔ یعنی زادِ سفر میں صرف خدا پر بھروسہ ہمارے پاس ہے۔ ۸۰

۲۔ عسس۔ شہر کا محافظ، چوکیدار یا کوتوال (۹۰)

۱۳۔ نہالی۔ توشک، گدّا (۹۸)

۱۴۔ گُرگ۔ بھیڑیا (۱۰۵)

مرثیہ نمبر ۸

جب دولتِ سرور پہ زوال آگیا رن میں

۱۔ خیلِ شہدا۔ شہیدوں کا قبیلہ (۱۰۸)

۲۔ واماندہ۔ مرنے والے کے پیچھے رہ جانے والے عزیز رشتے دار (۲۴)

۳۔ دودی نبض۔ ڈوبتی نبض، انتہائی کمزور نبض (۳۷)

۴۔ کبودی۔ نیلاہٹ (۲۹)

۵۔ تفتیدہ جگر۔ جس کا جگر جل رہا ہو۔ (۳۳)

۶۔ بحل کرنا۔ معاف کرنا (۴۲)

۷۔ مصحفِ داور۔ قرآن پاک (۵۲)

۸۔ حجت نہ رہے کوئی کہ میں حجتِ حق ہوں (۶۵)

مطلب یہ کہ کوئی دلیل یا بحث باقی نہ رہے کہ میں خود سچائی کی دلیل ہوں۔

۹۔ ان پر کسی کو نہیں تقدیم۔ ان سے بڑے مرتبہ والا کوئی نہیں ہے (۷۰)

۱۰۔ شافعِ اُمت۔ امت کو بخشوانے والا۔ یہ لقب جناب رسالت مآبؐ کا ہے۔ یہاں انیسؔ نے امام حسینؑ کے لیے استعمال کیا ہے کہ وہ رسولؐ کے نواسے ہیں۔

۱۱۔ کرار بہت بہادر۔ یہاں مراد حضرت علیؑ سے ہے۔ (۷۶)

۱۲۔ شبِ قدر دو راتوں کو شبِ قدر کہا جاتا ہے، ایک وہ شب جس میں پہلے پہل کلامِ پاک نازل ہوا۔ دوسری وہ شب جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معراج ہوئی۔ (۷۷)

۱۳۔ تھرا کے اُدھر ثور نے ماہی کو خبر کی (۸۱)

ثور کے معنی گائے کے ہیں۔ پرانی روایت ہے کہ جس گائے کے سینگ پر زمین ٹکی ہوئی ہے وہ ایک مچھلی کی پشت پر کھڑی ہے یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

۱۴۔ عنتر۔ عرب کا ایک بہادر پہلوان جس کو حضرت علیؑ نے شکست دی تھی۔ (۸۲)

۱۵۔ سلطانِ ہدا۔ روشنی و ہدایت دکھانے والا بادشاہ (۸۵)

۱۶۔ دیکھو مجھے میں نفی عدو کے لیے لا ہوں (۸۹)

تلوار کے منہ سے کہہ رہے ہیں کہ جس طرح "لا" کا حرف نفی کا کام دیتا ہے۔ اس طرح میں ہوں جو دشمن کو مٹا دینے والی ہوں۔

۱۷۔ قرطاس۔ کاغذ (۹۳)

۱۸۔ کہ و مہ۔ چھوٹا بڑا (۹۱)

۱۹۔ اذا زلزلت الارض — قرآن شریف کی آیت۔

۲۰۔ مفتاح الکرامات — بلند کرنے والا۔ کامیاب ہونے والا

۲۱۔ ابریشم خورشید متخلص بہ آب:

سورج کو ابریشم سے تشبیہ دے رہے ہیں کہ یہ کمزور ہے

۲۲۔ کنبشک — چھوٹی چڑیا، گوریا، چڑیا

۲۳۔ زہ گیر — تیر اندازی کا انگشتانہ

۲۴۔ مباہات — تحریف۔ تحسین

مرثیہ نمبر ۹

شمشاد بوستان رسالت حسینؑ ہے

۱۔ عنوانِ نہ صحیفہ اخضر حسینؑ ہے۔
یعنی حسینؑ نو افلاک کا عنوان ہیں

۲۔ "پدر نو امام کے" امام حسینؑ تیسرے امام ہیں اور نواں امام آپ کی نسل سے ہوئے ہیں۔

۳۔ پیدا۔ ظاہر

۴۔ ثرا۔ زمین

۵۔ ثریا۔ ستارہ

۶۔ پرکاہ۔ گاس کا تنکا

۷۔ تہمتن۔ ایک مشہور بہادر پہلوان

۸۔ حافظ۔ حفاظت کرنے والا

۹۔ عبور۔ پار کرنا

۱۰۔ شاہ باز۔ بہت اونچائی پر رہنے والا شکاری پرندہ

۱۱۔ شستہ و رفتہ۔ منجا ہوا، پاکیزہ۔

۱۲۔ مردمِ دیدہ۔ آنکھ کی پتلی ۱۱

۱۳۔ دارائے شرحِ مصطفوی۔ رسولِ خدا کے دین کی شرح کرنے والا۔ ۱۴

۱۴۔ خضرِ صراطِ دینِ مبیں۔ دینِ اسلام کے خضر یا رہبر (راستہ دکھانے والے) ۱۴

۱۵۔ باب السلام علم نبیؐ آسمان شرع نورِ سراجِ دیں شرف، خاندانِ شرع ۱۵
دریائے لطف و معدن بخشش جہانِ شرع منہاجِ علم، قطب اذں قہرمانِ شرع

ان شعروں میں حضرت علیؑ کے صفات اور بزرگی کا بیان ہے کہ وہ علم نبیؐ کے شہر کا دروازہ ہیں، شریعتِ اسلام کے آسمان ہیں، دینِ اسلام کے چراغ کی روشنی ہیں۔ وہ لطف کے دریا بخشش کے منبع ہیں، علم کا راستہ، سارے جہاں کے بزرگ (سردار) اور شرعِ اسلام کے وکیل ہیں۔

۱۶۔ مذلِ احد۔ بزرگی و عظمت والا، خدائے واحد۔ ۱۶

۱۷۔ اک مور سے ثنائے سلیماں ہو کس طرح ۱۷

یہاں شاعر نے خود کو چیونٹی سے اور حضرت امام حسینؑ کو حضرت سلیمان سے تشبیہ دی ہے کہ ایک حقیر چیونٹی سلیمان جیسے عظیم المرتبت ہستی کی کیا ثنا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

۱۹۔ ردی فدک اے قمرِ برجِ ہل اتی قلبی لدیک اے گہرِ تاجِ لافتا (۲۰)
ابرِ عطا محیطِ کرم، منبعِ سخا شمعِ حریمِ حق، گلِ گلزارِ قل کفا

سورہ ہل اتی عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوا ہے۔ کہتے ہیں میری جان آپ پر فدا ہو اے ہل اتی کے برج کے چاند، میرا دل آپ پر قربان ہو اے لافتا کے تاج کے موتی (لافتا الا علی لاسیف الا ذوالفقار) اے بخشش کے ابر کرم کے سمندر، سخاوت کے سرچشمے، کعبہ کی شمع اور قل کفا کے باغ کے پھول۔

۲۰۔ قیصر و خاقان۔ قیصر روم کے بادشاہ کا لقب ہے اور خاقان چین کے بادشاہ کا۔ ۲۱

۲۱۔ جاروب فرشِ عیش، شرفِ زلفِ حور عین (۲۱)
حور کے لیے اس بزرگی والے فرش پر زلفوں سے جھاڑو دینا باعثِ شرف تھا۔

۲۲۔ شہ گردوں مقام۔ جناب رسالت مآب۔ آپ امام حسینؑ کو بچپن میں اپنی پیٹھ پر گھوڑا (۲۲) کرایا کرتے تھے۔

۲۳۔ حُلّہ بہشت جنتی لباس۔ روایت ہے کہ عید کے دن امام حسنؑ و حسینؑ (۲۵) کے لیے بہشت سے جو لباس آتے تھے اسے حلۂ بہشت کہتے ہیں۔

۲۴۔ ذبحِ عظیم۔ امام حسینؑ کی شہادت و رخصت، سنتِ ابراہیمی کی قربانی کی تکمیل سمجھا (۲۷) جاتا ہے۔ کلام پاک میں جو آیہ ذبح عظیم آئی ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔

۲۵۔ مجمر ہے آفتاب تو اختر سپند ہیں۔ (۳۴)
جس برتن میں عود یا کوئی اور خوشبو جلائی جاتی ہے اسے مجمر کہتے ہیں۔ یہاں سورج کو مجمر درستاروں کو اسپند کے دانوں سے تشبیہ دی ہے۔ جو نذر اتارنے کے لیے آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔

۲۶۔ شمس الضحیٰ۔ کلام پاک کی ایک سورت جس میں چمکتے سورج کی قسم کھائی (۳۵) گئی ہے۔

۲۷۔ واللیل اذا سجیٰ۔ کلام پاک کی سورت میں رات کی قسم کھائی گئی ہے۔ (۳۵)

۲۸۔ سنبلہ۔ آسمان کا ایک برج جسے کنارا بھی کہتے ہیں۔ (۳۶)

۲۹۔ عود، عنبر، عبیر۔ خوشبودار چیزیں جو عود دان میں جلائی جاتی ہیں ودان کی (۳۷) خوشبو دور دور تک پھیلتی ہے۔

۳۰۔ کوکبِ آسمان۔ آسمان کے تارے (۴۲)

۳۱۔ ساعد۔ کلائی (۴۳)

۳۲۔ کفِ سیمیں۔ چاندی سی (چمکتی ہوئی) ہتھیلی (۴۳)

۳۳۔ درع پوش۔ زرہ پہنے ہوئے لوگ (۴۸)

۳۴۔ خروش۔ شوروغل، پکار، فریاد (۴۸)

۳۵۔ ۵۰ سے ۶۵ بند تک امام حسینؑ رجز میں اپنے والد علیؑ مرتضےٰ کے کارنامے، اوصافِ حمیدہ اور معجزوں کا بیان کرتے ہیں۔

۳۶۔ ایہ ہل اتیٰ سورۂ دہر کی پہلی آیت۔ یہ حضرت علیؑ اور اہلِ بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (۵۳)

۳۷۔ نصِ مباہلہ۔ قرآن شریف میں مباہلہ کے وقت جو آیت نازل ہوئی۔ (۵۴)

۳۸۔ بیرُ الاَمم۔ رجنوں کا کنواں، مدینہ میں ایک کنواں اس نام سے مشہور تھا۔ (۵۷)
روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے ان سے جنگ کی اور انکو مسلمان کیا۔

۳۹۔ بَدَر کیا۔ دیس نکالہ دیا، باہر کیا۔ (۵۸)

۴۰۔ سورۂ والعٰدیات۔ کلام پاک کی ایک سورت (۶۲)

۴۱۔ ذی النصر ودی العطا فتح پانے والا، عطا کرنے والا (۶۳)

۴۲۔ منصور وازتیاؤ بلیلا و ایلیا
حضرت علیؑ کے القاب (۶۳)

۴۳۔ باذل۔ جود وسخا والا، فیاض (۶۳)

۴۴۔ طیّب وطاب۔ پاک، پاکیزہ۔ (۶۴)

۴۵۔ شحنۂ نجف۔ نجف کا حاکم (۶۵)

۴۶۔ مفتاحِ فتح عارفِ اسرار مَن عَرف
حضرت علیؑ کے ایک قول کی طرف اشارہ ہے جس کا مطلب ہے (۶۵)
جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔

۴۷۔ طلب گارِ عون۔ مدد کا طالب (۶۵)

۴۸۔ مشعر، رکن، مقام۔ خانۂ کعبہ کے اہم مقامات کے نام (۶۷)

۴۹۔ عرفات ومِنیٰ۔ وہ مقامات جن کی زیارت کرنے اور وہاں عبادت کرنے کے بعد حج مکمل ہوتا ہے۔ (۶۷)

۵۰۔ بضعۃ الرسول۔ رسولِ اللہ کے جگر کا ٹکڑا، مطلب جناب فاطمہؑ سے ہے۔ (۶۹)

۵۱۔ مرضیہ، رضیہ، صدیقہ، بتول۔ حضرت فاطمہ کے لقب (۸۵)

۵۲۔ برہان قاطع۔ قطعی دلیل، وہ حجت جس کی قائل انکار نہ رہے (۸۵)

۵۳۔ غریو کوس۔ نقارہ کا شور (۸۵)

خدیو فلک بارگاہ۔ مراد امام حسینؑ ہے (۸۹)

کنشت۔ آتش کدہ۔ (۹۰)

۵۶۔ بادِ کبر۔ غرور میں بھرے (۹۶)

۵۷۔ کزتی حتی نفی نفی صداوہ تہ فلک

یعنی وہ (تلوار) آسمان کے نیچے جس چیز پر بھی پڑتی تھی اسے (۸۹)

معدوم کر دیتی تھی۔

۵۸۔ عالم سے کفر کافر کو اس نے کیا حتی فلک

اس نے کفر میں جو کافر ہے اس کو مٹا دیا تھا۔ مطلب یہ کہ کفر (۸۹)

کا خاتمہ کر دیا تھا۔

۵۹۔ پے تھے قدم گریز کے۔ بھاگنے کی راہ نہ تھی (۹۳)

۶۰۔ خشوع و خضوع۔ خدا کی عبادت میں انتہائی انہماک (۹۴)

۶۱۔ شطِ خوں۔ لہو کی نہر (۹۸)

۶۲۔ خجستہ فر۔ مبارک، شان والا (۹۸)

۶۳۔ گیتی نورد و برق تگ و آسماں سفر (۱۰۶)

یعنی (وہ تلوار) دنیا میں گھومنے والی، بجلی کی سی تیزی رکھنے والی

اور آسمان تک سفر کرنے والی تھی۔

۶۴۔ شمعِ دودمانِ علی۔ یعنی امام حسینؑ (۱۱۱)

۶۵۔ خیارِ تر۔ گیلا کھیرا یا ککڑی (۱۱۲)

۶۶۔ اشکال ہو گیا۔ مشکل ہو گیا (۱۱۳)

۶۷۔ قرعہ رمّال۔ نجومی کا قرعہ یا پانسہ (۱۱۳)

۶۹۔ جیب۔ گریباں (۱۳۱)

۷۰۔ سی پارہ۔ تیس ٹکڑے، اس میں یہ تلمیح ہے کہ کلام پاک کے تیس پارے (۱۳۲)

بھی سَی پارے کہلاتے ہیں۔ اگلے مصرع میں اس کی تشریح یوں
کرتے ہیں کہ ؎

پُرزے ورق ورق تھا خدا کی کتاب کا — امام حُسین کو قرآن پاک سے تشبیہ دی گئی ہے

۷۰۔ ماوریٰ — علاوہ (۱۳۳)

۷۱۔ دمِ مصاف۔ — لڑائی کے وقت (۱۳۴)

۷۲۔ قساوت قلبی — انتہائی ظالم ہونا، شقی القلب ہونا (۱۴۳)

۷۳۔ پیدا یہ تھا۔ — ظاہر یہ تھا، معلوم یہ ہوتا تھا (۱۴۵)

۷۴۔ معدوم ہے بصورتِ عنقا و کیمیا

یعنی جس طرح عنقا اور کیمیا کا محض نام ہے وہ خود نایاب ہے (۱۵۰)
اسی طرح وہ بھی نایاب تھا۔

مرثیہ نمبر ۱۰

جب نوجواں پسرِ شہِ دیں سے جدا ہوا

۱۔ سِترِ خفی — چھپے ہوئے راز (۱۳)

۲۔ جلی — ظاہر (۱۳)

۳۔ حقِّ زہرا سند کرو۔ — روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ کا عقد حضرت علیؓ سے ہوا تو پروردگارِ عالم نے ساری دنیا کا پانی ان کے مہر میں دے دیا۔ (۱۴)

۴۔ عرصۂ قتال — جنگ کا میدان (۱۵)

۵۔ سِترو علن — پوشیدہ و ظاہر (۱۶)

۶۔ بنی اسد — عراق کا نہاعت پیشہ قبیلہ جن سے امام حسینؑ نے کربلا کی زمین خریدی تھی۔ (۲۶)

۷۔ اَینَ اَبی — کہاں ہے میرا باپ۔ (۳۰)

۹۔ نکھڑا — پیار میں عورتیں بچوں کے چہرہ کو کہتی ہیں (۳۶)

۹۔ بستی اجڑ کے تخت اجڑنے کا طور ہے

اولاد کے مرنے کے بعد اب بیوہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ (۴۱)

۱۰۔ اعمیٰ۔ اندھا (۴۶۱)

۱۱۔ ۴۶ سے ۴۹ بند تک امام حسینؑ کی عظمت و بزرگی و شان قدوسیت کو مختلف مظاہر ارضی و سماوی اور ماورائی طاقتوں کے قصیدے دکھایا ہے جو وہ زبان حال سے کر رہی ہیں۔

۱۲۔ قدسی۔ آسمانی مخلوق (حور۔ فرشتے) (۴۹۱)

۱۳۔ آہوئے ختن۔ ختن ایک جگہ کا نام ہے جہاں کے سیاہ ہرن بہت مشہور ہیں (۵۰۱)

۱۴۔ ۵۱ سے ۵۵ بند تک امام حسینؑ کے گھوڑے کی تعریف ہے حسبِ دستور اور حسبِ عادت مبالغہ آمیز مدح کی اور زمین آسمان کے قلابے ملائے ہیں۔

۱۵۔ شکار بند۔ گھوڑے کی زین کے دونوں طرف کے تسمے (۵۲۱)

۱۶۔ فراست۔ یہاں گھوڑے کے معاملے میں ہر طرح کی واقفیت سے مراد ہے (۵۲۱)

۱۷۔ تگاور۔ تیز رفتار (۵۳۱)

۱۸۔ گنبدِ نیلی رواق۔ نیلا آسمان (۵۴۱)

۱۹۔ ۵۵ بند نظامی پریس بدایوں کی جلد میں نہیں ہے۔

۲۰۔ اٹھارہ داغ ہیں۔ امام حسینؑ کے اٹھارہ عزیز جن میں بیٹے، بھائی، بھتیجے شامل تھے۔ روزِ عاشور کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

۲۱۔ شانہ۔ کنگھی (۵۸)

۲۲۔ بیت الشرف۔ بزرگی و عظمت والا گھر (۶۴)

۲۳۔ شبدیز۔ سیاہ رنگ کا اعلیٰ نسل کا گھوڑا (۶۵)

۲۴۔ مشک بیز۔ مشک کی سی خوشبو بکھیرنے والا (۶۶)

۲۵۔ برق و شرق۔ چمکنا، دمکنا۔ (۶۸)

۲۶۔ خیرالورا۔ جنابِ رسولِ خدا کا لقب، سب سے نیک انسان (۷۱)

۲۷۔ معدلت پناہ۔ عدل و انصاف کرنے والا۔ (۷۲)

۲۸۔ بوتراب۔ مٹی کا مالک۔ یہ لقب جنابِ رسالت مآب نے حضرت علیؑ کو دیا تھا۔ (۷۳)

۲۹۔ قصبِ دُرِّ دریں۔ وہ دُرّہ جس کے گرد دین کا حلقہ گھومتا ہے۔ مراد امام حسینؑ سے ہے۔ (۷۴)

۳۰۔ شاہِ اُمم۔ سبھوں کا بادشاہ۔ قبیلوں کا حاکم۔ مراد امام حسینؑ (۷۴)

۳۱۔ عزّیٰ۔ لات۔ ہبل۔ عربوں کے بت جو قبل اسلام وہاں پوجے جاتے تھے۔ (۷۶)

۳۲۔ فسق و فجور۔ بہت خراب۔ گندے کام (۷۷)

۳۳۔ ۷۸، ۷۹ ہندوستانی ایڈیشن میں نہیں ہیں۔ نظامی پریس کی جلد میں موجود ہیں۔

۳۴۔ تازیوں۔ عربوں (۸۲)

۳۵۔ باحضر۔ گھر میں جو کہ موجود ہو۔ (۸۳)

۳۶۔ نوفل۔ یزیدی فوج کا ایک سردار (۸۵)

۳۷۔ جلاجل، قرنا، طبل، دف۔ جنگی باجوں کے نام (۸۶)

۳۸۔ سیمرغ۔ کوہِ قاف کا ایک قدآور پرند۔ (۹۹)

۳۹۔ پرکالے۔ ٹکڑے (۱۰۰)

۴۰۔ زوگیہ۔ انگشتانہ جو تیر اندازی، حفاظت کے لیے انگوٹھے میں پہنتے ہیں۔ (۱۰۵)

۴۱۔ رستم گیو۔ عرب کے مشہور پہلوان سپاہی (۱۰۵)

۴۲۔ ابلق ایام۔ زمانہ کا تیز رو گھوڑا (۱۰۷)

۴۳۔ چار آئینہ ایک قسم کی زرہ (۱۰۸)

۴۴۔ شمشیرِ جاں ستان و کمند و سنان و تیرِ بے آب۔ سر بریدہ و زولیدہ و حقیر (۱۰۹)

اس شعر میں لف و نشرِ مرتب کی صنعت ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ دشمن کی تلوار بے آب، کمندیں کٹی ہوئی، سنانیں ٹیڑھی اور تیر بے کار ہو چکے ہیں۔ مطلب یہ کہ امام حسینؑ کی تلوار کی زد میں آکر یزیدی فوج کے سب ہتھیار بے کار ہو گئے ہیں۔

۴۵۔ ابرِ تنک۔ ابر سے زیادہ نازک یا کمزور (۱۱۰)

۴۶۔ کلف۔ داغ (چاند کا) (۱۱۴)

۴۷۔ جنابِ امیر۔ حضرت علیؑ کا لقب (۱۱۴)

۴۸۔ اصالت۔ شریف النسب ہونا، شرافت۔ (۱۱۵)

۴۹۔ عزّ و اعتلا۔ بلندی (۱۳۱)

۵۰۔ محک۔ چمک دمک (۱۳۱)

۵۱۔ (۱۳۲) ہندسی دنیا کی بہت سی [illegible]
[illegible]
[illegible]
درخت، پھل، پھول اور [illegible]
زمین، فلک، [illegible]
فرشتوں، انسان، حیوان، نباتات سب کو [illegible]
علیؑ کی بے گناہی کی شاہد ہیں۔

۵۲۔ کلوخ۔ مٹی کا ڈھیلا۔ (۱۳۰)

۵۳۔ نجف عراق کا ایک شہر جہاں حضرت علیؑ کا مزار ہے (۱۳۰)

۵۴۔ راحلہ سواری کا اونٹ۔ (۱۳۰)

۵۶۔ خجستہ پے۔ مبارک قدم، نیک قدم (۱۳۱)

۵۷۔ سیبِ ذقن۔ ذقن ٹھوڑی، اس کو سیب سے تشبیہ دی ہے۔ (۱۳۱)

۵۸۔ برگزیدہ حق۔ انسان، خدا کا پہنچا ہوا بندہ۔ (۱۳۲)

۵۹۔ ہاتف۔ عالمِ غیب سے آواز دینے والا جو دکھائی نہیں دیتا۔ (۱۳۰)

۶۰۔ مصحفِ ناطق۔ بولتا قرآن۔ یعنی حضرت علیؑ کی ذات جن کی سیرت اور افعال کلامِ الٰہی کے عین مطابق ہیں۔ (۱۳۱)

۶۱۔ ضیغم آلہ۔ خدا کا شیر، حضرت علیؑ کا لقب۔ (۱۴۲)

۶۲۔ بضاعت۔ پونجی، سرمایہ (۱۴۲)

۶۳۔ سرنوشت۔ تقدیر (۱۴۳)

۶۴۔ غزلت نشیں۔ عابد و زاہد (۱۴۴)

۶۵۔ شکل و شمائل۔ صورت و عادت۔ (۱۴۷)

۶۶۔ جاں گسل۔ جان لیوا (۱۴۸)

۶۷۔ شربے۔ صراحیاں۔ (۱۴۹)

۶۸۔ سائل کو جس نے روٹی کے، اونٹوں کی دی قطار

اسی مصرع میں استعارہ ہے۔ ایک بار حضرت علیؑ سفر میں تھے کہ (۱۵۴)
ایک سائل نے روٹی کا سوال کیا۔ آپ نے غلام قنبر سے کہا۔ اس
نے کہا روٹی دسترخوان میں ہے، کہا دے دو، بولا وہ اونٹ پر
ہے، فرمایا وہ دے دو، کہا اونٹ قطار میں ہے اور وہ سب
اونٹوں کا رہنما ہے۔ آپ نے پوری قطار سائل کو بخش دی۔

۶۹۔ غیر کفو۔ غیر قبیلہ یا غیر قوم یا غیر خاندان (۱۵۶)

۷۰۔ زوّار۔ کسی مقدس مقام کی زیارت کرنے والا زوّار کہلاتا ہے۔ (۱۶۲)

۷۱۔ مستہام۔ حیران، سرگشتہ۔ (۱۶۸)

مرثیہ نمبر ۱۱

جب خیمے میں رخصت کو شۂ بحر و بر آئے

۱۔ ابرو ہیں حریم حرمِ پاک کی محراب۔ (۳۲)
امام حسینؑ کی بھنوؤں کو خانۂ کعبہ کی محرابوں سے تشبیہ دی ہے۔

۲۔ صبح و مسا۔ صبح و شام (۳۵)

۳۔ مانند تگرگ۔ اولوں کی طرح (۳۷)

۴۔ پر چھاہے ابھی۔ ابھی ہجوم نہیں ہے۔ لوگ کم ہیں۔

۵۔

مرثیہ نمبر ۱۲

نکلی جو رن میں تیغِ حسینی غلاف سے

۱۔ خارا شگاف۔ سخت پتھر (۱)

۲۔ تحت و فوق۔ پستی و بلندی، زمین و آسمان (۲)

۳۔ قُلزم۔ سمندر (۳)

۴۔ الحفیظ۔ خدا کی پناہ۔ خدا کا ایک نام (۴)

۵۔ چکارہ۔ ایک قسم کا نہایت نازک اور چالاک ہرن۔ (۶)

۶۔ سیاہ گوش۔ ایک درندہ، بن بلاؤ (۶)

۷۔ سعود۔ نیک، مبارک ۱۰

۸۔ جدول سیاہ۔ کالا حاشیہ ۱۰

۹۔ نیساں۔ وہ مہینہ جس کی بارش کے قطرے سیپی میں موتی بنتے ہیں۔ ۱۰۰

۱۰۔ خمسۂ نجبا۔ پانچ اشرف انسان، مطلب پنجتن سے ہے ۱۰۰

۱۱۔ زوج زوج۔ جوڑے جوڑے ۱۰۰

۱۲۔ شوردار و گیر۔ پکڑو مارو دھاڑو کا شور و غل ۱۰۱

۱۳۔ بھولے کلام حق کو بھی اے قوم بدخصال۔

رسولؐ خدا کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میں تمہارے درمیان اپنے اہل بیت کی محبت چھوڑ رہا ہوں۔ ۱۰۱

۱۴۔ شق القمر۔ اسی معجزے کا ذکر ہے جب رسول خدا کی انگلی کے اشارے سے چاند ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ ۱۰۲

۱۵۔ بوق ایک جنگی باجہ۔ ۱۰۲

۱۶۔ ماہِ صیف۔ گرمی کا مہینہ، صیف گرمی کے موسم کو کہتے ہیں۔ ۱۰۲

۱۷۔ رودبار۔ چھوٹی نہر، ندی ۱۰۲

۱۸۔ اشراقی۔ افلاطون سے نسبت رکھنے والے فلسفی ۱۰۳

۱۹۔ سیسر۔ کمان ۱۰۵

۲۰۔ دانتوں میں خس پکڑنا۔ عاجزی کا اظہار پہلے زمانے میں فریادی بادشاہ کے سامنے دانتوں میں تنکا دبا کر آتے تھے۔ ۱۰۶

۲۱۔ تن پر ہزار و نہ صد و پنجاہ زخم تھے۔ (۱۱۵)

امام حسینؑ کے جسم پر ساٹھ سے انیس سو زخم تھے

۲۲۔ اے خاکِ پاک حرمتِ مہمان نگاہ دار

اے پاکیزہ مٹی اپنے مہمان کے احترام کا خیال رکھنا (۱۲۹)

۲۳۔ خاتونِ روزگار جناب فاطمہؑ سے مراد ہے۔ (۱۳۰)

مرثیہ نمبر ۱۳

جب تیغِ یداللہ کھنچی دشتِ وغا میں

۱۔ تیغ یداللہ۔ یداللہ حضرت علیؑ کا لقب ہے یعنی خدا کا ہاتھ۔ ان ہی کی تیغ سے امام حسینؑ نے کربلا میں جہاد کیا تھا۔ (۱)

۲۔ جلاّدِ فلک۔ مریخ (ستارہ) (۲)

۳۔ عطارد۔ ایک ستارہ۔ (۲)

۴۔ سرافیل فرشتہ، وہ قیامت میں صور پھونکے گا۔ (۳)

۵۔ سپہر مہر سورج کی ڈھال۔ یہاں سورج کو ڈھال قرار دے کر اُسے آسمان کی ڈھال قرار دیا ہے۔ (۴)

۶۔ سکّانِ سمٰوات۔ آسمان کے رہنے والے فرشتے حور وغیرہ۔ (۵)

۷۔ چمنِ کن فیکون ہوتا ہے برباد (۶)

یعنی دنیا تباہ ہوتی ہے۔ کلام پاک کی آیت ہے کہ جب خدا نے "کن فیکون" کہا، دنیا وجود میں آگئی۔

س

۸۔ روحِ امین۔ حضرت جبریل کا لقب (۱۰)

۹۔ نادِ علیؑ۔ حضرت علیؑ کے وسیلے سے مانگی جانے والی دعا جس کو حفظ و سلامتی کے لیے پڑھا یا لکھ کر بازو پر باندھی جاتی ہے۔ (۱۰)

۱۰۔ صفتِ کاہ۔ گھاس کے تنکے کی طرح (۱۵)

۱۱۔ سفلہ پرستی۔ کمینہ پن، کمینگی (۱۷)

۱۲۔ ۱۸ ہند میں مشہور نبیوں حضرت آدم، حضرت عیسیٰ، حضرت یحییٰ حضرت یعقوب، اور حضرت یوسف کو جو واقعات پیش آئے ان کی طرف اشارہ ہے جسے تلمیح کہتے ہیں۔

۱۳۔ زال۔ بوڑھی عورت (۲۰)

۱۴۔ روباہ لومڑی (۲۱)

۱۵۔ فتبروا یا اولی الابصار کلام پاک کی آیت۔ اے آنکھوں والوں عبرت حاصل کرو۔ (۲۳)

۱۶۔ مرحلہ صعب۔ کٹھن کام۔ بہت مشکل کام۔ (۲۶)

۱۷۔ العظمۃ اللہ۔ خدا کی پناہ (۲۶۱)

۱۸۔ حجّت۔ دلیل، قائل کرنا۔ (۲۶۱)

۱۹۔ بُرّش۔ کاٹ (۳۰۱)

۲۰۔ لاسیف۔ کوئی تلوار نہیں اس کی مثل۔ شرح ہے۔ لافتی الا علی لاسیف (۳۵۱)
الّا ذوالفقار کی طرف۔

۲۱۔ دارِ عنا۔ مصیبت کی جگہ۔ (۳۵۱)

۲۲۔۲۳۔ بدر۔ خندق۔ رسول اللہ کے زمانے کی مشہور لڑائیاں جن میں حضرت علی نے بہادری (۳۶)
کے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے۔

صفین و جمل جنگیں جو حضرت علی سے معاویہ کے ساتھ صفین میں اور عائشہ سے جمل (۳۷۱)
فتح حاصل کی۔

عنتر و مرحب۔ عرب کے مشہور بہادر جن کو حضرت علی نے مارا تھا۔ (۳۸۱)

۲۸۔ بیرالالم۔ جنوں کا کنواں (۳۹)

۲۹۔ ہزبر احد۔ خدا کا شیر۔ (۴۰۱)

۳۰۔ بیرق عَلَم، جھنڈا، پرچم (۴۰۱)

۳۱۔ فتوحی۔ جاکٹ، لوہے کی جاکٹ جسے زرہ کہتے ہیں۔ (۴۰۱)

۳۲۔ بکتر۔ زرہ کی طرح کا جنگی لباس (۴۰۱)

۳۳۔ سرہنگ۔ سپہ سالار (۶۵۱)

۳۴۔ گل گیر۔ ایک قسم کی قینچی۔ گل شمع کی بتی کے جلے ہوئے کوئلے ہیں جن کو (۱۰۱)
شمع کے بیچ کے دھاگے و سفالی سے کاٹ دیا جاتا ہے تو روشنی
ہو جاتی ہے۔

مرثیہ نمبر ۱۴

جب آخری رخصت کو حسینؑ آئے حرم میں

۱۔ اس بند میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت شہر بانو ایران کے (۳۱)
ایک بادشاہ کی بیٹی اور دوسرے کی بہن تھیں۔

۲۔ خز و دیبا بہت قیمتی ریشمی کپڑے (۳۱)

۳۔ تازی — عربی گھوڑا (۴۳)

۴۔ کیا دیدۂ حق بیں سے کفاہت ہے ہویدا

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کفاہت کی جگہ کوئی اور لفظ ہوگا۔ یا انیس نے اس لفظ کے کوئی اور معنی نکالے ہوں گے۔ اس لیے کہ اس سے شعر کا مطلب واضح نہیں ہوتا۔ (۴۹)

۵۔ شہ خاور۔ — سورج، یہاں مراد امام حسینؑ سے ہے۔ (۵۰)

۶۔ خود سیفِ خدا، فاتح خیبر کا پسر ہے

علیؑ کا بیٹا تو خود خدا کی تلوار ہے (۵۷)

۷۔ ارقام۔ — رقم کرنا، لکھنا۔ (۵۸)

۸۔ کاکل۔ — زلف۔ بالوں کی لٹ۔ (۵۹)

۹۔ صاحبِ دُلدُل۔ — صاحبِ دلدل، حضرت رسولؐ کا لقب ہے۔ (۵۹)

۱۰۔ تبختُر۔ — چھال۔ آبلہ۔ (۶۳)

۱۱۔ شیران کا ہوا قطع، کہ لی ہاتھ میں تلوار

یعنی یہ بچے دودھ چھٹنے کے ساتھ ہی ہاتھ میں تلوار اُٹھا لیتے ہیں۔ (۷۴)

۱۲۔ محسن۔ — جنابِ فاطمہؑ کی جب وفات ہوئی تو ان کے شکم میں ایک بچہ تھا جس کا نام محسن کہا جاتا ہے۔ روایت یہ ہے دشمنوں نے حضرت فاطمہؑ پر دروازہ گرا دیا تھا جس سے شکم میں بچہ شہید ہوگیا اور خود آپؑ کی بھی وفات ہوگئی۔ (۸۱)

۱۳۔ اجساد — جسد۔ (بدن) کی جمع (۸۶)

۱۴۔ لاف۔ — شیخی (۸۹)

مرثیہ نمبر ۱۵

اے شمعِ قلم روشنی طُور دکھا دے

۱۔ لمعہ انوار۔ — نور کی چمک (۲)

۲۔ مانی — مشہور مصور (۳)

۳۔ رضوان — بہشت کا رکھوالا فرشتہ (۴)

۵۔ عود۔ ایک خوشبو جو جلائی جاتی ہے۔

۵۔ نحیف۔ مہین

۶۔ ہیچ مَداں۔ حقیر۔ کچھ نہ ہونا۔

۷۔ یہ راہ بے باریک۔ مراد یہ ہے کہ یہ راستہ پل صراط کی طرح ہے جس سے بچ کر نکلنا

کوہ طور سے زیادہ دقت طلب اور بال سے زیادہ باریک ہے۔

۹۔ حبل متین۔ قرآن شریف (۲۱)

۹۔ باکی۔ بکا کرنے والا، رونے والا (۲۲)

۱۰۔ مروحہ کش۔ راحت دینے والا، ہوا

۱۱۔ بنِ اشعب۔ یمنی فوج کا ایک قبیلہ

۱۲۔ دندان بجگر۔ یہاں مراد ہے کہ سخت تکلیف میں تھے۔

۱۳۔ گنجینۂ علم احدی۔ علم الٰہی کا خزانہ

۱۴۔ ۳۲ بند میں حسینؑ کے سینہ کو کلام پاک سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۱۵۔ سیدہ کون و مکاں۔ دونوں جہاں کی سردار خاتون یعنی جناب فاطمہؑ تھے۔

۱۶۔ ۴۰ بند میں ان رویتوں کی طرف اشارہ ہے کہ بچپن میں امام حسینؑ کو

حضرت رسول اللہؐ نے اپنی زبان چوسائی تھی اور جب میں آپؐ نے

جنبوے کی ڈوری ہلایا کرتے تھے۔

۱۷۔ ۴۰ بند میں اس مشہور روایت کی طرف اشارہ ہے جب حسنؑ اور

امام حسنؑ اور حسینؑ کے لئے بہشت سے خلعت بھیجے گئے۔ اور

جناب رسالت مآبؐ نواسوں کو خوش کرنے کے لئے وقت بے

ان کو اپنی پیٹھ پر سوار کیا تھا۔

۱۸۔ رومال۔ (۴۰)

۱۹۔ ۴۲ بند میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے۔ یک بار حضرت رسولؐ

حضرت علیؑ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے وہ عصر کا وقت آکر نکل گیا

اور حضرت علیؑ کی نماز قضا ہوگئی تو سورج پلٹ آیا تھا اور پھر امام

حسینؑ نے بہت کم سنی میں روزہ رکھا تو سورج جلد غروب ہوگیا۔

۲۱۔ احقاد۔ خادم (۶۳۱)

۲۲۔ خالق علام۔ وہ خالق جو سب کچھ جانتا ہے۔ (۶۳۱)

۲۳۔ کوس۔ نقارہ۔ ڈھول (۶۳۱)

۲۴۔ شہنا۔ شہنائی (۶۳۱)

۲۵۔ گل مہ سبد۔ بت کا بتیس پیسوں (۶۳۱)

۲۶۔ کاسر الصنام۔ بتوں کا توڑنے والا (۶۳۱)

۲۷۔ ۶۱-۶۲ بندتیں جناب رسول اللہؐ کے معجزوں کی طرف اشارہ ہے۔ (۶۳۱)

۲۸۔ چادر تطہیر۔ آیہ تطہیر آل رسول کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (۶۳۱)

۲۸۔ ۶۶ سے ۶۹ بندتک حضرت علیؑ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۹۔ اکملت لکم دینکم کلام پاک کی یک آیت جس کا مطلب ہے آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ یہ آیت حجتہ الوداع کے بعد نازل ہوئی تھی (۶۶)

۳۱۔ انفسنا انفسکم ایک حدیث کی طرف اشارہ جس میں آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے کہا تھا کہ جو میرا نفس ہے وہ تمہارا نفس ہے یعنی میرا تمہارا نفس ایک ہے۔ (۶۷)

۳۰۔ اتممت علیکم اپنی نعمت تمہارے لیے پوری کر دی۔ کلام پاک کی آیت۔ (۶۹)

۳۲۔ نص جلی۔ جو بالکل واضح اور صاف آیت ہے۔ (۷۰)

۳۴۔ ثعبان اژدہا۔ (۷۶)

۳۵۔ اذا زلزلت الارض کلام پاک کی آیت۔ جب زمین میں زلزلہ آجائے گا (۹۱)

۳۶۔ ضحاک۔ ایک ظالم بادشاہ کا نام (۸۴)

۳۷۔ تاج کیاں۔ بادشاہ کا تاج (۱۵)

۳۸۔ فغفور۔ چین کے بادشاہ کا لقب (۱۵)

۳۹۔ وارثوں۔ وارثا (۱۵)

۴۰۔ کاؤس۔ ایران کا مشہور بادشاہ (۱۵)

۴۰۔ قباد۔ بہت بڑا بادشاہ (۱۵)

۴۲۔ فریدوں۔ ایران کا ایک مشہور بادشاہ (۱۵)

۴۳۔ شدید۔ [illegible]

[illegible]

۴۴۔ دُنبال۔ سخرہ۔ (۸۱)

مرثیہ نمبر ۱۶

جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے

۱۔ فریضۂ سحری۔ صبح کی نماز

۲۔ شانے محاسنوں میں کیے۔ زلفیں میں کنگھی کی۔

۳۔ مُشک بیز، باد، عطر۔ خوشبوئیں

۴۔ سادات۔ [illegible]

۵۔ سبا۔ قدیم زمانے کا [illegible] بیوی بنی۔

۶۔ پیرہنِ یوسفی۔ [illegible] ہوئی بصارت واپس آگئی تھی۔

۷۔ عقیل۔ حضرت علیؓ کے بھائی کا نام

۸۔ مسلم بن عقیل۔ امام حسینؓ کے چچا زاد بھائی اور سفیر۔

۹۔ جعفر۔ حضرت علیؓ کے بھائی، عون و محمد کے دادا

۱۰۔ اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمین پہ کھلا۔

امام حسینؓ کے [illegible] کو اٹھارہ سورجوں کا مجموعہ قرار دیا ہے جو زمین پر [illegible]

۱۱۔ ارنی گوئے اوجِ طور۔ حضرت موسیٰؑ جو کوہِ طور پر [illegible] تھے۔

۱۲۔ وادیٔ مینو اساس۔ وادی جو بہشت کا ٹکڑا معلوم ہوتی تھی۔

۱۳۔ اطلس زنگاریٔ فلک۔ آسمان کی نیلی [illegible] کیا ہے۔

۱۴۔ صنعتِ ترصیع۔ عبارت میں دو یا چند جملے یا فقرے [illegible] ترتیب وار دوسرے کے [illegible]

اس میں ترصیع کی صفت ہوتی ہے۔ ایسی عبارت کو مسجع کہا جاتا ہے

۱۵۔ مینا کرنا۔ سونے یا چاندی کی چیزوں پر رنگین نقش و نگار بنانے کو کہتے ہیں۔ ۳

۱۶۔ وادیٔ مینو سواد۔ بہشت کے نقشے کی وادی۔ ۳۰۱

۱۷۔ دُرّراج۔ تیتر۔ ۱

۱۸۔ کبک چکور

۱۹۔ تیلہو۔ بٹیر

۲۰۔ طاؤس۔ مور

۲۱۔ سبدِ گل فروش۔ ٹوکری جس میں فروخت کرنے والے پھول رکھے جاتے ہیں۔ (۱۹۰

۲۲۔ زَہر یہ عربی لفظ ہے، زرد رنگ کے پھول کو کہتے ہیں۔ (۱۹۱

۲۳۔ حَق سُرَہٗ اس کا رزق حق ہے۔ قمری کی آواز (۱۹۱

۲۴۔ سبحان رَبّنا۔ "کیا اچھا ہے ہمارا رب" (۱۹۱

۲۵۔ یا حیّ یا قدیر۔ اے زندہ، اے قدرت والے، خدا کے نام (۱۹۷

۲۶۔ تہلیل و تسبیح۔ لا الٰہ الا اللہ کہنا، سبحان اللہ کہنا۔ (۱۹۷

۲۷۔ بکس گئیں۔ کس گئیں (۱۹۱

۲۸۔ بے چوبہ سپہر۔ بغیر چوبوں کا خیمہ، آسمان سے مراد ہے (۲۰۱

۲۹۔ بیت العتیق۔ خانہ کعبہ۔ (۲۰۱

۳۰۔ مدینہ۔ یثرب کا مشہور شہر جہاں جنابِ رسولِ خدا کا مزارِ مقدس ہے (۲۰۱

۳۱۔ کہتا تھا آسمانِ دہم پر چرخِ ہفتمیں

آسمان سات ہیں۔ اس کے اوپر آٹھویں کرسی اور اس کے اوپر نواں (۱۱۰

"عرش"۔ لیکن شاعر کہتا ہے کہ ساتواں آسمان امام حسینؑ کے خیمے کو

عرش سے اوپر کا درجہ دیتا تھا۔

۳۲۔ شمسۂ کیواں جناب۔ شمسہ خیمے کے کلس کو کہتے ہیں۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ اتنا بلند (۲۱۱

کلس تھا جس کی چوکھٹ زحل کے برابر تھی۔

۳۳۔ گُلِ آفتاب۔ سورج۔ سورج مکھی کے پھول کو بھی کہتے ہیں۔ (۲۱۱

۳۴۔ خطِ ابیض۔ سفید لکیر صبح صادق کی علامت۔ (۲۲

۳۵۔ کلوخ۔ مٹی کا ڈھیلا۔ یہاں مراد زمین یا صرف مٹی سے ہے۔

۳۶۔ حُسنِ صوت۔ آواز کا حسن۔

۳۷۔ قرأت۔ [illegible]

۳۸۔ شدّ و مَد۔ آواز کا اتار چڑھاؤ۔

۳۹۔ افصح اللغتی [illegible]

۴۰۔ لحنِ داؤدی۔ [illegible]
ہو جاتے تھے۔

۴۱۔ شبِ ہدایت۔ [illegible]

۴۲۔ عین الکمال۔ نظرِ بد۔

۴۳۔ لوذعی خوش تقریر، حاضر جواب

۴۴۔ طلاقت خوش بیانی

۴۵۔ قدقامت الصلوٰۃ۔ نماز قائم ہونی۔ [illegible]

۴۶۔ مُکبّر۔ [illegible]

۴۷۔ گرد بیانِ عرش۔ [illegible]

۴۸۔ اپنی ہست و بود۔ اپنی زندگی، اپنی جان [illegible]

۴۹۔ قنوت۔ [illegible]

۵۰۔ اجابت کے باب وا۔ یعنی قبولیت [illegible]

۵۱۔ تضرع۔ [illegible]

۵۲۔ سراج۔ چراغ

۵۳۔ الامان۔ خدا پناہ

۵۴۔ الحذر۔ خوف کا کلمہ، بھاگنا، بچنا

۵۵۔ مستجاب۔ قبول ہونا۔

۵۶۔ رہِ صواب۔ سیدھا راستہ، صحیح راستہ

۵۷۔ جوشنین۔ وہ دعائیں جو [illegible]
جاتی ہیں۔

۵۹۔ حضرت حمزہؓ۔ رسول اللہ کے چچا۔ بڑے بہادر تھے۔ (۵۳)

۶۰۔ مہرِ نبوت۔ جناب رسالت مآبؐ کے دونوں شانوں کے درمیان ایک ابھرا ہوا قدرتی نشان تھا جو مہرِ نبوت کہلاتا تھا یعنی آپ کے نبی ہونے کی علامت۔ (۵۳)

۶۰۔ مُرفق۔ کہنی (۵۵)

۶۰۔ رایت۔ علم، پرچم۔ (۵۵)

۶۲۔ علاوی کے نشان۔ مراد امام حسینؑ سے ہے (۵۶)

۶۳۔ محق۔ حق در (۵۸)

۶۴۔ ہمارے جد۔ عون و محمد کے دادا حضرت جعفر طیار سے مراد ہے جو رسول اللہؐ کے شہر سے پہلے عم بزرگوار تھے۔ (۵۹)

۶۵۔ عمرِ قتیل۔ چھوٹے عمر میں، عون و محمد بہت کم سن تھے۔ (۶۱)

۶۶۔ سبیل۔ ترکیب۔ (۶۱)

۶۷۔ مدیل۔ غیر۔ (۶۱)

۶۸۔ وصفِ انسانی۔ وہ صفت یا خوبی جو کسی اور کی وجہ سے حاصل ہو۔ (۶۴)

۶۹۔ ہزیمت۔ شکست۔ (۶۵)

۷۰۔ گنجِ شہیداں۔ شہیدوں کا خزانہ، کربلا میں ایک بڑی سی مشترک قبر معرکۂ کربلا کے شہیدوں کی ہے۔ اس کو گنج شہیداں کہتے ہیں۔ (۶۷)

۷۱۔ نشان۔ مقدس علم سے ہے۔ (۷۵)

۷۲۔ اُمہم البنین۔ بیٹوں کی ماں حضرت عباسؑ کی والدہ کا لقب۔ جن کے چار بیٹے تھے جو کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے۔ (۸۱)

۷۳۔ تاروں کی چھاؤں میں دلہن لانا۔ ہندوستان میں دلہن کو تھوڑی رات رہے تاروں کی چھاؤں رخصت کرنے لانے کا دستور تھا۔ (۸۱)

۷۴۔ پس از تہنیت۔ مبارک باد کے بعد۔ (۸۷)

۷۵۔ جنا۔ لکھوڑے کی گٹھی کا ایک محراب نما حصہ (۹۰)

۷۶۔ زرریزی۔ سونے کی طرح چمکنا۔ (۹۱)

۷۸۔ دولھا کا تاج جو سہرے سے بنا ہوتا ہے۔

۷۹۔ [illegible]
تھا جیسے دولھا کے چہرے پر سہرے کا سہرا بندھا ہے۔

۸۰۔ جنود ملائکہ۔ [illegible]

۸۱۔ دیوان علی کا بیٹا۔ [illegible]

۸۰۔ تفوق۔ برتری۔

۸۱۔ غرفہ۔ جھروکہ، کھڑکی، دریچہ

۸۲۔ [illegible]
شاعر نے [illegible]

۸۳۔ کنائی کا نہ۔ [illegible]

۸۴۔ ہُو بہُو۔ ہو بہو۔

۸۵۔ موکل۔ محافظ، نگہبان

۸۶۔ نہروان۔ عراق عرب کا [illegible]
دی تھی

۸۸۔ [illegible]

۸۹۔ نصف النہار۔ دوپہر کا وقت

۸۵۔ کمیں میں ہونا۔ گھات میں ہونا۔

۹۰۔ بن کاہل۔ [illegible]

۹۱۔ اے خاک پاک [illegible] مہمان نگاہ دار

یہ [illegible] کہا گیا ہے۔

۹۲۔ امام حسین کے جسم پر اپنے [illegible] بہت بڑے شجاع و بہادر تھے۔ (۱۲)

۹۳۔ زین طلا کار و نقرہ کار، ایسی زین جس پر سونے چاندی کا [illegible] (۱۱۳)

۹۴۔ ذوالدل شرد۔ ذوالدل حضرت علی کے گھوڑے کا نام تھا۔ [illegible] (۱۱۳)

والدہ کی نسل سے تھی

۹۵۔ جوّاد۔ سخی۔ فیاض۔

۹۶۔ سمندر۔ ایک جانور جو آگ میں پیدا ہوتا اور وہیں رہتا ہے۔

۹۷۔ کابلی۔ سُست، مضمحل

۹۸۔ چنار۔ ایک چھتنار درخت جو ایران اور کشمیر میں پیدا ہوتا ہے۔ سردی کے زمانے میں اس کے پتّے سُرخ ہو جاتے ہیں۔

۹۹۔ آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے

سورج کا روشن (آئینہ جیسا) چہرہ گرد سے دھندلا گیا تھا۔

۱۰۰۔ کرداب۔ بھنور۔

۱۰۱۔ ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱ بندوں میں شاعر نے سخت گرمی کی شدت کو طرح طرح سے دکھایا گیا ہے۔ زمین، آسمان، سورج، انسان، چرند، پرند، عناصرِ فطرت سب گرمی کی شدت سے تباہ حال ہیں۔ اسے تشبیہوں سے بڑی خوبی اور کمال کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۱۰۲۔ چرخِ اثیر۔ آگ کا کرّہ۔ (۱۲)

۱۰۳۔ کرۂ زمہریر۔ کرۂ ہوا کا وہ حصّہ جو بے حد سرد ہے۔ (۲)

۱۰۴۔ شہ امم۔ امتوں کا بادشاہ، امام حسینؑ۔ (۲۳)

۱۰۵۔ دام و دد۔ گھریلو اور جنگلی جانور یعنی ہر طرح کے جانور۔ (۱۲۳)

۱۰۶۔ مروحہ جنباں پنکھا جھلنے والا (۱۲۴)

۱۰۷۔ آب پاش۔ چھڑکاؤ کرنے والا۔ (۱۲۴)

۱۰۸۔ خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ کا لقب (۱۲۶)

۱۰۹۔ سابیاں جنت کا ایک چشمہ۔ (۱۲۶)

۱۱۰۔ بیاں پیادہ۔ (۱۲۶)

۱۱۱۔ نسیس و دنی بخیل و کمینہ و کنجوس (۱۲۶)

۱۱۲۔ جم ایران کے بادشاہ کا لقب۔ اس کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں (۸)
روایت کے مطابق ساری دنیا نظر آتی تھی اُسے جامِ جم کہا جاتا ہے۔

۱۱۳۔ کوثر۔ جنت کی ایک نہر کا نام

۱۱۴۔ کوسِ حرب۔ جنگ کا نقارہ

۱۱۵۔ کر ہونا۔ بہرا ہونا۔

۱۱۶۔ شیر شرزہ خوفناک شیر

۱۱۷۔ غاب جنگل۔

۱۱۸۔ اثر۔

۱۱۹۔ تیغ کا پانی۔ تلوار کی آب یا کاٹ

۱۲۰۔ قلب وجناح ومیمنہ ومیسرہ تباہ۔

فوج کا درمیانی، دونوں بازو اور بائیں حصہ سب تباہ ہو گئے ہیں۔ (۱۳۷)

۱۲۱۔ پائے مور۔ چیونٹی (۱۳۷)

۱۲۲۔ مخبر۔ جاسوس (۱۳۹)

۱۲۳۔ پیک۔ سفیر، قاصد۔ (۱۴۸)

۱۲۴۔ عَسس۔ لشکر پر پہرہ دینے والے۔ (۱۴۸)

۱۲۵۔ ترنگ۔ کمان کا کڑکنا، آواز۔ (۱۵۱)

۱۲۶۔ صبحۂ فرس۔ گھوڑے کی آواز کا شور۔ (۱۵۱)

۱۲۷۔ ابلق۔ دورنگا (سیاہ وسفید) گھوڑا۔ (۱۵۱)

۱۲۸۔ سرنگ۔ لال رنگ کا گھوڑا (۱۵۱)

۱۲۹۔ خود اس کے سامنے تھا پیپول سباب کا

یعنی دشمن کے سروں پر پہنے خود اس قدر تھے کہ پیپل کے پتے سے زیادہ نہ تھے۔ (۱۵۴)

۱۳۰۔ سیسر۔ کمان کا چلّہ

۱۳۱۔ گریزا گریز۔ بھاگڑ، بھگدڑ

۱۳۲۔ کلفت۔ موٹا، بھدا، بے ڈول

۱۳۳۔ روئیں تن۔ کانسے کے سے جسم والا۔ نہایت قوی۔

۱۳۴۔ دَغل۔ مکّار۔

۱۳۵۔ دُھنی۔ بات پر قائم رہنے والا۔ (۱۶۵)

۱۳۶۔ بَلی طاقت ور (۱۶۵)

۱۳۷۔ ماہی پہ ڈگمگا گئے گاؤ زمیں کے پاؤں۔ (۱۶۷)

اسی روایت کی طرف اشارہ ہے جسے اکثر انیس لکھتے ہیں کہ زمین جو گائے کے سینگ پر ٹکی ہے، وہ مچھلی کی پشت پر کھڑی خوف سے ڈگمگا گئی۔

۱۳۸۔ دست پاچہ۔ بدحواس۔ (۱۷۰)

۱۳۹۔ پشت کے فقروں۔ ریڑھ کی ہڈی کے مہروں (۱۷۰)

۱۴۰۔ شاہین و کبک چھپ گئے اِک جا ملا کے سر

شاہین چکور کا شکار کرتا ہے مگر اسی وقت خوف سے دونوں ایک جگہ (۱۷۳)
سر جوڑ کر چھپے ہوئے تھے یعنی کسی بات کا ہوش نہ رہا تھا۔

۱۴۴۔ لبیک۔ میں حاضر ہوں۔ پکارنے، بلانے، طلب کرنے کے جواب میں کہا (۱۷۶)
جاتا ہے۔

۱۴۲۔ اَعور بن سلمی۔ یزیدی فوج کا ایک سپاہی (۱۸۲)

۱۴۳۔ سنان ابنِ انس۔ یزیدی فوج کا سردار۔ امام حسینؑ کا جانی دشمن۔ (۱۸۲)

۱۴۴۔ وامحمداؐ۔ "اے محمدؐ آپ کی دہائی ہے"۔ (۱۸۴)

۱۴۵۔ مُقتدا۔ رہبر، رہنما۔ (۱۸۴)

۱۴۶۔ لُٹا گئے گھر و غدر گاہ میں

اشارہ ہے اس روایت کی طرف کہ امام حسینؑ نے بچپن میں اپنے (۱۸۹)
نانا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ دینِ محمدی کو بچانے کے لیے اپنی جان قربان کر دیں گے۔

مرثیہ نمبر ۱۷

آج شبیر پہ کیا عالمِ تنہائی ہے

نیّرِ بُرجِ امامت۔ امامت کے برج کے آفتاب یعنی امام حسینؑ (۱۰)

اہلِ کیں۔ کینہ رکھنے والے۔ (۱۱)

۴۳۔

ہے پہلے تو ہرنی خود بچہ لے کر جناب رسول اللہ کے پاس (۳۰)
آ گئی تھی

۶۔ پذیرا۔ قبول۔ (۳۰)

۷۔ صادق الاقرار۔ قول کا سچا۔ [illegible]
لہٰذا آپ صادق الاقرار ہیں۔

۷۔ خیالِ شہدا۔ شہیدوں کا خیال۔

۸ طوبیٰ بہشت کے ایک درخت کا نام (۲۲)

۹۔ محشور ہوں گے۔ [illegible]

۱۰۔ خاکِ شفا۔ یہ مٹی جس کے پانے سے مرض [illegible]

۱۱۔ مرہمِ کافور۔ کافور سے بنا ہوا [illegible]

۱۲۔ ریگِ تفیدہ۔ تپتی ہوئی ریت۔ گرم ریت

۱۳۔ خوں خواہ۔ [illegible]

۱۴۔ جسم کا غربال ہونا۔ چھلنی کی طرح سے جسم میں چھید چھید ہو جانا

۱۵۔ سراپردہ۔ پردہ دار گھر۔ (۵۱)

مرثیہ نمبر ۱۸

جب کہ نذر ہوئی تیغِ امت سے ذبح

۱۔ غالبِ ہر غالب۔ بہت بڑا فاتح۔ [illegible]

۲۔ سیدِ لولاک۔ [illegible] آپ کا لقب۔

۳۔ سلطانِ عرب۔ جناب رسول اللہ سے مراد۔

مرثیہ نمبر ۱۹

جب غرقِ بحرِ خوں ہوئی کشتی نجات کی

۱۔ سیدِ سردارِ انس وجاں۔ جن و انس سب کے سردار یعنی جناب رسول اللہ

۴۔ درّانہ۔ بے دھڑک۔ (۹۱)

۳۔ مُہیب خوفناک۔ (۱۷)

۴۔ ابو مخنف کربلا کے واقعات کے ایک راوی کا نام (۲۸)

۵۔ خولی اصبحی۔ فوج یزید کا ایک سردار (۳۱)

۶۔ دُرِ شب چراغ۔ رات کے چراغ کی طرح چمکنے والا موتی۔ اندھیرے میں دمکنے والا موتی۔ (۳۶)

۷۔ ہودج۔ عماری، کجاوہ (۴۶)

۸۔ گُل عذارِ فاتحِ بدر و حنین بدر و حنین فتح کرنے والے کا بیٹا، یعنی علیؑ کا بیٹا حسینؑ (۴۷)

مرثیہ نمبر ۲۰

اے مومنوں کیا صادق الاقرار تھے شبیرؑ

۱۔ صادق الاقرار۔ سچا، وعدہ وفا کرنے والا۔ (۱)

۲۔ وعدۂ طفلی۔ اُسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب امام حسینؑ نے اسلام کے لیے جان کی بازی لگانے کا عہد اپنے نانا سے کیا تھا۔ (۱)

۳۔ مخبرِ صادق۔ سچی خبر دینے والا، مراد جناب رسالت مآب سے ہے۔ (۲)

۴۔ شیریں رقمانِ۔ صنعتِ حُسنِ بلاغت۔ بلاغت کے حسین چہرے کی شیریں بیانی سی رقم کرنے والے۔ (۵)

۵۔ شیریں۔ حضرت شہر بانو کی کنیز۔ (۵)

۶۔ تفاوت۔ فرق۔ مختلف (۲۹)

۷۔ کفِ دست ہوئے مطلعِ انوار

مطلب یہ ہے کہ ہتھیلیاں چمکنے لگیں۔ (۷۵)

۸۔ یدِ بیضا۔ چمکتی ہتھیلی۔ یعنی حضرت موسیٰ کے ہاتھ کی طرح دمک رہا تھا۔ (۷۹)

۹۔ وادیِ ایمن طور کی وادی، جہاں حضرت موسیٰؑ کو خدا کا نور نظر آیا تھا۔ (۷۵)

۱۰۔ صُرّہ دینار۔ دینار کی تھیلی، عرب میں سونے کے سکّے کو دینار کہتے ہیں۔ (۷۸)

مرثیہ نمبر ۲۱

آمد آمد حرمِ شاہ کی دربار میں ہے

۱۔ عزّتِ اطہار۔ خاندانِ رسالت کی خواتین

۲۔ عقدہ کشا۔ [illegible]

۳۔ سیلی۔ زخم، گھاؤ

۴۔ وفا۔ [illegible]

۵۔ [illegible]۔ [illegible]

۶۔ این بنی این ابی۔ [illegible]

۷۔ سلطان حجازی۔ [illegible]

۸۔ بنتِ شہ مرداں۔ حضرت زینبؑ بنت علیؑ

۹۔ مصحف۔ قرآن شریف

۱۰۔ فرقِ قوسین۔ [illegible]

ورنہ میں صرف دو کمانوں کا فاصلہ تھا

۱۱۔ ۲۸ بند میں حضرت علیؑ کے حق میں آیات و فضیلتوں کا بیان ہے۔

۱۲۔ تعزیر۔ [illegible]

مرثیہ نمبر ۲۲

جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی۔

۱۔ دُودِ آہ۔ آہوں کا دھواں

۲۔ ہر دربانِ حجرہ چشمِ بخیلِ تنگ۔

ہر کوٹھڑی کا داروغہ کنجوس کی آنکھ کی طرح تنگ تھا۔

۳۔ احتباس۔ گھٹن، حبس

۴۔ ضیق۔ تنگی، مشکل وقت

۵۔ معمور۔ بند ہو جانا، کنڈی لگ جانا، سجر جانا۔

۶۔ تدرو۔ ایک خوبصورت و خوش رنگ جنگلی پرندہ۔

۷۔ ہر زماں۔ ہر وقت۔

۸۔ قارون، نمرود، شدّاد، فرعون۔ ماضی کے ظالم و سرکش حکمران جو صاحبِ ثروت تھے

کے منکر تھے اور جن پر عذابِ الٰہی نازل ہوا۔

۱۳۔ طاقِ کسریٰ کسریٰ ایران کے بادشاہوں کا لقب

۷۔ وعدۂ روزِ تخت۔ اُس دن کا وعدہ۔ (۹۲۱)

۵۔ خُوک۔ سؤر

۶۔ یتیم و یسیر۔ یتیم بے باپ کا بچہ و یسیر جس کی ماں نہ ہو یعنی بے ماں باپ کے بچے۔ (۹۲۱)

۷۔ ۹۳ واں بند نسخۂ پریس کی بدر میں موجود نہیں ہے۔ مرثیہ میر انیس (نول کشور) میں ہے۔ (۹۳۱)

۱۸۔ فقیرِ کور۔ اندھا فقیر۔ (۹۳۱)

۱۹۔ حضرت علیؑ کی شہادت کے وقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ آپ نے بیٹوں کو اپنے قاتل کا خیال رکھنے کی ہدایت کی تھی۔ (۹۴۱)

۲۰۔ خُلقِ مُجتبےٰ امام حسنؑ کا لقب مجتبےٰ ہے۔ ان کے حسن اخلاق کا شہرہ دور دور تک تھا۔ (۹۵۱)

۲۱ دریائے فیض، ابرِ کرم، منبعِ سخا

بند امام حسینؑ کی تعریف کر رہی ہے کہ وہ فیض کا دریا، کرم کا ابر اور سخاوت کا سرچشمہ ہیں۔ (۹۵۱)

۲۲۔ حق میں بھی فیضِ صحبتِ مولیٰ سے بہرہ ور

بند امام حسینؑ کی کنیز رہ چکی تھی۔ ایک کمزور روایت یہ بھی ہے کہ وہ کسی زمانے میں آپ کے عقد میں تھی۔ یہاں اس کی طرف اشارہ ہے۔

۲۳۔ گنّا جبیں پہ کرشتِ طاعت کا ہے نشاں۔ (۱۱۸۱)

جو لوگ بہت زیادہ عبادت اور سجدے کرتے ہیں ان کے ماتھے پر ایک گول نشان پڑ جاتا ہے اُسے گنّا کہتے ہیں۔

۲۴۔ تقویٰ۔ نیکی، پرہیزگاری (۱۱۹۱)

۲۵۔ تعب۔ رنج، غم (۱۲۰۱)

۲۶۔ عارض جو عارضہ تو شفا جانتے ہیں ہم

صبر و رضا کے مجسمہ حضرت سجادؑ کی زبان سے کہلوایا ہے کہ اگر ہمیں بیماری لاحق ہو جائے تو ہم اُسے شفا ہی سمجھتے ہیں۔ (۱۲۴۱)

۲۷۔ قبلہ چہارم۔ [illegible]

۲۸۔ روزی رسانِ عاصیاں واجب الوجود

[illegible]

[illegible] روزی دیتا ہے اور اس کا وجود اٹل ہے۔ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ

[illegible]

۲۹۔ مالک الرقاب۔ تمام زمین کا مالک۔ (۲۰۱)

کارہ۔ ناراست رہنے والا۔ سمجھنے والا۔ (۲۰۱)

اشتباہ۔ شبہ (۲۰۱)

عارض کبود ہیں۔ زخمی ہیں۔ (۲۰۱)

حاشیہ نمبر ۲۰۰

جب طوقِ سلاسل میں مسلسل ہوئے عابد

۱۔ مقہور۔ جس پر خدا کا قہر نازل ہو۔ (۲۰۱)

۲۔ نارسے۔ جہنم سے (۲۰۱)

۳۔ مقنعہ۔ نقاب۔ (۲۰۱)

۴۔ مُوَ بال۔ (۲۰۱)

۵۔ یا اَبَتا۔ اے مرے باپ (۲۰۱)

۶۔ اعجاز۔ کرامت۔ معجزہ۔ (۲۰۱)

۷۔ خُلقِ برگزیدہ۔ [illegible] (۲۰۱)

۸۔ نخوت۔ غرور۔ تکبر۔ (۲۰۱)

۹۔ شقہ۔ پرچہ۔ خط۔ (۲۰۱)

۱۰۔ سایہ جو نہ ہوتا تو رسولِ عربی تھا۔ (۲۰۱)

جناب رسالت مآب کے جسم مطہر کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا، چونکہ آپ بشر ہم صورتِ رسولؐ تھے اسی لیے بنی اسد یہ کہہ رہے ہیں کہ ان میں اور آں حضرت میں بس اتنا ہی فرق تھا کہ ان کا سایہ پڑتا تھا۔

۱۱۔ حوریوں۔ حور کی جمع۔ (۲۰۱)

۱۲۔ سرور۔ سردار۔ امام حسینؑ سے مراد ہے۔ (۷۹)

۱۳۔ امامِ زمن۔ امامِ وقت، یہاں مطلب چوتھے امام سیّد سجاد سے ہے جو امام (۸۱)
حسینؑ کے بعد امامِ وقت تھے۔ عقیدہ یہ ہے کہ امام کی تدفین
صرف امام ہی کر سکتا ہے اور دفن کے وقت کربلا میں اعجاز سے سیّد
سجاد پہنچ گئے تھے۔

۱۴۔ زیارت۔ زیارت کسی مزار پر حاضری کو کہتے ہیں۔ کسی مرحوم بزرگ کو جو سلام (۸۳)
پیش کیا جاتا ہے اُسے بھی "زیارت" کہا جاتا ہے۔

مرثیہ نمبر ۲۴

دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی

۱۔ ساقین۔ پنڈلیں۔ (۱۶)

۲۔ شہِ خوشخو۔ نیک خُو بادشاہ سے مراد سیّد سجاد سے ہے۔ (۱۷)

۳۔ ابنِ زیاد۔ عبید ابن زیاد، کوفے کا وہ ظالم حاکم جس کے حکم پر (اور یزید کے (۱۸)
ایما پر) کربلا میں امام حسینؑ کو شہید کیا گیا۔

۴۔ راحلہ زادِ سفر۔ اونٹ اور سفر کا سامان۔ (۱۹)

۵۔ تقیّد۔ تاکید، سختی (۲۱)

۶۔ سبطِ شہِ لولاک۔ جناب رسولِ خدا کے نواسے (۲۵)

مرثیہ نمبر ۲۵

دن گزرے بہت قید میں جب اہلِ حرم کو۔

۱۔ کاہیدہ۔ دُبلا، پتلا۔ (۹)

۲۔ کبود۔ نیلا۔ (۱۱)

۳۔ تفحّص۔ تلاش، جستجو۔ (۳۰)

۴۔ مخدومہ عالم۔ ساری دنیا کی محترم۔ یعنی جنابِ فاطمہؑ۔ (۳۱)

۵۔ وَقر۔ عزّت، توقیر۔ (۴۰)

۶۔ پذیرا۔ قبول۔ (۴۲)

۷۔ دِیتِ خوں۔ خوں بہا، کسی کے قتل کا معاوضہ اس کے وارثوں کو دینا۔ (۴۳)

۹۔ صدقہ سر۔ نثار ہونا، وارنا کرنا۔

مرثیہ نمبر ۲۶

نمک خوان تکلم ہے فصاحت میری

۱۔ نمک خوان تکلم ہے فصاحت میری
گفتگو یہ کہ ہے دستر خوان پہ میری فصاحت کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ یعنی میری فصاحت کا مزہ انہی سے

۲۔ پانچوں پشت ہے شبیہ کی مداحی میں
چونکہ یہ مرثیہ انیس نے اپنے بیٹے میر حسن کی تعریف میں لکھا ہے اس لیے پانچویں پشت کہا ہے۔ انیس خود چوتھی پشت میں تھے۔

۳۔ جدّ اعلےٰ۔ یعنی یہ فصاحت ان کے بیٹے میر حسن پوتے نیز دیگر پوتے یہ انیس۔ اس بند میں اپنے بزرگوں کی مدح حسین مرثیہ گوئی کا تذکرہ ہے۔

۴۔ علم ذی قدر۔ میر حسن عسکری کے دونوں چچا۔ میر انیس کے بھائی یہ سب شاعر و میرانس بلند پایہ مرثیہ گو تھے۔

۵۔ نثر بے سجع نہیں۔ سجع نثر ایسی عبارت ہوتی ہے جس میں دو فقروں یا جملوں کے آخری لفظ ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

۶۔ متبع۔ پیرو۔

۷۔ سحر حلال۔ ایسا جادو جو حرام نہیں بلکہ مطلب کرامت سے ہے۔

۸۔ قلزم رحمت معبود کا قطرہ ہوں میں
میں خدا کی رحمت کے سمندر کی ایک بوند ہوں۔

۹۔ مرجان۔ ایک قسم کا قیمتی پتھر، جواہر

۱۰۔ مباہات۔ فخر، ناز۔

۱۱۔ مغلق۔ مشکل لفظ جو سمجھ میں نہ آئے۔

۱۲۔ گنجلک۔ الجھا ہوا۔

۱۳۔ تعقید۔ جملوں یا مصرعوں میں لفظوں کی ترتیب آگے پیچھے ہونا۔ (۸)

۱۴۔ نقشِ ارژنگ۔ مشہور مصور مانی کی تصویروں کے مرقع کا نام۔ (۹)

۱۵۔ کاواک لکیریں۔ بے ڈول بے ڈھنگی لکیریں۔ (۹)

۱۶۔۱۷۔ مانی، بہزاد۔ مشہور ایرانی مصور (۱۰)

۱۸۔ کجی۔ ٹیڑھا۔ یہاں بھنوؤں کے ترچھے ہونے سے مراد ہے۔ (۱۲)

۱۹۔ بارھویں بند کے ابتدائی چار مصرعوں میں شاعر نے خوبی کے ساتھ دکھایا ہے کہ ہر لفظ کو اس کے صحیح مقام پر رکھا جائے تو اس میں حسن پیدا ہو جاتا ہے (۹۲)

۲۰۔ بارھویں بند کا ٹیپ کا شعر ؎

داند آنکس کہ فصاحت بہ کلامے دارد ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد (۱۲)

کہتے ہیں جس کے کلام میں فصاحت ہو وہ جانتا ہے کہ ہر بات کے لیے ایک موقع اور ہر نکتہ کے لیے ایک مقام ہوتا ہے۔

۲۱۔ سترھویں بند میں شاعر نے باغ کے درختوں، پھولوں اور پرندوں کا ذکر کیا ہے۔ بلبل کا نغمہ، پھولوں کی مہک، سنبل کے لٹکتے گیسو، قمریوں کا شمشاد پر "یاہو یاہو" صدائیں بلند کرنا، سرو پر فاختہ کی "کود — کود" کی آوازیں۔ یہ سب اپنی اپنی زبان میں معبودِ حقیقی کی حمد و ثنا کر رہے ہیں۔ (۱۷)

۲۲۔ شادی۔ خوشی۔ (۱۸)

۲۳،۲۴۔ حضرت سلمان، حضرت ابوذر۔ جناب رسولِ خدا کے معزز صحابی۔ (۲۲)

۲۵۔ عمار، مالک اشتر۔ حضرت علیؓ کے دوست اور وفادار ساتھی۔ (۲۲)

۲۶۔ حضرت حمزہ۔ رسول اللہ کے چچا۔ (۲۳)

۲۷۔ تخشع و تضرع۔ عاجزی و انکسار۔ (۲۴)

۲۹۔ تذلل۔ انکسار۔ عاجزی (۲۴)

۲۰۔۳۰۔۳۱۔ قیام و قعود، رکوع و سجود۔ نماز کے ارکان۔ (۲۴)

۳۲۔ سورۂ نصر۔ کلام پاک کا ایک سورہ جو فتح مکہ کے وقت نازل ہوا تھا۔ (۲۸)

۳۳۔ چاند میں ہے عیب کلف۔ چاند میں یہ عیب ہے کہ اس میں دھبہ ہے۔ (۲۸)

۳۴۔ یوسفِ کنعان حسن۔ قاسم بن حسنؑ بہت حسین تھے اس لیے ان کو حضرتِ (۳۳)

۳۵۔ شہ دوال [illegible] قبا [illegible] فوت ہا [illegible] ، فر [illegible]
یہ سب قب [illegible] ے مضبو [illegible]
لیے ان سے مدد مانگی گئی ہے۔

۳۶۔ تفرقہ پرداز۔ دشمن کے پھیلائے ہوئے۔

۳۷۔ حالی نام

۳۸۔ جھیاسٹھویں بند میں امام حسینؓ نے دشمن کی فوج کو پیٹھ دکھانے والا علی مرتضیٰؓ کی صفت بتائی ہے

۳۹۔ دوشِ احمد پہ انہیں رتبۂ معراج ملا۔
اس وقت کی طرف اشارہ ہے جب حضرت علیؓ نے آنحضرتؐ کے
کاندھے پر چڑھ کر بتوں کو توڑا تھا۔

۴۰۔ نظامی پریس میرٹھ کا ایک اخبار جو اردو نیشن میں نکلتا تھا۔

۴۱۔ حجّت اللہ۔ خدا کا ثبوت یا حضرت علیؓ ہے۔

۴۲۔ قائمۂ عرش۔ عرش کا پایہ۔

۴۳۔ تیغ دو پیکر۔ دو ہرے پھل والی تلوار

۴۴۔ غضب اللہ و علیہم ان پر خدا کا غضب نازل ہو۔ قرآن پاک کی سورۂ فاتحہ کا ایک ٹکڑا۔

۴۵۔ جائزہ لینا۔ حاضری لینا۔ معائنہ کرنا۔

۴۶۔ طبلقیں کٹنا۔ فوج کے دفتر میں ہر سپاہی کی ایک فہرست ہوتی تھی جسے طبق کہتے تھے۔ جب کسی سپاہی کا نام خارج کیا جاتا تو اس کی فہرست چاک کر دی جاتی جس کو طبلق کٹنا کہا جاتا تھا۔

۴۷۔ چہرے نظری ہونا۔ سپاہی کا نام کٹنا۔

۴۸۔ بکتر۔ ایک قسم کی زرہ۔

۴۹۔ حصار۔ گھیر لینا۔

۵۰۔ لوحِ محفوظ۔ عرش پر ایک تختی ہے جس پر ایک قلم خدائی احکام اور ہونے والے واقعات لکھتا رہتا ہے۔

۵۱۔ مکلّل بجواہر۔ جواہرات سے آراستہ پیراستہ۔

۵۱۔ شہِ جنّ و بشر۔ مراد امام حسینؑ سے ہے۔ (۹۱)

۵۲۔ زرہ جامہ۔ زرہ کے نیچے پہننے کا لباس۔ (۹۳)

۵۳۔ مصحفِ رُخ۔ امام حسینؑ کے چہرے کو قرآنِ پاک کہا گیا ہے۔ (۹۴)

۵۴۔ جُزو ہر اک تن میں شبیرؑ کا سی پارہ تھا۔ (۹۴)

کلامِ پاک تیس حصّوں میں تقسیم ہے اور ہر حصّہ پارہ کہلاتا ہے۔ امام حسینؑ کا جسمِ مقدس ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ ان کو سی پارہ (تیس ٹکڑے) کہا گیا ہے۔ اس میں تلمیح ہے کلامِ پاک کے تیس پاروں سے۔

۵۵۔ ڈریڑے۔ دھارے۔ (۹۵)

۵۶۔ ہوتی ہیں کعبے کو گرا دینے کی (۹۵)

امام حسینؑ کے زخمی ہو کر گرنے کو کعبہ کو ڈھانا کہا گیا ہے۔

۵۷۔ پاؤں قرآن پر رکھا۔ یعنی امام حسینؑ کا سینہ قرآنِ پاک کی طرح مقدس تھا اس پر پیر رکھنا، گویا قرآن پاک کے ساتھ بے ادبی کرنا تھا۔ (۹۹)

مرثیہ نمبر ۲۷

جب فاتحہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا

۱۔ جو معرضِ فنا میں ہیں۔ جو خود کسی نہ کسی دن فنا ہونے والے ہیں۔ (۱۵)

۲۔ غل ہے کہ ہاں نجات کا پہلو لیے ہوئے۔

مطلب یہ کہ غیب سے آواز آ رہی ہے کہ ہاں ذرا سنبھل کے کہیں ساری کائنات فنا نہ ہو جائے۔ (۲۵)

۳۔ صفوف ملائک۔ فرشتوں کی قطاریں۔ (۲۷)

۴۔ دو راتیں اک سحر، رُخِ نیکو کو دیکھیے۔ (۲۹)

۴۔ مسرع ہیں دو زلفیں جو چہرے کے اِدھر اُدھر لٹک رہی ہیں ان کو رات کہا گیا ہے، اور امام حسینؑ کے چہرہ کو صبح۔

۵۔ عنبہ سارا۔ سے رتبہ کو عنبہ۔ (۲۹)

۶۔ ابرو ہے یا کھنچی ہوئی حیدرؑ کی ذوالفقار یہ مُو بھرے ہوئے نہیں جوہر ہیں آشکار (۳۰)

امام حسینؑ کی بھنوؤں کو ذوالفقار سے تشبیہ دی اور ابرو کے بالوں

کو کہا ہے کہ گویا تلواریں جوہر ہیں۔ (اصلی فولاد میں باریک باریک
چمکتی لکیریں نظر آتی ہیں۔)

(۳۱)

۷۔ چشم داشت۔ اُمید۔ بھروسہ۔

(۳۲)

۸۔ سرخوش ہے۔ مست ہے۔

(۳۳)

۹۔ جنّت سواد میں، ید بیضا بیاض میں
آنکھ کا ذکر کر کے شاعر کہتا ہے کہ اس آنکھ میں جو سیاہی ہے وہ
گویا جنّت ہے اور اس کے اردگرد جو سفیدی ہے وہ حضرت
موسیٰؑ کی ہتھیلی کی طرح یوں چمکتی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جائیں۔

(۳۳)

۱۰۔ روشن سواد ہو۔ ذی علم ہو جائے، قابل ہو جائے۔

(۳۴)

۱۱۔ طنّاز۔ ناز کرنے والا۔

(۳۴)

۱۲۔ غم طراز۔ غم ختم کرنے والا

(۳۵)

۱۳۔ آماج خوف۔ خوف کا نشانہ۔

(۳۰)

۱۴۔ دُرج دہن۔ دہن کو ڈبیا سے تشبیہ دی ہے۔

(۴۰)

۱۵۔ طوطی شکر شکن۔ شکر کھانے والا پرند۔ یہاں مطلب شیریں بیان سے ہے۔

(۴۱)

۱۶۔ تنافرِ کلمات۔ ایسے دو حرفوں کا ساتھ ساتھ ہونا جو کانوں کو ناگوار ہوں۔

(۴۲)

۱۷۔ منتہی۔ انتہا درجہ کا علم حاصل کرنے والا۔

(۴۲)

۱۸۔ کواکب فلک۔ آسمان کے تارے۔

(۴۳)

۱۹۔ زبان لال ہونا۔ زبان کا گنگ ہو جانا۔

(۴۴)

۲۰۔ لُعبت۔ کھلونا، گڑیا۔

(۴۵)

۲۱۔ شبِ یلدا۔ تاریک شب۔ اندھیری رات

۲۲۔ یا وہ مدینہ علم کا، حیدرؑ ہے جس کا در۔

(۴۶)

اس میں جناب رسول خداؐ کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے یعنی :۔
"انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس
کا دروازہ ہیں۔

(۴۵)

۲۳۔ گردان وہ بزم لَم یزلی کا ہے جو سراج۔

وہ بزم جو ہمیشہ قائم رہے گی، یہ گردن اسی بزم کا چراغ ہے۔ (۵۴)

۲۴۔ مورچال۔ خندق۔ حفاظت کے لیے قلعہ کے گرد کھودی جانے والی کھائی۔ (۵۴)

۲۵۔ پیلا۔ تلوار کی نوک، تیغ کا سرا۔ (۵۸)

۲۶۔ یوں صبر پنجتن میں گرفتار ہو گئے۔

"صبر پڑنا" محاورہ ہے۔ "فلاں پر ہمارا صبر پڑے گا" وغیرہ۔ یہاں (۶۰)
مطلب ہے کہ پنجتن کا صبر یزیدی فوج پر پڑا تھا۔

۲۷۔ زوج۔ جوڑا۔ یہاں مراد دو سے۔ (۶۳)

۲۸۔ قاف سے تا قاف۔ مراد ساری دنیا۔ (۶۹)

۲۹۔ نقطے عیاں ہیں سورۂ والشمس پر کہ خال۔ (۷۱)

قرآن شریف میں ایک سورۂ والشمس ہے۔ اسی سے امام حسینؑ
کے چہرے کو اور اس پر جو تل تھے ان کو سورہ کے نقطوں سے
تشبیہ دی ہے۔

۳۰۔ اشہبِ ضیغم خصال۔ شیر کی خصلت رکھنے والا گھوڑا۔ (۷۲)

۳۱۔ یکہ تاز۔ اعلیٰ درجہ کا شہ سوار۔ (۷۳)

۳۲۔ سیاہ گوش۔ سیار، گیدڑ۔ (۷۳)

۳۳۔ نہنگ۔ گھڑیال۔ (۷۸)

۳۴۔ گامچیاں۔ گام کے معنی قدم کے درمیانی حصہ ہے۔ یہاں نایاب چھوٹے چھوٹے (۸۰)
قدم اٹھانے سے مراد ہے۔

۳۵۔ ترکی تمام ہونا۔ جنسی طاقت (یا قابلیت) کا ختم ہو جانا۔ (۸۴)

۳۶۔ خیل خیل۔ گروہ در گروہ۔ (۸۸)

۳۷۔ غزا۔ لڑائی، جہاد۔ (۹۳)

۳۹۔ سورہ حدید۔ قرآن پاک کی ایک سورہ جس میں حضرت علیؓ کی مدح ہے۔ اور (۹۷)
"ذوالفقار" کا ذکر ہے۔

۴۰۔ سبعۂ سیارہ۔ حرکت کرنے والے تارے۔ (۹۹)

۴۱۔ عفریت۔ بھوت پریت۔ (۱۰۵)

۴۲۔ غریو۔ شور، چیخ۔ (۱۰۵)

۴۳۔ مملکتِ خدع کا خدیو۔ دھوکے کی سلطنت کا بادشاہ۔ (۱۰۵)

۴۴۔ دستِ تعدی پسند۔ ظلم وستم کو پسند کرنے والا ہاتھ۔ (۱۱۲)

۴۵۔ تمساح وشیر شہ، جبال وبحار میں سمندر میں مگرمچھ اور پہاڑ میں بہادر شیر (۱۱۴)

۴۶۔ سیمرغ وفیل، وہ پرپشہ، یہ پائے مور۔
اس مصرعہ میں بھی لف ونشر مرتب ہے۔ کہتے ہیں سیمرغ مچھر کے پر (۱۱۵)
اور ہاتھی چیونٹی کے پیر کی طرح بے حقیقت (یا کمزور) تھے۔

۴۷۔ لاف وگزاف۔ شیخی، گپ، ڈینگ۔ (۱۱۹)

۴۸۔ گرزِ گاؤ سر۔ ایک قسم کا گرز جو آگے سے بہت موٹا ہوتا ہے۔ (۱۲۵)

۴۹۔ خوزادہ۔ آقازادہ۔ (۱۵۹)

۵۰۔ عصابہ۔ سر کا کپڑا، رومال۔ (۱۶۰)

maablib.org

میر سید علی انیس (پیدائش فیض آباد 1803ء وفات لکھنو 1874ء) اردو کے پانچ سب سے بڑے شعرا میں سے ہیں۔ تمام ہندوستان۔ بلکہ عالمی ادب کے پس منظر میں بھی دیکھا جائے تو میر انیس عظیم شعرا میں شمار ہونے کے مستحق ہیں۔ ان کی شخصیت اور شاعری دونوں کی شہرت ان کی زندگی میں ہی ہندوستان گیر ہو چکی تھی اور اس شہرت میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا ہے۔ میر انیس کی شاعری کی تنقید اور قدر شناسی میں علامہ شبلی اور پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کی تحریریں لازوال اہمیت کی حامل ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ میر انیس کے کلام کے مستند اور مکمل مجموعے دستیاب نہیں ہیں۔ ان کے مرثیوں، سلاموں، اور رباعیات کی صحیح تعداد اب تک متعین نہیں ہو سکی ہے۔ ان کے کلام کے مختلف ایڈیشن مجموعوں انتخابات کی شکل میں چھپتے رہے ہیں لیکن ان میں کلام کی صحت اور اعتباریت کا پورا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ ضرورت تھی کہ ہندوستان کے اس عظیم شاعر کے بہترین مرثیوں کا ایسا ایڈیشن شائع ہو جو حتی الامکان صحیح ہو اور جس سے طالب علم اور ماہر دونوں یکساں مستفید ہو سکیں۔ ترقی اردو بورڈ کے زیر ہدایت، ترقی اردو بیورو نے مراثی انیس کے یک عمدہ ایڈیشن کی اشاعت کا منصوبہ بنایا۔ فیصلہ ہوا کہ میر انیس کے بہترین مراثی ممکن صحت اور احتیاط کے ساتھ دو جلدوں میں شائع کیے جائیں۔ ترتیب و تدوین کا یہ اہم کام صالحہ عابد حسین کے سپرد کیا گیا۔ انیس کے مرثیے کے عنوان سے پہلی جلد جس میں 18 مرثیے ہیں اور جو فرہنگ اور اختلاف نسخ کو ملا کر 510 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، 1977ء میں شائع ہوئی۔ ہمیں خوشی ہے کہ یہ دوسری جلد جس میں 24 مرثیے ہیں، اب آپ کے سامنے ہے اور اس طرح ہم اردو زبان و ادب کی خدمت کے سلسلے میں ایک اہم فرض سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔

صالحہ عابد حسین پانی پت کے ایک ممتاز خاندان کی فرد ہیں۔ ان کے والد خواجہ غلام الثقلین مشہور مصلح اور مصنف تھے۔ مولانا حالی ان کے پرنانا تھے۔ 1933ء میں ان کی شادی مشہور ادیب اور دانشور ڈاکٹر عابد حسین سے ہوئی۔ لکھنے لکھانے کا شوق بہت کم سنی سے تھا۔ یہ ورثہ بھی ہے اور دل کی لگن بھی۔ وہ پچاس سال سے برابر لکھ رہی ہیں۔ اب تک ان کی چالیس سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں ناول، افسانوں، ڈراموں اور ادبی مضامین کے مجموعے بھی ہیں اور سوانح عمریاں بھی۔ تنقیدی، تحقیقی اور ادبی کتابیں بھی۔ حالی کی سوانح جو انہوں نے "یادگار حالی" کے نام سے لکھی ہے ان کی مشہور کتاب ہے جو کئی یونیورسٹیوں کے کورس میں شامل ہے۔

میر انیس پر انہوں نے بہت کام کیا ہے۔ ان کی مشہور اور ضخیم تصنیف "خواتین کربلا" کلام انیس کے آئینے میں" اردو ادب اور انیسیات میں ایک اضافہ مانی گئی ہے۔ انیس صدی تقریبات کے زمانے میں انہوں نے "انیس کے مرثیے کی پہلی جلد مرتب کی تھی جو ترقی اردو بیورو سے شائع ہوئی۔ اب انیس کے مرثیے" دوسری جلد آپ کے سامنے ہے جس میں انیس کے چوبیس بہترین مرثیے شامل ہیں۔ صالحہ عابد حسین نے ان دونوں کتابوں کو بے حد محنت، لگن اور کاوش کے ساتھ مرتب کیا ہے امید ہے کہ انیس کے قدرداں اور ادب شناس ان کو پسند کریں گے۔